درجہ ثانویہ عامہ کی اہم کتاب ھدایۃ النحو کی عام فہم اور جدید اسلوب میں ملبوس انتہائی آسان شرح

تشریح النحو

شرح اردو

ھدایۃ النحو

خصوصیات

مکمل عبارت ☆ سلیس ترجمہ ☆ حلِ کتاب پر آسان انداز میں توجہ،
فوائد نافعہ ☆ اشعار کی ترکیب ☆ طلبہ و طالبات اور اساتذہ کے لیے یکساں مفید

تالیف
ابوصہیب مولانا محمد نثار عفی عنہ
فاضل وفاق المدارس و
جامعہ یوسفیہ بنوریہ شرف آباد کراچی

ناشر

نام کتاب.................تشریح النحو شرح اردو ہدایۃ النحو

تالیف ....ابو صہیب مولانا نثار عفی عنہ

طبع اول.................. 2022ء

ملنے کے پتے

فہرست عنوانات

تشریح النحو شرح اردو ہدایۃ النحو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

بندہ اپنی اس حقیرسی کاوش کو اپنے والدِ محترم کے نام منسوب کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہے کہ جنہوں نے ہر مشکل سے مشکل کام تو خود کرلیا مگر اس ناچیز کو پڑھائی سے نہیں نکالا۔

حتیٰ کہ اپنے آخری دنوں میں بھی اس پر اصرار کرتے رہے کہ بیٹا! میرے بعد اگر حالات ایسے آجائیں کہ آپ کو تعلیمی اخراجات کے سلسلے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑ جائے تو یاد رکھنا خرچہ اللہ دے گا مگر تعلیم نہ چھوڑنا۔

مگر افسوس ان کی آنکھیں میری تعلیم کے آخری مراحل نہ دیکھ سکیں ہاں مجھے یہ اُمید ضرور ہے کہ قبر میں آج ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

گزارشات

یہ شرح محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ بندہ اس قابل نہیں کہ کسی کتاب کی شرح لکھنے کی جرأت کر سکے، اس شرح کے اسباب ایسے مہیا ہوئے کہ دوران درس طلباء کرام اپنے شوق سے سبق کو قلمبند کرلیا کرتے تھے، کئی سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

ایک سال بندہ نے اس لکھی ہوئی کاپی پر از سرِ نو نظر ڈالی اور ایک ساتھی کے ذریعے سے اس کو خوشخط لکھوایا، پھر طلباء کرام اس کاپی سے نقل کروا کر فائدہ اٹھاتے تھے۔ کچھ خیر خواہ ساتھیوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اس کاپی کو اگر باقاعدہ کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو اس سے بہت فائدہ ہوگا اور یوں کاپی بھی محفوظ ہو جائے گی۔ لیکن بندہ اپنی نالائقی کی بناء پر ٹال مٹول کرتا رہا کیونکہ ''صاحب البيت ادرٰی بمافیہ''، لیکن بار بار اصرار کے بعد کچھ بڑے اساتذہ سے مشورہ کیا اور اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر سے استخارہ کرنے کے بعد محض اس اُمید پر کہ بندہ علم کی طرح عمل سے بھی تہی دامن ہے اور یہ شرح اگر دارِ بقاء میں بندہ کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہو جائے تو بہت سعادت کی بات ہے۔

بس پھر سب سے پہلے اس شرح کی کمپوزنگ کے لیے کوشش شروع کر دی اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی، پھر طباعت کے مراحل اللہ تعالیٰ نے آسان فرما دیئے اور یہ شرح کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

میں خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں اپنے مثلِ برادر دوست صاحب کتبِ کثیرہ مولانا رحیم بخش جروار صاحب کا کہ جن کی کاوشوں اور رہنمائی سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

اسی طرح انتہائی ناشکری ہوگی اگر ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جن حضرات نے اس شرح میں کسی بھی طرح کا تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور اس شرح کو میرے اور میرے والدین اور میرے جمیع اساتذہ کرام کے لیے توشۂ آخرت بنائے اور طلباء کے لیے اس شرح کو نافع بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

نوٹ:...... یہ شرح باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ تقریر ہے اس لیے غلطیوں کا امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہے اگر طلباء کسی ایسی غلطی پر مطلع ہوں جس کی اصلاح ضروری ہو تو بندہ کو آگاہ فرما دیجیے گا تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیرا۔

ابوصہیب محمد نثار عفی عنہ

۲۳ فروری ۲۰۲۲ء

تقریظ

حضرت مولانا حق نواز مدظلہ، مہتمم جامعہ تدریس القرآن بنوریہ فیوچر کالونی کراچی

علمِ نحو درسِ نظامی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور دنیا میں ایسا کوئی بھی فرد نہیں ہے جس نے درسِ نظامی پڑھا ہو یا درسِ نظامی کے نام سے واقف ہو مگر اس نے ''ہدایۃ النحو'' کا نام نہ سنا ہو، بلکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ سالہا سال سے درسِ نظامی میں برصغیر پاک و ہند کے مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

اسی ''ہدایۃ النحو'' کی عام فہم شرح ہمارے ادارے کے استاد حضرت مولانا نثار محمد مدظلہ نے طلباء کے فائدے کے لیے ترتیب دی ہے، بندہ نے اس کے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ہے اور اس کا انداز دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ طلباء طالبات اور اساتذہ کے لیے بھی نافع ہے

اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت کو قبول فرمائے اور آخرت میں ان کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ہمیں دین کے ساتھ تاحیات وابستہ رکھے۔ آمین ثم آمین

حق نواز
مہتمم جامعہ تدریس القرآن
بنوریہ فیوچر کالونی کراچی

تقریظ

حضرت مولانا رحیم بخش جروار صاحب مدظلہ،

ناظم تعلیمات جامعہ تدریس القرآن بنوریہ فیوچر کالونی کراچی

قرآن و حدیث کی زبان صحیح عربی ہے، عربی میں مہارت حاصل کیے بغیر قرآن و حدیث کا صحیح مفہوم سمجھا نہیں جا سکتا علمِ صرف ونحو کو عربی گرائمر کے ناطے قرآن و سنت کے سمجھنے میں بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہئے کہ علمِ صرف ونحو عربی گرائمر کے لئے جزوِ لاینفک ہے اور اس عربی گرائمر پر پختگی اور رسوخ حاصل کرنے کے لیے سب سے معیاری ادارے وہ دینی مدارس ہیں۔

انہی دینی مدارس کے نصاب میں سینکڑوں سال سے شامل عربی گرائمر کی مشہور کتاب ''ہدایۃ النحو'' بھی ہے جو اپنے مختصر ہونے اور عربی گرائمر سیکھنے کے حوالے سے ابتدائی عربی کتابوں میں سے ایک ہے اور اب تک اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی سینکڑوں شروحات عربی اور اردو میں منظرِ عام پر آ چکی ہیں، اس وقت بندہ کے سامنے ''ہدایۃ النحو'' کی ایک نئی شرح تشریح النحو'' کا مسودہ موجود ہے جس کو ہمارے جامعہ کے صدر مدرس جامع المعقول والمنقول، ہر فن میں ماہر حضرت مولانا نثار محمد صاحب مدظلہ نے ترتیب دیا ہے ''اللّٰھم زد فزد'' اس میں طلباء کا خاص خیال رکھا گیا ہے نہ اتنی طویل کہ بوجھ محسوس ہو اور نہ اتنی مختصر کہ سمجھ نہ آ سکے بلکہ ہر ذہن کے طلبا کو مدنظر رکھا گیا ہے اور ساتھ ساتھ عربی عبارت میں موجود اشعار کا ترجمہ اور ترکیب بھی حل کی گئی ہے۔

مولانا ایک علم دوست انسان ہیں ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ طلبا کو علم کا شوق کیسے دلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس کاوش کو قبولیتِ تامہ عطا فرمائے اور اس کام کی برکت سے ان کے قلم سے ایسے علمی جواہر پارے منظرِ عام پر آتے رہیں اور طلباء کو علم کے میدان میں آگے بڑھنے کی رغبت دلاتے رہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

رحیم بخش جروار

۲۲ فروری ۲۰۲۲ء / ۲۰ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریح النحو شرح اردو ہدایۃ النحو

الحمدللہ لم یزل عالماقدیراوالصلوۃ والسلام علی نبیہ وخلیلہ بشیرا ونذیراوعلی آلہ واصحابہ الذین بلغوا فی البلاد دینا مبینا۔ امابعد!

ہر علم کوشروع کرنے سے پہلے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ یہ کتاب چونکہ فن نحو سے متعلق ہے اس لئے نحو سے متعلق ان مباحث کو بیان کیا جائے گا۔

(۱) نحو کی تعریف (۲) موضوع (۳) غرض وغایت۔ (۴) مقام نحو۔

(۵) تاریخ فن نحو یا تدوین (۶) مصنف کتاب۔

فائدہ :...... تعریف کا جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ طلب مجہول مطلق لازم نہ آئے۔ غرض وغایت کا جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ ایک فن دوسرے فن سے ممتاز ہوسکے۔ تدوین کی معرفت اس لئے ضروری ہے تاکہ فن کی تاریخ ذہن نشین ہوجائے۔ مقام جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ مقام کے علم سے حصول فن کا شوق پیدا ہوجائے۔ مصنف کا جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ مصنف کے مرتبہ سے اس کی تصنیف کا اندازہ لگایا جاسکے۔ کیونکہ جس درجے کا متکلم ہوتا ہے اسی درجے کا اس کا کلام ہوتا ہے۔

۱، ۲، ۳، نحو کی تعریف۔ موضوع۔ غرض وغایت۔

ان تین مباحث کو صاحب کتاب نے خطبۂ کتاب میں ذکر فرمایا ہے اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

(۴) مقام نحو:

علوم عقلیہ میں نحو کا بہت بلند مقام ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے :تعلموا النحو کما تعلمو السنن والفرائض۔ (علم نحو کو اس طرح سیکھو جیسے سنن وفرائض کو سیکھتے ہو)۔

بعض حکماء کا قول ہے۔ النحو فی العلوم کالضوء فی النجوم۔ (علم نحو علوم میں ایسے ہے جیسے ستاروں میں روشنی) یعنی نحو تمام علوم کا نور ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے۔ النحو فی الکلام کالملح فی الطعام (کلام میں نحو کا مقام ایسے ہے جیسے کھانے میں نمک)۔

نحو کی فضیلت اور مقام کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نحو قرآن وحدیث کے علوم کے پڑھنے کے لئے واسطہ اور ذریعہ ہے اسی وجہ سے صاحب مفتاح السعادۃ کے نزدیک نحو کا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے استدلال کرنے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور نحو میں مہارت کے بغیر قرآن وحدیث کا صحیح طریقے سے پڑھنا اور سمجھنا ناممکن ہے اور ضیاع عمر ہے۔

(۵) فن نحو کا مدون یا موجد یا تاریخ فن نحو:

دین اسلام کے اولین ماننے والے اہل عرب تھے جن کو اپنی زبان اور فصاحت پر اتنا ناز تھا کہ اپنے علاوہ باقی لوگوں کو وہ عجم کہا کرتے تھے اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ کتب تاریخ اس بات کی گواہ ہیں کہ اہل عرب کے بچے اور چرواہے بھی فی البدیہہ سینکڑوں اشعار کے قصیدے ایک ہی مجلس میں پڑھ لیا کرتے تھے لیکن جب اسلام علاقہ عرب سے باہر نکلا اور فتوحات کا دور عرب سے ہوتے ہوئے اکثر کرہ ارض پر محیط ہوا خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تو اہل عجم انتہائی کثرت سے دین اسلام میں داخل ہوئے اور دین اسلام سیکھنے کے لئے انہوں نے اپنی بساط کے مطابق عربی لغت بھی سیکھ لی۔لیکن چونکہ عربی زبان کے لئے قواعد موجود نہیں تھے اس وجہ سے نومسلم اہل عجم کثرت سے عربی زبان میں غلطیاں کرتے تھے چنانچہ ارشاد الاریب والا نقل کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ تیراندازوں کے پاس سے گزرے وہ لوگ تیراندازی میں غلطی کر رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا تو ان لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنین :اِنَّا قوم متعلمین ،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ خطئکم فی لسانکم اشد علی من خطئکم فی رمیکم۔(ترجمہ: اللہ کی قسم تمہاری زبان کی غلطی مجھے زیادہ ناگوار ہے تمہارے تیراندازی کی غلطی سے) اسی طرح ایک موقع پر ایک اعرابی آیا (اور دیہاتیوں کی زبان بہت فصیح ہوتی ہے) اور کہنے لگا من یقرئنی شیئا مما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے کون مجھے اس میں سے کچھ سنائے گا تو ایک شخص نے سورۂ براءت پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچا۔ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ وَرَسُوۡلُهٗ ؕ (۳) نے رسولہ کی لام پر زیر پڑھی تو وہ اعرابی کہنے لگا۔ ان یکن اللہ بریء من رسولہ فانا ابریء منہ۔ اگر اللہ اپنے رسول سے بری ہے تو میں بھی اس سے بری ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا، اس اعرابی کو بلوایا اور کہا: لیس ھٰکذا یا اعرابی۔ اے اعرابی بات ایسی نہیں ہے بلکہ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ وَرَسُوۡلُهٗ ؕ ( )۔ لام کے ضمہ کے ساتھ یعنی اللہ اور اللہ کا رسول مشرکین سے بری ہیں یہ سن کر وہ دیہاتی کہنے لگا۔ واللہ ابرأ ممن بریء اللہ ورسولہ۔ یعنی جس سے اللہ اور اس کا رسول بری ہے میں بھی اس سے بری ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری فرمایا۔ لا یقرأ القرآن

الاعالجالغة۔ (نز هلاالباء) ان واقعات کے رونما ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قواعد نحو کے وضع کرنے کا حکم دیا لیکن باقاعدہ ترتیب اور مربوط طریقہ وضع نہیں تھا۔ اس قول کی بنا پر مدون اول تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنتے ہیں ۔اسی طرح ابوالاسود ظالم بن عمرو دولی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کو انتہائی متفکر پایا، میں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ اہل عجم کے اختلاط سے عربی زبان میں فساد آرہا ہے اس وجہ سے میں نے کچھ قواعد جمع کیے ہیں تم اس کے ساتھ مزید قواعد جمع کرلو یہ فرماکر وہ رقعہ مجھے دیا، میں نے اس رقعہ میں دیکھا لکھا ہوا تھا:

الكلام كله اسم وفعل وحرف فالاسم ما انبأ عن المسمى والفعل ما انبأ عن الفاعل والحرف ما انبأ عن معنى ليس باسم ولا فعل۔

ابوالاسود فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق چند قواعد مزید جمع کیے ان میں حروف نصب کا ذکر بھی تھا لیکن میں نے ان ان کأن لیت لعل کا ذکر کیا مگر لکن کا ذکر نہیں کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لکن بھی حروف نصب میں سے ہی ہے ۔اس کو ان کے ساتھ لکھ لو اور پھر فرمایا۔ ما احسن هذا النحو الذی قد نحوت اسی وجہ سے اس فن کا نام نحو رکھا گیا۔ اس قول کی بنا پر مدون اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابوالاسود دولی بنتے ہیں۔

تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قواعد نحو کے جمع کرنے کا حکم دیا لیکن کوئی مربوط مرتب انتظام نہیں تھا۔ بعد میں خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ کے حکم سے ابوالاسود دولی نے مربوط اور مرتب طریقہ پر فن نحو کے مبادیات کو تحریر فرمایا تو اس تقریر کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ تینوں بزرگ فن نحو کے ترتیب وار مدون ہیں۔ (واللہ اعلم)۔

(٦) مصنف کتاب کون ہیں؟

ھدایۃ النحو کے مصنف کے متعلق دو بزرگوں کے نام لئے جاتے ہیں۔

نمبر ا۔ عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی المعروف باخی سراج اودھی۔ المتوفی ۷۴۵ھ

نمبر ۲۔ شیخ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی الجیانی المتوفی ۷۴۵ھ۔

یقینی طور پر کسی بزرگ کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ھدایۃ النحو کے مصنف ہیں اسی وجہ ہم مختصر طور پر

دونوں بزرگوں کے حالات تحریر کریں گے۔

عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان اودھی کے حالات زندگی :

نام: عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی المعروف بانی سراج اودھیؒ

ابتدائی حالات:

شیخ سراج اودھی بالکل نوعمری میں ہی حضرت نظام الدین محمد بدایونیؒ کی خانقاہ میں شریک ہوگئے تھے اور جوانی میں علوم ظاہری سے قطعاً نا آشنا تھے لیکن حصول علم کا شوق انتہائی درجے کا تھا اس وجہ سے جب یہ اپنے گھر سے سرزمین ہندوستان کی طرف عازم سفر ہوئے تو کاغذ اور قلم کے علاوہ کوئی اسباب ساتھ نہیں تھا لیکن یہاں آکر شیخ کی خدمت میں کچھ اس طرح مصروف ہوگئے کہ تحصیل علم کو کوئی موقع ہی نہ مل سکا۔

آغاز تعلیم:

جس وقت حضرت شیخ نے اپنے خلفاء اور نمائندوں کو مختلف جہات کی طرف روانہ فرمایا تو بنگال کی طرف حضرت شیخ سراج کو روانہ کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ وہ خود بھی بنگالی تھے لیکن جب محسوس ہوا کہ انہوں نے تو علوم باطنی میں مہارت حاصل کرلی ہے لیکن علوم ظاہری سے نا آشنا ہیں تو شیخ نے فرمایا: اول درجہ دریں کار علم است ۔نیز یہ بھی فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے تو اس موقع پر شیخ نظام کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زرادی بھی مجلس میں موجود تھے، انہوں نے عرض کی: درشش ماہ اورا دانشمند میکنم۔یعنی میں ان کو چھ ماہ میں مولوی بنادوں گا۔لہٰذا مولانا فخر الدین نے شیخ سراج کو نحو اور صرف کی کتابیں پڑھائیں اس کے بعد مولانا رکن الدین سے فقہ و دیگر کتابیں پڑھیں۔انتہائی قلیل عرصہ میں علوم ظاہری میں اتنی مہارت حاصل کرلی کہ کوئی آپ سے مناظرہ بھی نہیں کرسکتا تھا۔

وفات:......آپ نے ۵۸ ۷ ھ میں وفات پائی۔

تصانیف:

شیخ سراج اودھیؒ کے حالات نزھت الخواطر، آئینہ اودھ، انوار العارفین وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں لیکن کسی نے بھی ان کی تصنیفات کا ذکر نہیں کیا صرف تعداد العلوم والے نے ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے اور اس کا بھی کوئی

قابل یقین حوالہ نہیں دیا۔(واللہ اعلم)

نمبر ا۔پنج گنج۔نمبر ۲۔میزان الصرف ۔نمبر ۳۔ہدایۃ النحو

۲:علامہ ابوحیان اندلسی کے حالات زندگی:

نام:محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی الجیانی الغرناطی المالکی ثم الشافعی (النجوم الزاہرہ)

کنیت:

شیخ ابوحیان کے نام سے مشہور ہیں اوراسی نام سے جانے جاتے ہیں۔

ولادت:

شیخ ابوحیان شہر غرناطہ میں ۶۵۴ءکو پیدا ہوئے۔

ابتدائی حالات اور آغاز تعلیم وشیوخ:

شیخ ابوحیان اندلسی بچپن ہی سے انتہائی ذہین تھے اسی وجہ سے انہوں نے کم سنی ہی میں بہت سی کتابیں یاد کرلی تھیں خود فرماتے ہیں کہ میں نے کم سنی میں ہی شیخ ابوالعباس کی کتاب، کتاب الفصیح یاد کرلی تھی اور بہت اشعار کے دواوین یاد کیے۔مثلاً: دیوان امرأالقیس، نابغہ،علقمہ، زهیر،طرفہ،عنترہ، یہ تمام حضرات عرب کے بڑے شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔

قرآن:

قرآن پاک قرأت سبعہ میں حضرت شیخ ابوجعفر احمد بن علی الرعینی اور شیخ ابومحمد عبدالحق اور شیخ صالح رشید الدین ابومحمد اور شیخ فخرالدین ابوطاہر اسماعیل سے پڑھا۔

نحو وصرف:

نحو حضرت شیخ ابوجعفر احمد بن ابراہیم الثقفیؒ اور ابن ابی الاحوص اور ابن الصائغ سے پڑھی۔

اصول فقہ:

اصول فقہ حضرت شیخ ابوالحسن فضل بن ابراہیم المصافری اور شیخ ابوجعفر بن زبیر سے پڑھی۔

علم تفسیر:

علم تفسیر حضرت شیخ جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن سلیمان المقدسی المعروف بابن النقیب سے پڑھی۔

علم حدیث:

علم حدیث کے لئے حضرت شیخ نے اندلس، افریقہ، مصر، اسکندریہ، حجاز کا سفر اور تقریباً ساڑھے چار سو شیوخ سے سماع اور اجازت حاصل کی۔ چند مشہور نام یہ ہیں:

ابوالحسین بن ربیع، شیخ ابوالاحوص، شیخ قطب قسطلانی، شیخ حرانی، شیخ دمیاطی، شیخ تقی بن دقیق العید، شیخ ابن زرین۔

تلامذہ:

شیخ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے چند مشہور کے نام یہ ہیں۔ شیخ تقی الدین السبکی اور ان کے بیٹے احمد بن علی، شیخ احمد السمین، قاضی القضاۃ بہاء الدین ابن عقیل الشافعی، شیخ حسن ابن ام قاسم، شیخ محمد بن محمد الطماری، شیخ عبدالرحمٰن بن احمد الواسطی، محمد بن محمود البابرتی وغیرہ ذلک۔

تصانیف:

ان کی تصانیف انتہائی زیادہ ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں: ۱۔ تفسیر البحر المحیط

حدیث:

فن حدیث میں حضرت شیخ کی طرف سے منسوب کوئی کتاب نہیں۔

فقہ:

(۱)۔ الوھاج فی اختصار المنھاج للنووی (۲) مسائل الرشید (۳)۔ الاعلام وغیرہ۔

لغت:

نحو التذکرہ، (چار جلد) غایۃ الاحسان القول الفصل اللمحۃ نہایۃ الاعراب فضل النحو۔ اعراب القرآن۔ الھدایۃ النحو تکمیل شرح التسھیل تزییل التکمیل شرح التسھیل (چھ جلد) وغیرہ۔

ان اہم کتابوں کے دیکھنے کے بعد اور شیخ ابوحیان کے مزاج سے واقفیت کے بعد میرا طالب علمانہ رجحان اس بات کی طرف جانے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ھدایۃ النحو کے مصنف شیخ ابوحیان اندلسی ہی ہیں اور اس کی تائید صاحب درایہ النحو کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو کہ ھدایۃ النحو کے شارح ہیں اور ان کی شرح مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

انی سمعت عن بعض المشائخ انه قد سأل بعض الواردين على ابی حيان النحوی مصنف هذا الكتاب ان يجمع مختصرًا على ترتيب الكافية۔ الخ

(درایۃ النحو۔ صفحہ نمبر ۸)

وفات:

علم کا یہ چراغ اپنی قابل رشک زندگی کی تقریباً نوے بہاریں گزار کر ۷۴۵ھ میں ہمیشہ کے لئے بجھ گیا، لیکن انہوں نے دین کی جو خدمت کی ہے وہ قیامت تک زندہ رہے گی۔ (واللہ اعلم) (ماخوذ از مقدمہ بحر المحیط، النحو والنحاۃ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، والعاقبة للمتّقين، والصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام علی رسوله محمّد وآله وأصحابه أجمعين۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں جو رب ہے تمام جہانوں کا اور اچھا انجام پرہیزگار لوگوں کے لئے ہے۔اور درود وسلام نازل ہو اس کے رسول پر جن کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور سلامتی نازل ہو ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔

تشریح:

صاحب کتاب نے اپنی کتاب کا آغاز بسم اللہ سے کیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كل امر ذی بال لم يبدء اوقال لا يبدء ببسم الله الرحمٰن الرحيم فهو اقطع

(رواہ ابوداؤد وبن ماجہ)

ہر وہ کام جو ذی شان ہو اور اس کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ بے برکت ہوتا ہے۔

بسم اللہ کے بعد مصنف نے الحمد للہ کو ذکر فرمایا اس سے مصنف نے قرآن پاک کی ترتیب پر عمل کیا ہے اور حدیث میں آتا ہے:

كل امر ذی بال لا يبدء فيه بحمد الله فهو اقطع (رواہ ابن ماجہ)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: ایک حدیث میں آیا کہ کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرنی چاہئے اور دوسری حدیث میں آیا کہ کام کی ابتداء الحمد للہ سے کرنی چاہئے تو ایک ہی وقت میں ان دونوں حدیثوں پر عمل نہیں ہوگا اور اگر ابتداء بسم اللہ سے کریں تو ابتداء بالحمد والی حدیث پر عمل نہیں ہوگا۔

جواب نمبر ۱:...... یہاں ابتداء سے مراد ابتداء حقیقی نہیں بلکہ ابتداء عرفی ہے مطلب یہ ہے کہ کتاب کے اصل

مضامین سے پہلے جو کچھ بھی ہے وہ ابتداء ہے۔

جواب نمبر ۲:......امام نوویؒ فرماتے ہیں ان دونوں حدیثوں پر ایک ہی وقت میں عمل کرنا ممکن ہے اور وہ اس دوسری حدیث کی وجہ سے اور وہ حدیث یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **کل امر ذی بال لم یبدء بذکر اللہ فھو اقطع**، لہٰذا بسم اللہ بھی اللہ کا ذکر ہے اور الحمد للہ بھی اللہ کا ذکر ہے تو دونوں حدیثوں پر عمل بیک وقت ممکن ہے ذکر ہونے کی وجہ سے (درایہ)

الحمد للہ.....الخ۔ **الحمد** میں جو الف لام ہے یہ یا جنس کا ہے یا استغراق کا ہے۔ الف لام کی تفصیل آگے الکلمۃ کی بحث میں ان شاء اللہ آجائے گی۔

حمد: حمد مصدر ہے باب سمع یسمع ہے۔ اس کا معنی ہے تعریف کرنا اور اصطلاح میں حمد سے مراد ایسی تعریف ہے جو زبان سے ہو چاہے منعم کے انعام کے بدلے میں ہو یا بلا بدلے کے ہو۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حمد باعتبار محل کے خاص ہے کیونکہ اس کا محل صرف زبان ہے اور باعتبار متعلق کے عام ہے کیونکہ حمد انعام کے بدلے میں بھی ہوتی ہے اور بغیر انعام کے بھی ہوتی ہے اور شکر اس کو کہتے ہیں جو انعام کے بدلے میں ہو، چاہے زبان سے ہو یا جوارح سے۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ شکر باعتبار محل کے عام ہے اور باعتبار متعلق کے خاص ہے۔ لہٰذا حمد اور شکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، تفصیل تیسیر المنطق میں آپ پڑھ لیں گے۔ ان شاء اللہ۔

للہ: لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے یعنی وہ ذات جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے اس کی ذات اور صفات کا کماحقہ ادراک انسانی عقل کے لئے محال ہے۔ جیسا کہ اکبر آلہ آبادی نے کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے:

شعر:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں، تیری پہچان یہی ہے

رب: رب کا معنی ہے پالنے والا یعنی وہ ذات جو تدریجاً (آہستہ آہستہ) کسی کی پرورش کرے یہاں تک کہ اس کو حد کمال تک پہنچا دے۔

عالمین: عالمین جمع عالم کی جہاں کو عالم کہا جاتا ہے۔ ہماری یہ دنیا اس کے اندر انسان، چرند پرند تمام حیوانات، سمندر پہاڑ صحرا بیابان یہ ایک عالم ہے۔ مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ ہمارے اس عالم کے علاوہ

اللہ تعالیٰ نے کم از کم اٹھارہ ہزار عالم پیدا فرمائے ہیں بعض مفسرین کے نزدیک چوبیس ہزار عالم ہیں۔ (واللہ اعلم)

متقین: متقین جمع ہے متق کی، شریعت میں متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو ان چیزوں سے خود کو بچائے جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہوسکتا ہے۔

والصلوٰۃ: صلوٰۃ کا معنی ہے درود لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں نسبت کے بدلنے سے صلوٰۃ کا معنی بھی بدلتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی ہوگا رحمت نازل کرنا، اگر نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی ہوگا تسبیح وتقدیس بیان کرنا اور جب نسبت انسانوں کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی ہوگا دُعا کرنا۔

رسول: رسول بمعنی مرسل ہے جیسے فعول بمعنی مفعول ہوتا ہے رسول اس کو کہتے ہیں جس پر وحی آئے اور اس کو نئی شریعت نئی کتاب ملی ہو اور نبی اس کو کہتے ہیں جس پر وحی آئے عام ہے کہ اس کو نئی شریعت اور نئی کتاب ملی ہو یا کہ ملی ہو۔ رسول اور نبی میں عموم وخصوص کی نسبت ہے لہٰذا: **کل رسول نبی ولا عکس**۔

آل: آل کسی انسان کے گھر والوں کو یعنی بیوی اور بچوں کو آل کہا جاتا ہے آل رسول سے کیا مراد ہے؟ اس میں تین اقوال مشہور ہیں۔

(۱)......آل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے اور ازواج مطہرات مراد ہیں۔

(۲)......آل سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں۔

(۳)......ہر متقی امتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل میں داخل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلی کل مؤمن تقی** (درایہ) یعنی ہر مومن متقی میرا آل ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

اصحاب: اصحاب صاحب کی جمع ہے شریعت کی اصطلاح میں صحابی اس کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان کی حالت میں ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول۔ (تمام صحابہ پاکیزہ اور عادل ہیں)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**۔ (مشکوٰۃ)

اجمعین: اجمعین یہ تاکید کے لیے ہے اگر اجمعین کا تعلق اصحاب کے ساتھ ہو تو اس کے ذریعے سے روافض پر رد ہوگا کیونکہ وہ کچھ صحابہ کو مانتے ہیں اور اکثر صحابہ کی گستاخی کرتے ہیں اور اگر اجمعین کا تعلق آل کے ساتھ ہو تو خوارج پر رد ہوگا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر درود نہیں بھیجتے۔

اما بعد ، فھذا مختصر مضبوط فی علم النحو جمعت فیہ مھمات النحو علی ترتیب الکافیۃ مبوّبا و مفصّلا بعبارۃ واضحۃ مع ایراد الأمثلۃ فی جمیع مسائلھا من غیر تعرّض للأدلۃ و العلل۔

ترجمہ: حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ مختصر اور مضبوط ہے فن نحو میں اور اس میں میں نے جمع کیا ہے نحو کے اہم مباحث کو باب در باب فصل در فصل ساتھ واضح عبارات کے بمعہ مسائل کی مثالوں کے دلائل اور علتوں سے گریز کرتے ہوئے کافیہ کی ترتیب پر تاکہ مبتدی طالب علم کا ذہن نحو کے مسائل کے سمجھنے سے تشویش میں مبتلاء نہ ہوجائے۔

تشریح:

اما بعد اما معنی شرط کو متضمن ہے تقدیری عبارت مھما یکن من شیئ ہے۔اس عبارت میں مصنفؒ نے اپنی کتاب کا تعارف کرادیا ہے فرماتے ہیں فھذا مختصر الخ میری یہ کتاب مختصر ہے۔ھذا کا مشار الیہ کتاب اگر خطبہ کتاب لکھنے کے بعد لکھا گیا ہو اور اگر خطبہ کتاب لکھنے سے پہلے لکھا گیا ہو تو ھٰذا کا مشار الیہ مصنف کے ذہن میں موجود مباحث ہوں گے۔

مضبوط فی النحو الخ: یہ کتاب خالی ہوگی اضافی اور طویل چیزوں سے۔فی النحو یہ ظرف مستقر ہے اور صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔

جمعت فیہ مباحث النحو علی ترتیب الکافیۃ ......الخ: مصنفؒ یہ بتارہے ہیں میں نے اپنی کتاب کو کافیہ کی ترتیب پر لکھا ہے اور کافیہ کی ترتیب پر لکھنے کی وجہ یہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے کافیہ کو قبولیت عطا فرمائی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ میری کتاب کو بھی قبولیت عطا فرمائے۔

ہدایۃ النحو کی ترتیب اگرچہ کافیہ کی طرح ہے لیکن پھر دونوں میں چار طرح کا فرق ہے۔

کافیہ اور ہدایۃ النحو میں فرق

اوّل: مبوّباً و مفصلاً

ہدایۃ النحو میں باب اور فصلیں ہیں جب کہ کافیہ میں باب اور فصل کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔

مبوباً و مفصلاً: ان دونوں کو واو اور صاد کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور واو وصاد کے فتحہ کے ساتھ بھی ، اگر کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے تو پھر یہ دونوں اسم فاعل ہوں گے اور جمعت کی تاء متکلم سے حال بنیں گے اور اگر واو اور صاد کو فتحہ کے ساتھ پڑھیں تو پھر یہ دونوں اسم مفعول ہوں گے اور فیہ کی ضمیر مجرور سے حال بنیں گے۔

دوم:...... بعبارة واضحة الخ:

دوسرا فرق یہ ہے کہ ھدایۃ النحو کی عبارت واضح اور سہل ہے جب کہ کافیہ کی عبارت مغلق اور مشکل ہے۔

سوئم:...... مع ايراد الامثلة الخ۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ ھدایۃ النحو میں مسائل کی امثلہ مذکور ہیں جب کہ کافیہ میں مثالوں کا اہتمام نہیں ہے۔

چہارم: من غير تعرض للادلة و العلل۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ ہدایۃ النحو میں علتوں اور دلائل کو بیان نہیں کیا گیا تا کہ مبتدی طالب علم کا ذہن مسائل کو سمجھنے سے مشغول نہ ہو جائے جب کہ کافیہ میں علتوں اور دلائل پر زور دیا گیا ہے۔

وسمیته ''بهداية النحو'' رجاء أن يهدى الله تعالىٰ به الطّالبين، ورتّبْته على مقدّمة وثلاثة أقسام بتوفيق الْملك الْعزيز الْعلّام۔

ترجمہ: اور میں نے نام رکھا اس کتاب کا ھدایۃ النحو، اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے نحو کے طالب علموں کو فن نحو کی طرف رہنمائی فرمائیں اور میں نے اسے ترتیب دیا ایک مقدمے اور تین اقسام اور ایک خاتمہ کے ساتھ زبردست توفیق دینے والے مالک کی توفیق سے جو غالب ہے اور بہت زیادہ علم والا ہے۔

تشریح:

وسمیتہ الخ...... یہاں سے صاحب کتاب اپنی کتاب کی وجہ تسمیہ بیان فرمارہے ہیں کہ میں نے اس کا نام ھدایہ النحو کس وجہ سے رکھا، فرماتے ہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ طلباء کرام کو اس کی وجہ سے فن نحو میں مہارت عطا فرمائیں گے۔

رتبتہ الخ...... یہاں سے صاحب کتاب اپنی کتاب کی ترتیب بیان فرمارہے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو ترتیب دیا، ایک مقدمہ پر اور تین اقسام پر اور ایک خاتمہ پر۔

فائدہ:

صاحب الہامیہ جو کہ ھدایۃ النحو کے شارح ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ھدایہ النحو میں کوئی خاتمہ نہیں ہے بلکہ یہ

کاتب سے سہو ہوا ہے جس کی وجہ سے خطبہ کتاب میں خاتمہ کا ذکر کیا گیا ہے لیکن میری طالب علمانہ رائے یہ ہے کہ خاتمہ کا ذکر کتاب میں موجود ہے اگر چہ کتاب کے آخر میں نہیں ہے لیکن موجود ہے اس وجہ سے خاتمہ کا کلی طور پر انکار نہیں کیا جا سکتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے (لف نشر غیر مرتب ہے)" (واللہ اعلم)۔

اما المقدمة ففی المبادء التی یجب تقدیمها لتوقف المسائل علیها وفیها فصول ثلاثة۔

ترجمہ: بہر حال مقدمہ تو وہ ان ابتدائی باتوں پر مشتمل ہے جن کو مقدم کرنا واجب ہے مسائل کے ان پر موقوف ہونے کی وجہ سے اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح:

اما المقدمة:

مقدمہ ہر چیز کا وہ حصہ کہلاتا ہے جو اصل سے پہلے ہو۔

مقدمہ کی اقسام: (۱) مقدمة العلم (۲) مقدمہ الکتاب۔

(۱)......مقدمۃ العلم:

مقدمۃ العلم سے مراد وہ مقدمہ ہے جس میں بنیادی باتیں ہوں جن پر کتاب کے مسائل کا سمجھنا موقوف ہو۔

(۲)......مقدمۃ الکتاب:

مقدمۃ الکتاب سے مراد وہ مقدمہ ہے جو اصل کتاب سے پہلے ہو چاہے اس پر کتاب کے مسائل سمجھنا موقوف ہو یا نہ ہو۔ جیسے ہر کتاب کے شروع میں خطبہ ہوتا ہے اور اس پر کتاب کا سمجھنا موقوف نہیں ہوتا ہے۔

فصول ثلاثہ:

صاحب کتاب نے اجمالی طور پر بیان فرمایا کہ مقدمہ میں تین فصلیں ہیں: فصل لغت میں قطع کے معنی میں آتا ہے اور اصطلاح میں فصل کہا جاتا ہے۔

الحاجز بین الحکمین :

اب ان فصول ثلاثہ کی ترتیب وار تفصیل بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں :

فصل: النحو علم بأصول يُعرف بها أحوال أواخر الكلم الثّلاث من حيث الإعراب والبناء، وكيفيّة تركيب بعضها مع بعض۔

والغرض منه: صيانة الذهن عن الخطأ اللفظيّ في كلام العرب وموضوعه: الكلمة والكلام ۔

ترجمہ وتشریح:

اس سے پہلے آپ کو بتایا گیا کہ ہر علم کے شروع میں چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔علم کی تعریف، موضوع ،غرض وغایت، مدون، مقام، مصنف۔باقی چیزوں کی تفصیلات آپ ماقبل میں پڑھ چکے ہیں تعریف موضوع اور غرض وغایت مصنف نے خود بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں۔

فن نحو کی تعریف:

نحو کا لغوی معنیٰ: لغت میں نحو مختلف معانی کے لئے آتا ہے یہاں مراد نحو سے القصد یعنی ارادہ کرنا کلام عرب کا تاکہ اس کو حاصل کرے وہ شخص جو اہل عرب میں سے نہیں ہے۔

نحو کا اصطلاحی معنیٰ: مصنفؒ فرماتے ہیں :

النحو علم بأصول يعرف بها احوال اواخرالكلم الثلاث من حيث الاعراب والبناء و كيفيه التركيب بعضها مع بعض۔

یعنی نحو ان اصول اور قوانین کو جاننے کا نام ہے جس کے ذریعے تین کلموں کے آخر کے احوال معلوم کئے جائیں معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے اور بعض کی بعض کے ساتھ ترکیبی کیفیت کے اعتبار سے۔

اصول جمع اصل کی ، لغت میں اصل کو کہتے ہیں مايبتنى عليه غيره اور اصطلاح میں اصل کہتے ہیں: من امور كلية منطبقة على ما تحتها الجزئيات ۔

غرض وغایت:

جس وجہ سے اس فن کی ابتدا کی گئی ہو اس کو غرض غایت کہا جاتا ہے لہذا نحو کی غرض وغایت یہ ہے:

صیانۃ الذھن عن الخطاء اللفظی فی الکلام العرب

ذہن کو کلا عرب میں لفظی غلطی سے بچانا

فن نحو کا موضوع:

کسی بھی فن کا موضوع وہ کہلاتا ہے جس سے اس کے عوارض ذاتیہ میں بحث کی جائے جیسے بدن انسان طب کا موضوع ہے غور وفکر منطق کا موضوع ہے۔ اصول اربعہ شرعیہ اصول فقہ کا موضوع ہے مکلف کا فعل فقہ کا موضوع ہے وغیرہ ذلک، اسی طرح نحو کا موضوع **الکلمۃ والکلام**

نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

فصل

دوسری فصل:

فصل الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد......

ترجمہ:......دوسری فصل۔کلمہ وہ لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہے معنی مفرد کے لئے۔

تشریح:

اس عبارت میں چند مباحث ہیں:

پہلی بحث **الکلمۃ** کے الف لام سے متعلق:

الف لام کی دو قسمیں ہیں۔

اول:......الف لام اسمی۔ دوم:......الف لام حرفی۔

الف لام اسمی : الف لام اسمی وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول کے شروع میں آتی ہے اور الذی کے معنی میں ہوتی ہے۔ جیسے الضارب المضروب الضارب بمعنی الذی ضَرَبَ المضروب بمعنی الذی ضُرِبَ۔

الف لام حرفی کی دو قسمیں ہیں :

اول :......الف لام حرفی زائدہ۔ دوم:......الف لام حرفی غیر زائدہ۔

الف لام حرفی زائدہ سے مرادہ وہ الف لام ہے جس کو اگر لفظوں سے گرادیا جائے تو معنی پر کوئی اثر نہ پڑے جیسے والیوم الآخر، اس صورت میں جب اس کی ترکیب اضافی ہو، کیونکہ مضاف پر الف لام اور تنوین داخل نہیں ہوسکتی۔

دوم :......الف لام حرفی غیر زائدہ، وہ جس کو لفظوں سے گرادیا جائے تو معنی میں اثر پڑے۔ جیسے الکلمۃ معرفہ ہے کلمہ نکرہ ہے۔

الف لام حرفی غیر زائدہ کی پھر چار قسمیں ہیں :

اول :......جنسی۔ دوم :...... استغراقی، سوئم :......عہد خارجی۔ چہارم :......عہد ذہنی۔

الف لام جنسی۔ وہ ہے جو جنس پر دلالت کرے افراد پر نہ کرے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ۔ الْمَلٰٓئِكَةُ کا الف لام جنسی ہے۔ الرجل خیر من المرءۃ۔ الرجل اور المرءۃ کا الف لام جنسی ہے۔

الف لام استغراقی : وہ ہے جو تمام افراد پر دلالت کرے :

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ : الْاِنْسَانَ کا الف لام استغراقی ہے۔

الف لام عہد خارجی : وہ ہے جو بعض معین افراد پر دلالت کرے : فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ۔ الرَّسُوْلَ کا الف لام عہد خارجی ہے کیونکہ اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہے۔

الف لام عہد ذہنی : وہ ہے جو بعض غیر معین افراد پر دلالت کرے : فَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ۔ الذئب کا الف لام عہد ذہنی ہے، کیونکہ اس سے غیر معین بھیڑیا مراد ہے۔

الکلمۃ کا الف لام یا تو جنسی ہے اور یا تو عہد خارجی ہے، یعنی یا تو جنس کلمہ مراد ہے یا وہ کلمہ مراد ہے جو نحویین کے ہاں کلمہ ہے۔

دوسری بحث کلمہ سے متعلق ہے :

کلمہ نکلا ہے کلمٌ سے اور کلمٌ کہتے ہیں زخم کو تاثیر زخم کی وجہ سے الفاظ کو بھی کلمہ کہا جاتا ہے۔اسی وجہ سے عرب کے شاعر کا شعر ہے۔

جراحات السنان لها التیام　　ولا یلتام ماجرح اللسان

ترجمہ۔تلوار کے زخم بھر جاتے ہیں لیکن زبان کے لگے ہوئے زخم نہیں بھرتے۔

تیسری بحث الکلمۃ کے ۃ سے متعلق ہے:

الکلمۃ کی تا وحدت کے لئے ہے پھر اس پر اشکال ہوتا ہے کلمہ جنس ہے اور تا وحدت کی ہے تو پھر یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہاں وحدت سے مراد وحدت نوعی یا وحدت جنسی ہے وحدت فرد مراد نہیں ہے۔

چوتھی بحث لفظٌ سے متعلق ہے:

لفظٌ کا لغوی معنی ہے الرمی پھینکنا، جیسے اہل عرب کا قول ہے: اکلت التمر و لفظت النواۃ۔میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی۔

لفظ کی اصطلاحی تعریف: مایتلفظ بہ الانسان من حرف فصاعدًا۔جس کا انسان تلفظ کر سکے خواہ ایک لفظ ہو یا زیادہ ہو۔

پانچویں بحث وضع سے متعلق ہے:

وضع:

وضع لغت میں رکھنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وضع سے مراد وہ چیز ہے جس کے سمجھنے سے دوسری چیز خود بخود سمجھ میں آجائے جیسے چاقو وضع کیا گیا ہے دستہ اور پَل کے لئے، جب چاقو کہا جائے گا تو دستہ اور پَل پر خود دلالت ہو جائے گی۔

چھٹی بحث مفرد سے متعلق ہے:

مفردٌ: اعراب کے اعتبار سے مفرد کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت:

مفردٌ مرفوع ہو۔مُفْرَدٌ اس صورت میں یہ لفظٌ کی صفت ثانیہ ہوگی پھر معنی یہ ہوگا۔

الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد۔ کلمہ وہ لفظ مفرد ہے جس کو معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

دوسری حالت:

مفردًا، منصوب ہو۔ مفردًا اس صورت میں مفردًا یا تو وُضِعَ کی ضمیر سے حال واقع ہوگا یعنی کلمہ وہ لفظ ہے جس کو معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اس حال میں کہ وہ لفظ مفرد ہے اور یا معنًی سے حال واقع ہوگا، پھر ترجمہ یہ ہوگا، کلمہ وہ لفظ ہے جس کو معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اس حال میں کہ وہ معنی مفرد ہے۔

تیسری حالت:

مفردٍ، مجرور ہے۔ مفردٍ اس صورت میں مفردِ صفت ہوگی معنًی کی، ترجمہ یہ ہوگا، کلمہ وہ لفظ ہے جس کو ایسے معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے جو مفرد ہے۔

وهی منحصرة فی ثلاثة أقسام: اسم وفعل وحرف، لأنّها إمّا أن لا تدل علی معنی فی نفسها، وهو الحرف أو تدلّ علی معنی فی نفسها، ويقترن معناها بأحد الأزمنه الثّلاثة، وهو الفعل أو تدل علی معنی فی نفسها، ولم يقترن معناها بأحد الأزمنة، وهو الاسم۔

ترجمہ: اور وہ کلمہ تین تین قسموں میں بند ہے۔ اسم، فعل اور حرف۔ کیونکہ وہ (کلمہ) یا خود دلالت نہیں کرے گا اپنے معنی پر اور وہ حرف ہے جو دلالت کرے گا خود اپنے معنی پر اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہوگا تو وہ فعل ہے اور یا اپنے معنی پر خود دلالت کرے گا اور تین زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہوگا وہ اسم ہے۔

تشریح:

اس عبارت میں مصنف نے کلمہ کی تقسیم بیان فرمائی ہے، فرماتے ہیں کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......اسم (۲)......فعل (۳)......حرف۔

کلمہ کی تین قسموں میں بند ہونے کی وجہ اور اقسام ثلاثہ کی تعریف کو آسانی کے لئے مصنف نے وجہ حصر کی صورت میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں وجہ حصر یہ ہے کہ، وہ کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرے گا یا نہیں، اگر اپنے

معنی پر خود دلالت نہ کرے تو وہ حرف ہے اور اگر اپنے معنی پر خود دلالت کرے تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس میں تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ پایا جارہا ہے یا نہیں، اگر اس میں تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ پایا جارہا ہے تو وہ فعل ہے اور اگر کوئی زمانہ، نہ پایا جائے تو وہ اسم ہے۔

فائدہ:......زمانہ (وقت) تین طرح کا ہوتا ہے۔(۱) ماضی۔(۲) حال۔(۳) استقبال۔

ماضی: گزرا ہوا زمانہ، جیسے گزشتہ کل۔

حال: موجودہ زمانہ، جیسے آپ کا ابھی کا وقت۔

استقبال: مستقبل: آئندہ زمانہ جیسے کہ ابھی کے بعد جو وقت آئے گا وہ مستقبل ہے۔

فحدّ الاسم كلمة تدلّ على معنى فى نفسها غير مقترن بأحد الأزمنة الثلاثة، أعني الماضي والحال والاستقبال، كرَجل، علم۔

ترجمہ: پس اسم کی تعریف یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر خود دلالت کرے اور ملا ہوا نہ ہو تین زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ، میری مراد ماضی، حال اور استقبال جیسے رجل، اور علم۔

تشریح:

فحد الاسم حد لغت میں منع کے معنی میں ہے کسی چیز کی آخری حد جس سے تجاوز کی صورت میں خلاف ورزی لازم آئے جیسے قرآن پاک میں ہے: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا الی اخر الایۃ۔ یہاں حد سے مراد وہ تعریف ہے جو جامع بھی ہو اور مانع بھی ہو یعنی جامع جمیع لافراد اور مانع عن دخول الغیر۔ اسم کی تعریف ترجمہ سے بھی ظاہر ہے اور وجہ حصر میں بھی گزر چکی ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اسم کی تعریف مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے بھی ذکر فرمائی ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو تین دفعہ تعریف ہو چکی ہے۔

پہلی مرتبہ: (وهي منحصر في ثلاثة اقسام اسم وفعل وحرف) اس عبارت میں اسم بمقابلہ فعل اور حرف ہے اور قاعدہ مشہور ہے۔ تعرف الاشیاء باضدادها

دوسری مرتبہ: وجہ حصر میں فرمایا: تدل على معنى في نفسها لم يقترن معناها فهو الاسم الخ۔

تیسری مرتبہ: فحد الاسم سے تو اعتراض یہ ہوتا ہے کہ مصنف نے اسم کی تعریف تین دفعہ کیوں ذکر فرمائی ہے؟

جواب: یہ ہے کہ مصنف نے طلباء کا لحاظ کیا ہے کیونکہ طلباء تین طرح کے ہوتے ہیں ۔(۱) قابل۔ (۲) درمیانے ۔(۳) کمزور۔

مصنف نے جب فرمایا کلمہ کی تین قسمیں ہیں تو اس سے قابل طلباء اسم کی تعریف سمجھ جائیں گے پھر وجہ حصر قدرے تفصیل سے بیان فرمایا تو اس سے درمیانے طلباء اسم کی تعریف سمجھ جائیں گے اور پھر فحد الاسم سے بصورت تعریف بالکل واضح کر دیا تو اس سے کمزور طلباء بھی اسم کی تعریف کو سمجھ جائیں گے تو طلباء کے لحاظ کی وجہ سے مصنف نے اسم کی تعریف سہ کرر ذکر فرمائی ہے۔

وعلامة: أن يصحّ الإخبار عنه وبه، ك زيد قائم والإضافة، ك غلام زيد ودخول لام التعريف، ك الرجل، والجرّ والتنوين نحو: بزيدٍ، والتثنية نحو: رجلان، والجمع والنعت نحو: رجلٌ عالمٌ، والتصغير نحو: رُجَيل، والنداء نحو: يا زيدُ!۔

ترجمہ: اور اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زید قائم ۔اور اضافت کا ہونا جیسے غلام زید۔اور لام تعریف کا داخل ہونا، جیسے الرجل ۔اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزید۔اور تثنیہ اور جمع اور صفت اور تصغیر اور نداء ہونا۔

تشریح:

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اسم کی علامات کو بیان فرمارہے ہیں:

اسم کی پہلی علامت یصح الاخبار عنہ ۔اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو۔جیسے زید قائم ۔اس مثال میں زید کے بارے میں قیام کی خبر دی گئی ہے ۔یعنی زید کا محکوم علیہ بننا صحیح ہے کیونکہ محکوم علیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے بوجہ اسم کے مسند الیہ ہونے کے ۔بخلاف فعل کے کیونکہ فعل مسند ہوتا ہے لیکن مسند الیہ نہیں ہوتا اور حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ ہوتا ہے۔

دوسری علامت :و الاضافۃ دوسری علامت اضافت کا ہونا یعنی مضاف ہونا جیسے غلام زید یہاں اضافت

سے مراد وہ مضاف ہے جو بتقدیر حرف جر کے ساتھ ہو جیسے غلام زید ہے اس اضافت کی اسم کے ساتھ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ مررت بزید والی مثال سے اعتراض نہ ہو جائے کیونکہ وہاں فعل میں اضافت موجود ہے لیکن وہ اضافت بواسطہ حرف جر ہے اور جو اضافت اسم میں ہوتی ہے وہ تقدیر حرف جر کے ساتھ ہوتی ہے۔

تیسری علامت :و دخول لام التعریف ۔تیسری علامت یہ ہے کہ اس پر لام تعریف داخل ہو جیسے الرجل ۔وجہ یہ ہے کہ لام تعریف رفع ابہام کے لئے ہوتی ہے اور ابہام اسم میں ہوتا ہے فعل میں نہیں ہوتا۔

چوتھی اور پانچویں علامت :و الجر والتنوین:اس پر جر اور تنوین کا آنا جیسے بزیدٍ جر یعنی کسرہ کی وجہ یہ ہے کہ کسرہ اثر ہے حرف جر کا اور حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا اور تنوین کہ وجہ یہ ہے کہ تنوین ترنم کے علاوہ تنوین کی بقیہ اقسام صرف اسم پر داخل ہوتی ہیں فعل پر داخل نہیں ہوتی کیونکہ تنوین تقاضا کرتی ہے انفصال کا اور فعل اپنے فاعل کے ساتھ اتصال چاہتا ہے۔

چھٹی اور ساتویں علامت و التثنیۃ و الجمع: تثنیہ اور جمع کا ہونا جیسے رجلان اور رجال، وجہ یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع تقاضا کرتے ہیں تعدد کا اور فعل میں تعدد نہیں پایا جاتا۔

آٹھویں علامت :و الصفۃ :صفت کا ہونا جیسے رجل عالم، وجہ یہ ہے فعل بغیر تاویل کے صفت نہیں بن سکتا۔

نویں علامت :و التصغیر مصغر ہونا جیسے رُجَیْلٌ ۔وجہ یہ ہے کہ فعل کی تصغیر نہیں آتی۔

دسویں علامت :و النداء: نداء یعنی منادیٰ ہونا جیسے یا زیدُ کیونکہ منادیٰ وہ ہوتا ہے جس کو پکارا جائے اور فعل کو پکارا نہیں جاتا۔

فان کل هذه خواص الاسم

ترجمہ:......پس تحقیق یہ سب اسم کے خواص ہیں۔

تشریح:

اس عبارت میں مصنفؒ نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اعتراض: یہ ہوتا ہے کہ آپ نے اسم کی علامات بیان فرمائی ہیں اور علامات شئ سے الگ نہیں ہوتیں، یہ علامات کبھی اسم میں پائی جاتی ہیں اور کبھی نہیں پائی جاتیں جیسے ضمائر اور اسماء اشارات پر کبھی بھی تنوین نہیں آسکتی حالانکہ وہ دونوں اسم میں سے ہیں ۔تو پھر ماقبل میں مذکور علامات اسم کی کس حیثیت سے علامت ہیں جب کہ بعض

صورتوں میں وہ اسم سے جدا ہیں؟

جواب: یہ ہے کہ یہ سب اسم کے خواص ہیں اور خاصہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ علامات اسم کے ساتھ خاص ہیں اسم کے غیر میں نہیں پائی جائیں گی۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اسماء پر علامات اسم داخل نہ ہوں لیکن وہ علامات کبھی بھی غیر اسم میں نہیں پائی جائیں گی۔

ومعنى الاخبارعنه ان يكون محكوما عليه لكونه فاعلا اومفعولا اومبتدًا۔

ترجمہ: اور اخبار عنہ کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو سکے اس کے فاعل یا مفعول یا مبتداء ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:

الاخبار عنہ۔ کہنے سے یہ شبہ پیدا ہو رہا تھا اس تعریف کی بنا پر تو صرف مبتدا اسم بن سکتا ہے اسم فاعل اور مفعول یعنی نائب فاعل اسم نہیں بن سکتے کیونکہ ان سے خبر نہیں دی جاتی تو صاحب کتاب نے اس شبہ کو محکوماً علیہ فرما کر دور کر دیا کہ اخبار عنہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو سکے یعنی اس پر حکم لگایا جا سکے چاہے وہ اسم فاعل ہو یا نائب فاعل یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ ہو۔

ويسمى اسما سموه على قسيميه لالكونه وسمًا على المعنى ......الخ۔

ترجمہ: ......اس کا نام اسم رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے دونوں قسموں (فعل اور حرف) سے بلند ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے معنی پر علامت ہے۔

تشریح:

اسم کی وجہ تسمیہ:

اسم کو اسم کیوں کہتے ہیں اس میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے۔ بصریین فرماتے ہیں اسمٌ اصل میں سموٌ تھا کیونکہ اس کی تصغیر سُمَیوٌ آتی ہے اور جمع اسماء اور اسامی آتی ہے اور تصغیر سے کلمہ کی اصل معلوم ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ سمیؤ اصل میں سمیؤٌ تھا۔ تعلیل کے بعد سِموٌ، پھر واو گرا کر تنوین میم کو دے دی سین ساکن شروع ہمزہ لے آئے تو اسمٌ ہو گیا سموٌ بلندی کو کہتے ہیں تو اسی مناسبت سے اسم کو بھی اسم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی مرتبے

میں فعل اور حرف سے بلند ہوتا ہے۔کوفیین فرماتے ہیں کہ اسم اصل میں وسمٌ بمعنی علامت، کیونکہ یہ اپنے معنی پر خود دلالت ہے اس لئے اس کو اسمٌ کہتے ہیں واو کو حذف کر کے اس کے بدلے شروع میں ہمزہ لے آئے تو وسمٌ سے اسم ہو گیا۔

مصنف کے نزدیک بصریین کا مذہب راجح تھا اس وجہ سے اس کو ترجیح دی۔

وحد الفعل كلمة تدل على معنى في نفسها دلالةً مقترنةً بزمان ذلك المعنى كَضَرَبَ، يَضْرِبُ، اِضْرِبْ۔

ترجمہ:...... فعل کی تعریف یہ ہے کہ فعل سے مراد وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرے جو معنی اس کی ذات میں ہو ایسی دلالت جو ملی ہوئی ہو اس معنی کے ساتھ جیسے ضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ

تشریح:

وحد الفعل الخ۔فعل کی تعریف۔فعل اس کو کہتے ہیں جو دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر خود اپنے معنی پر دلالت کرے اس سے حرف نکل گیا کیونکہ حرف اپنے معنی پر خود دلالت نہیں کرتا اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی اس میں پایا جائے اس سے اسم نکل گیا، کیونکہ اسم میں زمانہ نہیں پایا جاتا جیسے ضَرَبَ، اپنے معنی اصل ضربٌ مارنے پر دلالت کر رہا ہے اور تین زمانوں میں سے زمانہ ماضی اس میں موجود ہے۔

دلالۃ مقترنۃ الخ۔زمانہ کے ساتھ ملے ہوئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں زمانہ اصل وضع کے اعتبار سے موجود ہو اگرچہ آگے چل کر اس کا استعمال چھوڑ دیا گیا ہو۔جیسے افعال مقاربہ وغیرہ مثلاً۔عسی، کاد، کرب، اوشک۔کیونکہ ان افعال کا زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہونا بوجہ عارضی کے ہے اصل وضع کے اعتبار سے یہ افعال مقترن بالزمان ہیں لہذا ان پر بھی فعل کی تعریف صادق آئے گی۔

وعلامته أن يصحّ الإخبار به لا عنه، ودخول قد، والسين، وسَوف، وَالجَزم، نحو: "قَد ضرب، وسَيَضْرِبُ، وَسَوفَ يَضْرِبُ وَلَمْ يَضْرِبْ"۔

والتصريف إلى الماضي والمضارع، وكونه أمرًا ونهيًا واتصال الضمائر البارزة المرفوعة، نحو: ضَرَبْتُ وتاء التأنيث الساكنة، نحو: ضَرَبَتْ ونوني التأكيد (أي الثقيلة والخفيفة)، نحو: اِضْرِبَنَّ، اِضْرِبَنْ ، فَإِنّ كلّ هذه من

خواصّ الفعل. ومعنى الإخبار به: أن يكون محكومًا به كالخبر. ويسمّٰى فعلا باسم أصله وهو المصدر، لأنّ المصدر هو فعل الفاعل حقيقة.

ترجمہ:...... اورفعل کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس کی خبر دینا اور داخل ہونا اس پر قد اور سین اور سوف اور جزم کا اور اس کی گردان ہونا ماضی ومضارع کی طرف اور اس کا امر اور نہی ہونا اور ضمیر کا اس کے ساتھ ملا ہوا ہونا جیسے ضربت اور تا تانیث ساکنہ کا اس پر داخل ہونا جیسے ضربت اور تاکید کے دونوں نونوں کا داخل ہونا جیسے اضربن، اضربن ۔ پس یہ سب فعل کے خواص ہیں اور معنی اس سے خبر دینے کا یہ ہے کہ اس کے ساتھ حکم لگایا جائے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا فعل اس کے اصل کی وجہ سے اور وہ مصدر ہے اس لیے کہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے ۔

تشریح:

و علامتہ فعل کی علامت مصنف نے فعل کی گیارہ علامات بیان فرمائی ہیں

نمبر ا:......اس سے خبر دینا صحیح ہو۔یعنی وہ مسند اور مخبر بہ بن سکے مسند الیہ اور مبتدانہ بنے کیونکہ وہ اسم کی علامت ہے ۔وجہ اس کی یہ ہے اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہوسکتا ہے اور فعل صرف مسند ہوسکتا ہے مسند الیہ نہیں ہوسکتا جیسے زید قام یا قام زید دونوں صورتوں میں قام مسند اور زید مسند الیہ ہے ۔زید قائم زید مسند الیہ ہے اور قائم مسند ہے ۔القائم زید میں القائم مسند الیہ ہے اور زید مسند ہے ۔

نمبر ۲:......قد کا داخل ہونا۔

قد تین معانی کے لئے آتا ہے:

نمبر ا:......تحقیق کے لئے ۔جیسے لقد صدق الله۔

نمبر ۲:......تقریب کے لئے ۔یعنی ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے جیسے قد ضرب۔

نمبر ۳:......تقلیل کے لئے ۔اَنَّ الکذوب قد یصدقُ۔(جھوٹا بھی کبھی سچ کہہ دیتا ہے)۔

نمبر ۳:......سین کا داخل ہونا۔جیسے سَیَضْرِبُ۔سین مضارع کو مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے۔

نمبر ۴:......سَوْف کا داخل ہونا ۔سَوْف مضارع کو مستقبل بعید کے معنی میں کر دیتا ہے ۔جیسے سَوْفَ یَضْرِبُ

نمبر ۵:......جزم۔یعنی ساکن ہو۔جیسے لَمْ یَضْرِبْ۔

نمبر ۶:......اس کی گردان کا ہونا، ماضی ومضارع کے ساتھ کیونکہ گردان کی دلالت ماضی ومضارع دونوں زمانہ پر دلالت کرتے ہیں اورزمانہ فعل میں پایا جاتا ہے تو جو چیز زمانہ پر دلالت کرے گی وہ فعل کی علامت ہوگی۔

نمبر ۷:......اس کا امر ہونا۔جیسے اِضْرِبْ

نمبر ۸:......اس کا نہی ہونا۔جیسے لَاتَضْرِبْ

نمبر ۹:......ضمائر بارزہ مرفوعہ متصلہ کا اس کے آخر میں ہونا۔جیسے ضَرَبْتَ ضَرَبْتِ ضَرَبْتُ وجہ اس کی یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل مستتر فعل کی علامت نہیں بلکہ وہ فعل اور اسم دونوں میں پایا جاتا ہے۔فعل کی مثال، اِضْرِبْ اس میں انت ضمیر مرفوع مستتر ہے۔اسم کی مثال، زَیْدٌ ضَارِبٌ، اس میں ہو ضمیر مرفوع مستتر ہے۔

نمبر ۱۰:......تاء تانیث ساکنہ کا اس کے آخر میں ہونا۔جیسے ضَرَبَتْ

نمبر ۱۱:......تاکید کے دونوں نون کا اس کے آخر میں ہونا یعنی خفیفہ وثقیلہ خفیفہ کی مثال اِضْرِبْنْ ثقیلہ کی مثال اِضْرِبَنَّ

فان کل هٰذه خواص الفعل ......الخ

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض علامت سے مراد تو وہ چیز ہوتی ہے جو کبھی اس سے جُدا نہ ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ نون تاکید فعل ماضی میں اسی طرح تاء تانیث ساکنہ مضارع میں نہیں ہوتی لہٰذا یہ فعل کی علامت نہیں ہوسکتی؟

جواب: علامت سے مراد خاصّہ ہے مطلب یہ ہے کہ یہ تمام فعل کے خواص ہیں فعل کے اندر پائے جائیں گے فعل کے علاوہ کسی اور چیز میں نہیں پائے جائیں گے عام ہے کہ بسا اوقات بعض افعال میں بھی نہ پائے جائیں گے، لیکن فعل کے علاوہ کبھی بھی نہیں پائے جائیں گے کیونکہ خاصّہ کہا جاتا ہے'' (ملیو جدفیہ لایو جدفی غیرہ۔

ومعنى الاخبار به ان يكون محكومًا به...الخ)

اس عبارت میں صاحب کتاب نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اعتراض:

آپ نے فعل کی علامت بیان فرمائی ان یصح الاخبار بہ یعنی اس سے خبر دینا صحیح ہو یہ بات جملہ خبریہ میں پائی جاتی ہے لیکن جملہ انشائیہ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ خبر کے قبیل سے ہی نہیں ہے کیونکہ خبر کے اندر صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے لیکن جملہ انشائیہ اس طرح نہیں ہے۔

جواب: اخبار بہ کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کسی چیز پر حکم لگایا جائے اور یہ معنی جس طرح جملہ خبریہ میں پایا جاتا ہے اسی طرح جملہ انشائیہ میں پایا جاتا ہے لہٰذا اعتراض نہیں ہوگا۔

ويسمى فعلا باسم اصله......الخ

فعل کی وجہ تسمیہ:

اس عبارت میں مصنف نے فعل کی وجہ تسمیہ کو بیان فرمایا ہے کہ فعل کو فعل کیوں کہتے ہیں لغت میں فعل معنی حدثی مصدری کا نام ہے اور نحو کی اصطلاح میں فعل تین چیزوں سے مل کر بنتا ہے۔

نمبر(۱) مصدر　　نمبر(۲) زمانہ　　نمبر(۳) نسبت اِلی الفاعل۔

ان تینوں میں مصدر اصل ہے کیونکہ وہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ضرب کا معنی الضرب مصدر کے اندر موجود ہے اس وجہ سے فعل کو فعل کہتے ہیں اُس کو اصطلاح میں تسمیۃ الکل باسم الجزء کہتے ہیں۔

وحدّ الحرف: أنّه كلمة لا تدلّ على معنى فى نفسها، بل تدلّ على معنى فى غيرها، نحو: مِنْ فإنّ معناها الابتداء، وهى لا تدلّ عليه إلا بعد ذكر ما منه الابتداء، كالبصرة والكوفة، كما تقول: ''سِرْتُ مِنَ الْبَصرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ''۔

ترجمہ:......پس حرف کی تعریف یہ ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت نہ کرے بلکہ غیر کے ساتھ مل کر اپنے معنی پر دلالت کرے جیسے مِنْ کیونکہ اس کا معنی ہے ابتداء لیکن یہ اپنے اس معنی پر دلالت نہیں کر رہا مگر بعد ذکر کرنے کے ایسی چیز کے جس سے ابتداء ہو جیسے بصرہ اور کوفہ۔ مثلاً تو کہے گا سِرْتُ مِنَ الْبَصرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ سیر کی میں نے بصرہ سے کوفہ تک۔

وحد الحرف......الخ

حرف کی تعریف:

حرف وہ کلمہ جو اپنا معنی خود نہ بتا سکے بلکہ اپنا معنی بتانے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو جیسے مِنْ اس کا معنی ہے ابتداء خاص یعنی ایسی ابتداء جو دوسری چیز کے ساتھ مقید ہو اس طرح اِلٰی کا معنی انتہاء جو دوسری چیز کے ساتھ مقید ہو یہ دونوں اپنا معنی اس وقت تک نہیں بتا سکتے جب تک ان کے ساتھ دوسرا کلمہ نہ مل جائے جیسے سر تُ مِن البصرۃ اِلٰی الکوفۃ

اس مثال میں بصرۃ نے مِنْ کی ابتداء اور کوفہ نے اِلٰی کی انتہاء کو واضح کر دیا۔

وعلامته: أن لا يصحّ الإخبار عنه ولا به، وأن لا يقبل علامات الأسماء ولا علامات الأفعال۔

ترجمہ:......اور حرف کی علامت یہ ہے کہ صحیح نہ ہو اس سے خبر دینا اور نہ ہی اس کی خبر دینا اور یہ کہ نہ اسم کی علامات قبول کرے اور نہ فعل کی علامات قبول کرے۔

تشریح:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حرف کی دو علامتیں ہیں:

اوّل:...... یہ کہ نہ اس سے خبر دینا صحیح ہو اور نہ ہی اس کی خبر دینا صحیح ہو یعنی وہ نہ مسند ہو اور نہ مسند الیہ ہو۔

دوئم:...... یہ کہ وہ اسم اور فعل کی علامات میں سے کسی علامت کو قبول نہ کرے کیونکہ فعل یا اسم کی کوئی بھی علامت اگر اس میں پائی جائے گی تو پھر وہ حرف نہیں رہے گا بلکہ فعل یا اسم بن جائے گا۔

اعتراض اور کا جواب:

سوال: حرف پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کلام مسند اور مسند الیہ سے بنتا ہے حرف نہ مسند ہے اور نہ مسند الیہ ہے ایک فضول چیز ہے اور فضول چیز کا ذکر کرنا، بہتر نہیں تو مصنف نے اس کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: یہ ہے کہ حرف فضول محض نہیں بلکہ اس کے کلام میں بہت سے فائدے ہیں جو اگلی عبارت میں آرہے ہیں لہٰذا اس کا ذکر کرنا بطورِ فائدے کے ہے نہ کہ فضول۔

وللحرف في كلام العرب فوائد كثيرة، كالرّبط بين الاسمين، نحو: ''زيد في

الدار" أوالفعلين، نحو: "أريد أن تَضْرِبَ" أو اسم وفعل، كـ "ضربتُ بِالخشبة" أو الجملتين، نحو: "إن جاءنى زيد أكرمته" وغير ذٰلك من الفوائد الّتى تعرفها فى القسم الثالث إن شاء الله تعالىٰ

ويسمّى حرفا، لوقوعه فى الكلام حرفًا، أى طرفًا، لأنه ليس مقصودًا بالذات، مثل المسند والمسند اليه۔

ترجمہ:......اور حرف کے کلامِ عرب میں بہت سے فائدے ہیں جیسے ربط پیدا کرنا دو اسموں کے درمیان جیسے زید فی الدّار یا دو فعلوں کے درمیان جیسے ارید ان تضرب یا اسم اور فعل کے درمیان جیسے ضربت بالخشبة یا دو جملوں کے درمیان جیسے ان جاءنی زید اکرمتہ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد جو آپ ان شاء اللہ تعالیٰ قسم ثالث میں جان جائیں گے۔

اور نام رکھا جاتا ہے اس کا حرف بوجہ کلام میں ایک طرف واقع ہونے کے اس لیے وہ کلام میں مقصود بالذات نہیں مسند اور مسند الیہ کی طرح۔

تشریح:

وللحرف فى كلام العرب الخ

حرف کے فوائد:

کلام عرب میں حرف کے بہت سے فائدے ہیں جن کا تفصیلی ذکر ان شاء اللہ قسم ثالث جو حرف کی بحث میں آئے گا یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حرف کے چار فائدے ذکر کیے ہیں:

نمبر ۱:......حرف دو اسموں کے درمیان رابطہ پیدا کرتا ہے جیسے زید فی الدار اس مثال میں فی نے زید اور دار کے درمیان رابطہ پیدا کیا ہے۔

نمبر ۲:......حرف دو فعلوں کے درمیان رابطہ پیدا کرتا ہے جیسے ارید ان تضرب حرف ان کے ارید اور تضرب کے درمیان رابطہ پیدا کیا ہے۔

نمبر ۳:......حرف ایک اسم اور فعل کے درمیان رابطہ پیدا کرتا ہے جیسے ضربت بالخشبة اس مثال میں با نے

ضرب فعل اور الخشبۃ کے درمیان رابطہ پیدا کیا ہے۔

نمبر ۴:......حرف دو جملوں کے درمیان رابطہ پیدا کرتا ہے جیسے اِن جاۤءنی زید اکرمتہ اس مثال میں حروف اِنْ نے جاۤءنی زید اکرمتہ دو جملوں کے درمیان رابطہ پیدا کیا ہے۔

ویسمٰی حرفًا......الخ

حرف کی وجہ تسمیہ:

حرف کو حرف اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ کلام میں ایک طرف واقع ہوتا ہے اس پر اعتراض ہوسکتا ہے زید فی الدار والی مثال کہ اس میں تو حرف فی درمیان میں ہے تو جواب یہ ہے کہ طرف میں واقع ہونے سے مراد یہ نہیں کہ وہ کنارے پر واقع ہو بلکہ طرف کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلام میں مقصود بالذات نہیں ہوتا ہے جس طرح مسند اور مسند الیہ مقصود بالذات ہوتے ہیں کیونکہ حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ ہوتا ہے۔

الكلام لفظ تضمن كلمتين بالاسناد والاسناد نسبة إحدى الكلمتين إلى الأخرى، بحيث تفيد المخاطب فائدة تامّة يصحّ السّكوت عليها، نحو: زيدٌ قائم وقامَ زيدٌ ويسمّى جملةً۔

ترجمہ:......کلام وہ لفظ ہے جو شامل ہو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ اور اسناد یہ ہے کہ نسبت کی جائے ایک کلمے کی دوسرے کلمے کی طرف اس حیثیت سے کہ جس سے مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو جائے اور ایسا فائدہ کہ جس پر خاموش ہونا صحیح ہو جیسے زیدٌ قائمٌ جیسے قَامَ زَیْدٌ اور اس کو جملہ کہتے ہیں۔

تشریح:

الکلام لفظ......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے نحو کے دوسرے موضوع کلام کو بیان فرمایا ہے۔

کلام کا لغوی معنیٰ: لغت میں کلام اس کو کہتے ہیں جس کا انسان تکلم کرے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

کلام کی اصطلاحی تعریف: نحو کی اصطلاح میں کلام کی تعریف یہ ہے کہ:

الكلام لفظ تضمن كلمتين بالاسناد

کلام وہ لفظ ہے جو شامل ہو دو۲ کلموں کو اسناد کے ساتھ۔

والاسناد: اسناد کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں:

نمبر ۱:......مسند۔ نمبر ۲:......مسند الیہ۔

مسند: اس کو کہتے ہیں جس کی نسبت کسی چیز کی طرف کی جائے۔

مسند الیہ: اُس کو کہتے ہیں جس کی طرف نسبت کی جائے، جیسے: زیدٌ قائمٌ۔

اس مثال میں قائم مسند ہے کیونکہ اس کی نسبت کی گئی ہے زیدٌ مسند الیہ ہے کیونکہ اس کی طرف قیام کی نسبت کی گئی ہے۔

اسناد کا فائدہ

اسناد کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو جائے یعنی ایسا مکمل فائدہ کہ جس پر متکلم کا خاموش ہونا صحیح ہو اور مخاطب کو بات سمجھ آجائے مزید وضاحت کی ضرورت نہ ہو۔

فائدہ: عبارت میں یصح السکوت علیہ ذکر ہے یہ کلام کی تعریف کا حصہ نہیں بلکہ یہ فائدہ تامہ کی تفصیل ہے۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کی دو۲ مثالیں دی ہیں:

نمبر ۱: جملہ اسمیہ: جیسے زید قائم اس میں زید مسند الیہ ہے قائم مسند ہے۔

نمبر ۲: جملہ فعلیہ: جیسے قام زیدٌ اس میں قام مسند ہے اور زید مسند الیہ ہے۔

ویسمی جملۃ......الخ کلام کا دوسرا نام جملہ ہے اور جملہ کی دو۲ قسمیں ہیں:

نمبر ۱: جملہ خبریہ۔ نمبر ۲: جملہ انشائیہ۔

جملۂ خبریہ:......اس کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے جملہ خبریہ پھر دو قسمیں ہیں۔

نمبر ۱:......جملہ اسمیہ۔ نمبر ۲: جملہ فعلیہ۔

جملہ اسمیہ کی مثال: زید قائم۔

فعلیہ کی مثال: قَامَ زیدٌ۔

زیدٌ قائم میں زید مسند الیہ مبتداء ہے اور قائم مسند اور خبر ہے۔ قَامَ زیدٌ میں قَامَ مسند ہے اور فعل ہے زیدٌ مسند الیہ اور فاعل ہے۔

نمبر ۲:...... جملہ انشائیہ: جملہ کی دوسری قسم جملہ انشائیہ ہے جملہ انشائیہ اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے: اِضْرِبْ تو مار۔ لَاتَضْرِبْ تو مت مار۔

فعلم ان الكلام لا يحصل إلّا من اسمين، نحو: زيدٌ قائمٌ ويسمّى جملة اسميّة، أو من فعل واسم، نحو: قامَ زيدٌ ويسمّى جملة فعليّة، إذ لا يوجد المسند إليه معاً في غيرهما، ولا بدّ للكلام منهما۔ فإن قيل: قد نُوقِضَ بالنداء، نحو: ''يا زيد!'' قلنا: حرف النداء قائم مقام أدعو وأطلب وهو الفعل، فلا نقضَ عليه واذا فرغنا من المقدمة فلنشرع فى الاقسام الثلاثة والله الموفق والمعين۔

ترجمہ:...... پس معلوم ہوا کہ تحقیق کلام نہیں حاصل ہوتا مگر دو اسموں سے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ اسمیہ، یا فعل اور اسم سے جیسے قَامَ زَیْدٌ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ فعلیہ۔ اس لیے کہ نہیں پائے جاتے مسند اور مسند الیہ ایک ساتھ ان دونوں صورتوں کے غیر میں حالانکہ کلام کے لیے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے، پس اگر کہا جائے کہ کلام کا دو صورتوں میں حصر کرنا ٹوٹ گیا نداء کی وجہ سے جیسے یَازَیْدُ ہم کہیں گے کہ حرف نداء قائم مقام ہے اَدْعُو اور اَطْلُبُ کے اور وہ فعل ہے ۔پس اس وجہ سے ہمارا قاعدہ نہیں ٹوٹا۔ اور جب ہم فارغ ہوئے مقدمہ سے تو چاہیے کہ شروع ہو جائیں اقسام ثلاثہ میں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

تشریح:

فعلم ان الکلام...... الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ترکیب کلام کی ممکنہ چھ صورتیں بیان فرمائی ہیں اور وہ چھ صورتیں یہ ہیں:

(۱) کلام مرکب ہو دو اسموں سے۔ (۲) کلام مرکب ہو دو فعلوں سے۔ (۳) کلام مرکبّ ہو دو حرفوں سے۔ (۴) کلام مرکب ہو ایک اسم اور ایک فعل سے۔ (۵) کلام مرکب ہو ایک فعل اور ایک حرف سے۔ (۶)

کلام مرکب ہو ایک اسم اور ایک حرف سے۔

ان چھ صورتوں کا حکم

ان چھ صورتوں میں پہلی صورت یعنی کلام مرکب ہو دو اسموں سے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور چوتھی صورت یعنی کلام مرکب ہو ایک فعل اور ایک اسم سے جیسے قَامَ زَیْدٌ یہ دونوں صورتیں درست ہیں ان دونوں کے علاوہ باقی چار صورتیں صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ کلام مرکب ہوتا ہے مسند اور مسند الیہ سے اور یہ دونوں اس صورت میں موجود ہیں جب کلام مرکب ہو دو اسموں سے یا مرکب ہو ایک اسم اور ایک فعل سے اس کے علاوہ جتنی بھی صورتیں ہیں ان میں یا تو صرف مسند پایا جا رہا ہے یا صرف مسند الیہ اور یا دونوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ لہٰذا اس سے کلام نہیں بنے گا۔

فان قیل نوقض بالنداء:...... الخ

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: مصنف پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کلام صرف مسند اور مسند الیہ سے بنتا ہے آپ کے حصر کا دعویٰ درست نہیں اس لیے کہ ایسا کلام موجود ہے جو صرف ایک اسم اور حرف سے بنا ہے جیسے باب النداء کی مثال ہے یَازَیْدُ اس مثال میں یا حرف ہے اور زید اسم ہے اور نحویین اس کو کلام کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا دعویٰ تو درست نہیں ہے۔

قلنا: حرف النداء...... الخ مصنف رحمۃ اللہ علیہ جواب دے رہے ہیں کہ حرف نداء کے ذریعے سے آپ کا ہمارے قاعدے پر اعتراض درست نہیں کیونکہ یا حرف نداء قائم مقام ادعو یا اطلب کے ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ ادعو اور اطلب دونوں فعل ہیں۔ لہٰذا کلام اسم اور فعل سے بنا ہے نہ کہ اسم اور حرف سے لہٰذا ہمارا قاعدہ نہیں ٹوٹا بلکہ آپ کا اعتراض درست نہیں۔

فاشرع فی اقسام الثلاثۃ...... الخ

خطبہ کتاب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا تھا کہ میں نے اپنی اس کتاب کو ترتیب دیا ایک مقدمہ پر تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مقدمہ کا بیان مکمل ہو گیا اب یہاں سے اقسام ثلاثہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

قسم اوّل اسم کے بیان میں قسم ثانی فعل کے بیان میں قسم ثالث حرف کے بیان میں ہے۔

القسم الاوّل: فی الاسم وقد مرّ تعریفه، وهو ینقسم إلی المعرب والمبنیّ، فلنذکرّ أحکامه فی بابین وخاتمة. الباب الأوّل فی الاسم المعرب، وفیه مقدّمة وثلاثة مقاصد أمّا المقدّمة ففیها فصول:

ترجمہ:......قسم اوّل اسم کے بیان میں اور اس کی تعریف گزر چکی ہے اور وہ تقسیم ہوتا ہے معرب اور مبنی کی طرف پس چاہیے کہ ہم اس کے احکام بیان کریں۔ دو ابواب اور خاتمہ میں باب اوّل اسم معرب کے بیان ہے اور اس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور خاتمہ ہے۔ بہرحال مقدّمہ پس اس میں چند فصلیں ہیں:

تشریح: امّاالمقدمة......الخ

مقدمہ میں چار فصلیں ہیں:

فصل اوّل:......اسمِ معرب کی تعریف کے بیان میں۔

فصل دوم:......اسم معرب کے حکم میں۔

فصل سوئم:......اسم کے معرب کی اقسام میں۔

فصل چہارم:......اسمِ معرب کی اقسام منصرف اور غیر منصرف کے بیان میں۔

فصل فی تعریف الاسم المعرب، وهو کلّ اسم رکّب مع غیره ولا یشبه مبنیّ الأصل، أعنی الحرف والأمر الحاضر والماضی نحو: زیدٌ فی قام زید لا زیدٌ وحده لعدم الترکیب، ولا هٰؤلاء فی قام هؤلاء لو جود الشبه (أی بالحرف) ویسمّی متمکنًا۔

ترجمہ:......پہلی فصل اسم معرب کی تعریف کے بیان میں معرب ہر اس اسم کو کہتے ہیں جو مرکّب ہوا اپنے غیر کے ساتھ اور مشابہ نہ ہو مبنی الاصل کے میں مراد لیتا ہوں حرف اور امر حاضر اور ماضی جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ میں زید نہ کہ اکیلے زید بوجہ مرکب نہ ہونے کے اور نہ هٰؤُلاءِ قَامَ هٰؤُلاءِ میں مشابہ ہونے کی وجہ سے اور نام رکھا جاتا ہے متمکن۔

تشریح:

وهو كل اسم ركب مع غيره ولا يشابه مبني الاصل۔

معرب ہر اس اسم کو کہتے ہیں جو مرکب ہو اپنے غیر کے ساتھ رکب وغیرہ کی قید سے اسماء مفردہ معرب کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ وہ مبنی ہیں جیسے زید، بکر، عمر اور دوسری قید یہ ہے کہ وہ مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو اس قید سے تمام حروف خارج ہو گئے کیونکہ وہ بھی مبنی ہیں جیسے الف، با، تا، ثا، وغیرہ و **مبنی الاصل** تین چیزیں ہیں:

(۱) تمام حروف۔ (۲) امر حاضر۔ (۳) فعل ماضی۔

امر کے ساتھ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر کی قید لگائی وجہ اس کی یہ ہے کہ اس قید کے ذریعے سے امر غائب کو خارج کر دیا جائے کیونکہ امر غائب بالاتفاق معرب ہے اور امر حاضر مبنی ہے۔

نحو زيد في قام زيد لا زيد وحده لعدم التركيب......الخ

معرب کی پہلی شرط:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معرب کی پہلی شرط کو بیان کیا ہے معرب کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ دوسرے کلمے کے ساتھ مرکّب ہو جیسے **قام زیدٌ** میں زید جب تک ترکیب میں ہے یہ معرب ہے کیونکہ معرب کی شرط پائی جا رہی ہے اگر ترکیب ختم کر دی جائے تو اکیلا زید مبنی ہے کیونکہ جب شرط ختم ہو جاتی ہے تو مشروط بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اور قاعدہ مشہور ہے **إذا فات الشرط فات المشروط**۔

ولا هٰؤلاءِ في قام هٰؤلاءِ بوجود السبه ويسمى متمكنًا ......الخ

معرب کی دوسری شرط:

معرب کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو لہٰذا جو بھی چیز ترکیب میں واقع ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ ہو تو وہ بھی مبنی ہو گی معرب نہیں ہو گی جیسے **هٰؤلاءِ قام هٰؤلاءِ** میں یہاں اگرچہ **هٰؤلاءِ** ترکیب واقع ہے لیکن پھر بھی مبنی ہے کیونکہ دوسری شرط نہیں پائی جا رہی ہے اور وہ مشروط ہے۔ مبنی الاصل کے مشابہ نہ

ہونا اور ھٰؤلاء مبنی الاصل کے مشابہ ہے اس لیے ھٰؤلاء حرف کی طرح ہے اور جس طرح حرف دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر اپنا معنی نہیں بتا سکتا اسی طرح اسم اشارہ بھی اپنا معنی مشار الیہ کے بغیر نہیں بتا سکتا تو جس طرح حرف ترکیب میں واقع ہونے کے باوجود مبنی ہوتا ہے اسی طرح ھٰؤلاء بھی ترکیب میں واقع ہونے کے باوجود مبنی ہی رہے گا۔ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے **ویسمی متمکنا**...... الخ معرب کا دوسرا نام متمکن ہے تمکن کا معنی ہوتا ہے جگہ دینا چونکہ اسم معرب رفع، نصب، جر اور تنوین کو جگہ دیتا ہے اس وجہ سے اس کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں۔

فصل: حكمه ان يختلف آخره باختلاف العوامل سے لے کر واعلم انه لا يعرب في كلام العرب الا الاسم التمكن و الفعل المضارع وسيجئ حكمه في قسم الثاني ان شاء الله تعالى۔

ترجمہ:...... دوسری فصل حکم اسم معرب کا یہ ہے کہ مختلف ہو اس کا آخر بوجہ مختلف ہونے عوامل کے اختلاف لفظی کے ساتھ جیسے جاءنی زیدٌ یا اختلاف تقدیری کے ساتھ جیسے جاءنی موسٰی۔ اعراب وہ ہے جس کے سبب سے معرب کا آخر مختلف ہو جائے مثل فتحہ، ضمہ، کسرہ، الف، یا، واؤ کے اور اسم کا اعراب تین قسم کا ہے۔ رفع نصب جر اور عامل وہ ہوتا ہے جس سے رفع نصب اور جر حاصل ہو اور محل اعراب اسم کا آخر حرف ہوتا ہے ان تمام کی مثال قَامَ زیدٌ ہے۔ پس قَامَ عامل ہے زید معرب ہے ضمہ اعراب ہے اور دال محلِ اعراب ہے۔ جان لو! کہ کلام عرب میں کوئی چیز معرب نہیں سوائے اسم متمکن کے اور فعل مضارع کے۔ اور اس کا حکم قسم ثانی میں ان شاء اللہ تعالیٰ آجائے گا۔

تشریح:

حكمه ان يختلف آخره باختلاف العوامل ...... الخ

یہ دوسری فصل ہے اور اس میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معرب کے حکم کو بیان فرمایا ہے معرب کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے بدلنے سے اس کے آخر کا اعراب بدل جائے گا اور یہ حکم صاحب کافیہ نے بیان کیا ہے اور صاحب ہدایۃ النحو نے اسی کو پسند کیا ہے تبھی انہوں نے اپنی کتاب میں اس حکم کو ذکر کیا ہے اور کچھ افراد نے اس کو معرب کی تعریف کہا ہے جیسے نحو میر وغیرہ ہے اس میں اس کو معرب کی تعریف کہا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ معرب

کی تعریف نہیں بلکہ اس کا حکم ہے۔

صاحبِ ہدایۃ النحو نے فرمایا کہ اس کا عامل کے بدلنے سے اس کا آخر بدل جائے تو عامل کا بدلنا دو طرح سے ہوتا ہے:

نمبر ا:......لفظی یعنی لفظاً اعراب کا اختلاف ہو جیسے جاءنی زیدٌ عامل رافع ہے تو زید پر رفع ہے رَأَیْتُ زیدً عامل ناصب ہے تو زید پر نصب ہے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ عامل جار ہے تو زید پر جر ہے۔

نمبر ۲:......دوسری قسم یہ تبدیلی اور اعراب کا بدلنا تقدیری ہو یعنی لفظوں میں نہ ہو بلکہ تقدیرًا ہو جیسے جاءموسٰی رأیتُ موسٰی مَرَرْتُ بموسٰی تینوں صورتوں میں موسیٰ ایک ہی طرح ہے لیکن تقدیرًا یہ اعراب تبدیل ہے۔ پہلی صورت میں مرفوع ہے دوسری صورت میں منصوب ہے اور تیسری صورت میں مجرور ہے تینوں صورتوں کا اعراب الگ ہے تقدیرًا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: اعتراض یہ ہے کہ ہم آپ کو ایسی مثالیں بتاتے ہیں کہ عامل تبدیل ہے اور اس کے باوجود اس کا آخر تبدیل نہیں ہے:

اِنَّ زَیْدًا قائمٌ اور ضربتُ زَیْدًا اور انی ضاربٌ زَیْدًا دیکھیں تینوں مثالوں میں شروع میں انّ حروف شبہ بالفعل ہے زیدًا منصوب ہے، دوسری میں فعل عامل ہے اور زید پھر بھی منصوب ہے اور تیسری مثال میں ضارب اسم فاعل ہے اور زید پھر بھی منصوب ہے تو تینوں صورتوں میں عامل تبدیل ہے زید تبدیل نہیں ہوا تو پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ عامل کے بدلنے سے آخر بدل جاتا ہے۔

جواب:......جواب یہ ہے کہ عامل کے اختلاف سے مراد وہ عامل ہے جس کا تقاضا بھی مختلف ہو صرف عامل کا مختلف ہونا مراد نہیں ہے یعنی ہر ایک عامل الگ اعراب کا تقاضا کرے اگر عامل مختلف ہو اور تقاضا ایک ہی ہو تو وہ بھی معرب ہوتا ہے۔

والاعراب ما به يختلف وآخره معرب......الخ

اس عبارت میں اعراب کی تعریف کو بیان کیا گیا ہے، اعراب اس کو کہتے ہیں جس سے معرب کا آخر بدل جائے۔

اعراب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اعراب بالحرکت جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ: زبر، زیر، پیش جس کو کہتے ہیں۔

(۲) اعراب بالحرف جیسے واؤ، الف، یا۔

پہلی قسم کی مثال یعنی اعراب بالحرکت کی مثال:

جاءَ زیدٌ رأیتُ زیدًا، مَرَرْتُ بِزیدٍ۔ پہلی صورت میں رفع ہے۔ دوسری صورت میں نصب ہے۔ تیسری صورت میں جر ہے۔

دوسری قسم کی مثال یعنی اعراب بالحرف کی مثال:

جاءَ ابوک، رأیتُ اباک، مررتُ بأبیک اعراب واؤ، الف اور یؔ کے ساتھ ہے۔

واعراب الاسم ثلاثة انواع ...... الخ

اسم کا اعراب تین طرح کا ہوتا ہے یعنی تینوں اعراب اسم پر آسکتا ہے رفع بھی نصب بھی جر بھی۔ رفع آئے گا فاعلیت کی بنا پر نصب مفعولیت کی بنا پر اور جر مضاف الیہ کی بنا پر، جیسے جاءَ زیدٌ میں زید فاعل ہے اور مرفوع ہے رأیتُ زیدًا میں زید مفعول ہے اور منصوب ہے۔ غلامُ زیدٍ میں زید مجرور اور مضاف الیہ ہے۔

والعامل ما به رفع او نصب او جر ...... الخ

عامل اس کو کہتے ہیں جس سے رفع نصب جر حاصل ہو بالفاظ دیگر جس کی وجہ سے رفع نصب جر آتا ہے اس کو عامل کہتے ہیں۔ یہ عامل کی تعریف ہے۔

ومحل الاعراب من الاسم ...... الخ

اعراب کے محل کے متعلق بیان فرما رہے ہیں۔ اعراب کا جو محل ہوتا ہے وہ اسم کا آخری حرف ہوتا ہے اور ان سب کو یعنی اعراب محل اعراب اور عامل سب کو ایک مثال میں بیان فرمایا ہے جیسے قَامَ زیدٌ اس مثال میں قام عامل ہے زید معمول ہے اور معرب ہے اور رفع اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

واعلم انك لا يعرب فی کلام العرب ...... الخ

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک فائدہ بیان فرمایا رہے ہیں۔ کلام عرب میں معرب کی صرف دو قسمیں آتی ہیں: (۱) اسم متمکن جس کی تفصیل گزر گئی۔ (۲) فعل مضارع یہ بھی معرب ہوتی ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے جب

یہ خالی ہونون جمع مؤنث اورنون تاکید سے، جب یہ ان دونوں نونوں سے خالی ہوتو یہ معرب ہوتی ہے اور جب یہ دونوں نون ہوں تو پھر یہ مبنی ہوتی ہے۔فعل مضارع کی تفصیل ان شاء اللہ آگے قسم ثانی میں آجائے گی۔

فصل في أصناف إعراب الاسم

تیسری فصل:

اسم کے اعراب کی قسموں کے بارے میں کتاب کی باتیں سمجھنے سے پہلے دو باتیں سمجھ لیں:

پہلی بات: کیفیت کے اعتبار سے اعراب کی چار قسمیں ہیں:

نمبر(۱) اعراب لفظی۔نمبر(۲) اعراب تقدیری۔نمبر(۳) اعراب محلی۔نمبر(۴) اعراب حکائی۔

اعراب لفظی کی تعریف: اعراب لفظی وہ ہے جو اعراب لفظاً موجود ہو جیسے جاءَ زيدٌ رَأَيْتُ زيدًا، مَرَرْتُ بزيدٍ زید پر تینوں اعراب لفظاً موجود ہیں۔

اعراب تقدیری کی تعریف: اعراب تقدیری وہ ہے جو لفظاً موجود نہ ہو تقدیراً موجود ہو۔ جیسے جاءَ موسٰی رَأَيْتُ موسٰی مَرَرْتُ بموسٰی موسیٰ پر تینوں اعراب تقدیری ہیں۔

اعراب محلی کی تعریف: اعراب محلی وہ ہے جو مبنی پر آتا ہے اس حیثیت سے کہ اگر وہاں لفظ معرب ہوتا تو اعراب لفظی ہوتا۔ جیسے: جاءَ هٰؤلاءِ رأيتُ هٰؤلاءِ مررتُ بهٰؤلاءِ هٰؤلاءِ پر تینوں حالتوں میں اعراب محلی ہے اگر هٰؤلاء کی جگہ معرب ہوتا تو اعراب لفظی ہوتا۔

اعراب حکائی کی تعریف: اعراب حکائی وہ ہے جو ایسے کلمے پر آتا ہے جس کو کلام سے اُٹھا کر دوسرے کلام میں اسی حالت کے ساتھ ذکر کیا جائے جس حالت میں وہ پہلے تھا۔ جیسے نحو زيدٌ في قامَ زيدٌ۔

دوسری بات:......اعراب کے اعتبار سے اسم کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت:......حالت رفعی، جب اسم مرفوعات میں ہو یا مرفوع کا تابع ہو۔

دوسری حالت:......حالتِ نصبی، جب اسم منصوبات میں سے ہو یا منصوب کا تابع ہو۔

تیسری حالت:......حالتِ جری، جب اسم مجرورات میں سے ہو یا مجرور کا تابع ہو۔

فائدہ:......اسم متمکن کی سولہ قسمیں ہیں اور اعراب کے اعتبار سے اسم متمکن کی نو قسمیں ہیں یعنی اسم متمکن

کی اقسام سولہ ہیں اور اعراب کی اقسام نو ہیں یہ کیسے پورے ہوں گے؟

جواب: جواب یہ ہے اسم متمکن کے کچھ اعراب ایسے ہیں کو جو دو یا تین قسموں کے لیے ایک ہی اعراب آتا ہے تفصیل ان شاء اللہ آگے آجائے گی۔

فصل في أصناف اعراب الاسم: وهي تسعة أصناف، الاوّل ان يكون الرفع بالضمة والنصب بالفتحة والجر بالكسرة ويختص بالمفرد المصرف الصحيح وهو عند النحاة مالا يكون في آخره حرف علة كذيد ما قبلها ساكن كدلْوٌ وظبيٌ وبالجمع المكسر المنصرف كرجال، تقول الى آخره بالكسرة وظبيٍ ورجالٍ۔

ترجمہ:...... یہ فصل اسم معرب کے اعراب کی اقسام کے بیان میں ہے اور وہ نو اقسام ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو نصب فتحہ کے ساتھ ہو اور وہ نحویوں کے ہاں وہ ہے کہ نہ ہو اس کے آخر میں حرف علت ۔جیسے زیدٌ اور جاری مجریٰ صحیح کے ساتھ اور وہ نحویوں کے ہاں وہ ہے کہ ہو اس کے آخر میں واؤ یا یآ جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے: دلوٌ ظبیٌ اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رِجالٌ

تو کہے گا: جاءنی زیدٌ دلوٌ وظبیٌ ورجالٌ و أیت زیدًا دلوًا ظبیًا رجالًا مررت بزیدٍ دلوٍ وظبیٍ ورجالٍ

تشریح:

اعراب کے اعتبار سے اسم کی نو قسمیں ہیں: پہلی قسم کو صاحب کتاب نے اس عبارت میں بیان کیا ہے: الاول ان یکون الرفع بالضمۃ

پہلی قسم: حالت رفعی ضمہ کے ساتھ حالتِ نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ حالت جری کسرہ لفظی کے ساتھ۔

اسم کا یہ اعراب اسم متمکن کی سولہ قسموں میں سے تین قسموں کا ہے:

پہلی قسم: المفرد المنصرف الصحیح

مفرد منصرف صحیح مفرد کی قید سے تثنیہ اور جمع نکل گئے منصرف کی قید سے غیر منصرف نکل گیا صحیح کی قید سے معتل نکل گیا۔

نحویوں کے نزدیک صحیح کی تعریف

نحویوں کے ہاں صحیح وہ ہے جس کا آخر حرف حرف علت نہ ہو لہٰذا نحویوں کے نزدیک اجوف مضاعف مہموز یہ سب صحیح ہیں جیسے زیدٌ۔

دوسری قسم: الجاری مجری الصحیح

مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح یعنی جو صحیح کے قائم مقام ہو۔ جاری مجریٰ صحیح نحویوں کے ہاں اس کو کہتے ہیں جس کے آخر میں واؤ یا یا ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلوٌ ظبیٌ

تیسری قسم: الجمع المکسر المنصرف:

جمع مکسر منصرف کی تعریف جمع مکسر منصرف اس کو کہتے ہیں جس میں جمع بناتے وقت واحد کا وزن سلامت نہ رہے۔ جیسے رجلٌ سے رجالٌ ان تینوں قسموں کا اعراب اعراب بالحرکت لفظی ہوگا۔ یعنی حالتِ رفعی ضمہ لفظی کے ساتھ حالتِ نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ حالتِ جری کسرہ لفظی کے ساتھ تینوں قسموں کی مثالیں یہ ہیں:

جاءنی زیدٌ دلوٌ ظبیٌ رجالٌ...... حالت رفعی

رأیت زیدًا دلوًا ظبیًا رجالًا...... حالت نصبی

مررت بزیدٍ دلوٍ ظبیٍ رجالٍ...... حالت جری

الثانی: أن یکون الرفع بالضمة والنصب والجر بالکسرة ویختص بجمع المؤنث السالم، تقول، ھُنَّ مسلماتٌ ورایت مسلماتٍ مررت بمسلماتٍ۔

ترجمہ:...... اسم کے اعراب کی دوسری قسم کہ ہو حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی وجری کسرہ کے ساتھ اور خاص ہے یہ اعراب جمع مؤنث سالم کے ساتھ تو کہے گا: ھُنَّ مسلماتٌ رایت مسلماتٍ مررت بمسلماتٍ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم متمکن کی اقسام میں سے جمع مؤنث سالم کے اعراب کو بیان کیا ہے۔

جمع مؤنث سالم کی تعریف: جمع مؤنث سالم اس کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف اور تٓ ہو چاہے اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث۔ جیسے مرفوعات جمع مؤنث سالم ہے اس کا مفرد مرفوع ہے جو مذکر ہے۔

مسلمات جمع مؤنث سالم ہے اس کا مفرد مسلمۃ ہے جو کہ مؤنث ہے۔

اس قسم کا اعراب یہ ہے حالتِ رفعی ضمہ لفظی کے ساتھ حالت نصبی وجری کسرہ لفظی کے ساتھ۔ جیسے جاءتنی مسلماتٌ رأیت مسلماتٍ مررت بمسلماتٍ۔

فائدہ: عبارت کے اندر جمع مؤنث کے بعد سالم کی قید ہے تو یاد رکھیں یہ جمع کی صفت ہے مؤنث کی صفت نہیں۔ یعنی ایسی جمع جس میں جمع بناتے وقت واحد کا وزن سلامت رہے۔

أَلثَّالِثُ أَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَ يُخْتَصُّ بِغَيْرِ الْمُنْصَرِفِ كَعُمَرَ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ عُمَرُ وَرَأَيْتُ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

ترجمہ:...... اسم کے اعراب کی تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب اور جر فتحہ کے ساتھ اور یہ مختص ہے غیر منصرف کے ساتھ جیسے عُمَرَ کہے گا: جَاءَنِيْ عُمَرُ اور رَأَيْتُ اور مَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

تشریح:

أَلثَّالِثُ أَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ إِلٰى آخِرِهٖ:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم متمکن کے اعراب کی تیسری قسم کو بیان فرمایا کہ حالت رفعی ضمہ لفظی اور حالت نصبی وجری فتحہ لفظی کے ساتھ ہوں اور یہ اعراب خاص ہیں غیر منصرف کے ساتھ۔

غیر منصرف کی تعریف

غیر منصرف وہ اسم ہے کہ اسباب منع صرف میں سے کوئی دو[۲] سبب ہوں یا ایک ایسا سبب اس میں پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ جیسے: عُمَرُ جَاءَنِيْ عُمَرُ وَرَأَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

اس اعراب کو غیر منصرف کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ:

غیر منصرف اکثر مفرد ہوتا ہے اور مفرد کا اعراب بالحرکت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہوتا ہے اور فعل میں دو[۲] چیزیں ہوتی ہیں: (۱) یہ کہ فعل کا مصدر سے مشتق ہونا۔ (۲) فعل کا فاعل کا

محتاج ہونا۔ تو جس طرح فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آسکتے اسی طرح غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آسکتے۔

اَلرَّابِعُ أَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْأَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ وَيُخْتَصُّ بِالْأَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُكَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً إِلٰى غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَهِيَ اَخُوْكَ وَأَبُوْكَ وَهَنُوْكَ وَحَمُوْكِ وَ فُوْكَ وَذُوْ مَالٍ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ اَخُوْكَ وَرَأَيْتُ أَخَاكَ وَمَرَرْتُ بِأَخِيْكَ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ۔

ترجمہ:......اسم کے اعراب کی چوتھی قسم حالتِ رفعی واؤ کے ساتھ اور حالتِ نصبی الف کے ساتھ اور حالت جری یاء کے ساتھ اور یہ اعراب مختص ہیں اسمائے ستہ کے ساتھ جو مکبرہ ہوں موحدہ ہوں مضاف ہوں یائے متکلم کے علاوہ کی طرف اور وہ ہیں اَخُوْکَ اَبُوْکَ هَنُوْکَ حَمُوْکِ فُوْکَ ذُوْمَالٍ تو کہے گا جَاءَنِیْ اَخُوْکَ وَ رَأَیْتُ اَخَاکَ مَرَرْتُ بِاَخِیْکَ اور اس طرح باقی۔

تشریح:

اَلرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ اِلٰی اٰخِرہ......

اس عبارت میں صاحب کتاب نور اللہ مرقدہٗ نے اسم کے اعراب کی چوتھی قسم کو بیان فرمایا ہے کہ حالت رفعی واؤ کے ساتھ حالت نصبی الف کے ساتھ حالت جری یاء کے ساتھ جیسے جَاءَنِیْ اَخُوْکَ وَ رَأَیْتُ اَخَاکَ مَرَرْتُ بِاَخِیْکَ

اور یہ اعراب بالحرف لفظی خاصی ہے اسمائے ستہ کے ساتھ جب اس میں چار شرائط پائی جائیں

پہلی شرط:

مکبرہ ہوں کیونکہ اگر مکبرہ نہ ہوں بلکہ مصغرہ ہوں تو اس کا اعراب مفرد منصرف صحیح والا ہوگا جیسے: جَاءَنِیْ أُخَیُّکَ وَ أَیْتُ أُخَیَّکَ مَرَرْتُ بِأُخَیِّکَ

دوسری شرط:

موحدہ ہوں کیونکہ اگر واحد نہ ہو بلکہ تثنیہ اور جمع ہوں تو اس کا اعراب تثنیہ اور جمع والا ہوگا جیسے:

تثنیہ کی مثال:

جَآءَنِیْ اَبَوَانِ رَأَیْتُ اَبَوَیْنِ مَرَرْتُ بِاَبَوَیْنِ۔

جمع کی مثال:

جَآءَنِیْ اٰبَآءُ رَأَیْتُ اٰبَآءَ مَرَرْتُ بِاٰبَآءٍ۔

تیسری شرط:

مضاف ہوں کیونکہ اگر یہ اسمائے ستہ مضاف نہ ہوتو ان کا اعراب اسم مفرد منصرف صحیح والا ہوگا۔ جیسے: جَآءَنِیْ اَبٌ رَأَیْتُ اَبًا مَرَرْتُ بِاَبٍ۔

چوتھی شرط:

یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔

کیونکہ اگر یہ اسماء یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو تینوں حالتوں میں ان کا اعراب تقدیری ہو جیسے: جَآءَنِیْ اَبِیْ رَأَیْتُ اَبِیْ مَرَرْتُ بِاَبِیْ۔

جب یہ اُوپر کی مذکورہ چاروں شرائط موجود ہوں تو اعراب اس طرح آئے گا حالتِ رفعی واو کے ساتھ حالتِ نصبی الف کے ساتھ حالت جری یاء کے ساتھ۔

سب کی مثالیں یہ ہیں:

(۱)......اَبٌ جَاءَنِیْ اَبُوْکَ وَ رَأَیْتُ اَبَاکَ وَ مَرَرْتُ بِاَبِیْکَ

(۲)......اَخٌ جَاءَنِیْ اَخُوْکَ وَ رَأَیْتُ اَخَاکَ وَ مَرَرْتُ بِاَخِیْکَ

(۳)......حَمٌ جَاءَنِیْ حَمُوْکِ وَ رَأَیْتُ حَمَاکِ وَ مَرَرْتُ بِحَمِیْکِ

(۴)......هَنٌ جَاءَنِیْ هَنُوْکَ وَ رَأَیْتُ هَنَاکَ وَ مَرَرْتُ بِهَنِیْکَ

(۵)......فَمٌ جَاءَنِیْ فُوْکَ وَ رَأَیْتُ فَاکَ وَ مَرَرْتُ بِفِیْکَ

(٦)......ذُوْمَالٍ:

جَاءَنِیْ ذُوْ مَالٍ وَ أَیْتُ ذَامَالٍ مَرَ رْ تُ بِذِیْ مَالٍ۔

اَلْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَآءِ الْمَفْتُوْحَةِ مَا قَبْلَهَا وَيَخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰى وَكِلَا مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ تَقُوْلُ جَآءَنِيْ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ۔

ترجمہ:......اسم کے اعراب کی پانچویں قسم کہ ہو رفع الف کے ساتھ اور حالت نصبی وجری یا ماقبل مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہیں تثنیہ اور کلا کے ساتھ جو مضاف ہوں ضمیر کی طرف اور اِثْنَانِ اِثْنَتَانِ کے ساتھ تو کہے گا: جَآءَنِیْ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَ اِثْنَانِ وَ اِثْنَتَانِ وَرَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ كِلَیْهِمَا وَ اِثْنَیْنِ وَ اِثْنَتَیْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَیْنِ كِلَیْهِمَا وَ اِثْنَیْنِ وَ اِثْنَتَیْنِ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم کے اعراب کی پانچویں قسم کو بیان کیا ہے کہ حالت رفعی الف کے ساتھ اور حالت نصبی وجری یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ اور نون مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہیں تثنیہ اور ملحق بتثنیہ کے ساتھ۔

تثنیہ کی تعریف:

تثنیہ اس اسم کو کہتے ہیں جو دوؔ پر دلالت کرے اور جس کے واحد کے صیغے میں الف اور نون مکسور یا یاء ساکن ماقبل مفتوح اور نون مکسور کا اضافہ کیا گیا ہو جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ اور رَجُلَیْنِ

ملحق بتثنیہ کی تعریف:

ملحق بتثنیہ اس اس کو کہتے ہیں جو دو پر دلالت کرے یعنی معنی تثنیہ والا ہو مگر اس کا واحد نہ ہو یا اگر ہو تو اس لفظ سے نہ ہو۔ جیسے کِلَا اور اثنان، اثنتانِ۔

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تثنیہ کی تین قسمیں ذکر کی ہیں۔

(۱)۔مثنی۔(۲)۔کلا۔(۳)اثنان اثنتان۔

کہ تثنیہ کی تین صورتیں ہیں: (۱) حقیقی۔(۲) معنوی۔(۳) صوری۔

پہلی قسم تثنیہ حقیقی:

یہ ہے کہ لفظ اور معنی دونوں تثنیہ کا ہو یعنی اس لفظ سے اس کا مفرد موجود ہو جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ اور رَجُلَیْنِ

دوسری قسم تثنیہ معنوی:

یہ ملحق بتثنیہ ہے یعنی معنی تو تثنیہ والا ہو لیکن صورت تثنیہ والی نہ ہو جیسے کِلَا کہ اس کی نہ ہی صورت تثنیہ والی ہے اور نہ ہی اس کا مفرد موجود ہے۔

تیسری قسم تثنیہ صوری:

یہ ہے کہ لفظ اور معنی دونوں تثنیہ کے ہوں لیکن اس کا مفرد مِنْ غَیْرِ لَفْظِہٖ ہو اس لفظ سے نہ ہو بلکہ دوسرے الفاظ میں ہو جیسے اِثْنَانِ اِثْنَتَانِ کہ اس کا مفرد اِثْنٌ اور اِثْنَۃٌ نہیں آتا بلکہ وَاحِدٌ اور وَاحِدَۃٌ آتا ہے۔

فائدہ:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے کِلَا مُضَافًا اِلٰی مُضْمَرٍ فرمایا کہ کِلَا اور کِلْتَا مضاف ہوں ضمیر کی طرف کیونکہ اگر یہ ضمیر کی طرف مضاف نہ ہوں گے تو ان کا اعراب تینوں میں تقدیری ہوگا جیسے: جَآءَنِیْ کِلَا الرَّجُلَانِ أَیْ کِلَا الرَّجُلَیْنِ مَرَرْتُ بِکِلَا الرَّجُلَیْنِ اعراب ہے لیکن تینوں حالتوں میں تقدیری ہے۔

تثنیہ حقیقی معنوی اور صوری کی امثلہ

حالتِ رفعی:......جَآءَنِی الرَّجُلَانِ وَکِلَاھُمَا وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ

حالتِ نصبی:......رَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْھِمَا وَاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ

حالتِ جری:......مَرَرْتُ بِالرَّجُلَیْنِ کِلَیْھِمَا اِثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ

اَلسَّادِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُوْمِ مَا قَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَكْسُوْرِ مَا قَبْلَهَا وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْا وَ عِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا تَقُوْلُ جَآءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ وَ عِشْرُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَ عِشْرِيْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَ عِشْرِيْنَ وَاُولِیْ مَالٍ۔

ترجمہ:......اسم کے اعراب کی چھٹی قسم یہ ہے کہ ہو رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ۔اور یہ اعراب خاص ہیں جمع مذکر سالم اور اولو اور عشرون اور اس کے اخوات کے ساتھ۔ کہے گا تو جَآءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ و اُولُوْ وَ عِشْرُوْنَ وَ رَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَ اُولِیْ مَالٍ وَ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَ اُولِیْ مَالٍ۔

تشریح:

اَلسَّادِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ اِلٰی اٰخِرِہٖ۔

یہاں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم کے اعراب کی چھٹی قسم کو بیان فرمایا۔جمع مذکر سالم اور ملحق بجمع مذکر سالم کا اعراب یہ ہے کہ رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ۔

جمع مذکر سالم کی تعریف:

جمع اس اسم کو کہا جاتا ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور جمع بنتی ہے واحد کے صیغے میں تبدیلی کر کے یعنی واحد کے صیغے کے آخر میں واو ساکن ماقبل مضموم یا یاء ساکن ماقبل مکسور اور نون مفتوح کا اضافہ کرنے سے بنتی ہے۔لیکن واحد کا صیغہ بھی سلامت رہے جمع بناتے وقت جیسے مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ اور مُسْلِمِيْنَ

ملحق بجمع مذکر سالم کی تعریف:

ملحق بجمع مذکر سالم وہ اسم ہے کہ لفظ جمع کا نہ ہو لیکن معنی جمع کا ہو۔اور اس کا مفرد یا تو موجود ہی نہ ہو یا اگر ہو تو اس لفظ سے نہ ہو بلکہ مِنْ غَيْرِ لَفْظِہٖ ہو۔ جیسے اُولُوْ اور عِشْرُوْنَ سے تِسْعُوْنَ تک۔

عِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے عِشْرُوْنَ اور اس کے اخوات کا ذکر کیا ہے۔اخوات سے مراد ثلثون

سے تسعون تک مراد ہیں۔

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کی تین قسموں کی طرف اشارہ فرمایا: (۱) جمع حقیقی۔ (۲) جمع صوری۔ (۳) جمع معنوی۔

جمع حقیقی کی تعریف:

جمع حقیقی وہ اسم ہے جس کا لفظ اور معنی دونوں جمع کے ہوں اور مفرد کا صیغہ اسی مادہ سے موجود ہو جیسے مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ

جمع صوری کی تعریف:

جمع صوری وہ اسم ہے کہ اس کی صورت جمع والی ہو معنی جمع والا نہ ہو اور نہ اس مادہ سے اس کا مفرد موجود ہو جیسے عِشْرُوْنَ اس کا مفرد ہے ہی نہیں۔

جمع معنوی کی تعریف:

جمع معنوی وہ اسم ہے کہ لفظ تو جمع کا نہ ہو لیکن معنی جمع کے ہوں اور اس کا مفرد مِنْ غَيْرِ لَفْظِهٖ ہو جیسے اُولُوْ کہ اس کا مفرد ذُوْ ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض یہ ہے کہ آپ نے کہا اُولُوْ اور عِشْرُوْنَ ملحق مذکر سالم ہے۔ حالانکہ یہ دونوں جمع مذکر سالم ہیں نہ کہ ملحق جمع مذکر سالم کیونکہ ان دونوں کا معنی بھی جمع والا ہے اور اُولُوْ کا مفرد ذُوْ ہے اور عِشْرُوْنَ کا مفرد عَشَرٌ ہے یہ جمع ہونے چاہیے تھے نہ کہ ملحق بجمع مذکر سالم۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ بھئی اُولُوْ کا مفرد مِنْ غَيْرِ لَفْظِهٖ ذُوْ ہے اور نحو کا قانون ہے کہ مفرد اور جمع الگ الفاظ سے آئیں تو وہ جمع مذکر سالم نہیں بلکہ ملحق بجمع مذکر سالم بنتی ہے۔ اور آپ کا یہ اعتراض کہ عِشْرُوْنَ جمع مذکر سالم کیوں نہیں کہا بلکہ ملحق جمع مذکر سالم کیوں کہا جبکہ عِشْرُوْنَ کا مفرد عَشَرٌ موجود ہے۔ تو بھئی آپ کی یہ بات ہی غلط ہے کیونکہ واحد جمع کا کم از کم ایک بٹہ تین ⅓ ہوتا ہے۔ حالانکہ عِشْرُوْنَ کا مفرد عَشَرٌ عِشْرُوْنَ کا نصف ہے ثلث نہیں۔ اگر ہم عَشَرٌ کو عِشْرُوْنَ کا مفرد مانتے ہیں تو اس کا اطلاق کم از کم تیس ۳۰ پر ہوگا جو غلط ہے۔ لہٰذا یہ ملحق

جمع مذکر سالم ہی ہے اور اس کا اعراب تینوں حالتوں میں اس طرح ہوگا کہ حالت رفعی واؤ ساکن ماقبل مضموم اور نون مفتوح کے ساتھ اور حالت نصبی وجری یا ساکن ماقبل مکسور اور نون مفتوح کے ساتھ ہوگی۔

حالتِ رفعی: ...... جَآءَنِی مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَ اُولُوْ مَالٍ

حالتِ نصبی: ...... وَرَأَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَ اُولِیْ مَالٍ

حالت جری: ...... وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَ اُولِیْ مَالٍ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِیَّةِ مَکْسُوْرَةٌ اَبَدًا وَ نُوْنَ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا وَکِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَآءَنِیْ غُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔

ترجمہ: ......اور جان لیجئے کہ نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتی ہے اور نون جمع مذکر سالم ہمیشہ مفتوح ہوتی ہے اور یہ دونوں اضافت کے گر جاتی ہے تو کہے گا جَآءَنِیْ غُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔

تشریح:

وَاعْلَمْ اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِیَةِ: ......اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے نون تثنیہ اور نون جمع مذکر سالم کے اعراب واحکام کو ذکر کیا ہے کہ تثنیہ اور جمع کا نون اعرابی ہوتا ہے۔ یعنی تنوین کے عوض میں مذکور ہوتا ہے تو اضافت تنوین کے لیے مانع ہے اسی وجہ سے یہ دونوں اضافت کے وقت ساقط ہو جاتے ہیں جیسے غُلَامَا زَیْدٍ اور مُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔

نُوْنَ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا!

عبارت کے اس جملے سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے نون جمع مکسر سے احتراز کیا ہے کیونکہ جمع مکسر کا نون مکسور بھی آسکتا ہے۔ جیسے شَیْطَانٌ کی جمع مکسر شیاطِیْنِ ہے اور یہاں نون مکسور ہے جبکہ جمع سلامت میں نون ہمیشہ مفتوح رہتا ہے۔

نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے کیونکہ نون تثنیہ نون اعرابی میں اصل ہے اور عربی کا قانون ہے: لِاَنَّ السَّاکِنَ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرَةِ۔ جب مفرد سے تثنیہ بنا تو ساکن کو حرکت دی گئی اور وہ کسرہ ہے۔ اور جمع مذکر سالم کا نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ عربی کا قانون ہے کہ فتحہ خفیف ہے اَلْفَتْحَةُ اَخَفُّ الْحَرَکَاتِ۔ کیونکہ اگر ہم اس کو یعنی جمع سالم کے نون کو بھی کسرہ دیتے تو تثنیہ کے ساتھ مشابہت ہو جاتی اور اگر ضمہ دیتے تو ایک ہی

کلمے میں چار ضمے آجاتے اور یہ فصاحت کے خلاف ہے۔لہٰذا اس پر فتحہ ہی پڑھا جائے گا۔

اَلسَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ وَهُوَ مَا فِیْ اٰخِرِهٖ اَلِفٌ مَّقْصُوْرَةٌ كَعَصَا وَبِالْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ غَيْرَ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ كَغُلَامِیْ تَقُوْلُ جَآءَنِیْ عَصًا وَغُلَامِیْ وَرَأَيْتُ عَصًا وَغُلَامِیْ وَمَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِیْ۔

ترجمہ:......باعتبار اعراب کے ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہو اور نصب تقدیری کے ساتھ ہو اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہیں اسم مقصور کے ساتھ اور اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصًا اور خاص ہیں اس اسم کے ساتھ جو مضاف یائے متکلم کی طرف جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو جیسے غلامی تو کہے گا: جَآءَنِیْ عَصًا وَغُلَامِیْ رَأَيْتُ عَصًا وَغُلَامِیْ مَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِیْ۔

تشریح:

اَلسَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے باعتبار اعراب کے اسم کی ساتویں قسم کو بیان کیا ہے کہ حالت رفع نصب جر تینوں حالتوں میں اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا یعنی ضمہ رفع تقدیری کے ساتھ فتحہ نصب تقدیری کے ساتھ اور کسرہ جر تقدیری کے ساتھ۔ اور یہ اعراب اسم متمکن کی دو قسموں کو دیئے گئے ہیں:

(۱)......پہلی قسم اسم مقصور جیسے عصا۔

(۲)......دوسری قسم وہ اسم جو مضاف ہو یائے متکلم کی طرف اور جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو جیسے غُلامی

اسم مقصورہ کی تعریف:

اسم مقصورہ وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں الف مقصورہ ہو چاہے لفظوں میں موجود ہو جیسے العصا معرف باللام یا لفظوں میں موجود نہ بلکہ تنوین کی صورت میں موجود ہو جیسے عَصًا

مضاف بیائے متکلم غیر جمع المذکر سالم کی تعریف:

عراب الاسم کی ساتویں قسم اسم متمکن کی دو قسموں کے ساتھ خاص ہے۔پہلی قسم اسم مقصور ہے اور دوسری

قسم ہر وہ اسم ہے جو مضاف ہو یائے متکلم کی طرف اور وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی دوسرا اسم ہو کیونکہ اگر جمع مذکر سالم ہوگا تو تینوں حالتوں میں اس کا اعراب مُسْلِمِیَّ کی طرح تقدیری ہوگا۔ اس لیے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ شرط کو ذکر کیا: جیسے جَآءَنِیْ مُسْلِمِیَّ أَیْ مُسْلِمِیَّ مَرَرْتُ مُسْلِمِیَّ۔ رفع واؤ تقدیری کے ساتھ اور نصب وجر یا لفظی کے ساتھ۔

ان دونوں قسموں کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا مثالیں یہ ہیں:

حالتِ رفعی:...... جَآءَنِیْ عَصَا غُلَامِیْ

حالتِ نصبی:...... وَرَأَیْتُ عَصَا غُلَامِیْ

حالتِ جری:...... وَمَرَرْتُ بِعَصَا غُلَامِیْ۔

اَلثَّامِنُ اَنْ يَّكُوْنَ الرفعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَهُوَ مَافِيْ اٰخِرِهٖ يَاءٌ مَا قَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ كَالْقَاضِيْ تَقُوْلُ جَآءَنِي الْقَاضِيْ وَرَأَيْتُ الْقَاضِيَ وَمَرَرْتُ بِعَصًا بِالْقَاضِيْ

ترجمہ:...... باعتبار اعراب کے اسم کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہو اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ہو اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ ہو اور یہ اعراب خاص ہیں اسم منقوص کے ساتھ۔ اور اسم منقوص وہ اسم ہے کہ ہو اس کے آخر میں یا ما قبل مکسور جیسے قاضی کہے گا تو جَآءَنِی الْقَاضِیْ وَرَأَیْتُ الْقَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ۔

تشریح:

اَلثَّامِنُ اَنْ يَّكُوْنَ الرفعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ...... الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم کے اعراب کی آٹھویں قسم کو بیان فرمایا ہے اور یہ اعراب خاص ہیں اسم منقوص کے ساتھ جیسے القاضی

اسم منقوص کی تعریف:

اسم منقوص وہ اسم ہے کہ جس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو چاہے وہ یاء واؤ سے بدل کر آئی ہو جیسے دَاعٍ یہ اصل میں دَاعِیٌ اصل میں دَاعِوٌ تھا۔ تفصیل علم الصیغہ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

یا وہ یاء کسی سے بدل کر نہ آئی ہو۔ جیسے قَاضِیْ کہ یہ اصل میں قَاضِیٌ تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا اس کو حذف کر دیا۔

اسم منقوص کو اعراب بالحرکت دیا گیا کیونکہ یہ مفرد ہے اور مفرد میں اعراب بالحرکت ہی اصل ہوتا ہے۔ حالت رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ حالتِ نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جری کسرہ تقدیری کے ساتھ ہے ۔فتحہ لفظی اس لیے ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔

حالتِ رفعی:......جَآءَنِی الْقَاضِیْ

حالتِ نصبی:......رَأَیْتُ الْقَاضِیَ۔

حالتِ جری:......مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ۔

اَلتَّاسِعُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الْوَاوِ وَالنَّصْبُ وَ الْجَرُّ بِالْیَاءِ لَفْظًا وَیُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ مُضَافًا اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ تَقُوْلُ جَآءَنِیْ مُسْلِمِیَّ تَقْدِیْرُہٗ مُسْلِمُوْنَ اِجْتَمَعَتِ الْوَاوُ وَالْیَاءُ وَالْاُوْلٰی مِنْهَا سَاکِنَۃٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ یَاءً وَاُدْغِمَتِ الْیَاءُ فِی الْیَاءِ وَاُبْدِلَتِ الضَّمَّۃُ بِالْکَسْرَۃِ لِمُنَاسَبَۃِ الْیَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِیَّ وَرَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

ترجمہ:......باعتبار اعراب اسم کی نویں قسم یہ ہے کہ رفع واؤ تقدیری کے ساتھ نصب وجر یاء لفظی کے ساتھ اور اس کو خاص کیا ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جب وہ مضاف ہو یائے متکلم کی طرف ۔تو کہے گا جَآءَنِیْ مُسْلِمِیَّ تقدیر اس کی مُسْلِمُوْیَ ہے۔ جمع ہوئی واؤ اور یاء اور ان میں سے پہلی ساکن ہے۔ پس تبدیل کیا واؤ کو یاء کے ساتھ اور یاء کو یاء میں ڈال دیا اور بدل دیا یاء کے ضمہ کو کسرہ سے یاء کی مناسبت کی وجہ سے مُسْلِمِیَّ ہو گیا ۔رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

تشریح:

اَلتَّاسِعُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ.....الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم کے اعراب کی نویں قسم کو بیان فرمایا ہے کہ حالت رفعی واؤ تقدیری

کے ساتھ ہو اور حالت نصبی وجری یاء لفظی کے ساتھ ہو اور یہ اعراب خاص ہیں جمع مذکر سالم کے ساتھ جب وہ مضاف ہو یائے متکلم کی طرف جیسے: جَآءَنِیْ مُسْلِمِیَّ اَیْتُ مُسْلِمِیَّ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

حالتِ رفعی جاء مسلمی کی تعلیل:

مُسْلَمِیَّ اصل میں مُسْلِمُوْنَ ی تھا۔ اضافت کی وجہ سے ''ن'' کو گرا دیا۔ مُسْلِمُوْ ی رہ گیا۔ واؤ اور یاء جمع ہوئی پہلی ساکن دوسری متحرک۔ واؤ کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں ادغام کیا۔ مُسْلِمِیَّ ہو گیا۔ میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدلا یاء کی مناسبت کی وجہ سے مُسْلِمِیَّ ہو گیا۔

حالتِ رفعی: جَآءَنِیْ مُسْلِمِیَ۔ حالتِ نصبی: رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ۔ حالتِ جری: مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

فَصْلُ الْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰى نَوْعَيْنِ

مُنْصَرِفٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ كَزَيْدٍ وَيُسَمَّى الْاِسْمَ الْمُتَمَكِّنَ وَحُكْمُهٗ اَنْ يَّدْخُلَهُ الْحَرَكَاتُ الثَّلٰثُ مَعَ التَّنْوِيْنِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَرَاَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَغَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَهُوَ مَا فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِّنْهَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا وَالْاَسْبَابُ التِّسْعَةُ هِيَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّانِيْثُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْعُجْمَةُ وَالْجَمْعُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَحُكْمُهٗ اَنْ لَّا يَدْخُلَهُ الْكَسْرَةُ وَالتَّنْوِيْنُ وَيَكُوْنُ فِيْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًا اَبَدًا تَقُوْلُ جَاءَنِيْ اَحْمَدُ وَرَاَيْتُ اَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ۔

ترجمہ:......اسم معرب دو[2] قسموں پر منقسم ہے۔ منصرف اور وہ یہ ہے کہ نہ ہوں اس میں دو سبب یا ایک سبب جو دو[2] کے قائم مقام ہو جیسے زَیْدٌ اور اس کو اسم متمکن کہتے ہیں۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ داخل ہوتی ہیں اس پر تینوں حرکات تنوین کے ساتھ۔ تو کہے گا: جَاءَنِیْ زَیْدٌ رَاَیْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔

اور غیر منصرف وہ یہ ہے کہ ہوں اس میں دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو[2] کے قائم مقام ہو۔ اور نو[9] اسباب یہ ہیں:

(۱) عدل (۲) وصف (۳) تانیث (۴) معرفہ (۵) عجمہ (۶) جمع (۷) ترکیب (۸) الف ونون

زائدتان (۹) وزن فعل۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ نہیں داخل ہوسکتا اس پر کسرہ اور تنوین۔ اور یہ حالت جری میں بھی ہمیشہ مفتوح رہتا ہے تو کہے گا جَاءَنِیْ اَحْمَدُ وَ رَأَیْتُ اَحْمَدَ وَ مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ۔

تشریح:

فَصْلٌ اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ۔ الخ

چوتھی فصل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم معرب کی اقسام کو بیان کیا ہے۔ اسم معرب کی دو قسمیں ہیں: منصرف اور غیر منصرف۔

پہلی قسم اسم معرب منصرف کی تعریف:

منصرف وہ اسم ہے کہ نہ ہوں اس میں اسباب منع صرف میں سے کوئی دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو سببوں کے قائم مقام ہو جیسے زَیْدٌ۔

منصرف کا حکم:

یہ ہے کہ داخل ہوسکتے ہیں اس پر تنوین اور تینوں حرکات جیسے:

حالتِ رفعی: جَاءَنِیْ زَیْدٌ۔ حالتِ نصبی: وَرَأَیْتُ زَیْدًا۔ حالتِ جری: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ

دوسری قسم اسم معرب غیر منصرف کی تعریف:

یہ وہ اسم معرب ہے کہ پائے جائیں اسباب منع صرف اس میں کوئی دو یا ایک ایسا سبب جو دو کے قائم مقام ہو جیسے احمد۔

اسباب منع صرف نو ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) عدل (۲) وصف (۳) تانیث (۴) معرفہ (۵) عجمہ (۶) جمع (۷) ترکیب (۸) الف ونون زائدتان (۹) وزن فعل۔

غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ آنے کی وجہ:

کیونکہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے تو جس طرح فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے اسی طرح غیر منصرف پر بھی نہیں آسکتے۔غیر منصرف جر کے مقام بھی ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جیسے:

حالتِ رفعی: جَاءَ اَحْمَدُ۔حالتِ نصبی: وَرَاَیْتُ اَحْمَدَ۔حالتِ جری: مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ۔

فائدہ:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تنوین نہیں آسکتی غیر منصرف پر۔تو یہ بات آپ بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) تنوین تمکن (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنم۔

تنوین تنکیر اور تنوین ترنم کے علاوہ باقی تینوں اقسام غیر منصرف پر داخل ہوسکتی ہیں۔

اسی طرح ضرورت شعری کی وجہ سے بھی غیر منصرف پر تنوین آسکتی ہے جیسے شاعر کا قول:

ثُمَّ فَتْوٰی زُفَرٌ بَعْدَهٗ وَمَا هُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَحْدَهٗ

کہ یہاں زُفَرٌ غیر منصرف ہے لیکن اس پر ضرورت شعری کی وجہ سے تنوین داخل ہے۔اور یہ جائز ہے۔

اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا وَيَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ كَعُمَرَ وَزُفَرَ وَمَعَ الْوَصْفِ كَثُلَاثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ۔

ترجمہ:......بہرحال عدل وہ تبدیل ہو جانا ہے لفظ کا اپنے اصلی صیغے سے دوسرے صیغے کی طرف تحقیقًا یا تقدیرًا۔اور عدل بالکل جمع نہیں ہوسکتا وزن فعل کے ساتھ۔اور یہ جمع ہوسکتا ہے علمیت کے ساتھ جیسے عُمَرُ اور زُفَرُ اور وصف کے ساتھ جیسے ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ اور اُخَرُ اور جُمَعُ

تشریح:

اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ......الخ

اسباب منع صرف میں سے پہلی قسم عدل ہے۔

عدل کے لغوی معنی:

لغت میں عدل کہتے ہیں لوٹنا۔ پھرنا۔ تجاوز کرنا۔

عدل کی اصطلاحی تعریف:

نحویین کی اصطلاح میں عدل کہتے ہیں کسی لفظ کا اپنے اصلی صیغے سے نکل کر دوسرے صیغے میں تبدیل ہو جانا۔ جس لفظ سے نکلے اس کو معدول عنہ کہتے ہیں اور جو صیغہ نکلے اس کو معدول کہتے ہیں۔

تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا: اس عبارت سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے عدل کی اقسام کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عدل تحقیقی۔ (۲) عدل تقدیری۔

عدل تحقیقی:

وہ یہ ہے کہ اس میں میں غیر منصرف ہونے پر کلام عرب میں کوئی دلیل مستقل موجود ہو جیسے ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ کہ اس کا معنی ہے تین تین۔ اور قاعدہ مشہور ہے کہ معنی کا تکرار دلالت کرتا ہے لفظ کے تکرار پر۔ معلوم ہوا کہ اس کی اصل ثَلٰثَۃٌ ثَلٰثَۃٌ ہے۔ پس ثَلٰثَۃٌ ثَلٰثَۃٌ معدول عنہ ہے اور ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ معدول ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ کے اندر غیر منصرف کے دو سبب ہیں: (۱) عدل تحقیقی۔ (۲) وصف۔

عدل تقدیری:

عدل کی دوسری قسم عدل تقدیری ہے۔ عدل تقدیری کی تعریف یہ ہے کہ کلام عرب میں اس کے غیر منصرف ہونے پر کوئی دلیل عدل موجود نہ ہو پس ہم نے اہل عرب سے جس طرح سنا اسی طرح پڑھا۔ جیسے عُمَرُ اور زُفَرُ کہ ان دونوں اسموں میں غیر منصرف ہونے کا صرف ایک ہی سبب پایا جا رہا ہے وہ ہے علمیت۔

لیکن اہل عرب سے غیر منصرف سننے کی وجہ سے ہم نے ان کی اصل فرض کر لی کہ عُمَر اصل میں عَامِرٌ تھا اور زُفَر اصل میں زَافِرٌ تھا۔ پس دوسرا سبب عدل تقدیری ہے۔

وَ اُخَرَ جُمَعَ:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری مثال اُخَرُ اور چوتھی مثال جُمَعُ ذکر کی ہے۔

اُخَرُ جمع ہے اسم تفضیل اُخریٰ کی مؤنث اُخْریٰ کی۔ اصل میں اٰشْتَاَخَرًا ہے۔ قاعدہ مشہور ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے۔(۱) اضافت کے ساتھ۔(۲) مِنْ کے ساتھ۔(۳) الف لام کے ساتھ۔

اُخَرُ کا استعمال ان تین میں کسی بھی طریقے سے نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اُخَرُ ان میں سے کسی ایک سے معدول ہے۔ پس اُخَرُ کے اندر دو سبب ہیں: (۱) عدل تقدیری۔(۲) وصف۔ صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی مثال جُمَعُ کی دی ہے۔ جُمَعُ جمع ہے جَمْعَاءُ کی جو کہ مؤنث ہے اَجْمَعُ اسم تفضیل بروزن اَفْعَلُ کی۔ اور قاعدہ مشہور ہے کہ فَعْلَاءُ، اَفْعَلُ صفتی کا مؤنث ہو تو اس کی جمع فُعْلٌ کے وزن پر آتی ہے۔ اور اگر فَعْلَاءُ اسم ذات ہو تو اس کی جمع فَعَالٰی یا فَعْلَاوَات کے وزن پر آتی ہے جیسے صَحْرَاءُ کی جمع صَحَارٰی یا صَحْرَاوَات ہے۔ حالانکہ جُمَعُ ان میں سے کسی وزن پر نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جُمَعُ اگر اسم صفت ہے تو یہ معدول ہے اَجْمَعُ معدول عنہ کا۔

اور اگر جُمَعُ اسم ذات ہے تو یہ معدول ہے جَمَاعِیْ یا جَمْعَاوَات معدول عنہ کا۔

پس جُمَعُ کے غیر منصرف پڑھے جانے پر دلیل عدل موجود ہے پس دو سبب ہوئے۔(۱) عدل تحقیقی۔(۲) وصف۔ ولا یجتمع مع وزن الفعل اصلاً الخ فرماتے ہیں عدل کبھی بھی وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ عدل کے مخصوص اوزان ہیں اور فعل ان میں سے کسی بھی وزن پر نہیں آتا عدل کے اوزان یہ ہیں: (۱) فُعَالُ جیسے ثُلَاثُ (۲) مَفْعَلُ جیسے مَثْلَثُ (۳) فُعَلُ جیسے عُمَرُ زُفَرُ (۴) فَعْل جیسے اَمْسِ (۵) فَعَلَ جیسے سَحَرَ (۶) فَعَالِ جیسے قَطَامِ۔ عدل علمیت اور وصف کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

عدل مع العلمیت کی مثال: عُمَرُ، زُفَرُ۔ عدل مع الوصف کی مثال: ثُلَاثُ، مَثْلَثُ، اُخَرُ، جُمَعُ۔

اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلًا وَ شَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا فِيْ اَصْلِ الْوَضْعِ فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاِصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ وَ اَرْبَعٌ فِيْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاِصَالَةِ فِي الْوَصْفِيَّةِ۔

ترجمہ:...... پس وصف جو ہے وہ علمیت کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتی۔ اور شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو۔ پس اَسْوَدُ اور اَرْقَمُ یہ غیر منصرف ہیں اگرچہ یہ سانپ کے نام ہیں کیونکہ یہ اصل وضع میں وصف ہیں اور

اَرْبَعٍ مَرَرْتُ بِنِسْوَۃٍ اَرْبَعٍ والی مثال میں منصرف ہے باوجود یہ کہ وصف اور وزن الفعل ہے لیکن اصل وضع میں وصف نہیں ہے۔

تشریح:

اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب منع صرف میں سے دوسرے سبب وصف کو بیان کیا ہے۔

وصف کے لغوی معنی:

لغت میں وصف کہتے ہیں تعریف کرنے کو۔

وصف کا اصطلاحی معنی:

نحویین کی اصطلاح میں وصف ایک ایسا اسم ہے جو وضع یا استعمال کی وجہ سے ایسی ذات مبہم پر دلالت کرے جس میں وہ وصف پایا جائے جیسے اَسْوَدُ اور اَرْقَمُ اَسْوَدُ کہتے ہیں کالے کو جس میں سیاہی کی صفت پائی جائے۔ اور اَرْقَمُ کہتے ہیں چتکبرے کو جس کو پشتو میں بَرَگ کہتے ہیں۔

وصف کا حکم:

فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلًا۔

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے وصف کے حکم کو بیان فرمایا ہے کہ وصف علمیت کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ وصف دلالت کرتا ہے ذات مبہم پر اور علمیت ذات معین پر۔ تو ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں مبہم بھی ہو متعین بھی ہو ایسا نہیں ہو سکتا۔ یا تو وہ چیز مبہم ہو گی یا معین۔ پس وصف اور علمیت جمع ہو ہی نہیں سکتے۔

وصف کی اقسام:

وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا فِیْ اَصْلِ الْوَضْعِ.....الخ

وصف کے غیر منصرف بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو اس بات کو سمجھنے کے لیے آپ

یہ سمجھیں کہ وصف کی دو قسمیں ہیں: (۱) اصلی (۲) عارضی۔

وصف اصلی کی تعریف:

کہ اس کی وضع خاص وصف کے لیے ہو۔ اگر چہ وہ بعد میں وصف باقی نہ رہا ہو لیکن اصل وضع میں وصف ہی ہو جیسے اَسْوَدُ یہ ایسی ذات کے لیے وضع کیا گیا تھا جس میں صفت سواد ہو۔ اور اَرْقَمْ کہتے ہیں ہر ایسی ذات مبہم کو جس میں سفید اور سیاہ نقطے ہوں۔ یعنی چتکبرہ ہو۔ اگر چہ یہ دونوں اسم بعد میں سانپ کے نام کے ساتھ خاص ہو کر سانپ کے نام پڑھ گئے لیکن اصل وضع میں یہ دونوں وصف ہیں لہٰذا غیر منصرف ہیں۔

وصف عارضی کی تعریف:

کہ وہ اسم عارضی طور پر وصف کے لیے استعمال کیا گیا ہو اصل میں اس کی وضع وصف کے لیے نہ ہوئی ہو جیسے اَرْبَعٌ کہ یہ مَرَرْتُ بِنِسْوَۃٍ اَرْبَعٍ میں منصرف ہے باوجود اس کے کہ اس میں دو سبب موجود ہیں۔ (۱) وصف۔ (۲) وَزْنُ الْفِعْلِ لیکن اصل وضع میں اس کو اس عدد معین کے لیے وضع کیا گیا جو (۳) ''تین'' اور (۵) ''پانچ'' کے درمیان ہے لہٰذا یہ منصرف ہے لِعَدَمِ الْاِصَالَۃِ فِی الْوَصْفِیَّۃِ

اَمَّا التَّانِيْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ كَذَالِكَ الْمَعْنَوِيُّ ثُمَّ الْمَعْنَوِيُّ اِنْ كَانَ ثُلَاثِيًّا سَاكِنُ الْاَوْسَطِ غَيْرُ اَعْجَمِيٍّ يَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْكُهٗ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَيْنِ كَهِنْدٍ وَاِلَّا يَجِبُ مَنْعُهٗ كَزَيْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهِ وَجُوْرَ وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰى وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحَمْرَاءَ مُمْتَنِعُ صَرْفُهُمَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَّقَامَ السَّبَبَيْنِ التَّانِيْثُ وَلُزُوْمُهٗ۔

ترجمہ:...... پس تانیث بالتاء شرط اس کے لیے یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحۃ اسی طرح معنوی۔ پھر معنوی اگر تین حرفی ہو درمیانہ حرف ساکن ہو غیر اعجمی ہو تو جائز ہے اس کو منصرف اور غیر منصرف پڑھنا خفت کی وجہ سے اور دو سببوں کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے هِنْدٌ ورنہ واجب ہے غیر منصرف پڑھنا اس کا جیسے زَیْنَبُ اور سَقَرُ اور وَمَاہ وَجُوْرُ اور تانیث بالالف المقصورہ جیسے حُبْلٰی اور ممدودہ جیسے حَمْرَاءُ نہیں ہے ان کا منصرف پڑھنا قطعی طور پر کیونکہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ دو سببوں کے قائم مقام ہیں تانیث اور لزوم تانیث۔

تشریح:

اَمَّا التَّانِيْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهُ:......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب منع حرف میں تیسرے سبب تانیث کو بیان کیا ہے تانیث کی چار قسمیں ہیں:

(۱)التانیث بالتاء تانیث لفظی۔ (۲) تانیث معنوی۔(۳) تانیث بالالف المقصورۃ۔(۴)......تانیث بالالف الممدودۃ۔

اَمَّا التَّانِيْثُ بِالتَّاءِ۔

تانیث لفظی کی تعریف:

جس میں علامتِ تانیث لفظوں میں موجود ہو جیسے **طَلْحَۃٌ** کہ اس کے آخر میں گول ۃ علامت تانیث لفظوں میں موجود ہے۔

تانیث معنوی کی تعریف:

جس میں تانیث کی علامت لفظوں میں موجود نہ ہو تقدیرا ہو جیسے **اَرْضٌ** یہ تانیث معنوی ہے کیونکہ اس کی تصغیر **اُرَيْضَۃٌ** ہے اور تصغیر سے لفظ کی اصل کا پتہ چل جاتا ہے کہ اصل میں یہ **اَرْضَۃٌ** ہے۔

تانیث بالالف المقصورہ کی تعریف:

تانیث بالالف المقصورہ وہ اسم ہے کہ جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے **حُبْلٰی**

تانیث بالالف الممدودہ کی تعریف:

تانیث بالالف الممدودہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو جیسے **حُمَرَاءُ**

فَشَرْطُهُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا:......اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تانیث کے غیر منصرف بننے کے لیے شرط کو بیان فرمایا ہے کہ وہ اسم علم ہو اس بات کو آپ ذہن میں رکھیں کہ تانیث لفظی کو وجوبًا غیر منصرف پڑھا جاتا ہے جیسے **طَلْحَۃٌ** آخر میں گول ۃ علامت تانیث لفظی ہے لہٰذا اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔

اور تانیث معنوی کو جوازی طور پر منصرف غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے لیکن صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے تین شرائط کو ذکر کیا ہے۔

اِنْ كَانَ ثُلَاثِيًّا سَاكِنُ الْاَوْسَطِ غَيْرَ اَعْجَمِيٍّ ......الخ

کہ ثلاثی ہو تین حرف ہو ساکن الاوسط درمیانہ حرف ساکن ہو غیر اعجمی غیر عجمی یعنی عربی ہو جیسے **هِنْدٌ** دونوں طرح یعنی منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں کیونکہ یہ عربی بھی ہے سہ حرفی بھی ہے اور ساکن الاوسط بھی ہے۔

منصرف پڑھنے کی وجہ:

یہ ہے کہ جب ایک اسم ثلاثی بھی ہو ساکن الاوسط بھی ہو عربی بھی ہو، عجمی نہ ہو تو درمیانہ حرف ساکن ہونے کی وجہ سے خفت آ گئی جو تقاضہ کرتی ہے کہ اس پر کسرہ اور تینوں حرکات آسکیں۔

غیر منصرف پڑھنے کی وجہ:

یہ ہے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب ہیں: (۱) یہ کہ یہ علم ہے اور (۲) یہ کہ یہ تانیث معنوی ہے۔ کیونکہ یہ ایک عورت کا نام ہے۔

والایجب منعه الخ اوپر مذکور شرائط میں سے جب نہ ہو کوئی تو واجب ہے غیر منصرف پڑھنا۔

پہلی شرط:

کہ ثلاثی ہو اب جس طرح زینب یہ ثلاثی نہیں بلکہ **زائد علی الثلاثہ** ہے تو یہ غیر منصرف پڑھنا واجب ہے کیونکہ اس میں دو ۲ سبب اسباب منع صرف میں سے موجود ہیں (۱) کہ یہ علم ہے۔ (۲) کہ یہ تانیث معنوی ہے عورت کا نام ہونے کی وجہ سے۔

دوسری شرط:

کہ ثلاثی ہو لیکن ساکن الاوسط نہ ہو بلکہ درمیانہ حرف متحرک ہو جیسے **سَقَرُ** کہ اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے کیونکہ اس میں دو ۲ سبب پائے جا رہے ہیں (۱) علم ہے کیونکہ یہ جہنم کا نام ہے۔ (۲) وزن فعل ہے۔

تیسری شرط:

کہ یہ عربی ہو عجمی نہ ہو لیکن اگر عجمی ہو تو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے **مَاهُ جُوْرُ** یہ عجمی ہیں اہل عرب کی زبان پر ثقیل ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰی......

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تانیث کی تیسری قسم کو بیان فرمایا ہے کہ تَانِيْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ کا حکم یہ ہے کہ یہ غیر منصرف پڑھنا واجب ہے کیونکہ الف مقصورہ دوسببوں کے قائم مقام ہے: (۱) تانیث۔ (۲) لزوم تانیث۔

وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحَمْرَاءَ

چوتھی قسم تانیث کی تانیث بالف الممدودہ ہے اور اس کو بھی غیر منصرف پڑھنا واجب ہے کیونکہ الف ممدودہ بھی الف مقصور کی طرح دوسببوں کے قائم مقام ہے۔ (۱) تانیث (۲) لزوم تانیث۔

تانیث اور لزوم تانیث کی تعریف

تانیث: اس کو کہتے ہیں جس کے مدمقابل کوئی مذکر ہو۔ اب یہاں تانیث سے ایسی خاص صفت مراد ہے جو عورت کی ذات کے ساتھ مختص ہو جیسے حُبْلٰی کہ یہ تانیث مؤنث کی خاص صفت ہے۔

لزوم تانیث:

سے مراد یہ یہ ہے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ کے بغیر حُبْلٰی اور حَمْرَاءُ استعمال نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں اسم حَبْلٌ اور حَمْرٌ نہیں پڑھے جاسکتے۔ معلوم ہوا کہ تانیث بالالف مقصورہ اور تانیث بالالف الممدودہ جیسے حُبْلٰی اور حَمْرَاءُ دونوں غیر منصرف ہیں۔

اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ فِيْ مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْهَا اِلَّا الْعَلَمِيَّةِ وَ تَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ۔

ترجمہ:......پس معرفہ کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا اسباب منع صرف میں مگر علیت کا اور وصف کے علاوہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔

تشریح:

اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ فِيْ مَنْعِ الصَّرْفِ...... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب منع صرف میں سے چوتھی قسم معرفہ کو بیان فرمایا ہے۔

معرفہ کی لغوی تعریف:

لغت میں معرفہ کہتے ہیں کسی معروف اور معین چیز کو۔

معرفہ کی اصطلاحی تعریف:

نحویین کی اصطلاح میں معرفہ وہ اسم ہے جو ذات معین یا عدد معین یا کسی شی معین پر دلالت کرے۔

معرفہ کی اقسام:

معرفہ کی سات قسمیں ہیں:

(۱)......کہ اسم علم ہو۔ جیسے زَيْدٌ۔(۲)......مضمرات جیسے هُوَ هُمَا هُمْ(۳)......اسمآئے اشارات جیسے هٰذَا هٰذِهٖ۔(۴)......اسمآئے موصولہ جیسے الذی التی۔(۵)......مضاف الیٰ احدہا جیسے غُلَامُ زَيْدٍ۔(۶)......معرف باللام جیسے الرجل(۷)......معرفۂ بندا جیسے يَازَيْدُ۔

غیر منصرف بننے کے لیے اسباب منع صرف میں معرفہ کی سات اقسام میں سے صرف پہلی قسم علم معتبر ہے۔

اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ......الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معرفہ کی تمام اقسام میں صرف اسم علم ہی غیر منصرف کا سبب بن سکتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مضمرات، اسمائے اشارہ، اسمائے موصولہ اور اسمائے کنایات یہ مبنی کی اقسام ہیں اور غیر منصرف اسم معرب کی قسم ہے۔ اور معرب کبھی مبنی یا مبنی کبھی معرب نہیں بن سکتے۔ **معرفہ بندا** اور **معرفہ بالف لام** کا ایک ہی حکم ہے کیونکہ جس طرح يَازَيْدُ ہے اسی طرح يَا اَيُّهَا الزَّيْد بھی ہے۔ تو معرفہ بندا اور معرفہ بالف لام یہ دونوں ایک حکم میں ہیں۔

معرفہ بندا اور **معرفہ بالف لام** اور مضاف لاحدہا یہ دونوں غیر منصرف سے مانع ہیں لہٰذا معرفہ کی تمام اقسام میں سے صرف ایک ہی قسم رہ گئی اسباب منع صرف کا سبب بننے کے لیے اور وہ ہے اسم علم۔

وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ...... یہاں سے صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معرفہ کے حکم کو بیان فرمایا ہے کہ عَلَمْ اسباب منع صرف میں سے سوائے وصف کے باقی اقسام کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وصف دلالت کرتا ہے۔ ذات مبہم پر اور "علم" دلالت کرتا ہے ذات معین پر تو پیچھے گزر چکا کہ ایک چیز یا تو مبہم ہوگی یا معین۔ ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں مبہم بھی ہو معین بھی ہو ایسا نہیں ہوسکتا لہٰذا علم اور وصف کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

اَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمًا فِي الْعُجْمَةِ وَ زَائِدَةً عَلٰى ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيْمَ اَوْ ثَلَاثِيًّا مُتَحَرِّكَ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْاَوْسَطِ۔

ترجمہ:......پس عجمہ شرط اس کی یہ کہ وہ عجمی زبان میں علم ہو اور تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراہیم یا تین حرفی ہو لیکن درمیانہ حرف متحرک ہو جیسے شَتَرَ ''یہ ایک قلعے کا نام ہے'' پس لِجَامٌ منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور نُوْحٌ منصرف ہے درمیانہ حرف ساکن ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:

اَمَّاالْعُجْمَةُ:......الخ۔ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب منع صرف میں سے پانچویں ۵ سبب عجمہ کو بیان فرمایا۔

عجمہ کا لغوی معنی:

عجمہ کہتے ہیں گونگے کو۔

عجمہ کا اصطلاحی معنی:

نحویین کی اصطلاح میں عجمہ کہتے ہیں عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں وہ اسم علم ہو۔ ایسے اسم کو جو عجمی زبان میں علم ہو اس کو عجمہ کہا جاتا ہے۔

غیر منصرف بننے کے لیے شرط نمبر(۱):

یہ ہے کہ وہ علم ہو عجمی زبان میں عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے علمیت کو اس لیے شرط قرار دیا گیا کہ اہل عرب کی عادت ہوتی ہے کہ وہ آسانی کے لئے دوسری زبانوں کے کلمات کے حروف کو کم کر دیتے ہیں لیکن اگر وہ علم ہو تو کم نہیں کرتے۔

علم کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔علم حقیقی۔(۲)۔علم حکمی۔

علم حقیقی کی تعریف:

علم حقیقی وہ اسم ہے جو عربی و عجمی ہر زبان میں علم ہو جیسے: ابراہیم

علم حکمی کی تعریف:

علم حکمی وہ اسم ہے جو عجمی زبان میں تو علم نہ ہو لیکن اہلِ عرب اسے کسی خصوصیت کی وجہ سے علم کے طور پر استعمال کرتے ہوں۔ جیسے: قَالُوْن کہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے ہر عمدہ چیز کو عبرانی زبان میں قالون کہا جاتا ہے۔

تو اہل عرب نے اچھا پڑھنے کی وجہ سے ایک قاری کو قالون کہنا شروع کر دیا۔ یہ تجوید کے بہت بڑے امام ہیں ''امام قالون''۔ اہلِ عرب نے عمدہ قرات کی وجہ سے ان کا یہ نام رکھ دیا۔

غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط نمبر ۲:

اس کے دو جز ہیں: (۱) وہ اسم زائد علی الثلاثہ ہو، (۲) سہ حرفی ہو لیکن متحرک الاوسط زائد علی الثلاثہ کی مثال ابراہیم۔

سہ حرفی کی مثال 'شَتَرُ'' یہ ایک قلعے کا نام ہے۔ پس لجام منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے بلکہ یہ لگام کو کہا جاتا ہے۔ اور ''نُوْحٌ علیہ السلام'' کا اسم گرامی منصرف ہے درمیانہ حرف ساکن ہونے کی وجہ سے۔

اَلْفَائِدَةُ لِلْعُلَمَاءِ

قَالَ صَاحِبُ الدِّرَايَةِ فِيْ شَرْحِهٖ:

اِعْلَمْ اَنَّ جَمِيْعَ الْاَسْمَاءِ الْمَلٰئِكَةِ وَ كَذَا جَمِيْعَ اَسْمَآءِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يَنْصَرِفُ اِلَّا سَبْعَةٌ ثَلَاثَةٌ مِنْهَا عَرَبِيَّةٌ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ صَالِحٌ وَ شُعَيْبٌ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ اَرْبَعَةٌ مِّنْهَا عَجَمِيَّةٌ نُوْحٌ وَ لُوْطٌ وَ هُوْدٌ وَ شِيْثٌ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ـ لِاَنَّهَا سَابِقَةٌ عَلَى الْعَرَبِ۔ (دراية النحو)

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صِيْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ اَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَ اَوْ حَرْفٌ مُّسَدَّدٌ مِثْلُ دَوَابَّ اَوْ ثَلٰثَةُ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ غَيْرُ قَابِلٍ لِلْهَاءِ كَمَصَابِيْحَ فَصَيَاقِلَةٌ وَفَرَازِنَةٌ مُّنْصَرِفٌ لِقَبُوْلِهَا الْهَاءَ وَهُوَ اَيْضًا قَائِمٌ مَّقَامَ السَّبَبَيْنِ اَلْجَمْعِيَّةُ وَلُزُوْمِهَا وَامْتِنَاعُ اَنْ يُّجْمَعَ مَرَّةً اُخْرٰى جَمْعَ التَّكْسِيْرِ فَكَاَنَّهٗ جُمِعَ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ:.....پس جمع تو اس کے غیر منصرف بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ ہو وہ جمع منتہی الجموع کے صیغے پر اور وہ یہ ہے کہ ہوں الف جمع کے بعد دو حرف جیسے مَسَاجِدُ یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دَوَابُّ یا تین حرف ہوں درمیانہ ساکن ہو''ۃ'' کو قبول کرنے والا نہ ہو جیسے مَصَابِیْحُ پس صَیَاقِلَہ اور فَرَازِنَہ منصرف ہیں۔ ''ۃ'' کو قبول کرنے کی وجہ سے۔ اور یہ اسی طرح دو[2] سببوں کے قائم مقام ہے ایک جمعیت اور دوسرا لزوم جمعیت اور اس کی جمع بنانا ممتنع ہے کہ اس کی جمع تکسیر بنائی جائے گویا یہ پہلے ہی جمع بنائی گئی ہے دو مرتبہ۔

تشریح:

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُہٗ.....الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ منع صرف میں سے چھٹے[6] سبب کو بیان فرما رہے ہیں اور وہ ہے جمع۔ جمع سے مراد یہاں جمع منتہی الجموع ہے یعنی تمام جمعوں کی آخری جمع جس کے بعد دوبارہ جمع نہ بنائی جا سکے۔

جمع کے لغوی معنیٰ:

لغت میں جمع کہتے ہیں اکٹھا ہونا۔ یکجا ہونا جمع ہونا۔

جمع کی اصطلاحی تعریف:

عربی زبان کی اصطلاحی میں جمع کہتے ہیں اس اسم کو جو تین[3] یا اس سے زائد افراد پر دلالت کرے۔

اور جمع کا صیغہ واحد کے صیغے میں تبدیل کر کے بنایا جاتا ہے۔ جیسے: رَجُلٌ سے رِجَالٌ اور مَسْجِدٌ سے مَسَاجِدُ۔

جمع کے غیر منصرف بننے کے لیے شرط:

جمع کے غیر منصرف بننے کے لیے دو ۲ شرائط ہیں: پہلی شرط

(۱)......جمع کا صیغہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔

جمع منتہی الجموع کے تین اوزان آتے ہیں:

۱)......الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مَسَاجِدُ

۲)......ایک حرف ہو لیکن مشدد ہو جیسے دَوَّابٌ

۳)......تین حرف ہوں اور درمیانہ ساکن ہو جیسے مَصَابِیْحُ

ان تینوں میں سے کسی وزن پر ہو وہ غیر منصرف کا سبب بن سکتی ہے جمع کی دوسری شرط۔

(۲)......کہ جمع منتہی الجموع کے اوزان میں کوئی ایسا اسم نہ آئے جو "ۃ" کو قبول کرنے والا ہو۔ اسم کے آخر میں ایسی ۃ نہ ہو جو وقف کے وقت ہ بن جاتی ہو جیسے صیاقلہ اور فرازنہ یہ دونوں منصرف ہیں ہ کے قبول کرنے کی وجہ سے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ عربی لغت میں ایک لفظ ہے فَوَارِۃَ تو اس کے آخر میں تو تائے مدورہ یعنی گول تا موجود ہے جو وقف میں ھ بن جاتی ہے جبکہ آپ نے ضابطہ یہ بتایا کہ جمع منتہی الجموع بننے کے لیے اسی ۃ کا نہ ہونا شرط ہے۔

جواب:......اس کا یہ ہے کہ آپ کا یہ اعتراض ہی غلط ہے کیونکہ فَوَارِۃَ کے اندر یہ ہ اصلی ہے اس لیے کہ فَوَارِہَ جمع الجمع ہے فَارِہَۃٌ کی اور فَارِہَۃٌ مفرد ہے اس کی جمع فَارِ ھَاتٌ آتی ہے۔ اور فَارِ ھَاتٌ کی جمع منتہی الجموع فَوَارِہٌ آتی ہے معلوم ہوا کہ اس کی ۃ وہ والی ۃ نہیں جو وقف میں ھا بن جائے لہٰذا آپ کا اشکال ہی غلط ہے۔

اَمَّا التَّرْكِيْبُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا بِلَا اِضَافَةٍ وَلَا اِسْنَادٍ كَبَعْلَبَكَّ فَعَبْدُ اللّٰهِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِيْكَرِبُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَا مَبْنِيٌّ۔

ترجمہ:......بہرحال ترکیب پس شرط اس کی یہ ہے کہ وہ علم ہو بغیر اضافت اور بغیر اسنادی کے جیسے بَعْلَبَكَّ

پس عبداللہ منصرف ہے اور مَعْدِیْکَرَب غیر منصرف ہے۔ اور شَابَ قَرْنَاهَا بنی ہے۔

تشریح:

اَمَّا التَّرْکِیْبُ فَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا بِلَا اِضَافَۃٍ وَّلَا اِسْنَادٍ.....الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب منع حرف میں سے ساتواں سبب بیان فرمایا ہے۔

ترکیب کے لغوی معنی:

لغت میں ترکیب کہتے ہیں جوڑنے کو۔

ترکیب کی اصطلاحی تعریف:

نحویین کی اصطلاح میں ترکیب اس کو کہتے ہیں کہ دو۲ الگ الگ اسموں کو جوڑ کر ایک کر لیا گیا ہو اور ان دونوں اسموں میں سے کوئی حرف کو متضمن نہ ہو۔ جیسے بَعْلَبَکَّ کو بعل ایک بُت کا نام ہے اور بک ایک بادشاہ کا ان دونوں اسموں کو ملا کر ایک کر لیا گیا ہے اور دونوں میں سے کوئی بھی اسم حرف کو متضمن نہیں۔

فائدہ:

فائدے کے طور پر ایک بات سمجھ لیں کہ ترکیب کی چھ۶ قسمیں ہیں:

۱)......مرکب اضافی جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔

۲)......مرکب اسنادی جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ۔

۳)......مرکب توصیفی جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ۔

۴)......مرکب صوتی جیسے سِیْبَوَیْہِ۔

۵)......مرکب عددی جیسے خَمْسَۃَ عَشَرَ ۔

۶)......مرکب امتزاجی یا مرکب منع صرف جیسے بَعْلَبَکَّ

واضح رہے کہ ان تمام اقسام میں سے صرف مرکب امتزاجی ہی کو اسباب منع صرف میں سبب بنایا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے بَعْلَبَکَّ

نسبت اضافی واسنادی نہ ہو

فَشَرْطُهُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا بِلَا اِضَافَةٍ وَّلَا اِسْنَادٍ...... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے (۲) دو شرائط کو بیان فرمایا ہے۔

پہلی شرط:

کہ وہ علم ہو۔

دوسری شرط:

کہ مرکب اضافی واسنادی نہ ہو۔

پہلی شرط کی وجہ:

یہ ہے کہ مرکب امتزاجی ہو اور وہ علم ہو وجہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز علم بن جاتی ہے تو اس میں تغیر نہیں ہوتا۔

دوسری شرط کی وجہ:

دوسری شرط کہ مرکب اضافی واسنادی نہ ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ اضافت اسم غیر منصرف کو منصرف بنا دیتی ہے۔

اور مرکب اسنادی نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکیب اسنادی جب کسی کا علم ہو گی تو وہ مبنی ہو گی جبکہ غیر منصرف معرب ہے مبنی نہیں۔

بَعْلَبَكّ:

غیر منصرف ہے۔ کیونکہ یہ دو [۲] اسموں کو ملا کر ایک کر لیا گیا ہے کوئی اسم حرف کو متضمن بھی نہیں تفصیل پیچھے گزر چکی۔

مَعْدِيْكَرِبُ

غیر منصرف ہے یہ ایک مرد کا نام ہے جو مَعْدِیْ اور کَرُبَ سے مرکب ہے اور دونوں اسموں میں کوئی اسم حرف

کو متضمن بھی نہیں اور نہ مرکب اضافی ہے نہ اسنادی ہے بلکہ مرکب امتزاجی یا منع صرف ہے لہٰذا یہ غیر منصرف ہے۔

عبداللہ:

منصرف ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ مرکب اضافی ہے۔

شَابَ قَرْنَاهَا

''سفید ہو گئیں اس کی دونوں چٹیاں'' یہ اسم مبنی ہے۔ لہٰذا یہ غیر منصرف نہیں بن سکتا کیونکہ غیر منصرف معرب کی قسم ہے جبکہ معرب مبنی اور مبنی معرب نہیں بن سکتے بلکہ یہ دونوں الگ الگ اسم کی اقسام ہیں۔

اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اِنْ كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا كَعِمْرَانَ وَعُثْمَانَ فَسَعْدَانُ اِسْمُ نَبْتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَاِنْ كَانَتَا فِيْ صِفَةٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُؤَنَّثُهٗ عَلٰى فَعْلَانَةٍ كَسَكْرَانَ فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَةٍ۔

ترجمہ:......پس الف نون زائدتان اگر کسی اسم میں ہوں تو شرط اس کی یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے عمران اور عثمان پس سعدان یہ ایک بوٹی کا نام ہے یہ منصرف ہے علمیت کے پائے جانے کی وجہ سے۔ اور اگر ہوں اسم صفت میں تو شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو جیسے سَكْرَانُ پس نَدْمَانٌ منصرف ہے نَدْمَانَةٌ کے کے پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح:

اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب منع صرف میں سے آٹھویں ۸ سبب الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ کو بیان فرمایا ہے کہ کسی اسم میں الف ونون زائد ہوں اصلی نہ ہوں۔ جیسے عمران اور عثمان تو یہ غیر منصرف بننے کا سبب ہے کہ علمیت اور الف نون زائدتان دو سبب ہیں:

غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط:

اِنْ كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ فَشَرْطُهٗ......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دو شرائط ذکر کی ہیں:

پہلی شرط:

یہ ہے کہ اسم علم ہو کیونکہ جب الف نون زائدتان کسی اسم علم کے آخر میں موجود ہوں تو اس وقت اس اسم

میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا۔علمیت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

دوسری شرط:

وہ اسم اگر اسم صفت ہو تو اس کی مؤنث کا فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہ ہونا شرط ہے غیر منصرف بننے کے لیے کیونکہ اگر اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر ہو تو اس کے آخر میں ایسی ۃ موجود ہے جو وقف میں ھ بن جاتی ہے اور یہ غیر منصرف میں سبب بننے کے لیے مانع ہے۔

اسم ذات کی تعریف:

اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی ذات پر دلالت کرے۔

اسم صفت کی تعریف:

اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی خاص وصف پر دلالت کرے۔

فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَۃٍ:

پس ندمان منصرف ہے نَدْمَانَۃٌ کے پائے جانے کی وجہ سے۔یعنی ندمان اس لیے منصرف ہے کہ اس کی مؤنث ندمانۃ فعلانۃ کے وزن پر آتی ہے۔نَدْمَانٌ بمعنی ہمنشین۔اور اگر یہ نَدْمَانٌ،نَادِمٌ بمعنی پشیماں ہونے کے معنی میں ہو تو بالاتفاق غیر منصرف ہے۔کیونکہ اس میں دو سبب پائے جارہے ہیں:(۱) وصف اور (۲) الف نون زائدتان اس لیے کہ اس کی مؤنث نَدْمَانَۃٌ نہیں آتی بلکہ نَدْمیٰ آتی ہے۔

اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَا يُوْجَدُ فِي الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلًا عَنِ الْفِعْلِ كَشَمَّرَ وَضُرِبَ وَاِنْ لَّمْ يُخْتَصَّ بِهٖ فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ اِحْدٰى حُرُوْفُ الْمُضَارَعَةِ وَلَا يَدْخُلُهُ الْهَاءُ كَاَحْمَدَ وَيَشْكُرَ وَتَغْلِبَ وَنَرْجِسَ فَيَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهَا الْهَاءَ كَقَوْلِهِمْ نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ۔

ترجمہ:......پس وزن فعل شرط اس کی یہ ہے کہ وہ خاص ہو فعل کے ساتھ اور نہ پایا جائے اسم میں مگر فعل سے نقل ہو کر جیسے شَمَّرَ "یہ حجاج کے گھوڑے کا نام ہے" اور ضُرِبَ "فعل ماضی مجہول" اور اگر خاص نہ ہو فعل کے ساتھ تو واجب ہے کہ اس کے شروع میں ہوں حروف مضارع میں سے کوئی ایک

اور نہ داخل ہوتی ہواس پر ہ جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس یَعْمَلُ منصرف ہے ہ کے قبول کرنے کی وجہ سے ان کے نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ کی طرح۔

تشریح:

اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ...... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسباب منع صرف میں سے ۹/نواں سبب وزن فعل بیان فرما رہے ہیں۔

فَشَرْطُهُ أَنْ يَخْتَصَّ بِالْفِعْلِ...... فرمایا کہ وزن فعل یعنی فعل کے وزن پر ہونا شرط ہے۔اس کے لیے ضروری ہے وہ فعل ہی کے وزن پر ہو، اور نہ پایا جاتا ہو اس میں مگر فعل سے نقل ہو کر جیسے ''شَمَّرَ'' یہ حجاج کے گھوڑے کا نام ہے اور ''ضُرِبَ'' یہ ماضی مجہول ہے اور اگر ''ضُرِبَ'' کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے تو یہ بھی غیر منصرف ہوگا۔

واضح رہے کہ فعل ماضی معروف مبنی ہے وہ غیر منصرف نہیں بن سکتی۔

وَاِنْ لَّمْ يَخْتَصَّ بِالْفِعْلِ فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ . الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے دوسری شرط کو ذکر فرمایا کہ اگر فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس کے شروع میں حروف مضارع میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔حرف مضارع چار ہیں۔(۱)۔''ء''(۲)۔''ت''۔(۳)۔''ي''۔(۴)۔''ن''۔کہ مجموعہ ان کا اتین ہے۔

لیکن اس دوسری شرط میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس فعل میں ایسی ''ۃ'' نہ ہو جو حالت وقف میں ''ہ'' بن جاتی ہے۔جیسے: احمد یشکر تغلب نرجس یہ سب غیر منصرف ہیں۔

فَيَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ ...... الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعتراض کا جواب ذکر فرما رہے ہیں۔

اعتراض:

یہ ہوتا ہے کہ بھئی آپ نے خود کہا کہ جس فعل میں حروف مضارع میں سے کوئی ایک موجود ہو اور وہ علمیت بھی ہو تو وہ غیر منصرف ہوتا ہے۔حالانکہ یہاں سب شرائط بھی موجود ہیں پھر بھی آپ نے کہا کہ یہ منصرف ہے؟؟

جواب:

اس کا یہ ہے کہ اہل عرب کا قول ہے ''نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ'' تو اس کے آخر میں ایسی ''ۃ'' موجود ہے جو وقف میں ''ہ'' بن جاتی ہے لہٰذا غیر منصرف نہیں بن سکتا۔

وَاَعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَا شُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ وَهُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِيُّ وَالْعُجْمَةُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِىْ فِيْهِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اَوْلَمْ يُشْتَرَطْ فِيْهِ ذٰلِكَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَ وَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِّفَ اَمَّا فِى الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فلبقاء الْاِسْمِ بلاسبب وَ اَمَّا فِى الثَّانِىْ فَلِبَقَائِهٖ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَنِىْ طَلْحَةُ وَ طَلْحَةٌ اٰخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ آخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرَ وَ كل مَالَا يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيْفَ اَوْ دَخَلَهُ اللَّامُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَبِالْاَحْمَدِ۔

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ ہر وہ اسم جس میں علمیت شرط ہے اور وہ تانیث بالتاء ہے اور مؤنث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم ہے جس میں الف نون زائدتان ہوں، یا اس اسم میں علمیت شرط نہ ہو اور جمع ہوئے ہوں صرف ایک سبب کے ساتھ اور وہ ہے علم معدول اور وزن فعل کہ جب ان کو نکرہ بنایا جائے گا تو منصرف ہو جائیں گے۔ پس پہلی قسم تو یہ اسم کے بلا سبب کے باقی رہنے کی وجہ سے اور دوسری قسم ایک سبب باقی رہنے کے ساتھ کہے گا تو ''جَاءَنِىْ طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ آخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ آخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرُ''

اور پر ہر وہ غیر منصرف جب اس کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو تو اس پر کسرہ داخل ہو سکتا ہے۔ جیسے ''مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ بِالْاَحْمَدِ''

تشریح:

وَاَعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَا شُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ ......اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دو انتہائی اہم ضابطے بیان فرمائے ہیں۔

پہلا ضابطہ:

یہ ہے کہ وہ غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے اور وہ چار اسباب ہیں: (۱) تانیث (۲) عجمہ (۳) ترکیب (۴) الف ونون زائدتان، اور وہ غیر منصرف جس میں علمیت شرط نہیں بلکہ اتفاقاً جمع ہوگئی ہو اور وہ دو اسباب ہیں: (۱) عدل (۲) وزن فعل تو ان کا حکم یہ ہے کہ جب ان اسباب کو نکرہ بنایا جائے گا تو یہ منصرف ہو جائیں گے

جن اسباب میں علیت شرط وہ تو اس لیے منصرف ہو جائیں گے کہ بغیر کسی سبب کے باقی رہ جائیں گے تو اذا عدم الشرط عدم المشروط اور جن اسباب میں علیت شرط نہیں ان میں غیر منصرف کا ایک سبب رہ جائے گا اور ایک سبب سے اسم غیر منصرف نہیں بنتا۔

مثالیں یہ ہیں

غیرمنصرف	منصرف
جَآءَنِیْ طَلْحَۃُ	وَطَلْحَۃُ آخَرَ
قَامَ عُمَرُ	وَعُمَرُ آخَرَ
وَضَرَبَ اَحْمَدُ	وَاَحْمَدُ آخَرَ

دوسرا ضابطہ

وَکُلُّ مَا لَا یَنْصَرِفُ اِذَا اُضِیْفَ...... صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا ضابطہ یہ بیان فرمایا کہ ہر غیر منصرف جبکہ اس کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو تو اس پر کسرہ آسکتا ہے۔

دخول کسرہ کی وجہ:

وجہ اس کی یہ ہے کہ وزن فعل کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ اور جب وزن فعل کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام آجائے تو مشابہت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اضافت اور الف لام یہ اسم کی علامات ہیں جب مشابہت ختم ہوئی تو حکم بھی تبدیل ہو جائے گا۔ مثال جیسے: اضافت کی مثال: ''مَرَرْتُ بِاَحْمَدِکُمْ''

اس مثال میں ''کُمْ'' ضمیر کی طرف ''اَحْمَدِ'' کی ''اضافت'' ہو رہی ہے۔

''مَرَرْتُ بِالْاَحْمَدِ'' یہاں پر ''الاحمد'' ''معرف باللام'' ہے جس کی وجہ سے مکسور ہے۔

المقصد الاول فی المرفوعات اَلْاَسْمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتُ ثَمَانِيَةُ اَقْسَامٍ

ترجمہ: اسمائے مرفوعہ آٹھ ۸ قسموں پر مشتمل ہیں:

تشریح:

ابتدائے کتاب میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بیان فرمایا تھا کہ میں نے اس کتاب میں تین مقاصد کو بیان کیا ہے:

پہلا مقصد:......مرفوعات کے بیان میں ہے۔دوسرا مقصد:......منصوبات کے بیان میں ہے۔تیسرا مقصد:......مجرورات کے بیان میں ہے۔

اعتراض:

مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر کیوں مقدم کیا؟

جواب:

اس کا یہ ہے کہ جملے میں مرفوع اصل ہے کیونکہ ترکیب اسنادی۔مسند الیہ مرفوع ہے،مرفوع عمدہ ہے جبکہ منصوبات اور مجرورات میں مسند الیہ بننے کی صلاحیت نہیں اس لیے مرفوعات کو مقدم کیا۔مرفوعات آٹھ قسموں پر مشتمل ہیں۔

(۱)...... اَلْفَاعِلُ۔(۲)...... وَ مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ۔ (۳)...... وَالْمُبْتَدَاءُ۔(۴)...... وَالْخَبَرُ۔(۵)...... وَخَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا۔(۶)...... وَاِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا۔(۷)...... وَاِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ (۸)...... وَخَبَرُ لَا الَّتِىْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ

اشکال:

ایک طالب علمانہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اَلْاَسْمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتُ موصوف صفت، مرکب توصیفی ہے اور مرکب توصیفی میں مطابقت ضروری ہے افراد تثنیہ جمع میں بھی اور تذکیر تانیث میں بھی۔اور یہاں مطابقت نہیں ہے۔کیونکہ اَلْاَسْمَاءُ مذکر ہے اور الْمَرْفُوْعَاتُ مؤنث ہے۔

جواب:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اَلْمَرْفُوْعَاتُ ضمیر لوٹ رہی ہے اَلْاَسْمَاءُ طرف۔

اور جب ضمیر کی اسناد ہو رہی ہو تو اس میں مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اسم مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے یوم غیر عاقل ہے اس کی صفت الخالیات آتی ہے جیسے الایام الخالیۃ اور الایام الخالیات دونوں طرح آ سکتی ہے۔

فائدہ:

اگر اسمآئے مرفوعہ کی بات کی جائے تو اسمائے مرفوعہ ان آٹھ کے علاوہ ایک اور بھی ہے اور وہ ہے: افعالِ مقاربہ کا اسم۔

اور اگر صرف مرفوعات کی بات ہو تو بھی ایک اور مرفوع موجود ہے اور وہ فعل مضارع ہے جب کہ وہ خالی ہو حروف ناصبہ اور حروف جازمہ سے۔

فَصْلٌ اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنًى اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لَا وَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا۔

ترجمہ:...... پہلی فصل فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل ہو یا صفت ہو اس طرح اس کی نسبت کی گئی ہے اسم کی طرف نہ یہ کہ واقع ہوا اسم پر جیسے: قَامَ زَيْدٌ زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا مَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا۔

تشریح:

پہلی فصل فاعل کے بیان میں ہے اس فصل میں فاعل کی تعریف اور اس کے احکام بیان کیے جائیں گے۔

فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کرنے کی وجہ:

پہلی وجہ:

فاعل کو باقی تمام مرفوعات پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نحویین کے نزدیک فاعل ہی جملے میں اصل ہوتا ہے کیونکہ یہ جملہ فعلیہ کا جز بنتا ہے اور جملہ فعلیہ اصل ہے۔

دوسری وجہ:

یہ ہے کہ فاعل کا عمل قوی ہے کیونکہ اس کا عامل لفظی ہے اور لفظی عامل قوی ہوتا ہے لہٰذا فاعل مقدم رہے گا۔

تیسری وجہ:

تیسری وجۂ تقدیم یہ ہے کہ فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں یعنی صرف فعل کو ذکر کیا جائے اور فاعل کو ذکر ہی نہ کیا جائے ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ فاعل قوی ہے اور قوی کو مقدم رکھا جاتا ہے۔

فاعل کی تعریف:

اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لَا وَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ۔

یعنی فاعل ہر وہ اسم ہے کہ اس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت ہو جن کی نسبت کی جارہی ہو فاعل کی طرف اس طرح کہ وہ فعل اسی فاعل کے ساتھ قائم ہو نہ یہ کہ اس پر واقع ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ کہ اس مثال میں قیام کی نسبت زید کی طرف ہو رہی ہے۔

فوائد و قیود:

اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ یہ اسم جنس ہے تمام اسمآئے مرفوعہ اس میں داخل ہیں۔

قَبْلَهٗ فِعْلٌ یہ کل اسم سے پہلی فصل ہے اس سے فاعل کے علاوہ تمام مرفوعات خارج ہو گئے۔

عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ یہ دوسری فصل ہے اس کے ذریعے نائب فاعل کو خارج کیا گیا کیونکہ نائب فاعل کے ساتھ فعل قائم نہیں ہوتا بلکہ اس پر واقع ہوتا ہے۔

فعل کی مثال: ضَرَبَ زَيْدٌ قَامَ زَيْدٌ۔ شبہ فعل کی مثال:......زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا۔ فعل نفی کی مثال:......مَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا۔

وَكُلُّ فِعْلٍ لَّا بُدَّلَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَّرْفُوْعٍ مُّظْهَرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اَوْ مُضْمَرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ اَوْ مُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ مُضْمَرًا وُحِّدَ لِلْوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَثُنِّيَ لِلْمُثَنّٰى نَحْوُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحْوُ الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا۔

ترجمہ:......اور ہر فعل ضروری ہے اس کے لیے فاعل ظاہر جو مرفوع ہو جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ یا مضمر بارز ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا یا مستتر ہو جیسے زَيْدٌ ذَهَبَ اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لیے لیے مفعول بہ بھی اسی طرح ضروری ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا اور اگر فاعل مظہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد کا صیغہ لایا جائے گا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ ضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ اور اگر فاعل مضمر ہو تو فاعل واحد کے لیے فعل واحد زَيْدٌ ضَرَبَ اور فاعل تثنیہ کے لیے فعل تثنیہ جیسے الزَّيْدَانِ ضَرَبَا اور فاعل جمع کے لیے فعل جمع جیسے الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا۔

تشریح:

وَكُلُّ فِعْلٍ لَّا بُدَّلَهٗ......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فاعل کی تقسیم کو بیان فرمایا ہے۔تو یاد رکھیں فاعل کی تقسیم سے پہلے فعل کی تقسیم ضروری ہے۔

فعل کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم فعل لازم:

فعل لازم اس فعل کو کہتے ہیں جو فقط فاعل سے پورا ہو مفعول کی اس کو ضرورت نہ ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ۔

دوسری قسم فعل متعدی:

فعل متعدی اس فعل کو کہتے ہیں کہ صرف فاعل سے پورا نہ ہو مفعول کی بھی اس کو ضرورت ہو جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا...... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فاعل کی تقسیم کا ذکر فرمایا ہے۔

فاعل کی دو قسمیں ہیں:

(۱)...... فاعل مظہر۔ (۲)...... مضمر بارز، مستتر۔

فاعل مظھر یہ ہے کہ ظاہر ہو یعنی لفظوں میں موجود ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ۔

فاعل مضمر بارز کہ ضمیر ہو اور لفظوں میں موجود ہو جیسے ضَرَبْتُ یہاں تُ ضمیر فاعل ہے لفظوں میں موجود ہے۔

فاعل مستتر یہ ہے کہ بشکل ضمیر ہو اور مستتر ہو، جیسے زَيْدٌ ذَهَبَ کہ یہاں ذَهَبَ میں هُوَ ضمیر فاعل ہے جو لفظوں میں موجود نہیں بلکہ ذَهَبَ کے اندر مستتر یعنی چھپی ہوئی ہے۔

فعل کے استعمال کی صورتیں:

فعل کے استعمال کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا: کہ جب فاعل ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد کا صیغہ لا جائے گا۔ جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ فاعل مفرد ہے لیکن ظاہر ہے فعل مفرد ہے ضَرَبَ الزَّيْدَانِ فاعل تثنیہ ہے لیکن ظاہر لہذا فعل مفرد ہے۔ ضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ فاعل جمع ہے لیکن ظاہر ہے تو فعل مفرد ہی لایا گیا۔

دوسری صورت:

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْمِرًا...... الخ کہ جب فاعل ظاہر نہ ہو بلکہ بصورت ضمیر ہو تو فاعل واحد کے لیے فعل واحد لایا جائے گا جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ کہ یہاں فعل اور فاعل دونوں مفرد ہیں۔ اور فاعل تثنیہ کے لیے فعل تثنیہ لایا جائے گا جیسے زَيْدٌ ضَرَبَا کہ یہاں فعل فاعل دونوں تثنیہ ہیں۔ اور فاعل جمع کے لیے فعل جمع لایا جائے گا جیسے: الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا کہ یہاں فعل فاعل دونوں جمع ہیں۔ ان تینوں مثالوں میں فعل کی ضمیر لوٹائی جا رہی ہے فاعل کی طرف اس لیے فعل اور فاعل میں مطابقت ضروری ہے۔ کیونکہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت ضروری ہے۔

فائدہ:...... بات یہ ہے کہ فعل عرض ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ وہ فعل قائم ہو۔ جیسے فاعل۔ کہ فعل فاعل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

وَإِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيقِيًّا وَهُوَ مَا بِإِزَائِهِ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيَوَانِ أُنِّثَ الْفِعْلُ أَبَدًا إِنْ لَّمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ وَإِنْ فَصَّلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي التَّذْكِيرِ وَالتَّأْنِيثِ نَحْوُ ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَكَذَالِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيقِيِّ نَحْوُ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ هٰذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا إِلَى الْمُظْهَرِ وَإِنْ كَانَ مُسْنَدًا إِلَى الْمُضْمَرِ أُنِّثَ أَبَدًا نَحْوُ الشَّمْسُ طَلَعَتْ وَجَمْعُ التَّكْسِيرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيقِيِّ تَقُولُ قَامَ الرِّجَالُ وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَيَجُوزُ فِيهِ الرِّجَالُ قَامُوْا۔

ترجمہ:......اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابل حیوان مذکر ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث کا صیغہ لا جائے گا اگر فاصلہ نہ ہو فعل اور فاعل کے درمیان اور اگر آپ فاصلہ کریں تو آپ کو اختیار ہے فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں جیسے ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور اگر تو چاہے تو کہ ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور اسی طرح مؤنث غیر حقیقی جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور اگر تو چاہے تو کہ طَلَعَ الشَّمْسُ یہ تب ہے جب فعل کی اسناد فاعل ظاہر کی طرف ہو۔ اور اگر فعل کی اسناد ضمیر کی طرف ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث کا صیغہ لا جائے گا۔ جیسے اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ اور جمع تکسیر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے تو کہے گا قَامَ الرِّجَالُ اور اگر تو چاہے تو کہہ قَامَتِ الرِّجَالُ اور اَلرِّجَالُ قَامَتْ اور جائز ہے اس میں الرِّجَالُ قَامُوْا۔

تشریح:

وَإِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيقِيًّا...... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فاعل کی تیسری صورت کو بیان فرمایا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث کا صیغہ لا جائے گا جیسے قَامَتْ هِنْدٌ۔

مؤنث کی دو قسمیں ہیں: (۱) حقیقی (۲) غیر حقیقی۔

مؤنث حقیقی کی تعریف:

مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابل کوئی مذکر حیوان ہو جیسے اِمْرَأَةٌ کہ اس کے مقابل رَجُلٌ ہے اور نَاقَةٌ کہ اس کے مقابل جَمَلٌ ہے۔

جب فاعل مؤنث حقیقی ہو فعل ہمیشہ مؤنث کا صیغہ لایا جائے گا شرط یہ ہے کہ فعل اور فاعل کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو جیسے قَامَتْ هِنْدٌ اور اگر فعل اور فاعل کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو آپ کو اختیار ہے فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں جیسے ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ۔

چوتھی صورت:

وَكَذَالِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ..... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ مؤنث غیر حقیقی کے لیے فعل کے استعمال کو بیان فرمایا ہے۔

مؤنث غیر حقیقی کی تعریف:

مؤنث غیر حقیقی وہ ہے کہ جس کے مقابل کو مذکر حیوان نہ ہو جیسے ظُلْمَةٌ اور شَمْسٌ جب فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں آپ کو اختیار ہے جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور طَلَعَ الشَّمْسُ۔

چوتھی صورت سے متعلق فائدہ:

هٰذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ ......الخ

یہاں سے منصف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ اوپر مذکورہ احکام اس وقت ہیں جب فعل کی اسناد فاعل مظہر کی طرف ہو اور اگر فعل کی اسناد ضمیر کی طرف ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث کا صیغہ لایا جائے گا جیسے اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ۔

وَجَمْعُ التَّكْسِيْرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ.... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے جمع تکسیر کے لیے فعل کے استعمال کو بیان فرمایا ہے۔

پانچویں صورت:

یہ ہے کہ اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں اور جمع تکسیر بھی مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے جیسے: قَامَ الرِّجَالُ اور قَامَتِ الرِّجَالُ اور اَلرِّجَالُ قَامَتْ اور جائز ہے اس میں اَلرِّجَالُ قَامُوْا کہنا۔

وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُوْلِ إِذَا كَانَا مَقْصُوْرَيْنِ وَخِفْتَ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ إِنْ لَّمْ يَخِفِ اللَّبْسَ نَحْوُ اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى وَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ۔

ترجمہ:......اور واجب ہے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا جب دونوں اسم مقصور ہوں اور تجھے خوف ہو التباس کا جیسے ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى اور جائز ہے مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جب تجھے خوف نہ ہو التباس کا جیسے اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى یحییٰ نے ناشپاتی، کھائی۔ اور ضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ مارا عمرو کو زید نے۔

تشریح:

وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ...... اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فاعل کے احکام کو بیان فرمایا ہے کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ اس کو مفعول پر مقدم کیا جائے لیکن بعضے مقام ایسے ہیں جہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

اِذَا كَانَا مَقْصُوْرَيْنِ یہاں سے سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنے کی وجوبی صورت کو بیان فرمایا ہے کہ جب فعل اور فاعل دونون اسم مقصور ہوں اور کوئی قرینہ بھی موجود نہ ہو جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے تو اس وقت واجب ہے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا جیسے ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى مارا موسیٰ نے عیسیٰ کو۔

اس مثال میں موسیٰ فاعل ہے عیسیٰ مفعول بہ۔ کیونکہ فعل فاعل کا اعراب تقدیری ہے اس لیے فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے تاکہ التباس وازم نہ آئے۔ اسم مقصور کی تعریف اقسام اعراب میں دیکھیں:

فائدہ: قرینہ کی تعریف:

یہ ہے کہ جو بغیر وضع تعیینِ مراد یا حذفِ محذوف پر دلالت کرے۔

قرینہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قرینہ لفظیہ۔

(۲) قرینہ معنویہ۔

(۱)......قرینہ لفظیہ وہ ہیں جس میں قرینہ لفظوں میں موجود ہو جیسے ضَرَبَتْ مُوْسٰى حُبْلٰى مارا موسیٰ کو حبلیٰ نے" اس مثال میں ضَرَبَتْ کا فاعل حُبْلٰى ہے یہاں قرینہ لفظیہ موجود ہے جو دلالت کرتا ہے حُبْلٰى کے فاعل بننے پر کہ ضَرَبَتْ کا فاعل حُبْلٰى ہے۔

(۲)......قرینہ معنویہ وہ یہ ہے کہ قرینہ لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ معنوی طور پر موجود ہو۔ جیسے اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى یہاں قرینہ معنوں میں موجود ہے کہ یحییٰ نے ناشپاتی یا امرود کھایا۔ اس لیے کہ کھانے کی صلاحیت یحییٰ میں ہے کھانا یحییٰ کا کام ہے نا کہ ناشپاتی کا۔

وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ......الخ

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فاعل پر مفعول کو مقدم کرنے کی جوازی صورت کو بیان فرما رہے ہیں کہ جب التباس کا خوف نہ ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا مفعول بہ کو مقدم کرنا جائز ہے جہاں قرینہ پایا جائے جیسے اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى یہاں قرینہ موجود ہے وہ ہے یحییٰ کی کھانے کی صلاحیت کہ یحییٰ ناشپاتی کھا سکتا ہے ناشپاتی یحییٰ کو نہیں کھا سکتی۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَيْثُ كَانَتْ قَرِيْنَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ وَكَذَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مَعًا كَنَعَمْ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَيُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلًا نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَهُوَ الْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ۔

ترجمہ:......اور جائز ہے فعل کا حذف کرنا جہاں قرینہ پایا جائے جیسے زَيْدٌ اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ ضَرَبَ اور اسی طرح جائز ہے فعل اور فاعل دونوں کو حذف کرنا جیسے نَعَمْ اس شخص کے جواب میں جو کہے اَقَامَ زَيْدٌ اور کبھی فاعل کو حذف کر کے مفعول بہ کو اس کی جگہ رکھا جاتا ہے جب فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زَيْدٌ اور وہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔

تشریح:

وَيَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ.....الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت کو بیان کیا ہے جس میں

فعل کو حذف کرنا جائز ہے۔اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ فعل کو حذف کیا جائے جیسے کوئی کہے مَنْ ضَرَبَ؟ تو آپ اُس کے جواب کہہ دیں زَیْدٌ کافی ہے یعنی فعل کو حذف کر کے صرف فاعل کو جوابِ استفہام میں ذکر کریں تو بھی کافی ہے۔فعل کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

وَكَذَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَ الْفَاعِلِ مَعًا...... یہ دوسری صورت ہے کہ فعل کے ساتھ فاعل کو بھی حذف کر دیا جائے جیسے نَعَمْ اس استفہام کے جواب میں جو کہے اَقَامَ زَيْدٌ ؟ تو آپ اس کے جواب میں صرف نَعَمْ کہہ دیجیے کافی ہے۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں قرینہ لفظیہ استفہام کی صورت میں موجود ہے جو دلالت کرتا ہے فعل کے حذف کرنے پر۔

فائدہ:

فائدے کے طور پر یہ بات یاد رکھیں کہ اوپر عبارت میں كَذَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَ الْفَاعِلِ مَعًا یہ معًا یہ قید احترازی ہے اس صورت سے کہ جہاں صرف فاعل کو حذف کیا جاتا ہے اس کی پانچ صورتیں ہیں:

(۱)......مَا قَامَ اِلَّا زَيْدٌ والی ترکیب میں۔

(۲)......مصدر جیسے: اِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ۔

(۳)......تعجب جیسے: اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ۔

(۴)......فعل مجہول جیسے: ضُرِبَ زَيْدٌ۔

(۵)......تنازع فعلان میں جو ان شاء اللہ اگلی فصل میں آرہا ہے۔

وَ قَدْ يُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَ يُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ......الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت کو بیان کیا ہے جہاں فاعل کو حذف کر کے مفعول بہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا گیا۔ جیسے ضُرِبَ زَيْدٌ فعل مجہول میں ہوتا ہے کہ فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کی جگہ ذکر کیا جاتا ہے اور اس فاعل کے قائم مقام کو نائب فاعل بھی کہتے ہیں اور اس کو مفعول مالم یسم فاعلہٗ بھی کہا جاتا ہے۔اور یہ مبتداء کی قسم ثانی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

فَصْلٌ اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ كُلٌّ وَاحِدٌ مِّنَ الْفِعْلَيْنِ اَنْ يَّعْمَلَ فِیْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا يَكُوْنُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ۔

الاوّل:... اَنْ يَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوَ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زَيْدٌ۔

الثانی:... اَنْ يَّتَنَازَعَا فِی الْمَفْعُوْلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوَ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا

الثالث:... اَنْ يَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِيَّتِ وَالْمَفْعُوْلِيَّتِ وَيَقْتَضِی الْاَوَّلُ الْفَاعِلُ وَالثَّانِیْ الْمَفْعُوْلُ نَحْوَ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا

الرّابع:... عَكْسُهٗ نَحْوَ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زَيْدٌ۔

ترجمہ:...... جب تنازع کریں دو فعل ایک اس اس ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد ہو۔ یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک اس اسم ظاہر کو اپنا معمول بنانا چاہے تو اس کی چار اقسام ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ دونوں تنازعہ کریں فاعلیت میں۔ جیسے ''ضَرَبَنِیْ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ۔'' دوسری قسم یہ کہ دونوں تنازع کریں مفعولیت میں جیسے: ''ضَرَبْتُ اَکْرَمْتُ زَیْدًا''۔ تیسری صورت یہ کہ دونوں فعل تنازع کریں فاعلیت اور مفعولیت میں۔ پہلا فاعل کا تقاضہ کرے اور دوسرا مفعول کا۔ جیسے ضَرَبَنِیْ اَکْرَمْتُ زَیْدًا اور چوتھا اس کا عکس ہے جیسے ضَرَبْتُ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ۔

تشریح:

اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ...... ہدایت النحو کے مباحث میں سے ایک انتہائی اہم بحث تنازع فعلین ہے۔ اس پوری بحث کے اندر چند باتیں انتہائی اہم ہیں۔ جس کو ہم آسانی کے واسطے مباحث کی صورت میں ذکر کر رہے ہیں:

پہلی بحث:

تنازع فعلان کی تعریف: فَصْلٌ اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ كُلٌّ وَاحِدٌ مِّنَ الْفِعْلَيْنِ اَنْ يَّعْمَلَ فِیْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ دونوں فعل تنازع کریں ایک اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد واقع ہو اور ہر فعل تقاضہ کرے کہ وہ اس اسم ظاہر میں عمل کرے۔ تو یاد رکھیں کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف فعل کا ذکر کیا ہے جبکہ فعل کے ساتھ شبہ فعل میں بھی تنازعہ ہوتا ہے۔ صرف فعل کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فعل اور شبہ فعل میں فعل

اصل ہے۔ تو جب اصل میں تنازع ہوتا ہے تو فرع میں تو بطریق اولیٰ ہوسکتا ہے۔

تعریف کا دوسرا جز:

فِی الْظَاهِرِ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملے کے کہنے سے اشارۃ احتراز کیا ہے ضمیر سے۔ ضمیر منفصل میں تنازع ہوسکتا ہے لیکن ضمیر متصل میں تنازع ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ ضمیر جس فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہو گی اس کی معمول بنے گی جیسے ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ بَعْدَهُمَا کہہ کر صاحب کتاب نے اس طرف اشارہ کیا کہ جو اسم ظاہر فعل سے پہلے واقع ہو وہ اس کی ضمیر کا معمول بنے گا یا دو فعلوں میں سے اگر اسم ظاہر دو فعلوں کے درمیان ہے تو جس کے بعد آیا ہے اسی کا معمول بنے گا جیسے زَیْدًا ضَرَبْتُ یہاں اسم ظاہر مقدم ہے۔ ضربت کا ہی معمول بنے گا۔ ضَرَبْتُ زَيْدًا اَكْرَمْتُ یہاں بھی زَيْدًا مفعول یہ ضَرَبْتُ کا معمول بنے گا۔

اور ضمیر منفصل میں جیسے مَا ضَرَبَ وَ اَكْرَمَ اِلَّا اَنَا بصریین اور کوفیین والا طریقہ جاری نہیں ہوسکتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض:

یہ ہوتا ہے کہ تنازع ذی روح میں ہوتا ہے جبکہ یہاں دو فعل ہیں اور یہ ذی روح نہیں ہیں تو ان میں تنازع کیسے ممکن ہے؟؟؟

جواب: یہ ہے کہ تنازع سے مراد حقیقی تنازع نہیں بلکہ تقاضہ مراد ہے کہ دو فعل ہوں اور ان دونوں کے بعد ایک اسم ظاہر ہو اور دونوں فعل اسی اسم ظاہر کو اپنا معمول بنانے کا تقاضا کریں۔

فَهٰذَا عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ:

دوسری بحث: کہ فعل کے درمیان چار طرح کا تنازع ہوتا ہے۔

پہلی قسم:

الاوّل اَنْ يَّتَنَازَعَا فِي الْفَاعِلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوَ ضَرَبَنِيْ وَ اَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ۔

کہ دونوں فعل اس اسم ظاہر کو جو ان دونوں کے بعد واقع ہے اپنا فاعل بنانا چاہیں۔ جیسے ضَرَبَنِيْ وَ اَكْرَمَنِيْ

زَيْدٌ۔

دوسری قسم:

الثانی اَنْ يَّتَنَازَعَا فِی الْمَفْعُوْلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوَ ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا۔

کہ دونوں فعل تنازع کریں ایک اسم ظاہر میں کہ وہ اس کو اپنا مفعول بنائیں جیسے ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا کہ یہاں دو فعل ہیں اور ان دونوں کے بعد ایک اسم ظاہر ہے۔ جس میں دونوں فعل کا تنازع ہے۔

تیسری قسم:

الثالث: اَنْ يَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِيَّةِ وَ الْمَفْعُوْلِيَّةِ وَ يَقْتَضِیَ الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَ الثَّانِیْ الْمَفْعُوْلَ نَحْوَ ضَرَبَنِیْ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا۔

کہ دونوں فعل تقاضہ کریں فاعلیت اور مفعولیت کا پہلا فاعل بنانا چاہے اور دوسرا مفعول جیسے ضَرَبَنِیْ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا۔

چوتھی قسم:

الرّابع: عَكْسُهٗ نَحْوَ ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمَنِیْ زَيْدٌ۔

کہ دونوں فعل آپس میں تنازع کریں۔ یہ تیسری قسم کے اُلٹ ہے وہاں پہلا فعل فاعلیت کا اور دوسرا فعل مفعولیت کا تقاضہ کررہا تھا اور یہاں اس کے برعکس ہے کہ پہلا مفعولیت کا اور دوسرا فاعل کا تقاضہ کرے۔ جیسے ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمَنِیْ زَيْدٌ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ يَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ خِلَافًا لِّلْفَرَّاءِ فِی الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰی وَ الثَّالِثَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الثَّانِیْ وَ دَلِيْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ وَ كِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ وَ هٰذَا فِی الْجَوَازِ۔

ترجمہ:......اور جان لے تُو کہ ان تمام اقسام میں جائز ہے فعل اوّل اور فعل ثانی کو عمل دینا امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ پہلی اور تیسری صورت میں اور دلیل ان کی دو امروں میں سے ایک کا لازم آنا

ہے۔یا فاعل کا حذف کرنا یا اضمار قبل الذکر "یعنی ذکر کرنے سے پہلے ضمیر لانا" اور یہ دونوں منع ہیں اور یہ اختلاف جواز میں ہے۔

تشریح:

وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِیْعِ ھٰذِہِ الْاَقْسَامِ جُوْزُ اَعْمَالٌ.....الخ

تیسری بحث:

اعمال الفعل کا حکم اور امام فراء کا اختلاف

بِجُوْزُ اَعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں تنازع فعلان کی تیسری بحث ذکر فرمائی ہے۔

جمہور کا مذہب:

جمہور نحویین کے نزدیک ان چاروں صورتوں میں فعل اوّل اور فعل ثانی دونوں کو عمل دینا جائز ہے۔

امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:

فرماتے ہیں کہ پہلی اور تیسری صورت میں یعنی دونوں فعل ایک اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ پہلا فعل فاعلیت کا تقاضہ کرے اور دوسرا فعل مفعولیت کا تقاضہ کرے تو ان دونوں صورتوں میں امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فعل اوّل کو عمل دیا جائے گا فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہی نہیں ہے۔فرماتے ہیں کیونکہ اگر ہم فعل ثانی کو عمل دیتے ہیں تو دو خرابیوں میں سے ایک لازم آتی ہے۔اور وہ ہے۔یا فاعل کا حذف کرنا یا اضمار قبل الذکر۔یعنی فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا حذف جائز نہیں۔ اور اگر ہم ضمیر لوٹاتے ہیں تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے۔جو جائز نہیں۔ لہٰذا فعل اوّل کو عمل دیا جائے گا فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں ہے۔

جمہور علماء نحو کی طرف سے امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کو جواب:

جمہور نحویین فرماتے ہیں کہ حذف الفاعل جائز نہیں کیونکہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا حذف جائز

نہیں۔اس کو ہم مانتے ہیں لیکن اضمار قبل الذکر ممکن ہے کہ بشرط التفسیر اضمار قبل الذکر قرآنِ کریم میں مذکور ہے۔لہٰذا فعل اوّل اور فعل ثانی دونوں کو عمل دینا جائز ہے۔

اضمار قبل الذکر بشرط التفسیر مثال قرآنِ عظیم سے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱

یہاں هُوَ ضمیر منفصل لفظ اللہ کی طرف راجح ہے اور یہ بشرط التفسیر جائز ہے۔

وَ هٰذَا الْجَوَازِ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جمہور نحویین اور امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اختلاف جواز وعدم جواز میں ہے۔عمدہ اور غیر عمدہ، بہتر اور غیر بہتر میں نہیں۔امام فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فعل اوّل کو ہی عمل دیا جائے گا فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہی نہیں۔

وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ فَفِيْهِ خِلَافُ الْبِصْرِيِّيْنَ فَاِنَّهُمْ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلَ الثانی اِعْتِبَارًا لِّلْقُرْبِ وَالْجِوَارِ وَالْكُوْفِيُّوْنَ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلَ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِّلتَّقْدِيْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ۔

ترجمہ: اور رہا پسندیدہ مذہب تو اس میں اختلاف ہے بصریین کا کیونکہ وہ پسند کرتے ہیں دوسرے فعل کو عمل دینے کو قرب وجوار کے اعتبار سے۔اور کوفیین پسند کرتے ہیں فعل اوّل کو عمل دینے کو تقدیم اور استحقاق کی رعایت رکھتے ہوئے۔

تشریح:

چوتھی بحث بصریین اور کوفیین کا پسندیدہ مذہب اور ان کے دلائل:

وَ اَمَّا الْاِخْتِيَارُ فَفِيْهِ خِلَافٌ:...... الخ پہلے آپ کو بتایا تھا کہ جمہور نحویین کا اتفاق ہے کہ فعل اوّل اور فعل ثانی دونوں کو عمل دینا جائز ہے لیکن افضل اور عمدہ اور بہتر فعل اول کو عمل دینا ہے یا فعل ثانی کو تو اس میں بصرہ اور کوفہ کے نحویین کا اختلاف ہے صرف افضلیت میں اختلاف ہے جواز اور عدم جواز میں نہیں۔بصرہ کے نُحات فرماتے ہیں کہ دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے لیکن فعل ثانی کو عمل دینا افضل ہے اول کے مقابلے میں کیونکہ الحق

للقریب ثم للعبید اسم ظاہر فعل ثانی کے قریب ہے لہٰذا اسی کو عمل دیا جائے گا اس کی تائید قرآنِ کریم کی سورۃ الحاقۃ کی آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد مبارک ہے ہَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ اس آیت میں دوسرے فعل اِقْرَءُوْا کو عمل دیا گیا ہے کیونکہ اگر فعل اوّل کو عمل دیا جاتا اِقْرَءُوْہُ ہوتا کیونکہ ھَا بمعنی خُذْ فعل ہے اور اِقْرَءُ بھی فعل ہے۔ پس یہاں فعل ثانی اِقْرَءُوْا کو عمل دیا گیا۔

کوفیین کا مذہب ہے کہ وہ فعل اوّل کے عمل کو افضل قرار دیتے ہیں۔ ثانی کے مقابلے میں کیونکہ اَلسَّابِقُ اَحَقُّ مِنَ اللَّاحِقِ اور اَلْاَوَّلُ لِلْاَوَّلِ۔

پانچویں بحث بصریین کے مذہب کی تفصیل اور قطع تنازع کا طریقہ کار

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بصریین کے مذہب کو پہلے ذکر کیا وجہ اس کی یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بصریین کا مذہب راجح ہے۔ بصریین کے مذہب کو ذکر کرنے سے پہلے دو[2] باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی بات: اگر فعل ثانی کو عمل دیا جائے تو فعل اول کے خوش کرنے کے تین[3] طریقے ہیں: (۱) حذف۔ (۲) ذکر۔ (۳) ضمیر۔ تو ہم دیکھیں گے کہ فعل کا تقاضہ کیا ہے اگر فعل کا تقاضہ فاعل کا ہو، تو فاعل کو حذف نہیں کر سکتے کیونکہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا حذف جائز نہیں۔ اور ذکر بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ذکر کرنے سے تکرار لازم آتا ہے اور تکرار کلام فصیح کے خلاف ہے لہٰذا ہم ضمیر لائیں گے۔ اگرچہ اس میں بھی اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے لیکن بشرط التفسیر اضمار قبل الذکر جائز ہے اس کی تائید آیتِ قرآن سے ہوتی ہے جیسے قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کہ یہاں ھُوَ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ ہے۔

دوسری بات: یہ ہے کہ ضمیر اور مرجع میں پانچ[5] چیزوں میں مطابقت لازم ہے۔ (۱) افراد۔ (۲) تثنیہ۔ (۳) جمع۔ (۴) تذکیر۔ (۵) تانیث تو یہاں آپ مثالوں میں دیکھیں گے کہیں زَیْدٌ اور کہیں اَلزَّیْدَانِ اور کہیں اَلزَّیْدُوْنَ ہے۔ یعنی ضمیر اور مرجع میں مطابقت کی وجہ سے زَیْدٌ کی حالت تبدیل ہو رہی ہے۔

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهٗ فِي الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمَنِي الزيدانِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ۔

ترجمہ:......اگر عمل دیں فعل ثانی کو تو پس دیکھ تو اگر فعل اوّل فاعل تقاضہ کرے تو ضمیر لے آ پہلے میں جیسے تُو کہے متوافقین میں ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وضَرَبَانِیْ اَکْرَمَنِیْ الزیدان ضَرَبُوْنِیْ اَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْنَ اور متخالفین میں ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا اور ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ اور ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ۔

تشریح:

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِیْ.....الخ اس عبارت میں قطع تنازع صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر۔ (۲) حذف۔ (۳) اضمار۔ تو اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ پہلے فعل کو چھوڑ کر دوسرے کو عمل دیں بصریین کے مذہب پر تو پس دیکھیں کہ فعل اوّل کس چیز کا تقاضہ کرتا ہے۔

پہلی صورت: اگر فاعل کا تقاضہ کرتا ہے تو آپ فعل اول میں ضمیر کو ذکر کریں اس لئے کہ قطع تنازع میں حذف کر ہی نہیں سکتے فاعل کا کیونکہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا حذف جائز نہیں۔ اور ذکر کر نہیں سکتے اس لیے کہ تکرار لازم آئے گا لہٰذا قطع تنازع کی ایک ہی صورت رہ گئی۔ ضمیر تو ہم نے ضمیر کو ذکر کیا۔ جیسے متوافقین میں ضَرَبَنِیْ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ ضَرَبَانِیْ اَکْرَمَنِیْ الزیدان ضَرَبُوْنِیْ اَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْنَ یہاں پہلی مثال میں ھُوَ اور دوسری میں ھُمَا اور تیسری میں ھُم فاعل ہے۔

دوسری صورت: اور اسی طرح متخالفین میں جیسے ضَرَبَنِیْ اَکْرَمْتُ زَیْدًا ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ اور ضَرَبُوْنِیْ اَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنَ۔ یہاں پہلی مثال میں ھُوَ دوسری میں ھُمَا اور تیسری میں ھُم فاعل ہے۔ یہ دو صورتیں ہوئی:

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانُ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اِذْ

لَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ۔

ترجمہ:......اور اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضہ کرے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو حذف کرو فعل ''اوّل'' کے مفعول کو جیسے تو کہے گا متوافقین میں ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اور ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ اور ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ اور متخالفین میں ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ اور ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ اور ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ اور اگر ہوں فعل افعال قلوب میں سے تو پہلے فعل کے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے جیسے کہے تو حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا یہ اس لیے کہ جائز نہیں افعال قلوب کے مفعول کو حذف کرنا اور مفعول میں اضمار قبل الذکر یہ بصریین کا مذہب ہے۔

تشریح:

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ......الخ

تیسری صورت:

یہ ہے اگر دونوں فعل تقاضا مفعول کا کریں اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے بھی نہ ہوں تو قطع تنازع کی تین صورتوں میں سے حذف کیا جائے گا فعل اول کے مفعول کو اور اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنایا جائے گا جیسے متوافقین میں ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اور ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ اور ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ یہاں فعل اول کے مفعول کو حذف کیا ہے اور فعل ثانی کو عمل دے کر اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنایا گیا ہے۔

چوتھی صورت:

وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ.....الخ یہ ہے کہ اگر دونوں فعل متخالفین ہو موافق نہ ہوں یعنی پہلا فعل مفعول بہ کو اور دوسرا فعل فاعل کو طلب کرے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے بھی نہ ہوں تو یہاں بھی فعل اوّل کے مفعول کو حذف کر کے فعل ثانی کو اسم ظاہر کا عامل بنائیں گے جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ اور ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ اور ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ یہاں ان تینوں مثالوں میں فعل اوّل کے مفعول کو حذف کر کے معمول بنایا اسم ظاہر کو فعل ثانی کا۔

پانچویں صورت:

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ......الخ

پانچویں صورت یہ ہے کہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں ''افعال قلوب یہ ہیں: علمت وجدت حسبت خلت وغیرہ تفصیل آگے آئے گی۔''

فرماتے ہیں اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو واجب ہے اظہار کرنا فعل اول کے مفعول کا کیونکہ افعال قلوب متعدی بہ دو مفعول ہوتا ہے اور اس کے ایک بھی مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں۔ جیسے تو کہے گا حسبنی منطلقا و حسبت زیدا منطلقا اب یہاں قطع تنازع کی تین صورتوں میں سے حذف اور اضمار قبل الذکر جائز نہیں ہے ایک ہی صورت رہ گئی ذکر کرنے کی تو لا محالہ مفعول ذکر کیا گیا۔ اصل عبارت اس طرح ہے: حسبنی وحسبت زیدًا منطلقًا

حسبنی وحسبت زیدًا منطلقًا

اس مثال میں دونوں فعل منطلقًا کو اپنا مفعول ثانی بنانا چاہتے ہیں ہم نے بصریین کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دیا تو اب فعل اوّل بھی افعال قلوب میں سے اور قطع تنازع کے طریقوں میں حذف پر عمل نہیں ہو سکتا، کیونکہ افعال قلوب کا کوئی مفعول حذف نہیں ہوتا اضمار پر بھی عمل نہیں ہوسکتا کیونکہ اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، ایک ہی صورت رہ جاتی ہے ذکر کی تو فعل اوّل کے لیے مفعول ثانی کو ذکر کیا گیا تو عبارت یہ بنی: حسبنی منطلقًا وحسبت زیدًا منطلقًا۔

وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰى مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الثَّانِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدِيْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ وَالْاِضْمَارُ وَالثَّانِيْ هُوَ الْمُخْتَارُ لِيَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ مُطَابَقًا لِّلْمُرَادِ۔ اَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ

فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ وَ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ وَاَمَّا الْاِضْمَارُ فَلَمَّا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ اَلزَّيْدِيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُهُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُهُمُ الزَّيْدُوْنَ ۔

ترجمہ:......اور اگر آپ عمل دیں فعل اول کو کوفیین کے مذہر پر پس دیکھیں اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضہ کرے تو ضمیر دیں فعل ثانی میں جیسے آپ کہیں گے متوافقین میں: ضَرَبَنِیْ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمَانِی الزَّیْدَانِ ضَرَبَنِیْ اَکْرَمُوْنِی الزَّیْدُوْنَ متخالفین میں۔

ضَرَبْتُ اَکْرَمَنِیْ زَیْدًا ضَرَبْتُ اَکْرَامَانِی الزَّیْدَیْنِ ضَرَبْتُ اَکْرَمُوْنِی الزَّیْدِیْنَ اور اگر فعل ثانی تقاضا کرے مفعول کا اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو اسمیں دو وجہیں جائز ہیں۔ مفعول کا حذف اور اضمار۔ اور دوسرا ''پسندیدہ ہے'' مختار ہے تاکہ ملفوظ مراد کے مطابق ہو جائے اور پہلی صورت قطع تنازع کی حذف کرنا تو جیسے آپ کا قول متوافقین میں:

ضَرَبْتُ اَکْرَمْتُ زَیْدًا ضَرَبْتُ اَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ ضَرَبْتُ اَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ ۔ اور متخالفین میں:

ضَرَبَنِیْ اَکْرَمْتُ زَیْدٌ ضَرَبَنِیْ اَکْرَمْتُ الزَّیْدَانِ ضَرَبَنِیْ اَکْرَمْتُ الزَّیْدُوْنَ

اور ''قطع تنازع کی دوسری صورت'' اضمار جیسے آپ کہتے ہیں متوافقین میں ضَرَبَنِیْ اَکْرَمْتُہٗ زَیْدٌ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُھُمَا الزَّیْدَانِ ضَرَبْتُ اَکْرَمْتُھُمُ الزَّیْدُوْنَ

تشریح:

چھٹی بحث کوفیین کے مذہب کے دلائل اور قطع تنازع کا طریقۂ کار

وَ اَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰی مَذْھَبِ الْکُوْفِیِّیْنَ فَانْظُرْ اِنْ کَانَ الْفِعْلُ الثَّانِیْ یَقْتَضِی الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ....الخ

کوفیین کے مذہب میں فعل اوّل کو عمل دینا مختار ہے کوفیین کے مذہب چند صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِي يَقْتَضِي الْفَاعِلَ.....الخ

اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضہ کرتا ہے تو اسم ظاہر کو فعل اوّل کا معمول بنائیں گے اور فعل ثانی میں ضمیر نکالیں گے۔ کیونکہ قطع تنازعہ کی تین ہی صورتیں ہیں: (۱) حذف (۲) ذکر (۳) اضمار۔ فاعل کو حذف کر نہیں سکتے اس لیے کہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا حذف جائز نہیں اور ذکر کر نہیں سکتے اس لیے کہ ذکر کرنے سے تکرار لازم آتا ہے اور کلام فصیح میں تکرار فصاحت کے خلاف ہے۔ لہٰذا قطع تنازع کی ایک ہی صورت رہ گئی اضمار۔ اگر چہ اس میں بھی اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے لیکن یہ ایک ہی صورت ہے قطع تنازع کی متوافقین میں یعنی جب دونوں فعل فاعل کا تقاضہ کرنے میں متفق ہوں تو اسم ظاہر کو فعل اوّل کا معمول بنائیں گے اور فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر لائیں گے۔ جیسے ضَرَبَنِيْ وَ اَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ یہاں فعل اوّل کو اسم ظاہر کا عامل بنایا اور فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر هُوَ لائے وَ ضَرَبَنِيْ اَكْرَمَانِي الزَّيْدَانِ کہ یہاں فعل اول کو اسم ظاہر کا عامل بنایا اور فعل ثانی میں تثنیہ کی ضمیر لائے۔

وَ ضَرَبَنِيْ اَكْرَمُوْنِي الزَّيْدُوْنَ یہاں فعل اول کو اسم ظاہر کا عامل بنایا اور فعل ثانی میں جمع کی ضمیر بطور فاعل کے لے آئے۔

متخالفین: اختلافی صورت کہ جب فعل اوّل مفعول کا اور فعل ثانی فاعل کا تقاضہ کرے تو اوّل کو عمل دیں گے اور ثانی میں ضمیر لوٹائیں گے۔

ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمَنِيْ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمَانِي الزَّيْدَيْنِ ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمُوْنِي الزَّيْدِيْنَ

کہ یہاں تینوں مثالوں میں اسم ظاہر کو فعل اوّل کا معمول بنایا اور فعل ثانی میں ضمیر نکالی فاعل کی اَكْرَمَ میں هُوَ اور اَكْرَمَا میں هُمَا اور اَكْرَمُوْا میں هُمْ۔

دوسری صورت:

وَ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِي يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَ لَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ۔

اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے بھی نہ ہوں اور فعل ثانی مفعول کا تقاضہ کرے تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱)......حذف المفعول۔

(۲)......اضمار۔

تا کہ ملفوظ مراد کے مطابق ہو جائے۔ پس حذف تو تیرا کہنا متوافقین میں:

ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ وَيُطَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ

یہاں ہم نے فعل اوّل کو عامل بنایا اسم ظاہر کا اور فعل ثانی کے مفعول کو حذف کر دیا۔ اور متخالفین میں یعنی فعل اوّل فاعل کا اور فعل ثانی مفعول کا تقاضہ کرے تو ہم اسم ظاہر کو فعل اوّل کا معمول بنائیں گے اور فعل ثانی کے مفعول کو حذف کر دیں گے جیسے مثالوں میں بات واضح ہے:

ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدَانِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدُوْنَ

وَالْاِضْمَارُ: اور دوسری وجہ قطع تنازع کی اضمار یعنی ضمیر دینا ہے جیسے آپ کا قول متوافقین میں۔

ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدِيْنَ

کہ یہاں پر بھی فعل اوّل کا معمول بنایا اسم ظاہر کو اور فعل ثانی میں ضمیر ذکر کی۔ اور متخالفین میں یعنی فعل اوّل فاعل کا تقاضہ کرے اور فعل ثانی مفعول کا تقاضہ کرے تو اسم ظاہر کو فعل اوّل کا معمول بنائیں گے اور فعل ثانی میں ضمیر لائیں گے۔ جیسے: ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُهُ زَيْدٌ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ

وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ فَلَا بُدَّ مِنْ اِظْهَارِ الْمَفْعُوْلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ حَسِبَنِيْ وَحَسِبْتُهُمَا تَنَازَعَا فِيْ مُنْطَلِقًا وَاَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ حَسِبَنِيْ وَاَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِي الثَّانِيْ فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَيْنِ وَ قُلْتَ حَسِبَنِيْ وَحَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا يَلْزَمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ الْمَفْعُوْلَيْنِ فِيْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا يَخْلُوْ مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَ تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَ حِيْنَئِذٍ لَا يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ مُطَابِقًا لِّلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ هُمَا فِيْ قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلَا يَجُوْزُ ذَالِكَ اَوْ اَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّى

وَتَقُوْلُ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا وَ حِیْنَئِذٍ یَلْزِمُ عُوْدُ الضَّمِیْرِ الْمُثَنّٰی اِلٰی لَفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا اَلَّذِیْ وَقَعَ فِیْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَیْضًا لَا یَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ یَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ کَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ۔

ترجمہ:......اور جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو ضروری ہے مفعول کا ظاہر کرنا۔ جیسے تم کہتے ہو حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا اور یہ اس لیے کہ حَسِبَنِیْ اور حَسِبْتُهُمَا تنازع کررہے ہیں مُنْطَلِقًا میں اور آپ نے عمل دیا اول کو اور وہ ہے حَسِبَنِیْ اور ظاہر کیا مفعول دوسرے میں۔ پس اگر آپ حذف کریں مُنْطَلِقَیْنِ کو اور آپ کہیں حَسِبَنِیْ حَسِبْتُهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا تو لازم آتا ہے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار ''اکتفاء'' اور یہ جائز نہیں اور اگر آپ ضمیر لائیں تو یہ مفرد کی ضمیر سے خالی نہیں اور آپ کہیں حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا اور اس وقت مفعول ثانی مفعول اوّل کے مطابق نہیں اور وہ ہے هُمَا آپ کے قول حَسِبْتُهُمَا میں اور یہ جائز نہیں اور اگر آپ ضمیر لائیں تثنیہ کی اور آپ کہیں حَسِبَنِیْ حَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا اور اس وقت لازم آتا ہے تثنیہ کی ضمیر کا مفرد کے لفظ کی طرف اور وہ ہے منطلقاً جس میں تنازع واقع ہے اور یہ بھی جائز نہیں اور جب حذف اور اضمار جائز نہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا تو واجب ہے اظہار۔

وَ اَمَّا اِذَا کَانَ الْفِعْلَانِ.....الخ

تیسری صورت:

یہ ہے کہ اگر دونوں فعل تنازع کریں مفعولیت میں اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کرنے میں ہی دفع تنازع ہے۔ جیسے: حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا

اصل عبارت اس طرح ہے: حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا۔ یہاں تنازع ہے مُنْطَلِقًا میں۔

ہم نے عمل دے دیا فعل اوّل کو اور مُنْطَلِقًا کو مفعول بنایا کوفیین کے مذہب پر تو قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر۔ (۲) حذف۔ (۳) ضمیر۔ ان میں سے ہم ضمیر منفصل کو لے آئے یعنی اس طرح کہ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا تو اس میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ مفعول ثانی مفعول اول کے

مطابق نہیں کیونکہ اِیَّاهُ مفرد ہے اور هُمَا تثنیہ ہے لہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔اور اگر ہم تثنیہ کی ضمیر لائیں گے تو بھی خرابی لازم ہے کیونکہ مُنْطَلِقًا مفرد ہے اور اِیَّاهُمَا تثنیہ ہے اور راجع اور مرجع میں مطابقت ضروری ہے یعنی ہم اس طرح بھی نہیں لا سکتے۔ حَسِبَنِي وَ حَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا تنازع کی ایک صورت حذف بھی ہے یعنی آپ فعل ثانی کے مفعول ثانی کو حذف کردو اور یہ بھی جائز نہیں کیونکہ افعال قلوب کے دو مفعول میں سے کسی ایک کو بھی حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

تو جب اضمار اور حذف دونوں صورتیں جائز نہیں تو ایک آخری صورت رہ گئی ذکر کی تو لامحالہ مفعول ثانی کو ذکر کیا جائے گا عبارت یہ بنے گی۔ حَسِبَنِي وَ حَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا۔

فَصْلٌ مَفْعُوْلٌ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ وَهُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهُ نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَحُكْمُهُ فِيْ تَوْحِيْدِ فِعْلِهِ وَ تَثْنِيَهِ وَ تَذْكِيْرِهِ وَتَانِيْثِهِ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فِي الْفَاعِلِ۔

ترجمہ:...... مفعول مالم یسم فاعلہٗ ہر وہ مفعول ہے کہ حذف کیا گیا ہو اس کے فاعل کو اور قائم مقام بنایا گیا اس کو فاعل کا۔ جیسے ضُرِبَ زَيْدٌ مارا گیا زید' اور حکم اس کے فعل کا واحد تثنیہ جمع اور تذکیر تانیث کا اس قیاس پر ہے جو آپ جان چکے فاعل ہیں۔

تشریح:

مَفْعُوْلٌ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ ...... الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعات کی دوسری قسم مفعول مالم یسم فاعلہٗ کو بیان کیا ہے۔

مفعول مالم یسم فاعلہٗ کی تعریف:

وَ هُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَ اُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهُ کہ مفعول مالم یسم فاعلہٗ ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو فاعل کے قائم مقام بنا دیا گیا ہو اور اس کو نائب فاعل بھی کہا جاتا ہے۔جیسے:

ضُرِبَ زَيْدٌ مارا گیا زید کو۔ یہاں زید معنًا مفعول بہ ہے لیکن اس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کی جگہ ذکر کیا۔

وَحُكْمُهٗ فِيْ تَوْحِيْدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِيَتِهٖ وَتَذْكِيْرِهٖ ......الخ

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول مالم یسم فاعلہٗ کے حکم کو بیان فرمایا ہے کہ فعل کے مفرد تثنیہ جمع اور مذکر مؤنث لانے میں اس کا وہی حکم ہے جو فاعل کا ہے۔ اس کی چند صورتیں بنتی ہیں:

پہلی صورت:

یہ ہے کہ اگر نائب فاعل ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد کا صیغہ لایا جائے گا جیسے: ضُرِبَ زَيْدٌ ضُرِبَ الزَّيْدَانِ ضُرِبَ الزَّيْدُوْنَ

دوسری صورت:

یہ ہے کہ اگر نائب فاعل ظاہر نہ ہو بلکہ فاعل ضمیر لوٹائی جائے تو فاعل واحد کے لیے فعل واحد فاعل تثنیہ اور فاعل جمع کے لیے فعل جمع لایا جائے گا۔ جیسے: زَيْدٌ ضُرِبَ اَلزَّيْدَانِ ضُرِبَا اَلزَّيْدُوْنَ ضُرِبُوْا۔

تیسری صورت:

یہ ہے کہ جب نائب فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور نائب فاعل کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث کا صیغہ لایا جائے گا۔ جیسے: هِنْدٌ ضُرِبَتْ اور ضُرِبَتْ هِنْدٌ۔

چوتھی صورت:

یہ ہے کہ نائب فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور نائب فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں۔ جیسے: ضُرِبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور ضُرِبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ۔

پانچویں صورت:

نائبفاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو بھی نائبفاعل کو دونوں طرح لاسکتے ہیں كُوِّرَ الشَّمْسُ اور كُوِّرَتِ الشَّمْسُ۔

چھٹی صورت:

یہ ہے کہ نائب فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تو اس صورت میں فعل مؤنث لایا جائے گا۔ جیسے: اَلشَّمْسُ كُوِّرَتْ

فَصْلٌ اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمَّى الْمُبْتَدَاء وَالثَّانِيْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْخَبَرُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْعَامِلُ فِيْهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَاءِاَنْ تَكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً وَالنَّكِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدأً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى :وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَكَذَا اِذَا تُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ اٰخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ امرأة وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ وَشَرٌّ اَهَرَّ ذَاناَبٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ۔

ترجمہ:.....مبتدا اور خبر یہ دونوں ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں ان میں سے پہلا مسند الیہ ہے اور اس کا نام رکھا جاتا ہے مبتدا۔ اور دوسرا مسند بہ ہے اس کا نام رکھا جاتا ہے خبر جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اور عامل ان دونوں میں معنوی ہے اور وہ ہے ابتداء۔ اور مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ اور نکرہ کی جب صفت لائی جائے تو وہ مبتدا بن سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور اسی طرح جب کسی وجہ سے نکرہ میں تخصیص آجائے تو بھی مبتدا بن سکتا ہے۔ جیسے اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَةٌ اور وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ اور شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ اور فِي الدَّارِ رَجُلٌ اور سَلَامٌ عَلَيْكَ۔

تشریح:

فَصْلٌ اَلْمُبْتَدَأُ الْخَبَرُ: تیسری فصل مبتدا خبر۔

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعات کی تیسری اور چوتھی قسم مبتدا اور خبر کو بیان فرمایا ہے۔

مبتدا خبر کی تعریف:

اَلْمُبْتَدَأُ الْخَبَرُ هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمَّى الْمُبْتَدَاءَ وَالثَّانِيْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْخَبَرُ۔

مبتدا اور خبر یہ دونوں ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہیں اور ان میں سے پہلے کا نام مبتدا رکھا جاتا ہے اور وہ ہے مسند الیہ اور دوسرا ہے مسند بہ اس کا نام رکھا جاتا ہے خبر جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ کہ اس مثال زَيْدٌ مسند الیہ ہے اور قَائِمٌ مسند ہے۔

فوائد و قیود:

هُمَا اِسْمَانِ: یہ بمنزلہ جنس کے ہے سب اسمائے مرفوعات اس میں شامل ہیں۔

مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ فصل اوّل ہے حروف مشبہ بالفعل سے کیونکہ ان میں عامل لفظی ہوتا ہے۔

اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ یہ مبتدا کی فصل ہے اس کے ذریعے سے خبر کو خارج کر دیا۔ اور مبتدا کی قسم ثانی کو بھی خارج کر دیا۔

وَ الثَّانِي مُسْنَدٌ بِهٖ یہ مبتدا سے فصل ہے اس کے ذریعے سے مبتدا کو نکال دیا گیا جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اس مثال میں زَيْدٌ مبتدا ہے اس کو مسند الیہ بھی کہا جاتا ہے قَائِمٌ یہ خبر ہے اس کو مسند بہ بھی کہا جاتا ہے۔

وَ الْعَامِلُ فِيْهِمَا مَعْنَوِيٌّ هُوَ الْاِبْتِدَاءُ

مبتدا خبر میں عامل کیا چیز ہے اس کے بارے میں (۳) تین قول ہیں۔

(۱) پہلا قول: ...... یہ ہے کہ ان دونوں میں عامل معنوی ہے اور وہ ہے ابتدا۔ یہ بصریین کا مذہب صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس کو ذکر فرمایا ہے اور اسی کو پسند کیا ہے یعنی صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ مبتدا اور خبر میں عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ ہے ابتداء۔

(۲) دوسرا قول: ...... یہ ہے کہ مبتدا کا عامل خبر ہے اور خبر کا عامل مبتدا ہے۔

(۳) تیسرا قول: ...... یہ ہے کہ مبتدا کا عامل ابتدا ہے اور خبر کا عامل مبتدا ہے

وَ اَصْلُ الْمُبْتَدَاءِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَ اَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً

مبتدا خبر کا حکم:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبتدا اور خبر کا حکم بیان کیا ہے کہ مبتدا میں اصل یہ ہے کہ معرفہ

ہو۔ کیونکہ یہ محکوم علیہ ہوتا ہے اس کے ذریعے سے حکم لگایا جاتا ہے۔اور خبر میں اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اس لیے کہ خبر محکوم بہ ہے اس پر حکم لگایا جاتا ہے۔

وَالنَّكِرَةُ إِذَا وُصِفَتْ جَازَ أَنْ تَقَعَ مُبْتَدأً......

اوپر صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مبتدا معرفہ ہوتا ہے اور خبر نکرہ ہوتی ہے۔اور نکرہ کبھی مبتدا نہیں بن سکتی لیکن یہاں چند صورتیں ہیں جس میں اسم نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہے۔اور یہ کل چھ مقامات ہیں:

(۱)۔ اَلنَّكِرَةُ إِذَا وُصِفَتْ جَازَ أَنْ تَقَعَ مُبْتَدَأً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ۔ کہ جب نکرہ کی صفت لائی جائے تو اس میں تخصیص آجانے کی وجہ سے نکرہ مبتدا بن سکتا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ کہ مؤمن غلام بہتر ہے مشرک سے۔اب یہاں عَبْدٌ نکرہ ہے لیکن اگلا جملہ اس کی صفت ہے لہذا یہ موصوف بن کر مبتدا بن سکتا ہے تخصیص کی وجہ سے۔

(۲) وَكَذَا إِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ آخَرَ کہ جب کوئی دوسری وجہ ہو نکرہ کے خاص ہونے کی اس وقت بھی نکرہ مبتدا بن سکتا ہے جیسے أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمْ امْرَأَةٌ گھر میں مرد ہے یا عورت؟ یعنی جب ءَ استفہام اور أَمْ متصلہ کے ذریعے متکلم تعین کو چاہے اس وقت بھی نکرہ مبتدا بن سکتا ہے۔اور مذکورہ مثال میں متکلم کا سوال تعین میں ہے کیونکہ اس کے پاس علم ہے کہ گھر میں کوئی ہے اب کون ہے اس تعیین کے لیے سوال کیا ہے اور اس صورت میں نکرہ مبتدا بن سکتا ہے۔

(۳) وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ اور نہیں ہے کوئی ایک بھی آپ سے بہتر کہتے ہیں کہ جب نکرہ تحت النفی ہو تو اس وقت عموم کا فائدہ دیتا ہے: لِأَنَّ النَّكِرَةَ فِي سِيَاقِ النَّفِي تُفِيْدُ الْعُمُوْمَ۔

(۴)۔ وَشَرٌّ أَهَرَّ ذَا نَابٍ کہ جب نکرہ کی صفت مقدر ہو تو اس وقت بھی نکرہ موصوف بن جانے کی وجہ سے مبتداء بن سکتا ہے جیسے شَرٌّ أَهَرَّ ذَا نَابٍ اصل عبارت اس طرح ہے۔ شَرٌّ عَظِيْمٌ لَا حَقِيْرٌ أَهَرَّ ذَا نَابٍ کہ یہاں صفت عَظِيْمٌ لَا حَقِيْرٌ مقدر ہے یہاں شرٌّ کی جو تنوین ہے یہ تنوین تنکیر ہے یہ صفت عَظِيْمٌ لَا حَقِيْرٌ مقدر پر دلالت کر رہی ہے۔

(۵)۔ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ جب خبر مقدم ہو جیسے وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ قانون ہے: اَلتَّقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ تُفِيْدُ الْحَصْرَ وَالْاِخْتِصَاصَ کہ جس چیز کا مقدم ہونا حق ہو اور اسے مؤخر کیا جائے تو وہ حصر اور اختصاص کا فائدہ

دیتی ہے۔ جیسے: وَفِی الدَّارِ رَجُلٌ یہاں بھی نکرہ مبتدا ہے حصر اور اختصاص کی وجہ سے۔

(۶)۔ وَسَلَامٌ عَلَیْکُمْ وہ صیغہ جو بصورت جملہ اسمیہ ہو یعنی معدول ہوا ہو جملہ اسمیہ سے جملہ فعلیہ کی طرف تو وہ بھی نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا بن سکتا ہے جیسے سَلَامٌ عَلَیْکَ اصل میں یہ اس طرح ہے۔

سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَیْکَ اب یہاں سَلَّمْتُ کو حذف کر دیا اور سَلَامًا کے نصب کو رفع سے تبدیل کیا اس لیے کہ نصب دلالت کرتی ہے حدوث پر اور رفع دلالت کرتا ہے دوام اور استمرار پر اور چونکہ یہ دعا کا موقع ہے اور دعا میں استمرار اور دوام ہی مطلوب ہوتا ہے۔ پس یہ رہ گیا سَلَامٌ عَلَیْکَ سلامتی ہو آپ پر۔

وَاِنْ کَانَ اَحَدُ الْاِسْمَیْنِ مَعْرِفَةً وَالْاٰخَرُ نَکِرَةً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَأً وَالنَّکِرَةَ خَبَرًا اَلْبَتَّةَ کَمَا مَرَّ وَاِنْ کَانَ مَعْرِفَتَیْنِ فَاجْعَلْ اَیَّهُمَا شِئْتَ مُبْتَدَأً وَالْاٰخَرَ خَبَرًا نَحْوُ اَللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰهُنَا وَمُحَمَّدٌ ''صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیُّنَا وَاٰدَمُ'' علیه السلام اَبُوْنَا۔

ترجمہ:......اور اگر دونوں اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو معرفہ کو لازمی طور پر مبتدا بنا دو جیسا کہ گزر چکا اور اگر دونوں معرفہ ہوں تو جس کو چاہو مبتدا بناؤ اور دوسرے کو خبر جیسے اللّٰہ جل جلالہٗ تعالیٰ اِلٰهُنَا اور مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیُّنَا و اٰدَمُ علیہ السلام اَبُوْنَا۔

تشریح:

وَاِنْ کَانَ اَحَدُ الْاِسْمَیْنِ مَعْرِفَةً وَالْاٰخَرُ:......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲ قاعدے بیان فرمائے ہیں۔

پہلا قاعدہ:......وَاِنْ کَانَ اَحَدُ الْاِسْمَیْنِ مَعْرِفَةً......الخ کہ اگر دونوں اسموں میں سے ایک معرفہ اور ایک نکرہ ہو تو حتمی طور پر معرفہ کو مبتداء اور نکرہ کو خبر بنایا جائے گا جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اس مثال میں زید معرفہ ہے تو اس کا مبتداء بنا دیا قَائِمٌ نکرہ تو اس کو خبر بنا دیا۔

دوسرا قاعدہ:......وَاِنْ کَانَ مَعْرِفَتَیْنِ فَاجْعَلْ اَیَّهُمَا شِئْتَ...... کہ اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو جس کو چاہو مبتدا بنا دو لیکن افضل یہ ہے کہ جو مقدم ہے اس کو مبتدا بنا دو جیسے اللّٰہ جل جلالہٗ تعالیٰ اِلٰهُنَا کہ یہ اس طرح افضل

ہے لیکن اِلٰھُنَا اللّٰہ جل جلالہ تعالیٰ کہنا بھی جائز ہے اسی طرح مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیُّنَا محمد ﷺ مبتدا اور نَبِیُّنَا میں نَبِیٌّ مضاف اور نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ اور یہ اس طرح بھی جائز ہے۔ نَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اور اسی طرح تیسری مثال یہ ہے، اٰدَمُ علیہ السلام اَبُوْنَا۔ اس طرح کہ مقدم کو مبتدا بنانا افضل ہے لیکن یہ اس طرح بھی جائز ہے: اَبُوْنَا اٰدَمُ علیہ السلام ان مذکورہ تینوں مثالوں میں مقدم یا مؤخر جس کو بھی مبتدا بنایا جائے التباس کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے

وَقَدْ یَکُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ اَوْ شَرْطِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ اِنْ جَاءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ اَوْ ظَرْفِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ خَلْفَکَ وَ عَمْرٌو فِی الدَّارِ وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَۃٍ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَھِیَ اِسْتَقَرَّ مَثَلًا تَقُوْلُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ تَقْدِیْرُہٗ زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ۔

ترجمہ:...... اور خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ یا جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ یا جملہ شرطیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ اِنْ جَاءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ یا جملہ ظرفیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ خَلْفَکَ اور عَمْرٌو فِی الدَّارِ اور ظرف اکثر کے نزدیک جملہ کا متعلق ہوتا ہے جیسے آپ کہتے ہیں زَیْدٌ فِی الدَّارِ کہ تقدیر اس کی زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ ہے۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرما رہے ہیں کہ اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ خبر مفرد ہوتی ہے لیکن کبھی خبر جملہ بھی ہوا کرتی ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی چار قسمیں بیان کی ہیں: جملہ چار طرح کا ہوتا ہے اور یہ چاروں قسم خبر بن سکتے ہیں۔

پہلی قسم:

وَقَدْ یَکُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً کہ کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوا کرتی ہے جیسے زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ کہ اس مثال میں زَیْدٌ مبتدا ہے اور اَبُوْہُ قَائِمٌ پورا جملہ اسمیہ مبتداء کی خبر ہے۔

دوسری قسم:

اَوْ فِعْلِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ یہ ہے کہ خبر کبھی جملہ فعلیہ بھی ہوا کرتی ہے جیسے زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ کہ اس مثال

میں زَیْدٌ مبتدا ہے اور قَامَ اَبُوْہُ میں قَامَ فعل ہے اَبُوْہُ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل کا فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا کی۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تیسری قسم:

اَوْشَرْطِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اِنْ جَآءَنِیْ فَاَكْرَمْتُہٗ کہ خبر کبھی کبھی جملہ شرطیہ سے بھی ہوا کرتی ہے جیسے زَيْدٌ اِنْ جَآءَنِیْ فَاَكْرَمْتُہٗ کہ اس مثال میں زَیْدٌ مبتدا ہے اور اِنْ جَآءَنِیْ فَاَكْرَمْتُہٗ یہ جملہ شرطیہ یعنی اِنْ حرف شرط۔ جَآءَنِیْ جَآءَ فعل با فاعل ''ن'' وقایہ کا ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ فَاَكْرَمْتُہٗ میں ف جزائیہ اَكْرَمْتُ فعل ہے اَنَا ضمیر واحد متکلم اس کا فاعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول بہ۔ فعل اوّل اپنے فا اور مفعول سے مل کر جملہ شرطیہ اور فعل ثانی اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ جزائیہ۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر زَیْدٌ مبتدا کی خبر۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

چوتھی قسم:

اَوْظَرْفِيَّةً کہ خبر جملہ ظرفیہ بھی ہوتی ہے اور ظرف دو طرح کا ہوتا ہے ظرف زمان۔ ظرف مکان۔

ظرف زمان: جیسے زَیْدٌ خَلْفَكَ اس مثال میں زَیْدٌ مبتدا ہے خَلْفَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر جملہ ظرف زمان ہو کر خبر مبتدا زَیْدٌ کی۔ مبتدا مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ظرف مکان: جیسے عَمْرٌو فِی الدَّارِ اس مثال میں عَمْرٌو مبتدا ہے اور فِی الدَّارِ جار مجرور مل کر ظرف مکان اِسْتَقَرَّ کے متعلق ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ عِنْدَ الْاَكْثَرِ...... الخ

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ظرف کا متعلق بیان کیا ہے کہ ظرف اکثر جملے کے متعلق ہوتا ہے۔ ظرف کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف لغو۔ (۲) ظرف مستقر۔

ظرف لغو: اس کو کہتے ہیں جس کا متعلق لفظوں میں موجود ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا بِالْخَشَبَةِ کہ یہاں متعلق لفظوں میں موجود ہے بِالْخَشَبَةِ متعلق ضرب فعل ہے۔

ظرف مستقر: ظرف مستقر اس کو کہتے ہیں کہ جس کا متعلق لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ مقدر ماننا پڑے۔ اور پھر اس میں اختلاف ہے کہ متعلق جملہ اسمیہ کے ساتھ ہو یا جملہ فعلیہ کے ساتھ۔

بصریین کا مذہب:

یہ ہے کہ متعلق جملہ فعلیہ ہو کیونکہ متعلق اپنے متعلّق میں عمل کرتا ہے۔ اور عمل میں فعل اصل ہے لہٰذا متعلق جملہ فعلیہ میں سے نکالیں گے جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ اور عَمْرٌو فِي الدَّارِ یہاں متعلق جملہ فعلیہ نکالیں گے۔ یہ بصریین کا مذہب ہے اور اسی کو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اسی وجہ سے فرمایا عِنْدَ الْاَكْثَرِ۔ تقدیری عبارت زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ۔ وَ عَمْرٌو اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ۔

کوفیین کا مذہب:

کوفی نحات فرماتے ہیں کہ متعلق جملہ اسمیہ میں سے نکالیں گے۔ یعنی اسم فاعل نکالیں گے تاکہ مبتدا خبر میں موافقت پیدا ہو جائے۔ تقدیری عبارت اس طرح ہو گی: زَيْدٌ ثَابِتٌ فِي الدَّارِ وَ عَمْرٌو ثَابِتٌ فِي الدَّارِ۔

فائدہ:

جہاں بھی ظرف کا متعلق افعال خاصہ میں سے آنے کے لیے کوئی دلیل یا قرینہ موجود ہو تو وہاں افعال خاصہ میں سے اس کا متعلق نکالیں گے جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس کا متعلق اَقْرَأُ ہے اور میں کھا رہا ہوں اس کا متعلق اٰكُلُ میں پی رہا ہوں اس متعلق اَشْرَبُ سے آئے گا یعنی جس فعل کا ذکر ہو چکا ہو خاص اسی فعل سے متعلق نکالیں گے۔

اور جہاں کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہ ہو وہاں افعال عامہ میں سے متعلق نکالیں گے۔ افعال عامہ چار ہیں: (۱) كَوْنٌ (۲) ثُبُوْتٌ۔ (۳) حُصُوْلٌ (۴) وُجُوْدٌ ان چار میں سے کسی کو بھی متعلق نکالیں گے۔

وَلَا بُدَّ فِي الْجُمْلَةِ مِنْ ضَمِيْرٍ يَعُوْدُ اِلَى الْمُبْتَدَاءِ كَالْهَاءِ فِيْ مَا مَرَّ وَيَجُوْزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُوْدِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ السَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ وَالْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتَّيْنَ دِرْهَمًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ لِلْمُبْتَدَاءِ الْوَاحِدِ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ۔

ترجمہ:...... اور ضروری ہے جملے میں ایسی ضمیر کا ہونا جو مبتدا کی طرف لوٹتی ہو جیسے هَا اس میں جو گزر چکا اور جائز ہے اس کا حذف کرنا کسی قرینے کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ دو سیر گھی ایک درہم کے عوض اور اَلْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتَّيْنَ دِرْهَمًا ایک کُر گندم ساٹھ (۶۰) درہم

کے عوض۔ اور کبھی مقدم کیا جاتا ہے خبر کو مبتدا پر جیسے فِی الدَّارِ زَیْدٌ اور اور جائز ہے ایک مبتدا کی بہت ساری خبریں ہونا جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ

تشریح:

وَلَابُدَّ فِی الْجُمْلَۃِ مِنْ ضَمِیْرٍ یَعُوْدُ اِلَی الْمُبْتَدَاءِ......الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس صورت کی وضاحت بیان فرما رہے ہیں کہ جب مبتدا کی خبر جملہ واقع ہو جائے تو یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ جملہ مستقل بِنَفْسِہَا ہوتا ہے اس کا ماقبل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور مبتدا اور خبر میں ربط اور تعلق ہوتا ہے اور جملے اور مبتدا کے اندر بھی ایک ربط اور تعلق پیدا کرنے کے لیے کسی رابط کا ہونا ضروری ہے تا کہ مبتدا کی طرف لوٹنے والی ضمیر اور مبتدا میں ربط پیدا ہو جائے۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ضمیر کو ذکر فرمایا جبکہ ربط کی چند صورتیں ہیں:

ربط کی پہلی صورت:

رابط بشکل ضمیر ہو جیسے زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ اس مثال میں اَبُوْہُ کے اندر جو ہُ ضمیر ہے یہ زَیْدٌ مبتدا اور قَائِمٌ خبر کے درمیان ربط ہے۔

ربط کی دوسری صورت:

یہ ہے کہ ربط بشکل الف لام ہو جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ کہ اس مثال میں الرَّجُلُ میں جو الف لام ہے یہ ربط ہے نِعْمَ اور زَیْدٌ میں۔

تیسری مثال:

یہ ہے کہ ربط بصورت عین مبتدا ہو جیسے قُلْ ہُوَ اللہُ اَحَدٌ کہ یہاں ھُو ربط بھی اور لفظ اللہ کی تفسیر بھی ہے۔

ربط کی چوتھی صورت:

یہ کہ رابط بشکل اسم ظاہر بمقام ضمیر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۂ قارعہ میں اَلْقَارِعَۃُ ۱ مَا الْقَارِعَۃُ ۲ تقدیری عبارت اس طرح ہے اَلْقَارِعَۃُ ۱ مَا ھِیَ اُوپر آیت قرآن میں ھی کی جگہ یعنی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر اَلْقَارِعَۃُ ہے۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُهٗ عِنْدَ وُجُوْدِ قَرِيْنَةٍ...... صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس رابط کا حذف کرنا کسی قرینے کے پائے جانے کے وقت جائز ہے۔ جیسے اَلسَّمَنُ مَنْوَانِ بِدِرْهَمٍ اور اَلْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتَّيْنِ دِرْهَمًا کہ یہاں مِنْهُ، مِنْهُ کو حذف کر دیا گیا ہے اصل میں تھا اَلسَّمَنُ مَنْوَانِ مِنْهُ بِدِرْهَمٍ اور اَلْبُرُّ الْكُرُّ مِنْهُ بِسِتَّيْنِ دِرْهَمًا یہاں ان دونوں مثالوں میں منہ کو حذف کر دیا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں قرینہ موجود ہے اور وہ یہ کہ گھی بیچنے والا گھی کے دام بتا رہا ہے اور گندم بیچنے والا گندم کے دام بتا رہا ہے کسی اور چیز کے تو نہیں۔

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَإِ اور کبھی خبر کو مقدم کرنا بھی جائز ہے یہ قَدْ کی تاکید ہے اور قَدْ تقلیل کے معنی دیتا ہے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبر کو مبتدا پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے فِي الدَّارِ زَيْدٌ اور اگر خبر نکرہ ہو تو اس کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ۔

وَيَجُوْزُ لِلْمُبْتَدَإِ الْوَاحِدِ أَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ.....الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایک مبتدا کی بہت ساری خبریں آسکتی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ خبر حکم کو کہا جاتا ہے اور حکم صفت کو کہا جاتا ہے تو ایک ہی موصوف کی بہت ساری صفات ممکن ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی صفت دوسری صفت کے متضاد نہ ہو خلاف نہ ہو ساری صفات ایک دوسرے کے موافق ہوں کیونکہ جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ جَاهِلٌ۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انسان یا تو عالم ہوگا یا جاہل۔ پس تمام صفات کا موافق ہونا ضروری ہے جیسے: زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ۔ زید مبتداء ہے عالم، فاضل عاقل یہ تمام مبتداء کی خبریں ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا اٰخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَإِ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَا قَائِمُ نِ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمُ نِ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَا قَائِمَانِ الزَّيْدَانِ۔

ترجمہ:......اور جان لیں کہ مبتدا کی دوسری قسم بھی ہے جو مسند الیہ نہیں ہے اور وہ ہے ایسا صیغہ صفت جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے اَقَائِمٌ زَيْدٌ اس شرط کے ساتھ کہ وہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے جیسے مَا قَائِمُ نِ الزَّيْدَانِ اور اَقَائِمُ نِ الزَّيْدَانِ بخلاف مَا قَائِمَانِ الزَّيْدَانِ کے۔

تشریح:

وَ اَعْلَمْ اَنَّ لَھُمْ قِسْمًا اٰخَرَ ......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبتدا کی قسم ثانی کو بیان کیا ہے۔مبتدا کی قسم ثانی بنانے کی وجہ یہ ہے کہ قواعد نحو میں اس کے لیے کوئی عراب نہیں تھا تو نحویین نے اس کو مبتدا والا اعراب دے دیا لَیْسَ مُسْنَدًا اِلَیْہِ یہ فصل ہے مبتداء سے کیونکہ مبتداء مسند الیہ ہوتا ہے۔اور قسم ثانی مسند ہوتی ہے۔

مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف:......وَ ھُوَ صِفَۃٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْیِ.... کہ وہ ایسا صیغہ صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو اس شرط کے ساتھ کہ وہ صیغہ صفت اسم ظاہر میں عمل کرے اور اس کو رفع دے جیسے مَا قَائِمٌ زَیْدٌ أَقَائِمٌ زَیْدٌ

بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْکَ الصِّفَۃُ اِسْمًا ظَاھِرًا نَحْوُ.....الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے صیغۂ صفت کے مبتدا بننے کے لیے شرط کو ذکر فرمایا۔دو شرائط ہیں صیغۂ صفت کے عمل کے لیے۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْیِ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْھَامِ کہ صیغۂ صفت حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ اَنْ تَرْفَعَ تِلْکَ الصِّفَۃُ اِسْمًا ظَاھِرًا کہ وہ صیغۂ صفت جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہے وہ اس اسم ظاہر کو رفع دے۔

دونوں شرطیں پائی جانے کی مثال:

مَا قَائِمٌ زَیْدٌ صیغہ صفت حرف نفی کے بعد۔

اَقَائِمٌ زَیْدٌ صیغہ صفت حرف استفہام کے بعد۔

اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو صیغہ صفت مبتدا نہیں بن سکتا جیسے مَا قَائِمَانِ الزَّیْدَانِ کہ یہاں قَائِمَانِ کا عمل ھُمَا ضمیر میں واقع ہے نہ کہ اسم ظاہر میں۔تو ایک شرط نا پائی جانے کی وجہ سے مبتدا بننے کی صلاحیت ختم ہوگئی اور یہ ھما ضمیر الزَّیْدَانِ کی طرف لوٹ رہی ہے صیغہ صفت نے عمل نہیں کیا اسم ظاہر میں۔

فَصْلٌ خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ اَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَأَ وَيُسَمّٰى اِسْمُ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرُ اِنَّ فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحُكْمُهٗ فِيْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا اَوْ جُمْلَةً اَوْ مَعْرِفَةً اَوْ نَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ اِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِي الظُّرُوْفِ۔

ترجمہ:...... فصل اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر اور اس کے اخوات اَنَّ کَاَنَّ لٰکِنَّ اور لیت اور لَعَلَّ ہیں۔ یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو نصب دیتے ہیں اس کا نام رکھا جاتا اِنَّ کا اسم اور خبر کو رفع دیتے ہیں اس کا نام رکھا جاتا ہے اِنَّ کی خبر۔ پس اِنَّ کی خبر وہ مسند ہوتی ہے اِنَّ کے دخول کے بعد جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور اس کا حکم مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔ اور اِنَّ کی اخبار کو اِنَّ کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں مگر جب ظرف ہو جیسے اِنَّ فِی الدَّارِ زَیْدًا ظرف کے اندر وسعت ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:

فَصْلٌ خَبَرُ اِنَّ وَ اَخَوَاتِهَا...... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعات کی پانچویں ۵ قسم حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں اِنَّ اور اس کے اخوات اور یہ کل چھ ۶ ہیں:

حَقَّقْتَ	ثلاثی ہے بمعنی	اِنَّ	۱
حَقَّقْتَ	ثلاثی ہے بمعنی	اَنَّ	۲
شَبَّهْتَ	رباعی ہے بمعنی	كَاَنَّ	۳
اِسْتَدْرَكْتَ	خماسی ہے بمعنی	لٰكِنَّ	۴
تَمَنَّيْتَ	ثلاثی ہے بمعنی	لَيْتَ	۵
تَرَجَّيْتَ	رباعی ہے بمعنی	لَعَلَّ	۶

یہ حروف معنیٔ فعل پر دلالت کرتے ہیں اسی وجہ سے ان حروف کو حُرُوْفِ مُشَبَّهَہ بِالْفِعْلِ کہا جاتا ہے۔

فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ الْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الاسْمُ.....الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف مشبہ بالفعل کے عمل کو بیان فرما رہے ہیں کہ تَنْصِبُ الْاِسْمَ روف مشبہ بالفعل اسم کونصب دیتے ہیں۔ یعنی مبتدا کونصب دیتے ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے اِنَّ کا اسم اور ترفع الْخَبَرَ یسمّٰی خَبَرَاِنَّ خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے اِنَّ کی خبر جیسے: اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ میں۔

حکم: وَ حُکْمُہٗ فِیْ کَوْنِہٖ مُفْرَدًا اَوْجُمْلَۃً اَوْمَعْرِفَۃً اَوْنَکِرَۃً

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر کے حکم کو بیان فرما رہے ہیں کہ مفرد یا جملہ ہونے میں اور معرفہ یا نکرہ ہونے میں اس کا وہ ہی حکم ہے جو مبتدا کی خبر کا ہے۔ یعنی جس طرح مبتداء کی خبر مفرد آسکتی، اِنَّ کی خبر مفرد بھی آسکتی ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور اسی طرح جیسے مبتدا کی خبر جملہ اسمیہ، فعلیہ شرطیہ ظرفیہ آسکتی ہے اسی طرح اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر بھی آسکتی ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا اِنْ جَآءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ۔ اِنَّ زَیْدًا ابو ہٗ قَائِمٌ، اِنَّ زیدًا فِی الدار اِنَّ زَیْدًا الْمُنْطَلِقٌ۔

وَ لَا یَجُوْزُ تَقْدِیْمُ اَخْبَارِ ھَا عَلٰی اَسْمَائِھَا اِلَّا اِذَا کَانَ ظَرْفًا......الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرق کو بیان فرمایا ہے کہ مبتدا کی خبر میں تقدیم تاخیر جائز ہے لیکن حروف مشبہ بالفعل کے اسم پر حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ جب ظرف واقع ہو۔ جیسے اِنَّ فِی الدَّارِ زَیْدًا کہ یہاں زَیْدًا اسم ہے اور موخر ہے اور فِی الدَّارِ خبر ہے اور مقدم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ فِی الدَّارِ ظرف ہے اور ظرف میں وسعت ہوتی ہے لہٰذا جہاں خبر ظرف واقع ہو وہاں خبر کو مقدم کرنا جائز ہے۔

فَصْلٌ اِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِھَا وَھِیَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَاٰضَ وَعَادَ وَغَدَا وَمَازَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَا فَتِیَ وَمَا انْفَكَّ وَمَا دَامَ وَلَیْسَ فَھٰذِہٖ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَیْضًا عَلَی الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَأَ وَیُسَمّٰی اِسْمُ کَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَیُسَمّٰی خَبَرُ کَانَ۔ فَاِسْمُ کَانَ ھُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْہِ بَعْدَ دُخُوْلِھَا نَحْوُ کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا وَیَجُوْزُ فِی الْکُلِّ تَقْدِیْمُ اَخْبَارِھَا عَلٰی اَسْمَائِھَا نَحْوُ کَانَ قَائِمًا زَیْدٌ وَعَلٰی نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَیْضًا فِی التسعۃ الْاُوَلِ نَحْوُ قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ وَلَا یَجُوْزُ ذٰلِكَ فِیْ۔ مَا فِیْ اَوَّلِہٖ۔ مَا فَلَا یُقَالُ قَائِمًا مَا زَالَ زَیْدٌ وَفِیْ لَیْسَ خِلَافٌ وَبَاقِی الْکَلَامِ فِیْ ھٰذِہِ الْاَفْعَالِ یَجِیْئُ فِی الْقِسْمِ الثَّانِیْ اِنْ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی۔

ترجمہ:......فصل کَانَ اور اس کے اَخَوَات کا اسم اور وہ یہ ہیں :صَارَ اور اَصْبَحَ اور اَمْسٰی اور اَضْحٰی اور ظَلَّ اور بَاتَ اور رَاحَ اور اٰضَ اور عَادَ اور غَدَا اور مَازَالَ اور مَابَرِحَ و مَافَتِیَ اور مَاانْفَکَّ اور مَا دَامَ اور لَیْسَ پس یہ افعال داخل ہوتے ہیں مبتدا اور خبر پر مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور اس کو کان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور اس کو کان کی خبر کہا جاتا ہے۔پس کان کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے ان کے دخول کے بعد جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا اور ان سب میں جائز ہے ان کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جیسے کَانَ قَائِمًا زَیْدٌ اور نفس افعال پر بھی مقدم کرنا جائز ہے ابتدائی نو میں جیسے قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ اور یہ جائز نہیں ان میں جن کے شروع میں ما ہے۔پس نہیں کہا جائے گا قَائِمًا مَازَالَ زَیْدٌ اور لَیْسَ میں اختلاف ہے۔اور باقی ان تمام افعال کی ''تفصیل'' قسم ثانی میں آئے گی ان شاء اللہ تعالٰی۔

تشریح:

فَصْلٌ اِسْمُ كَانَ وَ اَخَوَاتِهَا......الخ

چھٹی فصل کان اور اس کے اخوات کے بیان میں ہے۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فصل میں افعال ناقصہ کے اسم بیان فرمایا ہے۔ افعال ناقصہ کان اور اس کے اخوات ہیں اور یہ سترہ ہیں:

كان۔صَارَ۔امسٰى۔اضحٰى۔ظل۔بات۔راح۔اَضَ۔عاد۔غَدَا اِلٰى آخرہ۔

فَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَيْضًا عَلَى الْمُبْتَدَاِ الْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَاَ......الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ افعال ناقصہ کے عمل کو بیان فرما رہے ہیں کہ یہ افعال بھی حروف مشبہ بالفعل کی طرح مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں اور لیکن یہ مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب۔مبتدا کو رفع دینے کے بعد اس کو کان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو نصب دینے کے بعد اس کو کان کی خبر کہا جاتا ہے۔مرفوع کو کَانَ کا اسم اور منصوب کو کَانَ کی خبر کہا جاتا ہے۔

فَاِسْمُ كَانَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا...... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کان کا اسم مسند الیہ ہوتا المسند الیہ اس میں تمام مسند داخل ہیں بَعْدَ دُخُوْلِهَا کہہ کر صرف کان اور اس کے اخوات مراد لیے باقی سب کو خارج کر دیا۔

افعالِ ناقصہ کا اسم مسند الیہ اور خبر مسند ہوتی ہے۔

وَیَجُوْزُفِی الْکُلِّ تَقْدِیْمُ اَخْبَارِ ھَا عَلٰی اَسْمَائِھَا۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ تمام افعال ناقصہ کی خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے کَانَ قَائِمًا زَیْدٌ زید کھڑا تھا۔

وَ عَلٰی نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَیْضًا فِی اِحْدٰی عَشْرَۃِ الْاَوَّلِ......

اور اسی طرح نفس افعال پر بھی مقدم کرنا جائز ہے ابتدائی ۹ میں۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) کَانَ (۲) صَارَ۔ (۳) اَصْبَحَ (۴) اَمْسٰی۔ (۵) اَضْحٰی (۶) ظَلَّ۔ (۷) بَاتَ۔ (۸) آضَ۔ (۹) رَاحَ۔ (۱۰) عَادَ۔ (۱۱) غَدَا۔

یہ ٹوٹل گیارہ ہیں اور کتاب میں فی التسعۃ الاول یہ کاتب کا سہو ہے۔ ان گیارہ میں نفس افعال پر بھی افعال ناقصہ کی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ ان افعال پر خبر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل کے معنی میں ہے اور فعل عمل میں قوی ہوتا ہے پہلے ہو یا بعد میں ہو فعل ناقص عمل کرتا ہے جیسے قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ میں کَانَ ز افعال ناقصہ زَیْدٌ اس کا اسم ہے قَائِمًا اس کی خبر ہے۔

وَ لَا یَجُوْزُ ذٰلِکَ فِیْ مَا اَوَّلُہٗ مَا اور جن افعال ناقصہ کے شروع میں مَا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) مَازَالَ (۲) مَابَرِحَ (۳) مَافَتِیَٔ (۴) مَاانْفَکَّ (۵) مَادَامَ۔

ان افعال میں خبر کو نفس افعال پر مقدم کرنا جائز نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ مَا نافیہ ہو یا مَا مصدریہ ہو دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں صدارت فوت ہو جائے گی اگر ہم ان افعال ناقصہ کی خبر کو نفس افعال پر مقدم کریں گے لہٰذا یہ نہیں کہا جائے گا قَائِمًا مَازَالَ زَیْدٌ بلکہ اس طرح کہا جائے گا مَازَالَ زَیْدٌ قَائِمًا اور یہ اس طرح بھی جائز ہے کہ مَازَالَ قَائِمًا زَیْدٌ اور مَادَامَ نَائِمًا زَیْدٌ وغیرہ۔ یعنی تقدیم خبر علی الاسم۔

وَفِیْ لَیْسَ خِلَافٌ: اس چھوٹی سی عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے امام سیبویہ اور جمہور نحویین کے درمیان اختلاف کو ذکر فرمایا ہے۔ امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَیْسَ ان افعال کی طرح ہے مَا جن کے شروع میں داخل ہے۔ لہٰذا اس پر بھی اس کی خبر کو مقدم نہیں کیا جائے گا۔ قَائِمًا لَیْسَ زَیْدٌ جائز نہیں۔ امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ لَیْسَ بھی مَا والے افعال کی طرح نفی پر دلالت کرتا ہے لہٰذا حکم اور عمل بھی ایک جیسا ہو گا۔

جمہور نحات:

جمہور نحویین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَیْسَ یہ عمل اور حکم میں کَانَ صَارَ اَصْبَحَ وغیرہ کی طرح ہے لہٰذا اس پر اس

کی خبر کو مقدم کرنا جائز کہا جائے گا قَائِمًا لَيْسَ زَيْدٌ ۔نفس فعل پر یہاں بھی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے شروع کے (۱۱) گیارہ افعال کی طرح۔

امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کو جواب:

جمہور نحویین رحمہم اللہ امام سیبویہ کو جواب یہ دیتے ہیں کہ بھئی آپ نے جو فرمایا کہ لَيْسَ ان افعال کی طرح ہے جن کے شروع میں مَا ہے اس وجہ سے نفی کے معنی دیتا ہے۔یعنی نفی کے معنی کی وجہ سے مَا والے افعال کے ساتھ مشابہت ہے۔تو ہماری گزارش یہ ہے کہ بھئی لَيْسَ کا عمل افعال ناقصہ کی وجہ سے ہے نہ کہ مَا نافیہ کی وجہ سے لہٰذا اس کی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے۔

مَا وَلَا اَلْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَهُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ وَ يَخْتَصُّ لَا بِالنَّكِرَةِ وَيَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَةِ وَالنَّكِرَةِ فَصْلٌ خَبَرُ لَا لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ لَا رَجُلَ قَائِمٌ۔

ترجمہ:......فصل مَا اور لَا جو مشابہ ہیں لیس کے ان کے بیان میں۔ اور وہ مسند الیہ ہوتا ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا اور لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ اور لا خاص ہے نکرہ کے ساتھ اور مَا عام ہے معرفہ اور نکرہ کے ساتھ۔
فصل لا برائے نفی جنس کے بیان میں۔ اور وہ مسند الیہ ہوتا ہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لَا رَجُلَ قَائِمٌ ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعات کی ساتویں اور آٹھویں قسم کو بیان فرمایا ہے۔
مرفوعات کی ساتویں قسم مَا اور لَا کے بیان میں ہے جو مشابہ ہیں لَيْسَ کے۔
مَا وَ لَا کی لَيْسَ کے ساتھ دو۲ طرح کی مشابہت ہے:
(۱)...... یہ کہ جس طرح لَيْسَ میں نفی کے معنی ہیں اسی طرح مَا وَ لَا میں بھی نفی کے معنی ہیں۔
(۲)...... یہ کہ جس طرح لَيْسَ مبتدا خبر پر داخل ہوتا ہے اسی طرح مَا وَ لَا بھی مبتدا خبر پر داخل ہوتے

ہیں۔

مَا وَلَا کے دخول کے بعد مسند الیہ کو ان کا اسم کہا جاتا ہے اور مسند کو ان کی خبر کہا جاتا ہے۔ جیسے مَا زَیْدٌ قَائِمًا اور لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ ان دونوں مثالوں میں سے پہلی مثال میں زَیْدٌ اسم ہے مَا کا اور قَائِمًا خبر ہے۔ اور دوسری مثال میں رَجُلٌ اسم ہے لَا کا اور اَفْضَلَ مِنْکَ خبر ہے۔

وَیَخْتَصُّ لَا بِالنَّکِرَۃِ وَیَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَۃِ وَالنَّکِرَۃِ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مَا اور لَا کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے۔

مَا اور لَا کے درمیان تین طرح کا فرق بیان فرمایا ہے:

(۱)......وَیَخْتَصُّ لَا بِالنَّکِرَۃِ وَیَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَۃِ لا خاص ہے نکرہ کے ساتھ اور مَا عام ہے معرفہ نکرہ دونوں کے لیے۔

(۲)......دوسرا فرق یہ ہے کہ مَا حال کی نفی کرتا ہے اور لا مطلق نفی کرتا ہے۔

(۳)......تیسرا فرق یہ ہے کہ مَا کی خبر پر ''ب'' داخل ہوتی ہے اور لَا کی خبر پر ''ب'' داخل نہیں ہوتی۔ یہ جائز ہی نہیں۔

فَصْلٌ خَبَرُ لَا لِنَفْیِ الْجِنْسِ......الخ یہ فصل ہے لانفی جنس کے بیان میں۔ مرفوعات کی آٹھویں قسم لا برائے نفی جنس ہے مسند الیہ کو اس کا اسم کہا جاتا ہے اس کے دخول کے بعد اور مسند کو اس کی خبر کہا جاتا ہے۔ اور لا برائے نفی جنس سے مراد وہ لا ہے جو نفی کرے جنس کی جیسے: لَا رَجُلٌ قَائِمٌ۔ لانفی جنس رجل اسم کا قَائِمٌ اس کی خبر۔

اعتراض:

یہ ہوتا ہے کہ لا برائے نفی جنس سے مراد وہ لا ہے جو جنس کی نفی کرے اور اوپر مثال میں تو جنس کی نفی نہیں ہے لَا رَجُلَ قَائِمٌ یہاں تو صفت قیام کی نفی ہے نہ کہ جنس مرد کی؟ مثال اور ممثل لہٗ موافق نہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ تعریف میں شق محذوف ہے اصل تعریف اس طرح خَبَرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ صِفَۃِ الْجِنْسِ کہ ایسی لا جو صفت جنس یعنی صفت کی نفی پر دلالت کرے اب تو مثال اور ممثل لہٗ میں موافقت پیدا ہوگئی کیونکہ یہاں مثال میں بھی صفت قیام کی نفی ہے اور یہی مقصود ہے لا برائے نفی جنس میں۔

المقصد الثاني في المنصوبات

اَلْاَسْمَآءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَا عَشَرَ قِسْمًا اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَبِهٖ وَفِيْهِ وَلَهٗ وَمَعَهٗ وَالْحَالُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالْمُسْتَثْنٰى وَاِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَخَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَخَبَرَ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ۔

ترجمہ:...... اسمائے منصوبہ بارہ ہیں۔ مفعول مطلق اور مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ اور حال اور تمیز اور مستثنیٰ اور اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر اور کَانَ اور اس کے اخوات کا اسم اور منصوب لا برائے نفیٔ جنس کا اور مَا لا کی خبر جو مشابہ ہے لیس کے۔

تشریح:

اَلْاَسْمَآءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَا عَشَرَ قِسْمًا ......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مقصد منصوبات کو بیان فرمایا۔ منصوبات یہ جمع ہے منصوبٌ کی اس کی تفصیل پیچھے مرفوعات کے ضمن میں گزر چکی۔ مرفوعات کے ضمن میں دیکھ لی جائے۔

منصوبات کی تعریف

منصوب کی تعریف:

منصوب وہ اسم ہے جس میں علامت مفعول پائی جائے۔ علامت مفعول (۴) چار ہیں: (۱) فتحہ (۲) کسرہ (۳) الف (۴) ی یہ مفعول کی علامات ہیں:

اَلْاَسْمَآءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَا عَشَرَ قِسْمًا مرفوعات کی (۱۲) بارہ قسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱	مفعول مطلق	۷	تمیز
۲	مفعول بہ	۸	مستثنیٰ
۳	مفعول فیہ	۹	ان اور اس کے اخوات کا اسم
۴	مفعول لہٗ	۱۰	کان اور اس کے اخوات کی خبر

۵	مفعول معہٗ	۱۱	منصوب لا برائے نفی جنس کا
۶	حال	۱۲	مَا و لَا کی خبر جو مشابہ ہیں لیس کے

وَالْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِی لِنَفْیِ الْجِنْسِ.... صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں فرمایا کہ لائے نفی جنس کا منصوب وجہ اس کی یہ ہے کہ لائے نفی جنس کی خبر کبھی مرفوع ہوتی ہے کبھی منصوب۔ تو جہاں اس کی خبر مرفوع ہو وہاں یہ مرفوعات میں سے ہوگا اور جہاں اس کی خبر منصوب ہوگی وہاں منصوبات میں شمار کیا جائے گا۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَّذْكُوْرٍ قَبْلَهٗ وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيْدِ كَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ اَوْ لِبَيَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ وَيَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَيْرَ مَقْدَمٍ اَیْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقْيًا وَشُكْرًا وَحَمْدًا وَرَعْيًا اَیْ سَقَاكَ اللهُ سَقْيًا وَشَكَرْتُكَ شُكْرًا وَحَمِدْتُكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللهُ رَعْيًا۔

ترجمہ:...... پہلی فصل مفعول مطلق کے بیان میں ہے اور مفعول مطلق ایسا مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔ اور یہ تاکید کے لیے ذکر کیا جاتا ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا یا بیان نوع کے لیے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ یا بیان عدد کے لیے جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ اور یہ فعل مذکور کے علاوہ لفظ سے بھی مفعول مطلق آسکتا ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا اور اَنْبَتَ نَبَاتًا اور کبھی اس کے فعل کو کسی قرینے کے پائے جانے کی وجہ سے جوازًا حذف کیا جاتا ہے جیسے تیرا کہنا آنے والے سے خَيْرَ مَقْدَمٍ یعنی قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ اور وجوبی طور پر سماعی میں جیسے سَقْيًا اور شُكْرًا اور حَمْدًا اور رَعْيًا یعنی سَقَاكَ اللهُ سَقْيًا اور شَكَرْتُكَ شُكْرًا اور حَمِدْتُكَ حَمْدًا اور رَعَاكَ اللهُ رَعْيًا۔

تشریح:

پہلی فصل اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ مفعول مطلق کے بیان میں ہے یہ یاد رکھیں کہ تمام منصوبات میں اصل صرف

مفاعیل خمسہ ہیں۔(۱) مفعول مطلق۔(۲) مفعول بہ(۳) مفعول فیہ۔(۴) مفعول لہٗ۔(۵) مفعول معہٗ۔ اور ان پانچ مفعولوں میں سے اصل مفعول مطلق ہی ہے کیونکہ اس پر بغیر کسی قید اور شرط کے مفعول کے احکام جاری ہوتے ہیں اسی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

مفعول مطلق کی تعریف مع فوائد و قیود:

اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ هُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَّذْكُوْرٍ...... کہ مفعول مطلق وہ ایسا مصدر ہے جو فعل مذکور کے بعد واقع ہو۔ اور وہ ایسا مصدر تاکید کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں نے مارا مارنا۔ مفعول مطلق اسی مصدر کو کہتے ہیں جو فعل مذکور کے بعد واقع ہو اور اسی فعل کے معنی میں ہو۔

اس کی تعریف میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا هُوَ مَصْدَرٌ یہ جنس کے مرتبے میں ہے تمام مصادر اس کے اندر داخل ہیں آگے فرمایا بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَّذْكُوْرٍ یہ دوسری فصل ہے اس کے ذریعے مفعول مطلق کے سِوا تمام مفاعیل کو خارج کر دیا گیا۔ کیونکہ باقی مفاعیل فعل مذکور کے معنی میں نہیں ہوتے۔

مفعول مطلق سے پہلے فعل خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً:

دونوں صورتوں میں مفعول مطلق بنے گا۔

مفعول مطلق کا حقیقتاً فعل مذکور ہو جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا

یا مفعول مطلق کا فعل مذکور ما قَبْلَہٗ حکمی طور پر موجود ہو۔ جیسے: فَضَرْبَ الرِّقَابِ کہ اس کی تقدیری عبارت اس طرح ہے اِضْرِبُوْا ضَرْبَ الرِّقَابِ۔

هُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَّذْكُوْرٍ...... صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دو شرائط ذکر کی ہیں کہ مفعول مطلق کے استعمال کے لیے دو شرطیں ہیں: (۱) یہ کہ وہ مصدر فعل کے بعد واقع ہو۔ (۲) یہ کہ اسی فعل کے معنی میں ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا

وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيْدِ كَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ..... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول مطلق کے تینؔ معانی ذکر کیے ہیں کہ یا تو یہ تاکید کے لیے آئے گا جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں نے مارا، مارنا۔ کہ یہاں مفعول مطلق تاکید بیان کر رہا ہے۔

(۲) یہ کہ نوع کے لیے۔ یعنی یہ بیان کرے کہ فعل کس قسم کا ہے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِئِ میں بیٹھا

قاری کی طرح بیٹھنا۔

(۳) یہ کہ بیان عدد کے لیے ہو جیسے جَلَسْتُ جَلْسَۃً اَوْ جَلْسَتَیْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ۔ میں بیٹھا ایک، دو یا کئی دفعہ بیٹھا۔

فائدہ:

مفعول مطلق جب تاکید کے لیے آتا ہے تو اس کی تثنیہ اور جمع نہیں آتی اور جب بیان نوع یا بیان عدد کے لیے آتا ہے تو اس کی تثنیہ جمع آسکتی ہے۔

وَیَکُوْنُ مِنْ غَیْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْکُوْرِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا.....الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفعول مطلق کبھی فعل مذکور کے علاوہ سے بھی آتا ہے۔ یعنی مادہ الگ ہو لیکن معنی فعل مذکور اور مفعول مطلق کا ایک ہی ہو اور یہ مغایرت دو طرح سے ہوتی ہے:

(۱)......مغایرت فِی الْمَادَۃِ

(۲)......مغایرت فِی الْبَابِ

(۱)......مغایرت فِی الْمَادَۃِ جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا کہ یہاں جُلُوْسًا مفعول مطلق ہے قَعَدت کا مادہ الگ الگ ہے لیکن معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

(۲)......مغایرت فِی الْبَابِ جیسے اَنْبَتَ نَبَاتًا کہ یہاں نَبَاتًا مفعول مطلق ہے اَنْبَتَ فعل مذکور کا۔ اور اَنْبَتَ باب افعال سے ہے اور نَبَاتًا باب نصر سے ہے۔ باب دونوں کا الگ ہے لیکن معنی ایک ہے۔

وَقَدْ یُحْذَفُ فِعْلُہٗ لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ جَوَازًا: اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو کسی قرینے کی وجہ سے حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص آئے تو آپ اس کی آمد پر کہیں خَیْرَ مَقْدَمٍ آپ کا آنا بہترین ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے کہ: قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ۔

اب یہاں پر قَدِمْتَ قُدُوْمًا کو حذف کر کے صرف خَیْرَ مَقْدَمٍ کو ذکر کیا اور یہاں پر قرینہ موجود ہے۔ قرینۂ حالیہ موجود ہے اور وہ ہے آنے والے کا آنا اور آپ کا اس سے کہنا۔

ایک اعتراض اور جواب:

اعتراض یہ ہوتا ہے کہ خَيْرَ مَقْدَمٍ یہ تو خیر اسم تفضیل ہے مفعول مطلق کیسے بنا حالانکہ مفعول مطلق تو مصدر ہوتا ہے؟۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں خَيْرَ جو ہے یہ یہ قُدُوْمًا موصوف محذوف کی صفت ہے اور جب موصوف مفعول مطلق بن سکتا ہے تو صفت بھی مفعول مطلق بن سکتی ہے۔

یا دوسرا جواب یہ ہے کہ خیر مضاف ہے مقدمٍ مصدر میمی کی طرف تو یہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مطلق بن سکتے ہیں۔

وَوُجُوْبًا سَمَاعًا: اور چار مقامات صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ذکر کیے ہیں جہاں سماعا واجب ہے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا۔ سماعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی دلیل موجود نہیں فعل کے حذف کرنے پر پس ہم نے اہلِ عرب سے ان مقامات پر فعل کا حذف سنا تو ہم نے بھی ان کی طرح حذف کرنا شروع کر دیا۔ چار مقامات یہ ہے: سَقْيًا شُكْرًا حَمْدًا رَعْيًا۔

کہ اصل عبارت اس طرح ہے:

پہلی مثال: سَقْيًا اَیْ سَقَاکَ اللّٰہُ سَقْيًا

دوسری مثال: شُكْرًا اَیْ شَكَرْتُكَ شُكْرًا

تیسری مثال: حَمْدًا اَیْ حَمِدْتُكَ حَمْدًا

چوتھی مثال: رَعْيًا اَیْ رَعَاکَ اللّٰہُ رَعْيًا

فَصْلُ اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَهُوَ اِسْمٌ مَاوَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سِمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَءً وَنَفْسَهٗ وَاِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاَهْلًا وَّسَهْلًا وَالْبَوَاقِيْ قِيَاسِيَةٌ الثانی اَلتَّحْذِيْرُ وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا مِّمَّا بَعْدَهٗ نَحْوُ اِيَّاكَ وَالْاَسَدَ اَصْلُهٗ اِتَّقِكَ وَالْاَسَدَ اَوْ ذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مُكَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِيْقُ الطَّرِيْقُ۔

ترجمہ:......دوسری فصل مفعول بہ اور وہ ایسا اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا "مارا زید نے عمر کو" اور کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے ضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ "مارا عمر کو زید نے" اور کبھی اس کے فعل کو کسی قرینے کے پائے جانے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جواز جیسے زَيْدًا اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ أَضْرِبُ۔ اور وجوبًا چار مقامات پر اس کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے ،ان میں سے پہلا سماعی ہے جیسے اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ "چھوڑ اس کو اور اس کے نفس کو" اور وَاِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ "باز آجاؤ تمہارے لیے بہتر ہے" اور وَاَهْلًا وَسَهْلًا اور باقی قیاس ہیں۔ "دوسرا مقام" تحذیر ہے اور وہ اِتَّقِ مقدر کا معمول ہے کہ ڈرانا اس چیز سے جو اس کے بعد ہے جیسے اِيَّاكَ وَالْاَسَدَ یہ اصل میں تھا اِتَّقِكَ وَالْاَسَدَ ہے یا محذر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے جیسے اَلطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ

تشریح:

منصوبات میں سے دوسرا منصوب مفعول بہ ہے۔

مفعول بہ کی تعریف:

وَهُوَ اسْمُ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ...... کہ مفعول بہ وہ ایسا اسم ہے کہ فاعل کا فعل اس پر واقع ہو۔

فوائد و قیود:

مفعول بہ کی تعریف میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا هُوَ اسْمٌ اس میں تمام اسمائے منصوبات داخل تھے۔ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ یہ فصل ہے اس کے ذریعے مفعول بہ کے سوا تمام کو خارج کردیا گیا کیونکہ باقی منصوبات میں فاعل کا فعل واقع نہیں ہوتا کسی اسم پر۔ جیسے مثال یہ ہے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا۔

ضَرَبَ فعل زَيْدٌ فاعل عَمْرًا مفعول بہ ہے۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ...... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کرنے کو بیان کیا ہے کہ کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم ہوتا ہے لیکن اگر التباس کا خوف ہو تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا کو ضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ پڑھنا۔

مثال مذکور میں التباس کا خوف نہیں لہٰذا مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے اور جہاں التباس کا خوف ہو تو وہاں واجب ہے فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا جیسے : (۱) ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی۔ ضَرَبَ فعل مُوْسٰی فاعل عِیْسٰی مفعول بہ۔

اس مثال میں فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور ہیں دونوں کے اعراب ایک جیسے ہیں۔ التباس کا خوف ہونے کی وجہ سے فاعل کو مقدم کیا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفعول بہ کے فعل کو کبھی حذف کیا جاتا ہے کسی قرینے کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے زَيْدًا اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ أَضْرِبُ ''میں کسی کو ماروں؟'' بصیغۂ متکلم تو اس کو صرف یہ کہہ دیجیے زَيْدًا کافی ہے یہ کہنا اضْرِبْ زَيْدًا یعنی دوبارہ فعل کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہاں فعل کے حذف پر قرینہ موجود ہے متکلم کا کلام۔ جس کو قرینہ مقالیہ کہتے ہیں۔

وَوُجُوْبًا فِيْ أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار مقامات ایسے ہیں جہاں مفعول بہ کے فعل کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے۔

اَلْأَوَّلُ سَمَاعِيٌّ: ان چار مواضع میں سے پہلا سماعی ہے سماعی کی تعریف پہلے بھی گزر چکی ہے کہ ہم نے صرف اہل عرب سے سنا ہے باقی کوئی مستقل دلیل موجود نہیں ہے ان تین مثالیں جو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی ہیں وہ تینوں میں ہم نے اہلِ عرب سے اسی طرح سُنا ہے کہ وہ مفعول بہ کے فعل کو حذف کرتے ہیں تو ہم نے بھی حذف کیا تین مثالیں یہ ہیں:

پہلی مثال:

اِمْرَءً وَنَفْسَهٗ چھوڑ دو اس کے نفس کو اور اس کو تقدیری عبارت اس کی اس طرح ہے۔ أُتْرُكْ اِمْرَءً وَنَفْسَهٗ کہ یہاں أُتْرُكْ فعل کو وجوبا حذف کیا ہے۔

دوسری مثال:

اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ نصاریٰ کو خطاب ہے کہ باز آجاؤ تمہارے لیے بہتر ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تین خداؤں کے قائل تھے جس کو اقالیم ثلاثہ کہا جاتا ہے۔

ایک اللہ پاک۔ باپ کے مرتبے میں۔

دوسری حضرت مریم علیہا السلام ماں کے مرتبے میں۔

تیسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹے کے مرتبے میں۔

نعوذ باللہ۔ العیاذ باللہ۔ معاذ اللہ۔

ان لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے اس آیت مبارکہ میں اصل عبارت اس طرح ہے۔

اِنْتَهُوْا يَامَعْشَرَ النَّصَارىٰ عَنِ التَّثْلِيْثِ وَاقْصُدُوا التَّوْحِيْدَ خَيْرًا لَّكُمْ:

کہ اے نصاریٰ کی جماعت باز آجاؤ۔ رُک جاؤ۔ تثلیث سے اور توحید کا قصد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

یہاں اِقْصُدُوْا کو حذف کیا گیا ہے خَيْرًا لَّكُمْ اس کا مفعول بہ ہے۔

تیسری مثال:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری مثال اَهْلًا وَّسَهْلًا ذکر کی ہے جیسے آپ کسی آنے والے کو اس کی آمد پر اطمیان دلانے کے لیے اور اس کو خوش کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ اَهْلًا وَّسَهْلًا اصل اس کی عبارت اس طرح ہے کہ: اَتَيْتَ اَهْلًا وَّ وَطَئْتَ سَهْلًا آپ اپنوں میں آئے ہیں آپ شناسہ لوگوں میں آئے ہیں اور آپ نے نرم خوشگوار زمین کو روندا۔ یہاں اَتَيْتَ اور وَطَئْتَ فعل وجوبًا محذوف ہیں اور اَهْلًا سَهْلًا ان کا مفعول بہ ہے۔

وَ اَلْبَوَاقِيْ قِيَاسِيَّةٌ اور باقی تین مقام قیاسی ہیں ان میں سے پہلا مقام اور مجموعی طور پر دوسرا مقام یہ ہے۔

التحذیر:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف کو ذکر فرمایا ہے اور تعریف کی دو شقیں ہیں:

پہلی شق:

اَلتَّحْذِيْرُ هُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا مِّمَّا بَعْدَهٗ نَحْوُ اِيَّاكَ وَ الْاَسَدَ اَصْلُهٗ اِتَّقِكَ وَ الْاَسَدَ

وہ اِتَّقِ کی تقدیر کا ایسا معمول ہے جس کو ما بعد سے ڈرایا جائے جیسے اِيَّاكَ وَ الْاَسَدَ بچا اپنے آپ کو شیر سے کہ کہ اصل میں یہ اِتَّقِكَ وَ الْاَسَدَ تھا ضمیر منصوب متصل کو ہٹا کر ضمیر منصوب منفصل اِيَّاكَ کو ذکر کیا۔

تعریف کی دوسری شق:

اَلتَّحْذِيْرُ هُوَ ذِكْرُ الْمُحَذَّرِ مُكَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ......صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف کی دوسری شق

یہ بیان فرمائی ہے کہ محذر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے۔عربی زبان میں اَلتَّحْذِیْر کہتے ہیں ڈارنے کو اور مُحَذِّر کہتے ہیں ڈرانے والے کو اسم فاعل۔ اور مُحَذَّر اسم مفعول کہتے ہیں جس کو ڈرایا جائے اور مُحَذَّرمِنْہُ اس کو کہتے ہیں جس چیز سے ڈرایا جائے۔

یہاں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَوْذُکِرَالْمُحَذَّرُمُکَرَّرًا بطور تحذیر محذر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے تنگیٔ وقت کی وجہ سے جیسے الطَّرِیْقُ الطَّرِیْقُ اصل میں یہ اِتَّقِ الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ تھا۔کہ اگر ہم پورا جملہ کہیں گے تو کیا پتہ شیر اس مخاطب پر حملہ آور ہو جائے یا راستے میں جس چیز سے ڈرایا جارہا ہے اس کا نقصان پہنچ جائے اس لیے تنگیٔ وقت کی وجہ سے دونوں مثالوں میں ہم نے فعل کو بطورِ قیاس کے حذف کیا ہے باقاعدہ دلیل موجود ہے۔تنگیٔ وقت ،سماعاً حذف نہیں کیا۔جس طرح ہمارے ہاں بھی اگر سانپ نظر آجائے تو ہم بھی صرف اتنا کہتے ہیں سانپ سانپ یہ نہیں کہتے کہ سانپ سے بچو سانپ سے بچو کیونکہ تنگیٔ وقت کی بناء پر ہم فعل کو حذف کر دیتے ہیں۔

اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ وَھُوَ کُلُّ اِسْمٍ بَعْدَہٗ فِعْلٌ اَوْ شبھہ یشتغل ذٰلِکَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ بِضَمِیْرِہٖ اَوْ مُتَعَلِّقِہٖ بِحَیْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَیْہِ اَوْ ھُوَ مُنَاسِبُہٗ لَنَصَبَہٗ نَحْوُ زَیْدًا ضَرَبْتُہٗ فَاِنَّ زَیْدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ مُضْمَرٍ وَھُوَ ضَرَبْتُ یُفَسِّرُہُ الْمَذْکُوْرُ بَعْدَہٗ وَھُوَ ضَرَبْتُہٗ وَلِھٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ کَثِیْرَۃٌ۔

ترجمہ:......تیسرا مقام مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ اور ہر وہ ایسا اسم ہے کہ اس کے بعد فعل ہو یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے یا اس کے متعلق میں اس حیثیت سے کہ اگر مسلط کر دیا جائے اس فعل کو یا اس کے مناسب کو اس اسم پر تو وہ اسے نصب دے گا جیسے زَیْدًا ضَرَبْتُہٗ کیونکہ زَیْدًا منصوب ہے فعل محذوف مضمر کا اور وہ ہے ضَرَبْتُ بعد والا فعل اس کی تفسیر کر رہا ہے اور وہ ضَرَبْتُہٗ ہے اور اس باب کی بہت سارے فروع ہیں۔

تشریح:

ان چار مقامات میں سے جہاں فعل کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے۔تیسرا مقام مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ ہے۔

مَاأُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ کی تعریف:

وَ هُوَاسْمٌ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْشِبْهُهٗ يَشْتَغِلُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِهٖ اَوْمُتَعَلَّقِهٖ بِحَيْثُ لَوْسُلِّطَ عَلَيْهِ اَوْهُوَمُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ نَحْوُزَيْدًا ضَرَبْتُهٗ

تعریف کا خلاصہ:

کہ اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اس حیثیت سے کہ اگر اس فعل کو اس اسم پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کو نصب دے گا جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ۔ تقدیری عبارت ضَرَبْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ فعل کی مثال ہے۔

شبہ فعل کی مثال زَيْدًا اَنْتَ ضَارِبُهٗ تقدیر اس طرح ہے اَنْتَ ضَارِبٌ زَيْدًا ضَارِبُهٗ۔

فوائد و قیود:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف میں فرمایا وَ هُوَ كُلُّ اسْمٍ بمنزلہ جنس کے ہے تمام اسماء داخل ہیں لیکن آگے فرمایا: بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْشِبْهُهٗ ہے اس سے وہ اسماء خارج ہو گئے جن کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں ہوتا جیسے زَيْدٌ اَبُوْكَ يشتغل ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ دوسری فصل ہے اور بِحَيْثُ لَوْسُلِّطَ عَلَيْهِ لَنَصَبَهٗ تیسری فصل ہے اس سے اس فعل کو نکال دیا جو نصب نہ دیتا ہو جیسے ضُرِبَ زَيْدٌ۔

عمل کے اعتبار سے مَاأُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ کی چار صورتیں بنتی ہیں:

پہلی صورت:

○ هُوَ كُلُّ اسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْيشتغل ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِهٖ ۔ الخ کہ ہر وہ ایسا اسم ہے کہ اس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو۔ اور وہ فعل اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اس حیثیت سے کہ اگر اس فعل کو اس اسم پر مقدم کر دیا جائے، مسلط کر دیا جائے تو وہ فعل اس اسم کو نصب دے جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ یہاں ضَرَبْتُهٗ میں یعنی زَيْدًا میں عمل نہیں کر رہا بلکہ اس کی ضمیر میں عمل کر رہا ہے اور اگر ہم اس کو اسم پر مسلط کر دیں تو عبارت اس طرح ہوگی ضَرَبْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ یہاں جو پہلا فعل ہے ضَرَبْتُ مُفَسَّر ہے اور بعد والا فعل ضَرَبْتُهٗ مُفسِّر اس کی تفسیر ہے۔ اب ہم پہلے والے فعل کو جو مُفَسَّر ہے وجوبًا حذف کر رہے ہیں کیونکہ ایک ہی جملے میں مُفَسَّر اور مُفَسِّر کا اجتماع جائز نہیں ہے۔

دوسری صورت:

وَھُوَکُلُّ اسْمٍ بَعْدَہٗ شِبْہُہٗ یعنی ہر وہ ایسا اسم جس کے بعد شبہ فعل ہو اور وہ اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اور اگر مسلط کر دیا جائے اس شبہ فعل کو اس اسم پر تو وہ شبہ فعل اسے نصب دے گا جیسے زَیْدًا اَنْتَ ضَارِبُہٗ کہ اصل میں یہ اس طرح ہے اَنْتَ ضَارِبٌ زَیْدًا ضَارِبُہٗ یہاں پہلا شبہ فعل مُفَسَّر ہے اور دوسرا اس کی تفسیر ہے اور ایک ہی جملے میں مفسّر اور مُفَسِّر دونوں جمع نہیں ہو سکتے لہٰذا پہلے شبہ فعل کو حذف کر دیا وجوبًا۔

تیسری صورت:

اَوْھُوَمُنَاسِبٌ لِنَصَبَہٗ.....الخ یا فعل کے مناسب کو اس اسم پر مسلّط کر دیا جائے جو اس اسم کو نصب دے۔
مناسب فعل کی دو صورتیں ہیں: (۱) مناسب لازم (۲) مناسب مترادف۔
مناسب مترادف سے مراد وہ فعل ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو جیسے زَیْدًا مَرَرْتُ بِہٖ اس مثال میں اگر ہم مررت فعل کو اسم پر مسلط کر دیں تو وہ اس کو نصب نہیں دے گا، اس لیے مررت فعل کے مناسب مترادف جاوزت کو اس پر مسلط کر دیا تو عبارت یہ بنی جاوزت زیدا مررت بہٖ۔

چوتھی صورت:

مناسب لازم سے مراد وہ فعل ہے جو فعل مذکور کے معنی میں نہ ہو لیکن فعل مذکور کے معنی کے لیے لازم ہو جیسے زیدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ اس مثال میں ضَربتُ کو زیدًا پر مسلط نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے معنی مطلوب حاصل نہیں ہوگا اس لیے کہ ضرب والا فعل غلام زید پر واقع ہوا ہے نہ کہ زید پر لہٰذا ضَرَبَ فعل کا مناسب لازم مسلط کریں گے اور وہ اَھَنْتُ ہے کیونکہ زید کے غلام کو مارنے میں زید کی توہین ہے تقدیری عبارت یہ بنے گی:

اَھَنْتُ زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ۔

ان دونوں صورتوں فعل کا حذف وجوبی ہے کیونکہ بعد والا فعل اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

وَلِھٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ کَثِیْرَۃٌ الخ فرماتے ہیں ما اضمر عاملہ کی باعتبار اعراب پانچ صورتیں ہیں: (۲) رفع مختار۔ (۲) نصب مختار (۳) رفع واجب (۴) نصب واجب (۵) رفع ونصب میں اختیار، تفصیل ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آجائے گی۔

یہاں زید فعل محذوف اَھَنْتُ کا منصوب ہے۔

اَلرَّابِعُ اَلْمُنَادٰی وَهُوَ اِسْمٌ مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يَا عَبْدَاللهِ اَیْ اَدْعُوْ عَبْدَ اللهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَّقَامَ اَدْعُو وحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَیْ وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰی عَلٰی اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً يُبْنٰی عَلٰی عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَالضَّمَّةِ وَنَحْوِهَا نَحْوُ يَا زَيْدُ وَيَارَجُلُ وَيَازَيْدَانِ وَيَازَيْدُوْنَ وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَالَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا نَحْوُ يَازَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللهِ اَوْ مُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحْوُ يَاطَالِعًا جَبَلًا اَوْنَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰی يَا رَجُلًا خُذْ بِيَدِیْ وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يَااَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَااَيَّتُهَا الْمَرْءَةُ۔

ترجمہ:...... چوتھی صورت ''جہاں فعل کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے'' منادیٰ ہے۔اور وہ ایسا اسم ہے جو لفظًا حرف ندا کے ساتھ مدعو ہو۔ جیسے يَا عَبْدَاللهِ یعنی اَدْعُوْ عَبْدَاللهِ اور حرف ندا قائم مقام ہے اَدْعُوْ فعل کے اور حروف نداء پانچ ہیں یَا اور اَیَا اور ھیا اور ای اور ہمزہ مفتوحہ اور کبھی کبھی حرف ندا لفظوں سے حذف کیا جاتا ہے جیسے يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اور جان تو کہ حروف ندا چند اقسام پر ہیں پس اگر وہ مفرد معرفہ ہو تو مبنی برعلامت رفع ہوگا جیسے ضمہ اور اس کے مثل جیسے يَازَيْدُ اور يَارَجُلُ اور يَازَيْدَانِ اور يَازَيْدُوْنَ اور مجرور پڑھا جائے گا لام استغاثہ کے ساتھ جیسے يَالَزَيْدٍ اور مفتوح ہوگا الف کے ملنے کے ساتھ جیسے يَازَيْدَاهُ اور منصوب ہوگا اگر مضاف ہوگا جیسے يَاعَبْدَاللهِ یا مشابہ مضاف ہو جیسے يَاطَالِعًاجَبَلًا یا نکرہ غیر معینہ ہو جیسے اندھے کا کہنا يَارَجُلًاخُذْبِيَدِیْ اور اگر معرف باللام ہو تو کہا جائے گا: يَااَيُّهَاالرَّجُلُ اور يَااَيَّتُهَاالْمَرْءَةُ

تشریح:

اَلرَّابِعُ اَلْمُنَادٰی مقامات اربعہ میں سے جہاں مفعول بہ کے فعل کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے ان میں سے چوتھا مقام منادیٰ ہے۔

منادیٰ کے لغوی معنی:

لغت میں منادیٰ کہتے ہیں جس کو پکارا جائے۔ ندا کے لغوی معنی ہیں پکارنا اور منادِی کہتے ہیں پکارنے والے کو۔

منادی کی تعریف:

هُوَ اسْمٌ مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللهِ أَيْ أَدْعُوْ عَبْدَ اللهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ......الخ

منادیٰ وہ ایسا اسم ہے جو حرف ندا کے ساتھ مدعو ہو لفظی یا تقدیری یعنی حرف ندا کے ساتھ کسی کو پکارا جائے یا حرف ندا لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ مقدر ہو۔ جیسے یَا عَبْدَ اللهِ یعنی اَدْعُوْ عَبْدَ اللهِ میں پکارتا ہوں عبداللہ کو۔ یہاں حرف ندا یا لفظوں میں موجود ہے یہ قائم مقام ہے اَدْعُوْ فعل کے۔ یہاں فعل اَدْعُوْ کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ حروف ندا اور وہ فعل جس کا یہ قائم مقام ہے دونوں ایک ساتھ ذکر نہیں کیے جا سکتے۔ اس لیے کہ اس سے اصل اور فرع کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ یہاں حرف ندا لفظوں میں موجود نہیں بلکہ مقدر ہے۔ تقدیری عبارت ہے یا یوسف اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔

حروف النداء خمسۃ:

اور حروف نداء پانچ ہیں:

(۱) يَا (۲) أَيَا (۳) هَيَا (۴) أَيْ (۵) همزہ مفتوحہ۔ پس اَیْ اور همزہ مفتوحہ قریب کے لیے آتے ہیں اور أَيَا اور هَيَا دور بعید کے لیے آتے ہیں اور یَا قریب اور بعید دونوں کے لیے آتا ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا......

اور کبھی کبھی حرف ندا کو لفظوں سے حذف کیا جاتا ہے جیسے يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا یہاں حرف ندا کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ اگر ہم اس کو يُوْسُفُ کو مبتدا بنا کر أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا کو خبر بناتے ہیں تو اس سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ اَعْرِضْ فعل امر ہے اور امر انشاء کے قبیل سے ہے اور انشاء کو خبر بنانا جائز نہیں ہے بغیر تاویل کے۔ لہٰذا یہاں حرف ندا کو بھی حذف کیا گیا۔ یہ اصل میں تھا يَا يُوْسُفُ اے یوسف علیہ السلام أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اعراض کر ان سے۔

اعراب کے اعتبار سے منادیٰ کی چھ ۶ قسمیں ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادیٰ عَلٰی اَقْسَامٍ: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا باعتبار اعراب کے منادیٰ کی چھ ۶ قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

فَاِنْ کَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَۃً یُبْنٰی عَلٰی عَلَامَۃِ الرَّفْعِ.....الخ

پہلی قسم یہ ہے منادیٰ اگر مفرد معرفہ ہو تو مبنی بر علامت رفع ہوتا ہے جیسے یَا زَیْدُ اور یَا رَجُلُ یہ ضمہ اعراب بالحرکت ہے اور اعراب بالحرف میں مبنی بر علامت رفع کی مثال یَا زَیْدَانِ اور یَا زَیْدُوْنَ ہے۔

فائدہ:

مفرد چار ۴ چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے۔

(۱).....مرکب کے مقابلے میں۔ (۲).....جملہ کے مقابلے میں۔

(۳).....تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں۔ (۴).....مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں۔

واضح رہے کہ منادیٰ کی بحث میں جو مفرد کہا گیا ہے وہ مضاف اور مشبہ مضاف کے مقابلے میں آتا ہے۔ مرکب یا جملہ یا تثنیہ جمع کے مقابلے میں نہیں آتا۔ جیسے یَا زَیْدُ یَا رَجُلُ یَا زَیْدَانِ یَا زَیْدُوْنَ

دوسری قسم:

وَیُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَۃِ نَحْوُ یَا لَزَیْدٍ.....منادیٰ کی دوسری قسم صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے لام استغاثہ کی ذکر فرمائی ہے۔ جیسے یَا لَزَیْدٍ مستغاث بلام کو مجرور پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ اسم ایک ہے اور اس کے عامل دو ہیں: (۱) لام استغاثہ اور یَا حرف ندا۔

یہاں ہم نے لَامِ استغاثہ کو عمل دیا ہے کیونکہ لام استغاثہ عمل میں قوی ہے اور یا حرف ندا عمل میں ضعیف ہے اور دوسری وجہ ہے کہ لام استغاثہ براہِ راست عمل کرتا ہے اور حرف ندا براہِ راست عمل نہیں کرتا۔

فائدہ:

بطورِ فائدہ کے یہ اصطلاحات یاد رکھیں کہ
مُسْتَغَاثٌ کہتے ہیں اس کو جس سے مدد مانگی جائے اور۔
مُسْتَغِيْثٌ کہتے ہیں اس کو جو مدد طلب کرے۔
مُسْتَغَاثٌ لَہٗ کہتے ہیں اس کو جس کے لیے مدد مانگی جائے۔

اب یہاں يَالَزَيْدٍ لِلْقَوْمِ میں زید منادٰی مستغاث ہے اور قوم مستغاث لہٗ ہے۔ لَامِ استغاثہ اور لام جارہ کے درمیان فرق کرنے اور التباس سے بچنے کے لیے لَامِ استغاثہ کو ہمیشہ مفتوح پڑھا جاتا ہے اور لام جارہ ہمیشہ مجرور پڑھا جاتا ہے۔ عمل دونوں کا ایک ہی ہے اسم کو جر دینا لیکن لَامِ استغاثہ منادی کو جر دیتا ہے یہ منادی کے ساتھ خاص ہے اور لام جارہ عام ہے ہر اسم کو جر دیتا ہے۔

تیسری قسم:

وَيُفْتَحُ بِالْحَاقِ اَلِفِهٖ نَحْوُ يَازَيْدَاهُ..... منادی کی تیسری قسم یہ ہے کہ منادی کو اَلف ملانے کی وجہ سے فتحہ دیتے ہیں۔ کیونکہ جب الف ملایا تو الف پر حرکت آ ہی نہیں سکتی تو ہم نے الف کے ماقبل کو الف کی اخت یعنی زبر ''فتحہ'' دے دی۔ جیسے يَازَيْدَاهُ۔

چوتھی قسم:

وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَاعَبْدَاللهِ..... چوتھی قسم منادی کی یہ ہے کہ جب مضاف ہوتا ہے تو منادی منصوب پڑھا جاتا ہے۔ جیسے يَاعَبْدَاللهِ۔ اب یہ جو مضاف ہے عَبْد یہ اپنے معنی مضاف الیہ لفظ اللہ سے ملے بغیر نہیں بتا سکتا تھا یہ معنی بتانے میں مضاف الیہ کا محتاج ہے۔

پانچویں قسم:

اَوْ مُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحْوُ يَاطَالِعًا جَبَلًا..... منادی کی پانچویں قسم یہ ہے کہ منادی مضاف کے مشابہ ہو کیونکہ اگر کوئی یہ کہتا رہے يَاطَالِعًا يَاطَالِعًا تو بات سمجھ نہیں آئے گی جب تک وہ اگلا لفظ ذکر نہ کرے جَبَلًا۔ کہ اے پہاڑ پہ چڑھنے والے۔ یعنی یہ بھی مضاف کی طرح اپنا معنی بتانے میں مضاف الیہ کا محتاج ہے اسی وجہ سے

اس کو مشابہ مضاف کہا۔ منادیٰ مشابہ مضاف بھی منصوب ہوتا ہے جیسے: يَا طَالِعًا جَبَلًا۔

چھٹی قسم:

اَوْ نَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰى يَا رَجُلًا خُذْ بِيَدِيْ....منادی کی چھٹی قسم یہ ہے کہ نکرہ غیر معینہ ہو جیسے اندھے کا قول يَا رَجُلًا خُذْ بِيَدِيْ کہ اے مرد پکڑ میرا ہاتھ۔ اب یہ نکرہ غیر معینہ ہے کیونکہ نابینہ جس کو کچھ نظر نہیں آتا وہ اندھا کسی کو معین نہیں کر سکتا کہ تو میرا ہاتھ پکڑ بلکہ اس نے غیر معین طور پر کہا کہ کوئی مرد میرا ہاتھ پکڑے۔ اور اگر اندھا کسی کو معین کر کے خُذْ بِيَدِيْ کہتا تو منادی کے اعراب وہ پہلی قسم کے ہوتے کہ منادی مفرد معرفہ مبنی بر علامت رفع ہوتا ہے۔ جبکہ یہاں اندھے نے کسی کو معین نہیں کیا تو اعراب بھی چھٹی قسم کے رہیں گے اور وہ ہے نکرہ غیر معینہ۔

فائدہ:

وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يٰاَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا اَيَّتُهَا الْمَرْءَةُ...... یہاں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فائدے کے طور پر یہ بات ذکر فرمائی کہ اگر منادی معرف باللام ہو تو اَيُّهَا اور اَيَّتُهَا سے فصل کرنا لازم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں دو آلہ تعریف جمع ہیں: (۱) حرف ندا اور (۲) معرف باللام تو ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر نہیں کیا جا سکتا دونوں میں فاصلہ ضروری ہے۔

مذکر کے لئے...... يٰاَيُّهَا الرَّجُلُ و يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ

مؤنث کے لئے...... يَا اَيَّتُهَا الْمَرْءَةُ و يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۲۷

وَيَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى وَهُوَ حَذْفٌ فِيْ اٰخِرِهٖ لِلتَّخْفِيْفِ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ مَالِكٍ يَا مَالُ وَفِيْ مَنْصُوْرٍ يَا مَنْصُ وَفِيْ عُثْمَانَ يَا عُثْمُ وَيَجُوْزُ فِيْ اٰخِرِ الْمُنَادَى الْمُرَخَّمِ اَلضَّمُّ وَالْحَرَكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ يَا حَارِثُ يَا حَارُ وَيَا حَارِ وَاعْلَمْ اَنَّ يَا مِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَنْدُوْبِ اَيْضًا وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَا اَوْوَا كَمَا يُقَالُ يَا زَيْدَاهُ وَوَا زَيْدَاهُ فَوَا مُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوْبِ وَيَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ وَحُكْمُهٗ فِي الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادٰى۔

ترجمہ:......اور جائز ہے منادی میں ترخیم اور وہ ہے تخفیف کی خاطر آخری حرف کو حذف کرنا جیسے آپ

کہتے ہیں یَامَالِکُ میں یَامَالُ اور یَامَنْصُوْرُ میں یَامَنْصُ اور یَاعُثْمَانُ میں یَا عُثْمُ اور جائز ہے منادی مرخم میں ضمہ اور حرکت اصلیہ جیسے آپ کہتے ہیں یَاحَارِثُ میں یَاحَارُ اور یَاحَارُ اور آپ جان لیجیے کہ حروف ندا میں سے یَا کبھی کبھی مندوب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور وہ ہے اظہار غم کرنا جیسے کہا جاتا ہے۔ یَازَیْدَاہُ اور وَزَیْدَاہُ پس وَا مختص ہے مندوب کے ساتھ اور یَا مشترک ہے ندا اور مندوب میں۔ اور اس کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے۔

تشریح:

وَيَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى.....الخ

تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى کی بحث

ترخیم کا لغوی معنی:

لغت میں ترخیم کہتے ہیں نرم کرنا اور آسان کرنا۔

ترخیم کی اصطلاحی تعریف:

نحویین کی اصطلاح میں منادی مرخم کی تعریف وَهُوَ حَذْفٌ فِيْ اٰخِرِهٖ لِلتَّخْفِيْفِ.....یعنی منادی کے اخر سے کسی حرف کو حذف کرنا پھر اس کی مختلف صورتیں ہیں کبھی آخر سے ایک حرف کو حذف کیا جاتا ہے جیسے یَامَالِکُ میں یَامَالُ اور کبھی منادیٰ کے آخر سے دو حرف حذف کیے جاتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ منادیٰ کا آخری حرف صحیح ہو اور اس سے پہلا حرف حرف علت ہو تو وہاں دو حرف حذف کیے جاتے ہیں اور آسانی اور تخفیف کے پیشِ نظر جیسے یَامَنْصُوْرُ میں یَامَنْصُ اور یَاعُثْمَانُ میں یَا عُثْمُ وغیرہ۔

منادیٰ مرخم کا اعراب:

وَيَجُوْزُ فِيْ اٰخِرِ الْمُنَادَى الْمُرَخَّمِ الضَّمُّ وَالْحَرْكَةُ الْاَصْلِيَّةُ.....

منادی مرخم کا اعراب دو طرح کا ہوتا ہے۔

الضم:

ایک صورت یہ ہے کہ منادی مرخم پر ضمہ آتا ہے کیونکہ منادیٰ مفرد معرفہ پر ضمہ آتا ہے اور منادی مرخم بھی

منادی مفرد معرفہ کی طرح ہو جاتا ہے تو اس کا اعراب بھی وہی ہوگا جو منادمفر معرفہ کا ہے جیسے یَامَالِکُ سے یَامَالُ اور یَاعُثْمَانُ سے یَاعُثْمُ اور یَامَنْصُوْرُ سے یَامَنْصُ وغیرہ۔

وَالْحَرَكَةُ الْاَصْلِيَّةُ:

اور دوسری صورت منادی مرخم کے اعراب کی یہ ہے کہ منادی مرخم پر حرکت اصلیہ یعنی جو حرکت ضمہ سے پہلے موجود تھی اسی حرکت کے ساتھ بھی پڑھنا جائز ہے جیسے یَاحَارِثُ سے یَاحَارُ اور اسی طرح یَاحَارِ پڑھنا بھی جائز ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ يَامِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِى الْمَنْدُوْبِ......الخ

اور جان لیجیے کہ حروف ندا میں سے یا کبھی کبھی مندوب کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

فائدہ (۱):

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منادیٰ کی بحث میں ضمنا مندوب کی بحث بھی ذکر فرمائی ہے۔اسی کی طرف صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے عبارت مذکورہ میں اشارہ کیا ہے کہ وَاعْلَمْ اَنَّ يَامِنْ الخ......حروفِ ندا پانچ ہیں: ان میں یا کبھی کبھی مندوب کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

مندوب کی تعریف:

نحویین کی اصطلاح میں مندوب کی تعریف یہ ہے۔

وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَا اَوْ وَا الخ......کہ جس پر یَا یا وَا کے ذریعے اظہارغم کیا جائے جیسے: يَازَيْدَاهُ وَازَيْدَاهُ

وا اور یا میں فرق:

فَوَا مُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوْبِ کہ واؤ مندوب کے ساتھ مختص ہے۔

وَيَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ اور یا ندا کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے اور مندوب کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

مندوب کا اعراب، وحكمه فى الاعراب والبناء......الخ

اعراب کے اعتبار سے منادیٰ مرخم اور مندوب کا بھی وہی حکم ہے جو منادی کی چھ۶ قسموں کا ہے کہ اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو مبنی بر علامت رفع ہوگا اور اگر لام استغاثہ ہو تو مناد‌ی مجرور ہوگا غرض یہ کہ مناد‌ی کے معرب مبنی ہونے میں اور دیگر تمام اقسام اعراب میں مندوب اور منادی کا ایک ہی حکم ہے۔

اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَ اِسْمٌ مَاوَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمّٰى ظَرْفًا وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَبْهَمٌ وَهُوَ مَالَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وَحِيْنٍ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ فِيْ تَقُوْلُ صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْرًا اَيْ فِيْ دَهْرٍ وَ شَهْرٍ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ مُبْهَمٌ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَالَا يَكُوْنُ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ بَلْ لَابُدَّ مِنْ ذِكْرِ فِيْ فِيْهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ:...... فصل مفعول فیہ وہ ایسا اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو زمان اور مکان میں اور اس کو ظرف کہا جاتا ہے ظروف زمان دو قسم پر ہے "نمبر ایک" **مبهم** اور وہ یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی حد معین نہ ہو جیسے دَهْرٌ زمانہ حِيْنٌ وقت اور "نمبر دو" محدود وہ ہے کہ اس کی کوئی حد معین ہو جیسے يَوْمٍ دن اور لَيْلَةٍ رات اور شَهْرٍ مہینہ اور سَنَةٌ سال اور یہ سب فِيْ کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے صُمْتُ دَهْرًا اور سَافَرْتُ شَهْرًا یعنی فِيْ دَهْرٍ وَشَهْرٍ اسی طرح ظروف مکان ہیں (۱) مبہم وہ بھی اسی طرح فِيْ کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہے جیسے جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ اور (۲) محدود وہ ہے کہ جو فِيْ کی تقدیر کے ساتھ منصوب نہ ہو بلکہ اس میں فِيْ کا ذکر کرنا ضروری ہو جیسے جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ۔

تشریح:

فصل مفعول فیہ

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منصوبات میں تیسرا منصوب مفعول فیہ ذکر کیا ہے۔

مفعول فیہ کی تعریف:

هُوَ اِسْمٌ مَا وَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ الخ...... کہ مفعول فیہ وہ ایسا اسم ہے کہ جس میں فاعل کا فعل واقع ہو اور اس کو ظرف کہتے ہیں۔یعنی جو اسم فعل کے وقت یا جگہ کو بیان کرے اس کو مفعول فیہ کہتے ہیں اور تعریف میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے هُوَ اِسْمٌ فرمایا۔ یہ جنس ہے اس میں تمام اسماء داخل تھے پھر آگے مَا وَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ فرما کر مفعول فیہ کے سِوَا تمام مفاعیل کو خارج کر دیا۔ مِنَ الزَّمَانِ الْمَكَانِ فصل ہے۔

ظرف کی دوقسمیں ہیں:

(۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو۲ دو۲ قسمیں ہیں: مبہم اور محدود۔

(۱) ظرف زمان مبہم (۲) ظرف زمان محدود۔(۳) ظرف مکان مبہم ۔(۴) ظرف مکان محدود۔

ظرف زمان مبہم کی تعریف:

هُوَ مَا لَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وَحِيْنٍ..... کہ جس کی حد متعین نہ ہو وہ ہے ظرف زمان مبہم جیسے دَهْرٍ زمانہ اور حِيْنٍ وقت کہ ان کی کوئی حد معین نہیں۔

ظرف زمان محدود کی تعریف:

وَهُوَ مَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَيَوْمٍ...... کہ ظرف زمان محدود وہ ہے کہ اس کی کوئی حد متعین ہو جیسے يَوْمٍ اور لَيْلَةٍ اور شَهْرٍ اور سَنَةٍ وغیرہ کہ دن، رات، مہینہ اور سال ان سب کی ایک حد معین ہے۔

وظروف المكان كذالك:

کہ ظروف مکان کی بھی دوقسمیں ہیں۔

ظروف مکان مبہم:

وَهُوَ مَا لَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ کہ جس کے لیے کوئی حد معین نہ ہو جیسے جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ کہ یہاں آگے، سامنے اور پیچھے ہونے کی کوئی حد معین نہیں ہے۔

ظرف مکان محدود:

وَهُوَمَالَايَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ کہ جس کے لیے کوئی حد معین ہو جیسے جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ کہ یہاں گھر، بازار اور مسجد کی حد معین ہے۔

مفعول فیہ کا اعراب:

وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ الخ...... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ مفعول فیہ کے اعراب کو بیان فرما رہے ہیں کہ شروع کی جو تین قسمیں ہیں ان میں فِیْ مقدر ہوتا ہے۔یعنی ظرف زمان مبہم، ظرف زمان محدود اور ظرف مکان مبہم۔ان تینوں قسموں میں فی محذوف ہوتا ہے اور سب کی مثالیں یہ ہیں:

ظرف زمان مبہم کی مثال: اور محدود کی مثال:

صُمْتُ دَهْرًا اصل عبارت یعنی صُمْتُ فِيْ دَهْرٍ اور سَافَرْتُ شَهْرًا یعنی سَافَرْتُ فِيْ شَهْرٍ ۔کہ فی مقدر ہے لفظوں میں موجود نہیں ہے۔

ظرف مکان مبہم کی مثال:

جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَ اَمَامَكَ یعنی جَلَسْتُ فِيْ خَلْفَكَ وَفِيْ اَمَامِكَ یہاں فی لفظوں میں موجود نہیں بلکہ مقدر ہے۔

ظرف مکان محدود میں نحویوں کا اختلاف ہے:

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جہاں فی لفظاً مذکور ہو گا وہ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ بنے گا اور صاحب ہدایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......فی لفظوں میں موجود ہو۔

(۲)......مقدر ہو موجود نہ ہو لفظوں میں۔

اسی وجہ سے صاحب ہدایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول فیہ کی تعریف میں کوئی قید نہیں لگائی بلکہ سیدھی سیدھی تعریف کی ہے کہ هُوَ اسْمُ مَا وَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ وہ ایسا اسم ہے کہ فعل اسی جگہ یا وقت میں حاصل ہوا ہو۔یعنی ایک قسم صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تقدیر فی ہے اور مفعول کی دوسری قسم مذکور فی ہے۔لہٰذا یہ مستقل مفعول ہے

مفعول فیہ تا کہ مفعول بہٖ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جمہور نحویین کا اختلاف ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک مفعول بہٖ ہے وہ ظرف مکان جو محدود ہو۔ وجہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک مفعول فیہ فقط وہی ہے جہاں فی مقدر ہو مذکور نہ ہو۔ اس کی تفصیل ان شآء اللہ شرح جامی میں آجائے گی۔

اور اس سے ان شآء اللہ یہ بات بھی واضح ہوگئی ہوگی جو شروع منصوبات میں ذکر کی گئی تھی کہ علامت مفعولیت (۴) چار چیزیں ہیں: وہاں ایک علامت آپ کو کسرہ بھی بتائی گئی تھی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں کسرہ بھی علامت مفعول ہے۔ واللہ جل جلالہٗ اعلم بالصواب۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اِسْمٌ مَالِاَجْلِهٖ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَهٗ وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَأْدِيْبًا اَىْ لِلتَّادِيْبِ وَقَعَدْتُّ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَىْ لِلْجُبْنِ وَعِنْدَ الزُّجَاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِيْرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَأْدِيْبًا وَجَبُنْتُ جُبْنًا۔

ترجمہ:...... فصل مفعول لہٗ وہ ایسا اسم ہے جس کی وجہ سے ماقبل فعل مذکور واقع ہوا ہو اور یہ منصوب ہوتا ہے لام مقدر کے ساتھ جیسے ضَرَبْتُهٗ تَأْدِيْبًا اَىْ لِلتَّادِيْبِ اور قَعَدْتُّ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَىْ لِلْجُبْنِ اور امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مصدر ہے تقدیری عبارت ہے اَدَّبْتُهٗ تَأْدِيْبًا اور جَبُنْتُ جُبْنًا۔

تشریح:

منصوبات میں سے چوتھا (۴) منصوب صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول لہٗ بیان کیا ہے۔

مفعول لہٗ کی تعریف:

اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اسْمٌ مَا لِاَجْلِهٖ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَهٗ وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَأْدِيْبًا۔

مفعول لہٗ وہ ایسا اسم ہے جس کے حصول کے لیے یا جس کے سبب وجود کے لیے فعل مذکور واقع ہوا ہو اور یہ منصوب ہوتا ہے تقدیر اللام۔ لام مقدرہ کے ساتھ جیسے:

ضَرَبْتُهٗ تَأْدِيْبًا اَىْ لِلتَّادِيْبِ۔

میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کے لیے۔

یہ حصول فعل کی مثال ہے کہ ضَرَبَ کا فعل حصول ادب کے لیے واقع ہوا ہے اور دوسری مثال جیسے:

قَعَدْتُّ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَىْ لِلْجُبْنِ

کہ میں بزدلی کی وجہ سے لڑائی سے (پیچھے ہٹ کر) بیٹھ گیا۔

یہ فعل کے وجود کی مثال ہے کہ یہاں جُبْنٌ بزدلی پائی گئی اسی وجہ سے فعل مذکور واقع ہوا ہے۔ قَعَدْتُّ مفعول لہ کی تعریف میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ھُوَاسْمٌ فرمایا یہ بمنزلہ جنس کے ہے کہ تمام اسما اس میں شامل ہیں مَالِاَجْلِہٖ فصل ہے اس کے ذریعے مفعول لہ کے سوا تمام مفاعیل بھی خارج ہو گئے کیونکہ جس کے لیے فعل واقع ہوا ہو وہ صرف مفعول لہ ہی ہے۔

تعریف میں یَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْکُوْرُ کے اندر جو فعل ہے اس سے مراد فعل حدثی ہے جو معنیٰ فعل کے معنیٰ پر دلالت کرے اس سے مراد وہ فعل نہیں ہے جو اصطلاحی فعل ہے اسم اور حرف کے مقابلے میں جو ذکر کیا جاتا ہے وہ مراد نہیں بلکہ فعل حدثی مراد ہے نا کہ فعل اصطلاحی۔

مفعول لہ کے مصدر اور مفعول لہ ہونے میں اختلاف:

وَعِنْدَالزُّجَاجِ ھُوَمَصْدَرٌ الخ ...... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور نحویین کے درمیان اختلاف کو ذکر فرمایا ہے۔

عِنْدَالزُّجَاجِ

امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مفعول لہ مصدر ہے الگ سے مستقل مفعول نہیں ہے جیسے ضَرَبْتُہٗ تَأْدِیْبًا اَیْ اَدَّبْتُہٗ بِالضَّرْبِ تَأْدِیْبًا۔ اور دوسری مثال میں جیسے قَعَدْتُّ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ جَبُنْتُ بِالْقُعُوْدِ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا۔ امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مفعول مطلق ہے من غیر لفظہٖ۔ مغایرت فی المادہ۔

جمہور کا مسلک:

جمہور کے نزدیک مفعول لہ الگ سے مستقل مفعول ہے مصدر نہیں ہے۔ مفعول مطلق کا حصہ نہیں بلکہ الگ سے مستقل مفعول لہ ہے۔

فائدہ:

صاحبِ ہدایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ وَیُنْصَبُ بِتَقْدِیْرِ اللَّامِ مطلب اس کا یہ ہے لام مقدر صحت النصب کے لیے شرط ہے صحت مفعولیت کے لیے شرط نہیں ہے لام مقدر ہو یا ملفوظ ہو ہر حال میں مفعول لہ ہی رہے گا

جبکہ اس کے برخلاف جمہور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لام صحت مفعول کے لئے شرط ہے۔اور صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ وہی بات کرتے ہیں جیسے پیچھے مفعول فیہ میں فرمایا کہ لفظ فی ملفوظ ہو یا مقدر ہو مفعول فیہ اپنی حیثیت پر برقرار رہے اسی طرح یہاں بھی حکم ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَ جِئْتُ اَنَا وَ زَيْدًا اَيْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَ مَعَ زَيْدٍ فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَ جَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَ الرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتُ اَنَا وَ زَيْدًا وَ زَيْدٌ وَ اِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتُ وَ زَيْدًا وَ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى وَ جَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَا لِزَيْدٍ وَ عَمْرٍو وَ اِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَا لَكَ وَ زَيْدًا وَ مَا شَاْنُكَ وَ عَمْرًا لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَا تَصْنَعُ۔

ترجمہ:...... فصل مفعول معہٗ وہ ایسا اسم ہے جو ایسی واؤ کے بعد ذکر کیا جائے جو مَعَ کے معنی میں ہو بوجہ فعل کے معمول کے مصاحب ہونے کے جیسے جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ اور جِئْتُ اَنَا وَ زَيْدًا یعنی مَعَ زَيْدٍ اور مَعَ الْجُبَّاتِ پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں نصب اور رفع جیسے جِئْتُ اَنَا وَ زَيْدًا اور زَيْدٌ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے جِئْتُ وَ زَيْدًا اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے جیسے مَا لِزَيْدٍ وَ عَمْرٍو اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے مَا لَكَ وَ زَيْدًا اور وَ مَا شَاْنُكَ وَ عَمْرًا اس لیے کہ اس کا معنی ہے مَا تَصْنَعُ تو کیا کرے گا۔

تشریح:

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ...... الخ منصوبات میں سے پانچویں فصل۔ اس میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول معہٗ کو بیان کیا ہے۔

مفعول معہٗ کی تعریف:

اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَ جِئْتُ اَنَا وَ زَيْدًا اَيْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَ مَعَ زَيْدٍ۔

مفعول معہٗ وہ اسم ہے جو ایسی واؤ کے بعد ذکر کیا جائے جو مَعَ کے معنی میں ہو بوجہ فعل کے معمول کی

مصاحبت کے جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ سردی آئی جبوں کے ساتھ اور جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا میں آیا زید کے ساتھ۔ اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ یعنی مع جبوں کے اور مَعَ زید کے۔

یہاں دونوں مثالوں میں واؤ مَعَ کے معنی میں ہے پہلی مثال میں اَلْجُبَّات اور دوسری مثال میں زَيْدًا مفعول معہ ہیں کیونکہ یہ دونوں اسم ایسے واؤ کے بعد مذکور ہیں جو مَعَ کے معنی ہے اور معمول فعل کا مصاحب ہیں۔ الجبات یہ معمول ہے جَاءَ فعل کا اور زَيْد مصاحب ہے جِئْتُ فعل کا۔

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَالرَّفْعُ الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اعراب کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی صورت:

یہ ہے کہ اگر فعل لفظوں میں موجود ہو اور عطف جائز ہو تو اس پہلی صورت میں دو طرح کے اعراب جائز ہیں:

اَلنَّصْبُ...... ایک یہ کہ اس فعل کے معمول پر نصب جائز ہے اس طرح کہ مثال مذکور جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا میں زَيْدًا منصوب ہے وجہ یہ ہے کہ یہ مفعول معہٗ ہے۔

الرافع: ...... اور دوسرا اعراب رفع ہے کہ جب فعل معناً نہ ہو لفظاً ہو اور عطف بھی جائز ہو تو وہاں نصب اور رفع دونوں جائز ہیں۔ نصب کا اوپر بیان ہو چکا۔ اب رفع پڑھنا کیوں جائز ہے کیونکہ یہ معطوف ہے اور ''اَنَا'' ضمیر مرفوع منفصل معطوف علیہ ہے اور معطوف اور معطوف علیہ کے اعراب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ جیسے: ''جِئْتُ اَنَا وَزَيْدٌ'' آیا میں اور زید۔

دوسری صورت:

وَاِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ ...... کہ اگر فعل لفظی ہو لیکن عطف جائز نہ ہو تو اس صورت میں نصب متعین ہے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف جائز نہیں سوائے اس کے کہ ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لانا ضروری ہے۔ اب یہاں ضمیر مرفوع منفصل مذکور نہیں لہٰذا نصب متعین ہوگا عطف جائز نہ ہوگا۔ جیسے: جِئْتُ وَزَيْدًا۔

تیسری صورت:

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ الخ ...... کہ اگر فعل معناً ہو لفظاً نہ ہو اور عطف جائز ہو تو

عطف متعین ہے جیسے: ''مَالِذَیْوٍعَمْرٍ''

وجہ اس کی یہی ہے کہ عامل معنوی اور عامل لفظی میں سے عامل لفظی جو کہ ''حرف جارہ'' ہے یہ عمل میں قوی ہے کیونکہ یہ عامل لفظی ہے اور فعل لفظی نہیں معنوی ہے لہٰذا عطف متعین ہے نصب جائز نہیں۔

چوتھی صورت:

وَاِنْ لَّمْ یَجُزِ الْعَطْفُ تَعَیَّنَ النَّصْبُ الخ...... کہ عامل معنوی ہو لیکن عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے۔ جیسے: ''مَالَکَ وَزَیْدًا'' اور ''وَمَاشَأْنُکَ وَعَمْرًا'' کہ اگر فعل معنًا ہو لیکن عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے۔ جیسے مثال مذکور میں ''مَالَکَ وَزَیْدًا اور وَمَاشَأْنُکَ وَعَمْرًا کہ اس کا معنی ہے ''مَاتَصْنَعُ'' کہ تو کیا کرے گا زید اور عمر کے ساتھ۔

فَصْلُ الْحَالُ لَفْظٌ یَدُلُّ عَلٰی بَیَانِ هَیْأَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ كِلَیْهِمَا نَحْوُ جَآءَنِیْ زَیْدٌ رَاكِبًا وَ ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا وَلَقِیْتُ عَمْرًا رَاكِبَیْنِ وَ قَدْ یَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِیًّا نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاهُ زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ قَائِمًا وَ كَذَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ نَحْوُ هٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا فَاِنَّ مَعْنَاهُ اَلْمُشَارُ اِلَیْهِ قَائِمًا هُوَ زَیْدٌ وَالْعَامِلُ فِی الْحَالِ فِعْلٌ اَوْ مَعْنَی فِعْلٍ وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا وَذُوالْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَأَیْتَ فِی الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فَاِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ نَكِرَةً یَجِبُ تَقْدِیْمُ الْحَالِ عَلَیْهِ نَحْوُ جَآءَنِیْ رَاكِبًا رَجُلٌ لِئَلَّا یَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِی حَالَةِ النَّصْبِ فِیْ مِثْلِ قَوْلِكَ رَاَیْتُ رَجُلًا رَاكِبًا وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِیَّةً نَحْوُ جَآءَنِیْ زَیْدٌ وَ غُلَامُهٗ رَاكِبٌ اَوْ یَرْكَبُ غُلَامُهٗ وَ مِثَالُ مَاكَانَ عَامِلُهَا مَعْنَی الْفِعْلِ نَحْوُ هٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا مَعْنَاهُ اُنَبِّهُ وَ اُشِیْرُ وَ قَدْ یُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ كَمَا تَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا اَیْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا۔

ترجمہ: حال وہ ایسا لفظ ہے جو دلالت کرے فاعل کی حالت کو بیان کرنے پر یا مفعول کی حالت کو بیان کرنے پر یا دونوں کی حالت کو بیان کرنے پر جیسے: ''جَآءَنِیْ زَیْدٌ رَاكِبًا'' اور ''ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا'' اور ''لَقِیْتُ عَمْرًا رَاكِبَیْنِ'' اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے: ''زَیْدٌ فِی الدَّارِ'' کیونکہ

اس کا معنی ہے ''اَلْمُشَارُ اِلَیْہِ قَائِمًا هُوَ زَیْدٌ '' اور حال میں عامل فعل یا معنی فعل ہوتا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ مذکورہ امثلہ میں دیکھ رہے ہیں۔ پس اگر ذوالحال نکرہ ہوتو ذوالحال کو حال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے ''جَآءَنِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ '' تا کہ نصب کی حالت میں صفت کے ساتھ التباس نہ آئے آپ کے اس قول کی طرح ''رَاَیْتُ رَجُلًا رَاکِبًا '' اور حال کبھی جملہ خبر ہوتا ہے جیسے ''جَآءَنِیْ زَیْدٌ غُلَامُہٗ رَاکِبٌ '' یا ''یَرْکَبُ غُلَامُہٗ '' اور مثال اس کی جہاں معنی فعل عامل ہے جیسے ''هٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا '' اس کا معنی ہے ''اُنَبِّہُ '' میں تنبیہ کرتا ہوں ''وَاُشِیْرُ '' اور میں اشارہ کرتا ہوں، اور کبھی عامل کو قرینے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جیسے آپ کا کہنا مسافر سے ''سَالِمًا غَانِمًا '' یعنی ''تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا '' تو سلامتی اور غنیمت کے ساتھ لوٹ۔

تشریح:

''فَصْلٌ اَلْحَالُ لَفْظٌ '' چھٹی فصل حال ہے۔

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منصوبات میں سے چھٹا منصوب حال بیان فرمایا ہے۔

حال کی تعریف:

فَصْلٌ اَلْحَالُ لَفْظٌ یَدُلُّ عَلٰی بَیَانِ هَیْأَۃِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ اَوْ کِلَیْهِمَا

کہ حال ایسا لفظ ہے جو فاعل کی حالت کو بیان کرے یا مفعول کی حالت کو بیان کرے یا دونوں کی حالت کو بیان کرے۔

فاعل کی مثال:

جَآءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا یا میرے پاس زید سوار ہو کر۔

مفعول کی مثال:

وَضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا۔ میں نے زید کو مارا بندھے ہوئے حالت میں۔

فاعل اور مفعول کی مثالیں:

لَقِیْتُ عَمْرًا رَاکِبَیْنِ۔ میں عمرو سے ملا اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے۔

خلاصہ یہی ہوا کہ حال اس کو کہتے ہیں جو فاعل یا مفعول یا فاعل اور مفعول دونوں کی حالت کو بیا کرے اور ذوالحال اس کو کہتے ہیں کہ جس کی حالت کو بیان کیا جائے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا

کہ کبھی کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے ''زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا'' کہ تقدیری عبارت اس کی یہ ہے۔
''زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا'' کہ زید نے قرار پکڑا گھر میں کھڑے ہو کر۔

كَذَا الْمَفْعُوْلُ بِهٖ

اسی طرح کبھی مفعول بہ بھی معنوی ہوتا ہے جیسے ''هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا'' کہ اس کا معنی ہے ''اَلْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ'' کہ مشارٌ الیہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ زید ہے اور وہ کھڑے ہونے کی حالت میں ہے اس لیے کہ ''هٰذَا'' یہ فعل ''أُنَبِّهُ'' اور ''أُشِيْرُ'' سے معنی فعل ہے کہ ''هَا'' حرف تنبیہ ہے اور ''ذَا'' اسم اشارہ ہے۔ بمعنی یہ زید کھڑا ہے میں تنبیہ کرتا ہوں اور میں اشارہ کرتا ہوں زید کے کھڑے ہونے پر۔

وَ الْعَامِلُ فِي الْحَالِ فِعْلٌ أَوْ مَعْنَى فِعْلٍ

کہ حال میں عامل فعل اور معنی فعل ہوتا ہے۔ فعل سے مراد فعل اور شبہ فعل دونوں ہیں کہ حال میں دونوں عمل کر سکتے ہیں جیسے ''ضارب'' شبہ فعل ہے یہ بھی عامل حال ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حال کا عامل تین طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) ''فعل'' جو لفظاً اور معنی فعل ہو۔

(۲) ''شبہ فعل'' جو عمل اور مادہ میں فعل کے مشابہ ہو جیسے ''ضَارِبٌ'' کہ یہ مشابہ ہے ''ضَرَبَ'' کے۔

(۳) ''معنی فعل'' یہ وہ ہے جو مادہ میں فعل کے مشابہ نہ ہو لیکن عمل میں فعل کے مشابہ ہو جیسے ''هٰذَا'' یہ اصل میں ''هَا'' اور ''ذَا'' کا مرکب ہے اور ''هَا'' حرف تنبیہ ہے بمعنی ''أُنَبِّهُ'' اور ''ذَا'' اسم اشارہ ہے بمعنی ''أُشِيْرُ'' یعنی یہاں فعل کے معنی سمجھ آ رہے ہیں لیکن مادہ فعل والا نہیں۔

فائدہ:

واضح رہے کہ شبہ فعل پانچ ہیں۔

(۱)۔ فاعل۔ (۲)۔ مفعول۔ (۳)۔ صفت مشبہ۔ (۴)۔ اسم تفضیل۔ (۵) مصدر۔

اور معنی فعل چھ(۶) ہیں۔

(۱)۔ حروف نداء۔ (۲)۔ حروف تنبیہ۔ (۳)۔ اسمائے اشارہ۔ (۴)۔ تمنی۔ (۵) ترجی۔ (۶)۔ حروف تشبیہ۔

وَالْحَالُ نَكِرَةٌ وَذُو الْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا ...... کہ حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ مثالیں مذکور ہیں۔ اور اگر ذوالحال نکرہ ہوتو حال کو مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ اگر حال کو مقدم نہ کیا جائے تو التباس لازم آئے گا صفت کے ساتھ جیسے: '' جَاءَنِي رَاكِبًا رَجُلٌ '' کہ اگر ہم اس کو اس طرح '' جَاءَنِي رَجُلًا رَاكِبًا '' پڑھتے ہیں تو یہ حال ذوالحال نہیں بلکہ موصوف صفت ہو جائیں گے۔ جیسے '' رَأَيْتُ رَجُلًا رَاكِبًا '' لہٰذا ذوالحال نکرہ ہوتو حال کو مقدم کرنا واجب ہے۔

وَقَدْ تَكُونُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً

اب تک تو آپ کو یہی بتایا گیا کہ حال مفرد ہوتا ہے لیکن اب یہ بھی بتا رہے ہیں کہ حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے۔ جملہ انشائیہ حال اور صفت اور صلہ یا مشارٌ الیہ نہیں ہوسکتا اور جملہ خبریہ اسمیہ ہو یا فعلیہ دونوں جملے حال واقع ہوسکتے ہیں۔

جملہ اسمیہ کی مثال:

جَاءَنِي زَيْدٌ غُلَامُهُ رَاكِبٌ اس مثال میں زید ذوالحال ہے اور غلامہ راکب پورا جملہ اسمیہ اس سے حال ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ کی مثال:

جَاءَنِي زَيْدٌ رَكِبَ غُلَامُهُ اس مثال میں زید ذوالحال ہے اور یرکب غلامہ پورا جملہ فعلیہ اس سے حال ہے۔

وَمِثَالُ مَا كَانَ عَامِلُهَا مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا

اور جہاں عامل معنی فعل ہے اس کی مثال جیسے '' هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا '' کہ اس کا معنی ہے '' هَا، أُنَبِّهُ '' میں تنبیہ کرتا ہوں اور '' ذَا، أُشِيرُ '' میں اشارہ کرتا ہوں کہ یہ زید کھڑا ہے۔ کہ '' هٰذَا '' معنی فعل ہے۔

وَقَدْيُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ...... کہ کبھی حال کے عامل کو قرینے کے پائے جانے کے وقت حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے ''سَالِمًا غَانِمًا'' کہ اصل میں ہے ''تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا'' کہ یہاں عامل کے حذف پر قرینہ موجود ہے آپ کا مسافر سے کہنا۔ جیسے الوداع کرتے وقت کہتے ہیں خیر و عافیت کے ساتھ واپس آئیں۔ اسی طرح ''تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا'' کہ تو آ، واپس سلامتی اور غنیمت کے ساتھ۔

فَصْلُ اَلتَّمْيِيْزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْ كَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ اَوْ مُسَاحَةٍ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا فِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ نَحْوُ عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَ قَفِيْزَانِ بُرًّا وَ مَنَوَانِ سَمْنًا وَ جَرِيْبَانِ قُطْنًا وَ مَا فِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَابًا وَ عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا وَ قَدْ يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ، نَحْوُ هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَ سِوَارٌ ذَهَبًا وَ فِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَ قَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْ عِلْمًا اَوْ اَبًا۔

ترجمہ: تمیز وہ ایسا نکرہ ہے جس کے بعد مقدار ذکر کی جائے عدد کے اعتبار سے یا کیل کے اعتبار سے یا وزن کے اعتبار سے یا مساحت کے اعتبار سے یا اس کے علاوہ جس میں ابہام ہو اس ابہام کو دور کرے۔ جیسے ''عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا اور قَفِيْزَانِ بُرًّا اور مَنَوَانِ سَمْنًا اور جَرِيْبَانِ قُطْنًا اور مَا فِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَابًا اور عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا'' اور کبھی تمیز غیر مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے ''هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا اور سِوَارٌ ذَهَبًا'' اور اکثر کے نزدیک اس پر کسرہ آتا ہے اور تمیز کبھی جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے ابہام دور کرنے کے لئے جیسے ''طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا يا عِلْمًا يا اَبًا''

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منصوبات میں سے ساتواں، منصوب تمیز ذکر فرمایا ہے۔

تمیز کی تعریف:

اَلتَّمْيِيْزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْ كَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ اَوْ مُسَاحَةٍ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا فِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ

تمیز وہ ایسا اسم کے جس کو ذکر کیا جاتا ہے ایسے عدد یا کیل یا پیمائش یا مساحۃ یا مقیاس یا اس کے علاوہ اس طرح کسی اور مقدار کے بعد جو رفع کرے، دور کرے ابہام کو۔ جیسے: ''عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْھَمًا'' کہ میرے پاس بیس (۲۰) درہم ہیں اب یہاں ''عِشْرُوْنَ'' ابہام ہے اور ''دِرْھَمًا'' اس کی تمیز ہے یعنی ''دِرْھَمًا'' نے ''عِشْرُوْنَ'' کے ابہام کو دور کیا کیونکہ اگر کوئی صرف اس طرح کہتا رہے ''عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ، عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ'' تو بات سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا بیس ہیں تو جب کہا ''دِرْھَمًا'' تو اب بات واضح ہو گی بیس درہم ہیں۔ یہ عدد کی مثال ہے اور کیل اور وزن کی مثال یہ ہے ''عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا'' اور ''عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمْنًا'' کہ یہاں ان دونوں میں سے پہلی مثال میں ''قَفِیْزَانِ'' ابہام ہے اور ''بُرًّا'' اس ابہام کی تمیز ہے کہ بھئی میرے پاس دو قفیز گندم ہے اور اسی طرح دوسری مثال میں ''مَنَوَانِ'' ابہام ہے اور ''سَمْنًا'' اس ابہام کی تمیز ہے۔

''مَا فِی السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَۃٍ سَحَابًا'' یہاں اس مثال میں ''قَدْرُ رَاحَۃٍ'' ابہام ہے اور ''سَحَابًا'' اس ابہام کی تمیز ہے کہ نہیں ہے آسمان میں ہتھیلی کے برابر بھی کوئی بادل۔

اور مقیاس کی مثال ''وَعَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زُبْدًا'' کہ کھجور پر اس کے مثل مکھن ہے۔ یہاں ''عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا'' ابہام ہے اور ''زُبْدًا'' اس ابہام کی تمیز ہے۔

وَقَدْ یَکُوْنُ مِنْ غَیْرِ مِقْدَارٍ، الخ......اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کبھی تمیز غیر مقدار کے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے ''ھٰذَا خَاتَمٌ حَدِیْدًا'' اور ''سِوَارٌ ذَھَبًا'' یہ لوہے کی انگوٹھی ہے اور یہ سونے کے کنگن ہیں۔ کہ یہاں مقدار کا کچھ علم نہیں ہوا کہ کتنی مقدار لوہا یا سونا انگوٹھی اور کنگن میں ہے بس یہ معلوم ہوا کہ انگوٹھی لوہے کی ہے اور کنگن سونے کے ہیں۔

وَفِیْہِ الْخَفْضُ اَکْثَرُ......صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں اکثر کسرہ آتا ہے وجہ یہ ہے کہ تمیز مضاف الیہ واقع ہوتی ہے اور مضاف الیہ چونکہ مجرور ہوتا ہے، جیسے ''خَاتَمُ حَدِیْدٍ'' کہ ''خَاتَمُ'' مضاف ہے اور ''حَدِیْدٍ'' مضاف الیہ ہے۔ اور ''سِوَارُ ذَھَبٍ'' میں ''سِوَارُ'' مضاف ہے اور ''ذَھَبٍ'' مضاف الیہ ہے اس وجہ سے دونوں مثالوں میں تمیز مکسور ہے کہ مضاف الیہ واقع ہوئی ہے۔

وَقَدْ یَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَۃِ.. الخ......اور کبھی جملے کے بعد تمیز ابہام دور کرنے کے لئے واقع ہوتی ہے، جیسے ''طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا'' اچھا ہے زید اپنے نفس کے اعتبار سے اور ''علما'' یعنی ''طَابَ زَیْدٌ علما'' اچھا ہے زید علم کے اعتبار سے اور ''اَبًا'' یعنی ''طَابَ زَیْدٌ اَبًا'' اچھا ہے زید باپ ہونے کے اعتبار سے یہاں ''نفسا علما'' اور ''اَبًا'' تینوں تمیز نے جملہ ''طَابَ زَیْدٌ'' کے ابہام کو دور کیا ہے۔

فائدہ:...... یاد رکھیں کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تین مثالیں ذکر کی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ تمیز کا استعمال جملے کے بعد تین طرح سے ہوتا ہے۔

(۱)۔ عین منتسب یعنی یا تو تمیز عین منتسب سے ابہام دور کرے گی ''عین منتسب یعنی جس کی نسبت بات ہو رہی ہے عین اسی سے ابہام دور کرے گی، اس کی مثال جیسے ''طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا'' کہ یہاں ''نَفْسًا'' زید کی اپنی ذات کی بات ہو رہی ہے کہ زید بذات خود اچھا ہے۔

(۲)۔ عین منتسب کا متعلق: یعنی جملے کے بعد جہاں تمیز جملے کے ابہام کو دور کرنے کے لیے واقع ہو وہاں ایک قسم تھی عین منتسب اور دوسری ہے عین منتسب کے متعلق سے ابہام دور کرے جیسے ''طَابَ زَيْدٌ عِلْمًا'' یہاں جو علم ہے یہ غیر ہے عین منتسب نہیں ہے۔

(۳)۔ عین منتسب یا عین منتسب کا متعلق ؛ یعنی یا تو عین منتسب سے ابہام دور کیا گیا ہو اور یا عین منتسب کے متعلق سے ابہام دور کیا گیا ہو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے جو تیسری مثال ذکر کی ہے اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

پہلا مطلب: یہ کہ ''طَابَ زَيْدٌ أَبًا'' اچھا ہے زید باپ ہونے کے اعتبار سے یعنی زید خود بہت اچھا باپ ہے اب یہاں عین منتسب سے ابہام دور ہوا ہے۔

دوسرا مطلب: یہ ہے کہ ''طَابَ زَيْدٌ أَبًا'' یعنی زید باپ کے اعتبار سے اچھا ہے یعنی اس کے ابو بہت اچھے ہیں۔ نسب کے اعتبار سے زید اچھا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تین مثالیں ذکر فرمائیں تا کہ بات خوب واضح ہو جائے۔

اَلْمُسْتَثْنٰى لَفْظٌ يُذْكَرُ بَعْدَ اِلَّا وَ اَخَوَاتِهَا لِيُعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَا قَبْلَهَا وَ هُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا اُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّا وَاِخْوَاتِهَا نَحْوُ جَآءَنِيْ الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا وَ مُنْقَطِعٌ وَ هُوَ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَ اِلَّا وَ اَخَوَاتِهَا غَيْرَ مُخْرَجٍ مِنْ مُتَعَدِّدٍ۔ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِي الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ جَآءَنِيْ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلًا وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا كَمَا مَرَّ اَوْ مُقَدَّمًا عَلٰى مُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ جَآءَنِيْ اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ اَوْ بَعْدَ مَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلَا

يَكُوْنُ نَحْوُ جَآءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا اِلٰى اٰخِرِهٖ كَانَ مَنْصُوْبًا۔

ترجمہ: مستثنیٰ وہ ایسا لفظ ہے جو اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد ذکر کیا جائے تا کہ معلوم کیا جائے کہ جس چیز کی نسبت اس کے ماقبل کی طرف ہو رہی ہے اس کی نسبت اس کی طرف نہیں کی جا رہی اور یہ دو قسم پر ہے ''نمبر ایک'' متصل اور وہ وہ ہے جس کو نکالا گیا ہو متعدد سے اِلَّا اور اس کے اخوات کے ذریعے جیسے ''جَآءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا'' آئی میرے پاس قوم مگر زید نہیں آیا، اور ''نمبر ۲'' منقطع وہ ہے جو اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد ذکر کیا گیا ہو لیکن متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اس کے مستثنیٰ منہ میں عدم دخول کی وجہ سے جیسے ''جَآءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا'' اور جان لو کہ مستثنیٰ کا اعراب چار (۴) قسم پر ہے۔ پس اگر متصل ہو اور اِلَّا کے بعد کلامِ موجب میں واقع ہو یا منقطع ہو جیسے گذر چکا، یا مقدم ہو مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر جیسے ''جَآءَنِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ'' یا ''خَلَا اور عَدَا'' اور لَيْسَ اور لَايَكُوْنُ کے بعد جیسے ''جَآءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا اِلٰى اٰخِرِهٖ'' تو مستثنیٰ منصوب ہوگا۔

تشریح:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منصوبات میں سے آٹھواں منصوب **مستثنیٰ** کو بیان کیا ہے

مستثنیٰ کے لغوی معنی:

لغت میں مستثنیٰ اس کو کہتے ہیں جس کو باہر کیا جائے۔

مستثنیٰ کی اصطلاحی تعریف:

نحویین کی اصطلاح میں مستثنیٰ کی تعریف یہ ہے۔

اَلْمُسْتَثْنٰى لَفْظٌ يُذْكَرُ بَعْدَ اِلَّا وَ اَخْوَاتِهَا لِيُعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَا قَبْلَهَا ...... کہ مستثنیٰ وہ لفظ ہے جس کو ذکر کیا گیا ہو اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد تا کہ معلوم کیا جائے کہ اس کی طرف نسبت نہیں کی گئی اس چیز کی جو اس سے پہلے کی طرف کی گئی ہے۔ جیسے ''جَآءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا'' اِلَّا کے اخوات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)۔ خَلَا (۲)۔ عَدَا (۳)۔ مَاخَلَا (۴)۔ مَاعَدَا (۵)۔ لَيْسَ (۶)۔ لَايَكُوْنُ (۷)۔ غَيْرُ (۸)۔ سِوَا (۹)۔ سَوَاءٌ (۱۰)۔ حَاشَا۔

فائدہ: مستثنیٰ اس کو کہتے ہیں جس کو نکالا جائے اور مستثنیٰ منہ اس کو کہتے ہیں جس سے نکالا جائے جیسے ''جَآءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا'' کہ یہاں القوم مستثنیٰ منہ ہے اور ''زَيْدًا'' مستثنیٰ ہے۔ کہ آئی میرے پاس قوم مگر زید۔ یعنی زید قوم میں داخل ہے قوم کا فرد ہے لیکن آنے کے فعل میں زید شامل نہیں ہے۔

وَهُوَ عَلٰی قِسْمَيْنِ:

مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع۔

مُتَّصِلٌ وَّ هُوَ مَا اُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّا وَ اَخَوَاتِهَا...... مستثنیٰ متصل وہ ہے جس کو اِلَّا اور اس کے اخوات کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو۔ یعنی وہ پہلے اس میں شامل ہو لیکن الا اور اس کے اخوات کے ذریعے خارج کیا گیا ہو۔ جیسے: **جَآءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا**۔

اس مثال میں القوم مستثنیٰ منہ ہے اور اِلَّا حرف استثناء ہے اور زید مستثنیٰ ہے۔ مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ مل کر فاعل۔

وَمُنْقَطِعٌ وَّهُوَ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَيْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِي الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ......

مستثنیٰ منقطع وہ ایسا اسم ہے جو اِلَّا اور اس کے اَخوات کے بعد مذکور ہو لیکن وہ متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اس کے مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے جیسے: **جَآءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا**

یہ مستثنیٰ منقطع کی مثال ہے اس لئے کہ گدھا قوم کے افراد میں نہ پہلے شامل تھا نہ اب ہے۔ منقطع کہتے ہی اس کو ہیں کہ نہ پہلے داخل ہو حرف استثناء سے نہ بعد میں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ:

مستثنیٰ کی تقسیم کے بعد اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مستثنیٰ کے اعراب کو بیان کیا ہے کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے۔

(۱) اَلنَّصْبُ (۲) وَ الْبَدْلُ وَالنَّصْبُ (۳) عَلٰی حَسْبِ الْعَوَامِلِ (۴) اَلْجَرُّ

پہلی قسم النصب:

مستثنیٰ کا اعراب چار طرح کا آتا ہے ان میں سے پہلی قسم ''**فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلًا وَّقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ مُّوْجَبٍ**'' یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ متصل ہو اور اِلَّا کے بعد واقع ہو کلامِ موجب میں۔

کلام موجب:

وہ ہے جس میں **نفی**، نہیں اور **استفہام انکاری** نہ ہو۔ اور آگے کلام غیر موجب آرہا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں **نفی**، **نہی** اور **استفہام انکاری** ہو۔

اگر مستثنیٰ متصل اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو منصوب بڑھا جائے گا۔ جیسے: ''جَآءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا''

دوسری قسم:

''اَوْ مُنْقَطِعًا لِکَمَا مَرَّ'' کہ مستثنیٰ منقطع ہو اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو جیسا کہ گذر چکا ہے کہ ''جَآءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا''۔

تیسری قسم:

''اَوْ مُقَدَّمًا عَلٰی مُسْتَثْنٰی مِنْہُ'' کہ مستثنیٰ مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر جیسے ''مَا جَآءَنِی اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ'' ان تین صورتوں میں مستثنیٰ منصوب ہوگا وجہ اس کی یہی ہے کہ یہاں مستثنیٰ مفعول کے مشابہ ہے اور مفعول منصوب ہوتا ہے۔

لہٰذا ان تین صورتوں میں مستثنیٰ ہمیشہ منصوب ہوگا۔

چوتھی صورت قسم:

''اَوْ کَانَ بَعْدَ خَلَا وَ عَدَا عِنْدَ الْاَکْثَرِ'' کہ اکثر نحویوں کے نزدیک ''خَلَا'' اور ''عَدَا'' کے بعد مستثنیٰ منصوب ہوگا کیونکہ ''خَلَا'' اور ''عَدَا'' اکثر نحویین کے نزدیک **فعل** ہے ضمیر فاعل ہے اور مستثنیٰ مفعول ہے اور مفعول منصوب ہوتا ہے جیسے: خَلَا زَیْدًا، عَدَا زَیْدًا۔

اور بعض نحویوں کے نزدیک ''خَلَا'' اور ''عَدَا'' حروف جارہ میں سے ہیں اور اس وقت مستثنیٰ مجرور ہوگا جیسے: خَلَا زَیْدٍ، عَدَا زَیْدٍ۔ صحیح قول اکثر نحویین کا ہے۔

پانچویں قسم:

''اَوْبَعْدَمَاخَلَاوَمَاعَدَاوَلَیْسَ وَلَایَکُوْنُ''...... کہ مستثنیٰ متصل ہو کلام موجب میں اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد واقع ہو تو مستثنیٰ منصوب پڑھا جائے گا جیسے مثالیں سب کی یہ ہیں۔ جَآءَنِی الْقَوْمُ خَلَازَیْدًا اور جَآءَنِی الْقَوْمُ مَاعَدَازَیْدًا اور جَآءَنِی الْقَوْمُ لَیْسَ زَیْدًا اور جَآءَنِی الْقَوْمُ لَایَکُوْنُ زَیْدًا۔

وَإِنْ كَانَ بَعْدَ إِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَ هُوَ كُلُّ كَلَامٍ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْيٌ وَ نَهْيٌ وَ اِسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مَذْكُوْرٍ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَالْبَدَلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَآءَنِيْ اَحَدٌ إِلَّا زَيْدًا وَإِلَّا زَيْدٌ وَإِنْ كَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ إِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غير مَذْكُوْرٍ كَانَ إِعْرَابُهٗ بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ وَ مَا جَآءَنِيْ إِلَّا زَيْدٌ وَ مَا رَاَيْتُ إِلَّا زَيْدًا وَ مَا مَرَرْتُ إِلَّا بِزَيْدٍ وَإِنْ كَانَ بَعْدَ غَيْرَ وَسِوًا وَسَوَاءَ وَ حَاشَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْرًا نَحْوُ مَا جَآءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوٰى زَيْدٍ وَسِوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ۔

ترجمہ: اور اگر اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں اور وہ وہ ہے کہ ہوں اس میں نفی نہی اور استفہام اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں نصب اور ماقبل سے بدل جیسے: ''مَاجَآءَنِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا'' اور ''اِلَّازَیْدًا'' اور اگر کلام مفرغ ہو اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اعراب عامل کے اعتبار سے ہوں گے جیسے ''مَاجَاءَنِیْ اِلَّازَیْدٌ'' اور ''مَارَاَیْتُ اِلَّازَیْدًا'' اور ''مَا مَرَرْتُ اِلَّابِزَیْدٍ'' اور اگر ہو ''غَیْرَ اور سِوٰی اور سَوَاءَ اور حَاشَا زَیْدٍ'' کے بعد تو اکثر نحویوں کے نزدیک مجرور ہوگا جیسے: ''جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ وَسِوٰی زَیْدٍ وَسَوَاءِ زَیْدٍ وَحَاشَا زَیْدٍ''

تشریح:

''وَاِنْ كَانَ بَعْدَ اِلَّا ...الخ'' اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مستثنیٰ کے اعراب کی دوسری قسم کو بیان کیا ہے جس کو ہم اجمالی طور پر پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ دوسری قسم اعراب کی **النصب والبدل** ہے کہ جب مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو کلام غیر موجب کی تعریف یہ ہے کہ جس میں نفی نہی اور استفہام انکاری موجود ہو۔ تو مستثنیٰ کلام جب کلام غیر موجب میں اِلَّا کے بعد واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس کا اعراب دو طرح کا آتا ہے۔(۱)

نصب (۲) ماقبل سے بدل۔

پہلی صورت:

اَلنَّصْبُ کہ فتحہ دیا جائے گا جیسے: مَاجَآءَنِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا۔

دوسری صورت:

البدل کہ مستثنیٰ ماقبل سے بدل بن جائے اور جو مبدلمنہ کا اعراب ہو وہی بدل (مستثنیٰ) کا بھی اعراب ہو جیسے: مَاجَآءَنِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدٌ۔

بدل اور مبدل منہ کا اعراب ایک ہی ہوتا ہے اسی وجہ سے زید کو مرفوع پڑھا گیا۔

باعتبار اعراب کے تیسری قسم:

وَاِنْ کَانَ مُفَرَّغًا الخ...... کہ اگر مستثنیٰ مفرغ ہو اور کلام غیر موجب میں اِلَّا کے بعد واقع ہو۔

مستثنیٰ مفرغ کی تعریف:

مستثنیٰ مفرغ اس کو کہتے ہیں جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ مفرغ یعنی خالی۔ فارغ مستثنیٰ منہ سے۔

اِنْ کَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ کَلَامٍ غَیْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ غَیْرُ مَذْکُوْرٍ کَانَ اِعْرَابُهٗ بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ

کہ اگر مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو یعنی مستثنیٰ مفرغ ہو اور کلام غیر موجب ہو تو اس صورت میں اعراب عامل کے حساب سے ہوں گے۔ عامل رافع ہو تو مرفوع عامل ناصب ہو تو منصوب عامل جار ہو تو مجرور جیسے مَاجَآءَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ وَمَارَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا ,وَمَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ۔

باعتبار اعراب کے چوتھی قسم:

وَاِنْ کَانَ بَعْدَ غَیْرَ...... الخ کہ اگر مستثنیٰ لفظ غَیْرَ اور سِوٰی اور سَوَاءٌ اور حَاشَا کے بعد واقع ہو تو اکثر نحویین کے نزدیک مجرور ہوگا۔ جیسے:

غیر مَاجَآءَنِیْ غَیْرُ زَیْدٍ مَاجَآءَنِیْ سِوَاءُ زَیْدٍ، مَاجَآءَنِیْ سِوٰی زَیْدٍ مَاجَآءَنِیْ حَاشَا زَیْدٍ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ غَيْرَ كَاِعْرَابِ الْمستثنٰى بِاِلَّا تَقُوْلُ جَآءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَ غَيْرَ حِمَارٍ وَمَا جَآءَنِيْ غَيْرُ زَيْدٍ نِ الْقَوْمُ وَمَا جَآءَنِيْ اَحَدٌ غَيْرُ زَيْدٌ وَغَيْرَ زَيْدٍ وَمَا جَآءَنِيْ غَيْرُ زَيْدٍ وَمَارَأَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ وَاعْلَمْ اَنْ لَفْظَةَ غَيْرُ مُوْضُوْعَةٌ لِلصِّفَةِ وَقَدْ تَسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ كَمَا اَنَّ لَفْظَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةٌ لِلْاِسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا اَيْ غَيْرِ اللهِ وَ كَذٰلِكَ قَوْلُكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ۔

ترجمہ: جان لو کہ غَیْرَ کا اعراب مستثنیٰ بِاِلَّا کی طرح ہے جیسے آپ کہتے ہیں:
جَآءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ حِمَارٍ وَ ماجاءَنِيْ غَيْرُ زَيْدٍ الْقَوْمُ ماجاءَنِيْ اَحَدٌ غَيْرُ زَيْدٍ وَ غَيْرَ زَيْدٍ وَ ماجاءَنِيْ غَيْرُ زَيْدٍ وَ مارَأَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَ مامَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ

اور جان لو کہ لفظ غیر موضوع ہے صفت کے لیے لیکن کبھی کبھی استثناء کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جس طرح اِلَّا موضوع ہے استثناء کے لیے اور کبھی کبھی صفت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ''لَوْكَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا'' یعنی غیر اللہ اور اسی طرح تیسرا قول ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ''

تشریح:

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ غَيْرَ الخ......اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف استثناء میں سے حرف ''غَیْرٌ'' کی ہی تفصیل بیان فرمائی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اِلَّا حرف ہے اور حرف کے اعراب کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ''سِوَیٰ'' اور ''سَوَاءٌ'' دونوں ظروف ہیں اور یہ لازم النصب ہیں لہٰذا اس کی بھی تفصیل کی ضرورت نہیں اور ''لایکونُ'' فعل مضارع ہے اور فعل مضارع اگر عامل ناصب اور جازم سے خالی ہو تو مبنی بر رفع ہوتا ہے۔ ''لَیْسَ'' اور ''خَلَا'' اور ''عَدَا'' اور ''مَاخَلَا'' اور ''مَاعَدَا'' اور ''حَاشَا'' یہ فعل ماضی ہیں اور فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔ تو تمام حروف استثناء میں سے صرف ایک ''غَیْرٌ'' ہی رہ گیا جو تفصیل طلب ہے۔ اور اس کی تفصیل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ ''غَیْرٌ'' کا اعراب بالکل اِلَّا کے اعراب کی طرح ہے۔

(۱)۔ مستثنیٰ متصل ہو اور کلام موجب ہو جیسے: ''جَآءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ''۔

(۲)۔ مستثنیٰ منقطع کلام موجب ہو جیسے: ''جَآءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ حِمَارٍ''

(۳)۔ مستثنیٰ متصل ہو کلام غیر موجب ہو لیکن مستثنیٰ منہ پر مستثنیٰ کو مقدم کیا جائے جیسے: ''جَآءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ الْقَوْمُ''

(۴)۔ مستثنیٰ متصل ہو کلام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو دو طرح کا اعراب آتا ہے ایک بدل اور دوسرا نصب بدل کی مثال ''مَاجَآءَنِی اَحَدٌ غَیْرُ زَیْدٍ'' اور نصب کی مثال جیسے: ''مَاجَآءَنِی اَحَدٌ غَیْرَ زَیْدٍ''

(۵)۔ مستثنیٰ متصل ہو اور کلام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو عامل کے اعتبار سے اعراب آئیں گے۔ جیسے: مَاجَآءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ، مَارَاَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ، مَامَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ۔

یعنی ہر حال میں غَیْر اور اِلَّا ایک جیسے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَةَ غَیْرِ الخ...

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''غَیْرَ'' اور لفظ ''اِلَّا'' کے سبب وضع کو بیان کیا ہے تو لفظ ''غَیْرَ'' جو ہے یہ **صفت** کے لئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی یہ **استثناء** کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس طرح ''اِلَّا'' یہ **استثناء** کے لیے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی یہ بطور **صفت** بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

یعنی صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ''غَیْرَ'' کی اور ''اِلَّا'' کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) غیر صفتی۔ (۲) غیر استثنائی۔

اور اسی طرح اِلَّا بھی ہے۔

''جَآءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ اَصْحَابِکَ'' کہ یہاں **اصحاب** غیر سے پہلے بھی قوم میں شمار تھے اب بھی ہیں پس آنے کے حکم میں **لفظ غیر** کے ساتھ **اصحاب** کو باہر کیا گیا ہے۔

اور یہ بات واضح رہے کہ جہاں اِلَّا کو استثناء کے معنی میں لینے سے خرابی لازم آتی ہو تو صرف اسی صورت میں حرف اِلَّا صفت واقع ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں اس کو استثناء میں لینا جائز نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ''لَوْکَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا'' یہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۲ ہے، ''ای غیر اللہ'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتے زمین و آسمان میں تو یہ تباہ و برباد ہو جاتے۔

اس آیت مبارکہ میں اگر حرف اِلَّا کو استثناء کے معنی میں لیا جائے تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

(۱) اگر یہ مستثنیٰ متصل ہو تو ''معاذ اللہ'' اس سے معبودان باطلہ کے وجود کا ثبوت ملے گا یہ مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۲) اگر مستثنیٰ منقطع ہو تو ''معاذ اللہ'' اللہ تعالیٰ کی الٰہیت سے انکار لازم آئے گا جو کہ کفر ہے۔ لہٰذا ایک ہی صورت رہ گی کہ حرف ''اِلَّا'' کو صفتی معنی میں کیا جائے نہ کہ استثنائی معنی میں اور اسی طرح تیرا قول ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ'' ہے۔

(۱) اگر مستثنیٰ متصل ہو تو معبودان باطلہ کو بھی ماننے یعنی ان کے وجود کا قائل ہونا لازم آتا ہے۔

(۲) اگر مستثنیٰ منقطع ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے الٰہ ہونے کا انکار لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے لہٰذا یہاں بھی لفظ اِلَّا کو صفتی معنی میں مراد لیا جائے گا۔ جیسے:

لَوْكَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا اَیْ غَيْرُ اللهِ، اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَیْ غَيْرُ اللهِ

فَصْلٌ خَبَرُ كَانَ وَ اَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَحُكْمُهٗ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَا اِلَّا اَنَّهٗ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهٗ عَلٰی اَسْمَآئِهَا مَعَ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ كَانَ الْقَائِمَ زَيْدٌ۔

ترجمہ: کَانَ اور اس کے اخوات کی خبر یہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے ''كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا'' اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے مگر یہ کہ جائز ہے ان کے اسماء پر مقدم کرنا باوجود اس کے کہ یہ معرفہ ہو بخلاف مبتدا کی خبر کے جیسے ''كَانَ الْقَائِمَ زَيْدٌ''۔

تشریح:

فَصْلٌ خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا ...... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منصوبات میں ۹ رنواں منصوب کَانَ اور اس کے اَخَوَات کو بیان فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے مرفوعات کے بیان میں یہ کہ اس کا اسم مرفوع ہوتا ہے اور اس کی خبر منصوب ہوتی ہے کَانَ اور اس کے اَخَوَاتِ کے داخل ہونے کے بعد جیسے: كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا۔ کان فعل ناقص زید اس کا اسم قَائِمًا اس کی خبر۔

فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

کان کی خبر کا حکم:

وَحُكْمُهٗ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَا ...... کہ اس کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے جس طرح مبتدا کی خبر مفرد ہوتی ہے اسی طرح ''كَانَ'' کی خبر بھی مفرد ہوتی ہے اور جس طرح مبتدا کی خبر نکرہ ہوتی ہے اسی طرح ''كَانَ'' کی خبر بھی نکرہ

ہوتی ہے وغیرہ۔

اِلَّااَنۡ یَّجُوْزَ تَقْدِیْمُہٗ...... یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبتدا اور کان کی خبر کے درمیان فرق کو بیان فرمایا ہے کہ مفرد نکرہ وغیرہ ہونے میں ایک ہی حکم ہے مگر جب مبتدا کی خبر بھی معرفہ ہو تو اس وقت مبتدا کی خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا بغیر کسی قرینے کے جائز نہیں اس لیے کہ دونوں ہی مرفوع ہوتی ہیں اور التباس کا خوف ہوتا ہے تو مبتدا کو مقدم کیا جائے گا جیسے: ''بنوا بنا ئنا بنونا'' اور جہاں التباس کا خوف نہ ہو تو وہاں تقدیم تاخیر جائز ہے جیسے: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبینا اور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لیکن کان کی خبر اگرچہ معرفہ ہو پھر بھی اس کو مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ وہاں التباس کا خوف نہیں وجہ یہ ہے کہ ''کَانَ'' کا اسم مرفوع ہوتا ہے اور خبر منصوب فرق واضح ہے جیسے ''کَانَ الْقَائِمَ زَیْدٌ'' اب یہاں القائم کو زَیْدٌ پر مقدم کیا گیا ہے۔

فَصْلٌ اِسْمُ اِنَّ وَاِخْوَاتِھَا ھُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْہِ بَعْدَ دُخُوْلِھَا نَحْوُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

ترجمہ: ان اور اس کے اخوات کا اسم وہ مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے ''اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ''

تشریح:

فَصْلٌ اِسْمُ اِنَّ وَاِخْوَاتِھَا...... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منصوبات میں سے دسواں (۱۰) منصوب اِنَّ اور اس کے اَخَوَات کو بیان فرمایا ہے۔

اِنَّ اور اس کے اَخَوَات سے مراد حروف مشبہ بالفعل ہیں ان کی تفصیل پیچھے مرفوعات کی بحث میں گذر چکی ہے کہ اِنَّ کا اسم منصوب ہوتا ہے اور اِنَّ کی خبر مرفوع ہوتی ہے جیسے: اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ ان حرف مشبہ بالفعل زید اس کا اسم قَائِمٌ اس کی خبر

حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا باقی تفصیل مرفوعات میں ملاحظہ کر لیجیے۔

فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ ھُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْہِ بَعْدَ دُخُوْلِھَا یَلِیْھَا نَکِرَۃً مُّضَافَۃً نَحْوَ لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِ اَوْ مُشَابِھًا لَّھَا نَحْوُ لَا عِشْرِیْنَ دِرْھَمًا فِیْ

الْكَيِّسِ فَإِنْ كَانَ بَعْدَ لَا نَكِرَةً مُفْرَدَةً تُبْنٰى عَلَى الْفَتْحِ نَحْوُ لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ وَإِنْ كَانَ مَعْرِفَةً أَوْ نَكِرَةً مَّفْصُوْلًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ لَا كَانَ مَرْفُوْعًا وَيَجِبُ تَكْرِيْرُ لَا مَعَ اِسْمٍ اٰخَرَ۔ تَقُوْلُ لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو وَلَا فِيْهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ وَيَجُوْزُ فِي مِثْلِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ أَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَرَفْعُهُمَا وَفَتْحُ الْأَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِيْ وَفَتْحُ الْأَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِيْ وَرَفْعُ الْأَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِيْ وَقَدْ يُحْذَفُ اِسْمُ لَا لِقَرِيْنَةٍ نَحْوُ لَا عَلَيْكَ أَيْ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: لانفیٔ جنس کا منصوب وہ مسند الیہ ہوتا ہے اس کے داخل ہونے کے بعد کہ نکرہ مضاف ہو ملا ہوا ہو لا کے ساتھ جیسے "لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ" یا اس کے مشابہ ہو جیسے "لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ" پس اگر نکرہ مفرد ہو تو مبنی بر علامت فتحہ ہوگا جیسے "لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ" اور اگر معرفہ یا نکرہ ہو اور اس کے اور لَا کے درمیان فاصلہ ہو تو اسم مرفوع ہوگا اور واجب ہے دوسرے اسم کے ساتھ لَا کا تکرار جیسے "لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو وَلَا فِيْهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ" اور جائز ہے اس کے مثل "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" میں پانچ صورتیں دونوں کا فتحہ اور دونوں کا رفع اور پہلا مفتوح دوسرا منصوب اور پہلا مفتوح دوسرا مرفوع اور پہلا مرفوع دوسرا مفتوح اور کبھی لَا کے اسم کو حذف کیا جاتا ہے۔ قرینے کی وجہ سے جیسے "لَا عَلَيْكَ" یعنی "لَا بَأْسَ عَلَيْكَ"

تشریح:

منصوبات میں سے گیارہواں (۱۱) منصوب

فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ..... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے باقی منصوبات کی طرح "اِسْمُ لَا" کہنے کے بجائے فرمایا "اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ" کہ لانفیٔ جنس کا منصوب۔

وجہ اس کی یہی ہے کہ لانفی جنس کا اسم کبھی مرفوع ہوتا ہے کبھی منصوب تو اگر اسم لا فرمایا جاتا تو مطلب یہ ہوتا کہ لانفیٔ جنس کا اسم لازماً منصوب ہوتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسم لا کبھی منصوب ہوگا کبھی مرفوع۔

هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا ......صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے لا کا اسم منصوب ہونے کے لیے تین شرائط ذکر فرمائی ہیں۔

(۱)۔ يَلِيْهَا کہ ملا ہوا ہو یعنی، لا اور اس کے اسم کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

(۲)۔ نَكِرَةً مُّضَافَةً نکرہ مضاف ہو۔

(۳)۔ اَوْ مُشَابِهًا لَّهَا کہ مضاف کے مشابہ ہو۔ جیسے: لَاغُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ۔

کہ یہاں لَا اور غلام کے درمیان فاصلہ نہیں دونوں ملے ہوئے اور غلام نکرہ مضاف ہے۔ اور دوسری مثال جیسے: لَاعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ

کہ یہاں ''عِشْرِيْنَ هِمًا'' مشابہ مضاف ہے۔

وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ نَكِرَةً

لا کا اسم معرفہ یا نکرہ ہونے کے وقت اعراب:

یہاں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ...... لَا کا اسم جب معرفہ یا نکرہ ہو تو اس وقت...... لا کا اسم مرفوع ہوگا اور دوسرے اسم کے ساتھ...... لا کا تکرار واجب ہے۔ جیسے: معرفہ کی مثال لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو۔

نکرہ کی مثال جیسے: لَا رَجُلٌ فِيْهَا وَلَا امْرَاَةٌ۔

وَيَجُوْزُ فِيْ مِثْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ...... اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ'' کے اعراب کا بیان فرمایا ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ کے اعراب کی پانچ صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

فَتْحُهُمَا کہ دونوں اسموں پر فتحہ ہو جیسے: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اس مثال میں لا نفی جنس کی ہے۔

دوسری صورت:

وَرَفْعُهُمَا کہ دونوں اسموں پر رفع ہو جیسے: لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ۔ اس مثال میں لا زائدہ ہے۔

تیسری صورت:

وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِيْ یعنی پہلا اسم مفتوح اور دوسرا اسم منصوب ہو جیسے: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةً۔

اس مثال میں پہلی لا زائد ہے اور دوسری لانفیٔ جنس کی ہے۔

چوتھی صورت:

وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِيْ یعنی پہلا اسم مفتوح ہوگا اور دوسرا مرفوع ہو جیسے: **لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةٌ**۔

اس مثال میں پہلی لانفیٔ جنس کی ہے اور دوسری لا زائدہ ہے۔

پانچویں صورت:

وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِيْ یعنی پہلا اسم مرفوع اور دوسرا مفتوح ہو جیسے: **لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةَ**۔

اس مثال میں پہلی **لا** مشابہ ہے **لیس** کے اور دوسری **لا** برائے نفیٔ جنس ہے۔

وَقَدْيُحْذَفُ اِسْمُ لَالِقَرِيْنَةٍ...... اور کبھی لا کا اسم کسی قرینے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے، جیسے ''**لَاعَلَيْكَ**'' اس کی تقدیری عبارت ''**لَابَأْسَ عَلَيْكَ**'' ہے یہاں قرینہ موجود ہے وہ یہ کہ **لَا** اور **عَلٰی** دونوں حرف ہیں اور حرف حرف پر داخل نہیں ہوسکتا تو ان دونوں کے درمیان ''**بَأْسَ**'' کا لفظ موجود ہے۔ یعنی ''**لَابَأْسَ عَلَيْكَ**'' آپ پر کچھ گناہ، حرج نہیں۔

فَصْلٌ خَبَرُ مَا وَ لَا اَلْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرِ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ زِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَاَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ هٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ اَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ فَلَا يَعْمَلُوْنَهُمَا اَصْلًا قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِيْ تَمِيْمٍ شِعْرٌ:

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ
فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ بِرَفْعِ حَرَامٌ

ترجمہ: ''**مَاوَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ**'' کی خبر ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے ''**مَازَيْدٌ قَائِمًا**'' اور ''**لَارَجُلٌ حَاضِرًا**'' اور اگر واقع ہو خبر ''**اِلَّا**'' کے بعد جیسے ''**مَازَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ**'' یا مقدم ہو خبر اسم پر جیسے ''**مَاقَائِمٌ زَيْدٌ**'' یا زیادہ کیا جائے ''**مَا**'' کے بعد ''**اِنْ**'' جیسے ''**مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ**'' تو

ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔ یہ اہل حجاز کی لغت ہے۔ رہے بنو تمیم تو وہ ان دونوں کو سرے سے عمل دیتے ہی نہیں۔ شاعر کا قول بنو تمیم کی زبان میں شعر:

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهٗ انْتَسِب

فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبْ حَرَامُ بِرَفْعِ حَرَامٌ

اور بعضے پتلی کمر والے نزاکت میں مثل شاخ کے میں نے اس سے کہا نسب بیان کر تو اس نے جواب دیا کہ عاشق کا قتل کرنا حرام نہیں۔ حَرَامٌ کے رفع کے ساتھ۔

تشریح:

فَصْلٌ خَبَرُ مَاوَ لَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ الخ......اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے منصوبات میں بارھواں (۱۲) منصوب ''مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ'' بِلَيْسَ کی خبر کو بیان فرمایا ہے۔

''مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ'' یعنی مَا اور لَا عمل کرنے میں مشابہ ہیں لَيْسَ کے جس طرح لَيْسَ کا اسم مرفوع خبر منصوب ہے اس طرح مَا اور لَا کا بھی اسم مرفوع اور خبر منصوب ہے جیسے: مَا کی مثال مَازَيْدٌقَائِمًا۔

لَا کی مثال: لَارَجُلٌ حَاضِرًا

جن صورتوں میں مَا ولَا کا عمل باطل ہوتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا اَوْتَقَدَّمَ الْخَبَرِ عَلَى الْاِسْمِ اَوْزِيْدَتْ اِنْ بَعْدَمَاِنْ.. الخ

پہلی صورت:

''اِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا نَحْوُ مَازَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ'' کہ اگر خبر اِلَّا کے بعد واقع ہو تو مَا اور لَا کا عمل باطل ہو جائے گا کیونکہ مَا اور لَا نفی کے معنی دیتے ہیں اور جب اِلَّا حرف استثناء آ گیا تو نفی اثبات میں تبدیل ہو گئی لہٰذا عمل باطل ہے۔ جیسے

مَازَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ　　　لَارَجُلٌ اِلَّا اَفْضَلُ مِنْكَ

کہ یہاں ان دونوں مثالوں میں خبر منصوب ہونے کے بجائے مرفوع ہے۔

دوسری صورت:

''تَقَدَّمُ الْخَبَرِ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ'' کہ اگر مَا کی یا لَا کی خبر کو اسم پر مقدم کیا جائے گا تو بھی ان دونوں کا عمل باطل ہو جائے گا وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں عامل ضعیف ہیں اور اس کے معمول میں ترتیب شرط ہے جب ترتیب نہیں پائی گئی تو عمل باطل ہو جائے گا، جیسے:

مَا قَائِمٌ زَيْدٌ لَا أَفْضَلُ مِنْكَ رَجُلٌ

تیسری صورت:

''زِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ'' کہ بڑھا دیا جائے، زیادہ کر دیا جائے مَا کے بعد اِنْ کو تو اس صورت میں یاد رکھیں کہ اِنْ صرف مَا کے بعد آ سکتا ہے لَا کے بعد نہیں آ سکتا تو اس صورت میں بھی مَا کا عمل باطل ہو جائے گا، جیسے:

مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ

یہاں بھی خبر منصوب ہونے کے بجائے مرفوع ہے۔

مَا و لَا کے عمل میں اختلاف

پہلا مذہب: اہلِ حجاز کا ہے وہ کہتے ہیں کہ مَا اور لَا الفاظ میں اعراب میں عمل کرتے ہیں ان کے مذہب کی تائید قرآن کریم کے اندر بھی ہے۔ جیسے: مَا هٰذَا بَشَرًا اور مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ۔

دوسرا مذہب: حضرات بنو تمیم کا ہے وہ کہتے کہ مَا اور لَا بالکل ہی عمل نہیں کرتے ان کی دلیل ایک شعر ہے۔ (بنو تمیم کا ایک شاعر ہے زہیر) وہ اس شعر کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

شعر:

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ

فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ بِرَفْعِ حَرَامٌ

اس شعر میں محل استشہاد لفظ حَرَامٌ ہے کہ اس کو منصوب پڑھنے کی جگہ مرفوع پڑھا ہے۔ اگر ما اور لا عامل ہوتے تو یہ حرامًا ہوتا مرفوع نہ ہوتا۔

شعر کی نحوی ترکیب:

واؤ بمعنی رُبّ حرف جار مھفھف صفت اوّل موصوف محذوف کی کالفصن جار مجرور متعلق ثابت کا ہو کر صفت ثانی موصوف محذوف انہی دونوں صفتوں سے مل کر لفظاً مجرور محلا مرفوع مبتداء قلت فعل با فاعل لہ متعلق یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول انتسب فعل امر ضمیر فاعل جملہ انشائیہ ہو کر مقولہ قول مقولہ مل کر خبر، مبتداء خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا فا جاب فا عاطفہ اجاب فعل ضمیر فاعل ماقتل المحب حرامٌ یہ جملہ اسمیہ ہو مراد اللفظ مفعول فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہلِ حجاز کا قول راجح ہے کیونکہ ان کے مذہب کی تائید قرآن عظیم سے بھی ہوتی ہے تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

واللہ اعلم

منصوبات کی بحث پایہ تکمیل تک پہنچ گئی

الحمد للہ رب العالمین

المقصد الثالث فی المجرورات

اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِيَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ فَقَطْ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَ يُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِيْبِ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ جَارٌّ وَ مَجْرُوْرٌ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ تَقْدِيْرُهٗ غُلَامٌ لِّزَيْدٍ وَ يُعَبَّرُ عَنْهُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَيْهِ وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ اَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَهٗ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُ جَآءَنِيْ غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔

ترجمہ: تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں، اسمائے مجرور، صرف مضاف الیہ ہے اور ہر وہ اسم ہے کہ اس کی طرف کسی شے کی نسبت بواسطہ حرف جر لفظاً کی جائے جیسے ''مَرَرْتُ بِزَيْدٍ'' اور تعبیر کیا جاتا ہے اصطلاح میں اس ترکیب کو جار مجرور والی ترکیب سے یا تقدیراً ہو جیسے ''غُلَامُ زَيْدٍ'' کہ اس کی تقدیری عبارت ''غُلَامٌ لِّزَيْدٍ'' ہے اور تعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کو اصطلاح میں مضاف ومضاف الیہ ولی ترکیب سے اور مضاف کا تنوین اور اس کے قائم مقام سے خالی کرنا واجب ہے اور وہ ہے نون تثنیہ اور جمع جیسے ''جَآءَنِيْ غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ''۔

تشریح:

المقصد الثالث الاسماء المجرورات الخ...... صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مقاصد ثلاثہ میں سے تیسرا مقصد مجروات کو بیان فرمایا ہے۔

''**اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ**'' یہاں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ اسمائے مجرور صرف ایک ہے جبکہ اوپر ذکر کیا ''**المقصد الثالث فی المجرورات**'' یعنی اوپر جمع ذکر فرمائی اور یہاں مفرد وجہ کیا ہے؟

وجہ اس کی یہ ہے کہ مجرور اسم صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے مضاف الیہ لیکن اس کے افراد کثیر ہیں افراد کی کثرت کی وجہ سے مجرورات جمع ذکر فرمائی۔

مضاف الیہ کی تعریف:

"""کہ وہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف نسبت کی جائے حرف جر کے واسطے سے لفظی یا تقدیری، جیسے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اور غُلَامُ زَيْدٌ۔

مَرَرْتُ بِزَيْدٍ والی ترکیب کو جار مجرور والی ترکیب کہتے ہیں اور غُلَامُ زَيْدٌ والی ترکیب کو مضاف ومضاف الیہ والی ترکیب سے تعبیر کرتے ہیں

مضاف کا حکم:

"وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ. الخ" اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مضاف کا حکم بیان فرمایا ہے کہ واجب ہے مضاف کا تنوین اور اس کے قائم مقام سے یعنی نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہونا۔ کیونکہ نون تنوین یا نون تثنیہ وجمع علامت ہیں کلام کے تام ہونے کی، جبکہ مضاف محتاج ہوتا ہے مضاف الیہ کا فقط مضاف سے کلام تام نہیں ہوتا اس وجہ سے علامت کلام تام یعنی تنوین اور اس کے مشابہات کو حذف کر دیا گیا۔

مفرد کی مثال:

"غُلَامُ زَيْدٍ" کہ اصل میں یہ "غُلَامٌ زَيْدٍ" ہے تنوین کو ہٹا دیا گیا۔

تثنیہ کی مثال:

"غُلَامَا زَيْدٍ" کہ یہ اصل میں "غُلَامَانِ زَيْدٍ" تھا نون تثنیہ کو بوجہ اضافت حذف کر دیا۔

جمع کی مثال:

"مُسْلِمُوْ مِصْرٍ کہ یہ اصل میں تھا "مُسْلِمُوْنَ مِصْرٍ" بوجہ اضافت نون کو حذف کر دیا گیا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْنَوِيَّةً وَلَفْظِيَّةً اَمَّا الْمَعْنَوِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ اَوْ بِمَعْنٰى مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنٰى فِيْ نَحْوُ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَ فَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ اَوْ تَخْصِيْصُهٗ اِنْ

أُضِيفَ إِلٰى نَكِرَةٍ كَغُلَامُ رَجُلٍ وَ إِمَّا لَفْظِيَّةٌ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً إِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَ حَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيفٌ فِي اللَّفْظِ فَقَطْ۔

ترجمہ: اور تو جان لے کہ اضافت دو قسم پر ہے معنوی اور لفظی۔ پس معنوی وہ یہ ہے کہ مضاف غیر صفت کا صیغہ ہو مضاف ہو اپنے معمول کی طرف اور یہ یا تو لام کے معنی میں ہوگا ''غُلَامُ زَيْدٍ'' یا ''مِنْ'' کے معنی میں ہو جیسے ''خَاتَمُ فِضَّةٍ'' یا فی کے معنی میں ہو جیسے ''صَلَاةُ اللَّيْلِ'' اور اس اضافت کا فائدہ مضاف کی تعریف ہے اگر معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے پیچھے گذرا، اور تخصیص کا فائدہ دیتا ہے جب مضاف الیہ نکرہ ہو جیسے ''غُلَامُ رَجُلٍ'' اور رہا لفظیہ تو یہ ہے کہ مضاف صفت (کا صیغہ) ہو مضاف ہو اپنے معمول کی طرف اور وہ انفصال کے حکم میں ہے جیسے ''ضَارِبُ زَيْدٍ'' اور ''حَسَنُ الْوَجْهِ'' اور صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

تشریح:

''وَاعْلَمْ أَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰى قِسْمَيْنِ الخ'' اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اضافت کی قسمیں بیان کی ہیں اضافت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) معنوی (۲) لفظی

اضافت معنویہ کی تعریف:

''فَهِيَ أَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ إِلٰى مَعْمُوْلِهَا'' کہ مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ مضاف کے صیغہ صفت بننے کی (۴) چار صورتیں ہیں۔ اسم فاعل۔ اسم مفعول۔ صفت مشبہ۔ اسم تفضیل۔ پس اسم فاعل اور اسم مفعول مضاف الیہ بھی بن سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مضاف جامد ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

اس اضافت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)۔ اضافت لامیہ جیسے ''غُلَامُ زَيْدٍ'' اصل میں یہ ''غُلَامٌ لِّزَيْدٍ'' تھا

(۲)۔ اضافت منیہ، بیانیہ جیسے ''خَاتَمُ فِضَّةٍ'' اصل میں یہ ''خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ'' تھا

(۳)۔ اضافت فیہ، ظرفیہ جیسے ''صَلَاۃُ اللَّیْلِ'' اصل میں یہ ''صَلَاۃٌ فِی اللَّیْلِ'' تھا۔

فائدہ: ''وَفَائِدَۃُ ھٰذِہِ الْاِضَافَۃِ تَعْرِیْفُ الْمُضَافِ اِنْ أُضِیْفَ اِلٰی مَعْرِفَۃٍ'' اضافت معنویہ کے دو فائدوں میں سے پہلا یہ ہے کہ اگر معرفہ کی طرف مضاف ہے تو نکرہ بھی معرفہ کی طرف اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو جائے گا جیسے ''غُلَامُ زَیْدٍ'' وہ زید کا غلام یعنی معرفہ ہو گیا زید کی وجہ سے۔

(۱) فائدہ: ''تَخْصِیْصُہٗ اِنْ أُضِیْفَ اِلٰی نَکِرَۃٍ کَغُلَامِ رَجُلٍ'' دوسرا فائدہ تخصیص کا ہے کہ جب نکرہ کی طرف اضافت ہو تو مضاف معرفہ بن جاتا ہے تخصیص آجاتی ہے جیسے ''غُلَامُ رَجُلٍ'' کہ پہلے عموم تھا کہ مرد کا غلام ہے یا عورت کا تو اب تخصیص پیدا ہو گئی کہ صرف مرد کا غلام ہے عورت کا نہیں ہے۔

اضافت لفظیہ کی تعریف:

''فَھِیَ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُضَافُ صِفَۃً مُضَافَۃً اِلٰی مَعْمُوْلِھَا وَھِیَ فِیْ تَقْدِیْرِ الْاِنْفِصَالِ'' کہ اضافت لفظیہ وہ یہ ہے کہ ایسا صیغہ صفت جو مضاف ہو اپنے معمول کی طرف اور یہ انفصال کے حکم میں ہوتی ہے۔ یعنی ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ انفصال کے حکم میں ہے مطلب یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ میں لفظاً اتصال ہوتا ہے معنیً نہیں ہوتا جیسے، ''ضَارِبُ زَیْدٍ'' وجہ اس کی یہ ہے کہ مضاف کی وجہ سے اسم کا مرفوع یا منصوب ہونا ختم ہو جاتا ہے وہ اسم معنًا تو مرفوع یا منصوب ہوتا ہے لیکن لفظاً نہیں رہتا۔ کہ اصل میں ''ضَارِبُ زَیْدٍ'' اس طرح تھا ضَارِبٌ زَیْدًا اور ''حَسَنُ الْوَجْہِ'' اصل میں ''حَسَنٌ وَجْھُہٗ'' تھا۔

فائدہ:

''وَفَائِدَتُھَا تَخْفِیْفٌ فِی اللَّفْظِ فَقَطْ'' اضافت لفظیہ فقط لفظوں میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اور یہ تخفیف تین طرح سے ہوتی ہے۔ (۱) صرف مضاف میں۔ (۲) صرف مضاف الیہ میں۔ (۳) مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں۔

صرف مضاف میں تخفیف:

جیسے ''ضَارِبُ زَیْدٍ'' کہ اصل میں ''ضَارِبٌ زَیْدًا'' تھا ضَارِبٌ سے تنوین ہٹا کر تخفیف کر دی۔

صرف مضاف الیہ میں تخفیف:

جیسے ''القَائِمُ غُلَامِ'' کہ یہ اصل میں ''اَلْقَائِمُ غُلَامُہٗ'' تھا۔ ''غُلَامُہٗ'' سے ضمیر کو ہٹا کر تخفیف کر دی۔

مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف:

جیسے "زَيْدُنِ القائم غلام" کہ یہ اصل میں "قائم غلامہ" تھا "قائمٌ" سے تنوین ہٹا دی اور "غُلَامُهٗ" سے ضمیر حذف کر دی دونوں میں تخفیف پیدا ہو گئی۔

وَاعْلَمْ اَنَّكَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِيْحَ اَوِالْجَارِيْ مَجْرى الصَّحِيْحَ اِلٰى يَآءَ الْمُتَكَلِّمِ كَسَرْتَ اٰخِرَهٗ وَاَسْكَنْتَ الْيَاءَ اَوْ فَتَحْتَهَا كَغُلَامِيْ وَدَلْوِيْ وَظَبْيِيْ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلْفًا تَثْبُتُ كَعَصَايَ وَرَحَايَ خِلَافًا لِهُذَيْلِ كَعَصِيَّ وَرَحِيَّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ يَآءً مَكْسُوْرًا قَبْلَهَا اَدْغَمْتَ الْيَاءَ فِي الْيَاءِ وَ فَتَحْتَ الْيَاءِ الثَّانِيَةُ لِئَلَّا يَلْتَقِي السَّاكِنَانِ تَقُوْلُ فِيْ قَاضِيْ قَاضِيَّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ وَ اوَ مَضْمُوْمًا مَا قَبْلَهَا قَلَبْتَهَا يَآءً وَعَمِلْتَ كَمَا عَمِلْتَ الْاٰنَ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ مُسْلِمِيَّ وَ فِي الْاَسْمَآءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلَى الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اَخِيْ وَاَبِيْ وَحَمِيْ وَهَنِيْ وَفِيْ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْلَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ شِعْرٌ:

اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ

شَاذٌّ وَ اِذَا قُطِعَتْ هٰذِهِ

الْاَسْمَاءُ مِنَ الْاِضَافَةِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَذُوْلَا يُقْطَعُ عَنِ الْاِضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا كُلُّهٗ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اِمَّا مَا يُذْكَرُ فِيْهِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَيَاْتِيْكَ فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ: اور تو جان لے کہ اگر تو اضافت کرے اسم صحیح یا جاری مجری الصحیح کی یائے متکلم کی طرف تو اس کے آخر کو کسرہ دے دو اور یا کو ساکن کر دو یا فتحہ دے دو جیسے "غُلَامِيْ غُلَامِيَ اور دَلْوِيْ دَلْوِيَ اور ظَبْيِيْ ظَبْيِيَ" اور اگر اسم کے آخر میں الف ہو تو اس کو ثابت رکھا جائے گا امام ہذیل کا اختلاف ہے عَصَايَ اور رَحَايَ امام ہذیل کے نزدیک عَصِيَّ اور رَحِيَّ اگر اسم کے آخر میں یا ماقبل مکسو ہو تو یا کا یا میں ادغام کرو اور دوسری یا کو فتحہ دے دو تا کہ التقائے ساکنین نہ ہو جیسے تم کہتے ہو قَاضِيْ

میں قَاضِیَّ اور اگر اس کا آخر واؤ ماقبل مضموم ہوتو واؤ کو یا سے بدل کر وہ ہی عمل کرو جو ابھی کیا، ''قاضی میں'' جیسے تم کہتے ہو ''جَاءَ مُسْلِمِیَّ'' اور اسمائے ستہ جب مضاف ہوں یا متکلم کی طرف تو تم کہتے ہو اَخِیْ اور اَبِیْ اور حَمِیْ اور هَنِیْ اور فِیْ اکثر کے نزدیک اور فَمِیْ ایک جماعت کے نزدیک اور ذُوْ مضاف نہیں ہوتا ضمیر کی طرف اَصْلًا اور کہنے والے کا کہنا شعر میں ''اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ'' یہ شاذ ہے اور جب ان اسماء کی اضافت ختم کی جائے تو آپ کہیں گے اَخٌ اور اَبٌ اور حَمٌ اور هَنٌ اور فَمٌ اور کبھی اضافت سے جدا نہیں ہوتا۔ یہ حرف جر تقدیری کے واسطے سے تھا اور بواسطہ حرف جر لفظی وہ ان شاء اللہ تعالیٰ تیسری قسم حروف کی بحث میں آرہا ہے۔

تشریح:

''وَاعْلَمْ اَنَّکَ اِذَا اَضَفْتَ الخ'' اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مضاف کے اعراب کی چند صورتیں بیان فرمائی ہیں کہ جب اسم صحیح یا جاری مجری الصحیح مضاف ہوتو اس کی چند صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت:

''اَنَّکَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِیْحَ الخ'' کہ جب اسم صحیح یا جاری مجری الصحیح یائے متکلم کی طرف مضاف ہوتو آپ آخری حرف کو کسرہ دے دو اور یاء کو ساکن بھی کر سکتے ہیں اور مفتوح بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے: ''غُلَامِیْ غُلَامِیَ اور دَلْوِیْ یا دَلْوِیَ اور ظَبْیِیْ یا ظَبْیِیَ''۔

دوسری صورت:

''وَاِنْ کَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا الخ'' اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب اسم کے آخر میں الف ہوتو اکثر نحوین کے نزدیک الف کو ثابت رکھا جائے گا جیسے عصا سے عَصَایَ اور رَحٰی سے رَحَایَ وغیرہ اور اس صورت امام هذیل رحمۃ اللہ علیہ کا جمہور نحومین سے اختلاف ہے کہ الف کو گرا دیا جائے گا اور یا کو مشدد کر کے پڑھا جائے گا جیسے عَصَا سے عَصَیَّ اور رَحٰی سے رَحِیَّ وغیرہ۔

تیسری صورت:

''وَاِنْ کَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ یَاءً'' فرماتے ہیں کہ اگر اس کے آخر میں یا پہلے سے موجود ہوگی تو پہلی یا کو ساکن

کر کے دوسری یا میں مدغم کریں جیسے قَاضِیٌ سے قَاضِیٌّ

چوتھی صورت:

''وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ وَاوًا مَضْمُوْمًا'' کہ اگر اسم کا آخر واؤ ماقبل مضموم ہو تو واؤ کو یا سے بدل کر یا کو یا میں ڈال دیں گے اور آخری حرف جو مضموم تھا اس کا ضمہ کسرہ سے تبدیل کریں گے۔ جیسے ''مُسْلِمُوْیَ'' سے ''مُسْلِمِیَّ''۔

پانچویں صورت:

''وَفِی الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ الخ'' کہ اسماء ستہ میں سے جو شروع کے چار (۴) ہیں ''اَخٌ، اَبٌ، حَمٌ هَنٌ'' یہ اگر مضاف ہوں تو اس طرح پڑھے جائیں گے ''اَخِیْ اور اَبِیْ اور حَمِیْ اور هَنِیْ'' اور پانچواں جو ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ اکثر نحویین کے نزدیک فِیْ پڑھا جائے گا اور کچھ نحویین جن میں امام مبرد بھی ہیں ان کے نزدیک یہ اپنی اصل فُوْهٌ کی وجہ سے فَمِیْ پڑھا جائے گا اور جو چھٹا ہے ذُوْ اس میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا لیکن اس کی اضافت ضمیر کی طرف نہیں ہوتی۔

اعتراض:

''وَقَوْلُ الْقَائِلِ'' سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کو بیان کیا ہے کہ بھئی آپ نے کہا کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا جبکہ یہاں شعر میں موجود ہے کہ ذووہ ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

''اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ''

کہ لوگوں میں فضل والے کو فضل والے ہی جانتے ہیں

جواب:

''شَاذٌّ'' یہ کہہ کر صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کا جواب دیا ہے کہ یہ از قبیل شاذ ہے یعنی کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے قاعدہ کلیہ نہیں ہے یہ۔

فائدہ:

''اِذَا قُطِعَتْ هٰذِهِ الْاَسْمَاءُ'' یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک فائدہ ذکر فرما رہے ہیں کہ جب یہ اسمائے

ستہ اضافت سے کاٹے جائیں تو اس طرح پڑھے جائیں گے اَخٌ اور اَبٌ اور حَمٌ ور ھَنٌ ور فَمٌ ور ذو کا استعمال بغیر اضافت کے کبھی بھی نہیں ہوتا یہ ہمیشہ اسم جنس مظہر کی طرف مضاف ہوگا جیسے ذوالعرش، ذوالفضل۔

تتمہ:

''هٰذَا كُلُّهُ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ الخ'' یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ تتمہ زکر کر رہے ہیں کہ یہ تمام صورتیں تب ہی ہیں جب حرف جر کو تقدیری مانا جائے۔ پیچھے بیان ہوا تھا کہ اضافت میں حرف جر مقدر ہوتا ہے اور جہاں حرف جر لفظی موجود ہوگا وہ ان شاء اللہ حروف کی بحث میں آرہا ہے۔

مقاصد ثلاثہ مکمل ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ

واللہ اعلم بالصواب

الخاتمة فی التوابع

اَعْلَمْ اَنَّ الَّتِیْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ کَانَ اِعْرَابُهَا بِالْاِصَالَةِ بِاَنَّ دَخَلَتْهَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ یَکُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبْعِیَّةِ مَا قَبْلَهَا وَ یُسَمّٰی التَّابِعَ لِاَنَّهٗ یَتْبَعُ مَا قَبْلَهٗ فِی الْاِعْرَابِ وَ هُوَ کُلُّ ثَانٍ مُّعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ وَالتَّاکِیْدُ وَالْبَدَلُ وَعَطْفُ الْبَیَانِ۔

ترجمہ: خاتمہ توابع کے بیان میں تو جان کہ اسمائے معربہ جن کا اعراب بالاصالۃ تھا کہ ان پر عوامل مرفوعات منصوبات اور مجرورات لفظی داخل ہوتے تھے۔ پس اسم کا اعراب کبھی اس کے ماقبل کی تبعیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کو تابع کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اعراب میں ماقبل کے تابع ہوتا ہے اور وہ ہر وہ دوسرا اسم معرب ہے جس کا اعراب پہلے والے اسم کے تابع ہو ایک ہی جہت سے۔ اور توابع کی پانچ قسمیں ہیں۔ صفت۔ عطف بالحروف۔ تاکید۔ بدل اور عطف۔

تشریح:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب مقاصد ثلاثہ کے بیان سے فارغ ہوئے جو مرفوعات منصوبات اور مجرورات پر مشتمل تھا جس پر اعراب بالاصالۃ ہوتا ہے یعنی عامل رافع عامل ناصب اور عامل جار لفظوں میں موجود ہوتا ہے۔ اب اس بیان سے فارغ ہو کر ایسے اسم کو بیان فرما رہے ہیں کہ اس کا اعراب بالاصالت نہیں ہوتا بلکہ اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے۔ ماقبل کی تبعیت کی وجہ سے اعراب آتا ہے۔ جیسا اعراب پہلے والے اسم کا ہو اب دوسرے اسم کا بھی ہوگا۔ اس کو تابع کہتے ہیں۔

تابع کی تعریف:

''وَهُوَ کُلُّ ثَانٍ مُّعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ'' کہ تابع ہر وہ دوسرا اس معرب ہے جس کا اعراب ایک ہی جہت سے پہلے اسم کے اعراب کے تابع ہو۔ یعنی اگر پہلا اسم فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے تو دوسرا

بھی فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے اور اگر پہلا اسم مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تو دوسرا بھی مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہے اور اگر پہلا اسم مضاف الیہ ہونے کے سبب مجرور ہے تو دوسرا بھی مضاف الیہ ہونے کے سبب مجرور ہوگا یہ ''جِھَۃٍوَّاحِدَۃٍ'' یعنی ایک ہی جہت سے ہو۔

فوائد وقیود:

تعریف میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ''کُلُّ ثَانٍ مُّعْرَبٍ'' فرمایا اس میں افعال ناقصہ کی خبر، حروف مشبہ بالفعل کی خبر اور لائے نفی جنس کی خبر داخل تھے کیونکہ یہ بھی معرب ہوتے ہیں اور دوسرے ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا ''بِاِعْرَابِ سَابِقِہٖ'' یہ کہہ کر ان تینوں کی خبر کو نکال دیا کیونکہ وہ سابق کے اعراب کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ لیکن مبتدا کی خبر پھر بھی داخل تھی ''مِنْ جِھَۃٍ وَّاحِدَۃٍ'' فرما کر اس کو بھی خارج کر دیا وجہ یہ ہے کہ مبتدا مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے اور خبر بحیثیت خبر مرفوع ہوتی ہے دونوں کے اعراب اگرچہ ایک ہیں لیکن جہت ایک نہیں ہے جہت الگ الگ ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اَلتَّوَابِعُ خَمْسَۃُ اَقْسَامٍ''۔

وجہ حصر:

کہ توابع کی پانچ قسمیں ہیں وجہ حصر کیا ہے؟ **تابع** خالی نہیں اس بات سے کہ وہ حکم کو واضح کرنے والا ہوگا یا نہیں اگر حکم کو واضح کرنے والا ہوگا تو وہ تاکید ہے اور اگر حکم کو واضح کرنے والا نہیں تو اس کی دو قسمیں ہیں یا تو وہ مشتق ہوگا یا نہیں اگر وہ مشتق ہے تو وہ **صفت ونعت** ہے اور اگر وہ مشتق نہیں ہے تو وہ **عطف بیان** ہے اور اگر حکم کو واضح کرنے والا ہے تو دیکھا جائے گا کہ حرف کے واسطے سے ہے یا نہیں اگر حرف کے واسطے سے ہے تو وہ **عطف بالحرف** ہے اور اگر حرف کے واسطے سے نہیں تو وہ بدل ہے۔

تابع کی پانچ قسمیں ہیں: (۱)۔ تاکید (۲)۔ عطف بیان (۳)۔ صفت (۴) عطف بالحرف (۵)۔ بدل۔
''وجہ حصر'' ہم نے آپ کے سامنے بیان کر دی۔

فَصْلٌ اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَّدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْ فِيْ مُتَعَلِّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَ يُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِيْ عَشَرَةِ اَشْيَآءَ فِي الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَّاْنِيْثِ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَ

رَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَيْدُنِ الْعَالِمُ وَامْرَأَةٌ عَالِمَةٌ وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ إِنَّمَا يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهُ فِي الْخَمْسَةِ الْاَوَّلِ فَقَطْ اَعْنِيَ الْاَعْرَابِ وَ التَّعْرِيْفَ وَالتَّنْكِيْرَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔

ترجمہ: پہلی فصل نعت کے بیان میں ہے وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہو ''جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ'' یا اس کے متبوع کے متعلق میں ہو جیسے ''جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ'' اور اس کو بھی صفت کہا جاتا ہے اور پہلی قسم دس (۱۰) چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے اعراب اور معرفہ نکرہ اور افراد تثنیہ جمع اور تذکیر تانیث میں جیسے ''جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَيْدُنِ الْعَالِمُ وَامْرَأَةٌ عَالِمَةٌ'' اور دوسری قسم پانچ چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے اعراب اور تعریف تنکیر میں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ''مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا'' اس بستی سے جس کے باشندے ظلم ڈھا رہے ہیں۔

تشریح:

پہلی فصل تابع کی پانچ قسموں میں سے پہلی قسم کے بیان میں ہے اور وہ ہے نعت۔ اس کو صفت بھی کہتے ہیں۔

صفت، نعت کی تعریف:

''اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَّدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْ فِيْ مُتَعَلِّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا''

نعت اس کو کہتے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہو جیسے: جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ۔

یا تابع ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں نہ ہو بلکہ متبوع کے متعلق میں ہو جیسے: جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ

کہ اس دوسری مثال میں ''رَجُلٌ'' متبوع ہے ''عَالِمٌ'' اس کا تابع نہیں بلکہ اس کے متعلق ''اَبُوْهُ'' کا تابع ہے۔ گویا یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) صفت بحال موصوف۔ (۲) صفت بحال متعلق موصوف۔

صفت کی پہلی قسم موصوف کے، متبوع کے تابع ہوتی ہے۔ دس (۱۰) چیزوں میں۔

(۱)۔رفع (۲)۔نصب (۳)۔جر (۴)۔معرفہ (۵)۔نکرہ (۶)۔افراد (۷)۔تثنیہ (۸)۔جمع (۹)۔تذکیر (۱۰)۔تانیث۔

صفت کی پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ بیک وقت چار (۴) چیزوں میں مطابقت ضروری ہے۔ جیسے:

''جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ'' یہاں ''رَجُلٌ'' متبوع ہے ''عَالِمٌ'' تابع ہے۔ (۱) رفع نصب جر میں دونوں اسم مرفوع ہیں۔ (۲) تعریف تنکیر میں دونوں اسم نکرہ ہیں۔ (۳) افراد تثنیہ جمع ہونے میں دونوں اسم مفرد ہیں۔ (۴) تذکیر تانیث میں دونوں اسم مذکر ہیں۔

''جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ رَجُلَانِ عَالِمَانِ'' کہ یہاں ''رَجُلَانِ'' متبوع ہے اور ''عَالِمَانِ'' تابع ہے۔ (۱) رفع نصب جر میں دونوں اسم مرفوع ہیں۔ (۲) تعریف تنکیر میں دونوں اسم نکرہ ہیں۔ (۳) افراد تثنیہ جمع میں دونوں اسم تثنیہ ہیں (۴) تذکیر تانیث میں دوں اسم مذکر ہیں۔

''جَآءَنِیْ رِجَالٌ عَالِمُوْنَ'' کہ یہاں ''رِجَالٌ'' متبوع ہے ''عَالِمُوْنَ'' تابع ہے اعراب یعنی رفع نصب جر میں دونوں اسم مرفوع ہیں۔ (۲) تعریف تنکیر میں دونوں اسم نکرہ ہیں اور افراد تثنیہ جمع ہونے میں دونوں اسم جمع ہیں اور تذکیر تانیث میں دونوں اسم مذکر ہیں۔

''جَآءَنِیْ زَیْدُنِ الْعَالِمُ'' یہاں بھی تمام چیزیں وہی ہیں بس ایک فرق ہے کہ معرفہ ہیں دونوں اسم۔

''جَآءَتْنِی امْرَأَةٌ عَالِمَةٌ'' یہاں بھی دنوں اسم مرفوع ہیں۔ مفرد ہیں مؤنث ہیں اور نکرہ ہیں۔

''اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ اِنَّمَا یَتْبَعُ مَتْبُوْعَہٗ فِی الْخَمْسَةِ الْاَوَّلِ'' یہاں سے صاحب کتاب رحمہ اللہ علیہ نے صفت بحال متعلق موصوف کا حکم بیان فرمایا ہے کہ یہ اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے صرف پانچ چیزوں میں یعنی اعراب، رفع نصب، جر اور تعریف تنکیر میں جیسے آیت قرآنی۔

''رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا'' (سورہ نساء آیت: ۷۵)

اس آیت مبارکہ میں ''الْقَرْيَةِ'' متبوع ہے ''الظَّالِمِ'' تابع ہے اور یہ پانچ چیزوں میں سے بیک وقت دو چیزوں کی مطابقت ہونا ضروری ہے اعراب رفع نصب جر میں سے دونوں اسم مجرور ہیں اور تعریف تنکیر میں سے دونوں اسم معرفہ ہیں۔

وَ فَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيصُ الْمَنْعُوتِ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ نَحْوُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِيحُهُ اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدُنِ الْفَاضِلُ وقد يكون لمجرد الثناء والمدح نحو بسم الله الرحمٰن الرحيم وَ قَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِّ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَ قَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّكِرَةَ تَوْصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْهُ وَالْمُضْمَرُ لَايُوْصَفُ وَلَا يُوْصَفُ بِهٖ۔

ترجمہ: اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر دونوں اسم نکرہ ہوں جیسے ''جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ'' اور منعوت کی توضیح ہوتی ہے اگر دونوں اسم معرفہ ہوں جیسے ''جَاءَنِيْ زَيْدُنِ الْفَاضِلُ'' اور کبھی صرف مدح وثناء کے لیے جیسے ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' اور کبھی ذم مذمت مقصود ہوتی ہے جیسے ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' اور کبھی تاکید مقصود ہوتی ہے جیسے ''نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ'' اور تو جان لے کہ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ سے ہوتی ہے جیسے ''مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ'' اور ضمیر نہ خود موصوف بنتی ہے نہ کسی کی صفت بنتی ہے۔

تشریح:

''وَفَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيْصُ الْمَنْعُوْتِ'' اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ صفت کا فائدہ ذکر فرمارہے ہیں۔ صفت کے دو (۲) فائدے ہیں۔

(۱) تخصیص المنعوت اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ:

کہ جب دونوں اسم نکرہ ہو تو صفت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے ''جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ'' کہ اس مثال میں ''عَالِمٌ'' نے ''رَجُلٌ'' کی تخصیص کی کہ میرے پاس ایسا مرد آیا جو عالم ہے۔

(۲) توضیحہ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ:

دوسرا فائدہ نعت یعنی صفت کا یہ ہے کہ یہ موصوف کی وضاحت کرتی ہے جب دونوں اسم معرفہ ہوں جیسے ''جَاءَنِيْ زَيْدُنِ الْفَاضِلُ'' کہ الفاضل نے زَیْدٌ کی وضاحت کردی کہ میرے پاس زید آیا لیکن وہ زید جو فاضل

ہے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ لِمجرد للثناء:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نعت کے فائدہ کو مزید وضاحت سے بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی صرف مدح و ثناء کے لیے آتی ہے جیسے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لیکن خاص مدح وثناء کے لئے صفت صرف اس وقت آتی ہے جب موصوف اس صفت کے ساتھ مشہور ہو یعنی مخاطب کو پہلے سے اس صفت کے ساتھ موصوف کا علم ہو اگر مخاطب موصوف کو اس صفت سے پہلے نہ جانتا ہو تو وہاں محض مدح وثنا کا فائدہ نہ ہوگا جیسے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کہ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ پہلے سے ہی صفت "رحمن" اور "رحیم" سے متعارف ہیں مشہور ہیں۔ اس صورت میں صفت محض مدح وثناء کے لیے آتی ہے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِ:

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ کبھی صفت محض (ذم) مذمت بیان کرتی ہے جیسے تعوذ میں "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" کہ یہاں الرجیم صفت ہے الشیطان کی جو محض مذمت بیان کر رہی ہے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کبھی صفت نہ مدح کے لیے آتی ہے نہ ذم کے لیے بلکہ تاکید بیان کرنے کے لیے آتی ہے جیسے "نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ" میں واحدہ محض صفت تاکید ہے یعنی تاکید کا فائدہ دے رہی ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ النَّكِرَةَ الخ:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔ وہ یہ کہ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ سے ہوتی ہے۔ جملہ خبریہ دو طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) اسمیہ۔ (۲) فعلیہ

جملہ اسمیہ کی مثال جیسے: جَآءَنِیْ رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ۔

اس مثال میں "رَجُلٌ" نکرہ، موصوف ہے اور "قَامَ" فعل ہے "اَبُوْهُ" مضاف مضاف الیہ مل کر

فاعل ''قَامَ ''، فعل کا۔فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر ''رَجُلٌ'' نکرہ موصوف کی صفت۔

(۲) جملہ فعلیہ کی مثال جَآءَنِیْ رَجُلٌ قَامَ اَبُوْهُ۔ اس مثال میں رَجُلٌ موصوف ہے اور قَامَ اَبُوْهُ جملہ فعلیہ ہو کر اس کی صفت ہے۔

وَالْمُضْمَرُ لَا يُوْصَفُ وَلَا يُوْصَفُ بِهٖ:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ ضمیر موصوف یا صفت نہیں بن سکتی وجہ یہ ہے کہ موصوف یا صفت تخصیص کے لیے آتے ہیں اور ضمائر بذاتِ خود اخص اور اعرف ہیں تو اس کی تخصیص کی ضرورت نہیں۔

فَصْلُ اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَكِلَا هُمَا مَقْصُوْدَانِ بِتِلْكَ النِّسْبَةِ وَ يُسَمّٰى عَطْفَ النَّسَقِ وَ شَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ وَسَيَأْتِيْ ذِكْرُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنَا وَ زَيْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِّلَ نَحْوُ ضَرَبْتَ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ يَجِبُ اِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ۔

ترجمہ: دوسری فصل عطف بالحروف کے بیان میں ہے وہ ایسا تابع ہے جس کی نسبت کی جائے حرف عطف کے واسطے سے اس چیز کی طرف جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف ہے اور نسبت سے وہ دونوں مقصود ہوں اور اس کو عطف نسق بھی کہتے ہیں اور شرط اس کی یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے کوئی ایک ہو اور اُس کا ذکر قسم ثالث میں آجائے گا ان شاء اللہ جیسے ''قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو'' اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالا جائے تو ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید واجب ہے جیسے ''ضَرَبْتَ اَنَا وَزَيْدٌ'' مگر جب فاصلہ کیا جائے جیسے ''ضَرَبْتَ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ'' اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مجرور پر تو واجب ہے حرف جر کا اعادہ جیسے ''مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ''۔

تشریح:

''فَصْلُ الْعَطْفِ بِالْحُرُوْفِ'' دوسری فصل عطف بالحروف کے بیان میں یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ توابع کی پانچ قسموں میں سے دوسری قسم ''عطف الحروف'' کا بیان فرما رہے ہیں۔

عطف کی تعریف وحکم:

لغت میں عطف کہتے ہیں مائل کرنے کو اصطلاح میں عطف کی تعریف یہ ہے۔

''اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ یُنْسَبُ اِلَیْہِ مَا نُسِبَ اِلٰی مَتْبُوْعِہٖ وَ کِلَاھُمَا مَقْصُوْدَانِ بِتِلْکَ النِّسْبَۃِ وَیُسَمّٰی عَطْفَ النَّسَقِ وَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَتْبُوْعِہٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ''

کہ عطف بالحروف وہ ایسا تابع ہے کہ نسبت کی جائے اس کی طرف اس چیز کی جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی جارہی ہو اور اس نسبت سے وہ دونوں مقصود ہوتے ہیں اور اس کو عطف نسق بھی کہا جاتا ہے یعنی جو حکم متبوع کا ہے وہی حکم تابع کا بھی ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ حروف عطف میں سے کوئی ایک حرف پایا جائے دونوں اسموں کے درمیان۔ جیسے: قَامَ زَیْدٌ وَ عَمْرٌو۔

اس مثال میں بواسطۂ حرف عطف قیام کے حکم میں زید اور عمرو دونوں شامل ہیں۔ یعنی کھڑے ہونے سے دونوں مقصود ہیں۔ زَیْدٌ معطوف علیہ ہے واو حرف عطف ہے اور عَمْرٌو معطوف ہے۔

فوائد وقیود

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف میں فرمایا ''تَابِعٌ یُنْسَبُ اِلَیْہِ مَا نُسِبَ اِلٰی مَتْبُوْعِہٖ'' تو اس میں تمام توابع شامل تھے آگے فرمایا ''کِلَاھُمَا مَقْصُوْدَانِ بِتِلْکَ النِّسْبَۃِ'' اس قید کے ذریعے عطف بالحروف کے علاوہ تمام توابع خارج ہو گئے کیونکہ وہ نسبت سے دونوں مراد نہیں ہوتے بلکہ کبھی صرف تابع مقصود ہوتا ہے جیسے بدل میں اور کبھی صرف متبوع مقصود ہوتا ہے جیسے صفت میں۔

وَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ الخ:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تابع اور متبوع کے درمیان حرف عطف لانا شرط ہے۔

حروف عطف دس (۱۰) ہیں:

(۱) واؤ	(۲) ثُمَّ	(۳) اِمَّا	(۴) لَا	(۵) اَوْ
(۶) ف	(۷) حَتّٰی	(۸) اَمْ	(۹) بَلْ	(۱۰) لٰکِنْ

ان کی تفصیل آگے تیسری قسم میں آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان حروف میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیسے مثال گذر چکی۔

''وَاِذَا عُطِفَ عَلَی الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الخ'' اس عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمارہے ہیں کہ اب تک تو اسم ظاہر کے عطف کی بات ہورہی تھی لیکن اب یہاں سے وہ صورت بیان کی جارہی ہے کہ جہاں پر عطف ڈالا جارہا ہو تو اس صورت میں کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالا جارہا ہو تو واجب ہے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانا ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ جیسے: ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ

اس مثال میں ''ضَرَبْتُ'' کی تُ ضمیر موکد ہے اور اَنَا اس کی تاکید ہے مؤکد تاکید مل کر معطوف علیہ وحرف عطف زَيْدٌ معطوف۔ معطوف معطوف علیہ مل کر فاعل ''ضَرَبْتُ'' فعل کا۔

استثنائی صورت:

''اِلَّا اِذَا فُصِّلَ'' یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے استثنائی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالا جائے تو اگر فاصلہ ہو تو ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائے بغیر بھی جائز ہے جیسے: ''ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ'' کہ یہاں معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان الیوم کا فاصلہ ہے اس لیے ضمیر متصل پر عطف جائز ہے۔

''وَاِذَا عُطِفَ عَلَی الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ الخ'' یہاں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب ضمیر مجرور پر عطف ڈالا جائے تو حرف جر کا اعادہ واجب ہے جیسے ''مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ'' کہ یہاں صرف ''مَرَرْتُ بِكَ وَزَيْدٍ'' کہنا درست نہیں ہے کیونکہ حرف جز ہے اور کل کا جز پر عطف جائز نہیں ہے، لہٰذا باقاعدہ علیحدہ حرف جر کا اعادہ واجب ہے۔ جیسے: مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ اَعْنِيْ اِذَا كَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِّشَيْءٍ اَوْ خَبَرًا لِّاَمْرٍ اَوْ صِلَةً اَوْ حَالًا فَالثَّانِيْ كَذٰلِكَ اَيْضًا وَالضَّابِطَةُ فِيْهِ اِنَّهُ حَيْثُ يَجُوْزُ اَنْ يُّقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ جَازَ وَ حَيْثُ لَا فَلَا

وَالْعَطْفُ عَلٰى مَعْمُوْلَيْ عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ جَائِزٌ اِنْ كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ مَجْرُوْرًا مُقَدَّمًا لِلْمَعْطُوْفِ كَذَالِكَ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو وَفِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَذْهَبَانِ الْآخَرَانِ وَهُمَا اَنْ يَّجُوْزَ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفَرَّاءِ وَلَا يَجُوْزُ مُطْلَقًا عِنْدَ سِيْبُوَيْهِ

ترجمہ: اور تو جان لے کہ معطوف ہوتا ہے معطوف علیہ کے حکم میں یعنی جب پہلا کسی چیز کی صفت ہے تو دوسرا بھی یا پہلا کسی کی خبر ہے یا صلہ ہے یا حال ہے تو دوسرا بھی اسی طرح ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ معطوف اس حیثیت سے ہو کہ معطوف علیہ کو اس کا قائم مقام بنانا جائز ہے تو عطف بھی جائز ہے اور اگر معطوف اس حیثیت سے نہیں تو جائز بھی نہیں ہے۔ اور دو معمولوں کا دو مختلف عاملوں پر عطف جائز ہے جب معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور اسی طرح معطوف جیسے ''فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو'' اور اس مسئلے میں دو مذہب اور بھی ہیں، اور وہ یہ کہ امام فرآء رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً جائز کہتے ہیں اور امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔

تشریح:

''وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ الخ'' اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ معطوف معطوف علیہ کا حکم بیان فرمایا ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی ترکیب میں جو کچھ معطوف علیہ ہوگا وہی معطوف بھی یعنی اگر معطوف علیہ صفت ہے تو معطوف بھی صفت اور اگر معطوف علیہ خبر ہے تو معطوف بھی خبر اور اگر معطوف علیہ صلہ ہو تو معطوف بھی صلہ اور اگر معطوف علیہ حال ہو تو معطوف علیہ بھی حال واقع ہوگا سب کی مثالیں یہ ہیں۔

صفت کی مثال:

جَآءَنِيْ زَيْدُ الْعَاقِلُ وَالْعَالِمُ۔ آیا میرے پاس زید جو عقلمند اور عالم ہے۔

اس مثال میں زید متبوع موصوف ہے اور العاقل اور العالم اس کے لیے تابع صفت ہیں، العاقل معطوف علیہ اور صفت ہے اسی طرح العالم معطوف اور صفت ہے۔

خبر کی مثال:

جَآءَنِیْ زَیْدٌ عَاقِلٌ وَّشَاعِرٌ.....آیا میرے پاس زید جو عقلمند اور شاعر ہے۔

اس مثال میں زید مبتداء ہے عَاقِلٌ معطوف علیہ اور خبر اوّل ہے اور شَاعِرٌ معطوف اور خبر ثانی ہے کیونکہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

صلہ کی مثال:

جیسے: قَامَ الَّذِیْ صَلّٰی وصام اس مثال میں جس طرح صَلّٰی معطوف علیہ اسم موصول کا صلہ ہے۔ اسی طرح صام معطوف بھی صلہ ہے۔

حال کی مثال:

جیسے جآءَ زَیْدٌ مَشْدُوْدًا وَّ مَضْرُوْبًا اس مثال میں جس طرح مَشْدُوْدًا معطوف علیہ ذوالحال کے لیے حال ہے اسی طرح مَضْرُوْبًا معطوف بھی ذوالحال کے لیے حال ہے،

قاعدہ:

''وَ الضَّابِطَۃُ فِیْہِ اَنَّہٗ حَیْثُ یَجُوْزُ اَنْ یُّقَامَ الْمَعْطُوْفُ مُقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْہِ جَازَ وَحَیْثُ لَا فَلَا الخ''

یہاں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ عطف کے صحیح ہونے کا ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ جہاں پر بھی معطوف علیہ کا قائم مقام بن سکتا ہے تو وہاں عطف بھی جائز ہے جیسے: جَآءَنِیْ زَیْدٌ عَاقِلٌ وَّفَاضِلٌ۔

یہاں عَاقِلٌ معطوف علیہ ہے فَاضِلٌ معطوف ہے۔ اب یہاں فَاضِلٌ کو عَاقِلٌ کا قائم مقام بنایا جا سکتا ہے لہذا عطف بھی جائز ہوگا۔

وَحَیْثُ لَا فَلَا:

اور جہاں معطوف معطوف علیہ کا قائم مقام نہ بنایا جاسکتا ہو وہاں عطف بھی جائز نہیں ہے جیسے: مَازَیْدٌ قَائِمًا وَّلَا ذَاھِبٌ عَمْرًا۔

یہاں پر اس مثال میں جو ''لَاذَاھِبٌ'' ہے ''مَاقَائِمًا'' کا قائم مقام معطوف نہیں بن سکتا تو عطف بھی جائز نہیں کیونکہ ''لَاذَاھِبٌ'' خبر مقدم ہے اور ''عَمْرًا'' مبتدا موخر ہے اور یہ جملے کا عطف جملے پر ہے اب اگر ''لا

ذَاھِبٌ" کونصب یا جر دیتے ہیں تو اس کا عطف ہوگا "قَائِمًا" پر تو اس صورت میں وہ بھی خبر بن جائے گی زَیْدٌ کی تو تقدیری عبارت یہ بنے گی "مَرَّ زَیْدٌ ذَاھِبًا عَمْرٌو"

یہ ترکیب صحیح نہیں ہے اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ خبر جب جملہ واقع ہو جائے تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو لوٹے اس اسم ظاہر کی طرف اور اس ترکیب میں کوئی ضمیر نہیں ہے جو اسم ظاہر کی طرف لوٹے۔

وَالْعَطْفُ عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ الخ:

اب تک صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معمول کے عطف کے قواعد بیان فرمائے ہیں اب یہاں اس عبارت میں دو عاملوں کے معمولوں پر عطف کے قاعدے کو بیان فرماتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ دو مختلف عاملوں کے دو مختلف معمولوں پر ایک حرف عطف کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے لیکن اس کے لیے جمہور نحویین کے نزدیک ایک شرط ہے وہ شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ مجرور ہو اور مقدم ہو مرفوع یا منصوب سے اور معطوف بہ مجرور ہو اور مقدم ہو مرفوع یا منصوب سے تو تب عطف جائز ہے جیسے "فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَۃِ عَمْرٌو" اس مثال میں الحجرہ کا عطف الدار پر ہے اور اس میں الدار میں عامل فی ہے اور عمرو کا عطف زید پر ہے اور زید میں عامل ابتداء ہے

تو اب دیکھیں اس مثال میں جو پہلا عامل ہے فی ہے اور اس کا معمول الدار ہے تو عامل بھی مختلف معمول بھی مختلف۔ اور اس پر الحجرۃ کا عطف ہے اور دوسرا عامل ابتدا ہے اور اس کا معمول زید ہے اور اس پر عمرو کا عطف ہے تو دو عامل ہیں دونوں مختلف ان دونوں کے معمول ہے وہ بھی مختلف ہیں اور ان پر عطف ہوا ہے اور فی الدار جار مجرور ہے مقدم ہے مرفوع پر الحجرہ یہ معطوف مجرور ہے تو شرط پائی جا رہی ہے تو جمہور نحویین کے نزدیک ایک ہی حرف عطف کے ساتھ یہ جائز ہے جیسے: "اِنَّ فِی الدَّارِ زَیْدًا وَالْحُجْرَۃِ عَمْرًا"

وَفِیْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ مَذْھَبَانِ:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں دو مذاہب اور بھی ہیں یہ تو آپ کو جمہور کا مذہب بتایا ہے دو مذہب اور بھی ہیں۔

ایک مذہب امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو مختلف عاملوں پر عطف کرنا مطلقا جائز ہے بغیر کسی قید و شرط کے۔ لہٰذا ان کے نزدیک یہ قیاس ہوگا ایک عامل کے معمول پر عطف کرنے پر، جیسے وہ

جائز ہے یہ بھی جائز ہے۔

دوسرا مذہب امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ فرماتے کہ دو مختلف عاملوں پر عطف کرنا جائز ہی نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں ایسی کوئی ترکیب ہی نہیں ہے بلکہ جملے کا عطف جملے پر ہوگا۔

ثمرہ اخلاف:

اس مثال سے سمجھ میں آئے گا جیسے ''زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَ عَمْرٌو فِی الْحُجْرَۃِ''

جمہور اور امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عطف جائز نہیں ہے جمہور کے نزدیک تو اس لئے جائز نہیں ہے کہ یہاں تقدیم کی شرط نہیں پائی جا رہی تفصیل گذر گئی تشریح میں۔

اور سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس لئے جائز نہیں کہ وہ یہاں پر حرف جر کو مقدر مانتے ہیں۔ ''فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَ فِی الْحُجْرَۃِ عَمْرٌو'' اور ''زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَ عَمْرٌو فِی الْحُجْرَۃِ'' میں فی کو مکرر لاتے ہیں اور جملے کا عطف جملے پر مانتے ہیں دو مختلف عاملوں کے عطف کو وہ مانتے ہی نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ کافیہ اور شرح جامی میں آجائے گی اور امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً جائز ہے کہتے ہیں کہ جس طرح ایک عامل کا عطف جائز ہے اس طرح دو مختلف عاملوں کا عطف بھی جائز ہے چاہے وہ مقدم ہو یا مؤخر ہو۔ واللہ اعلم۔

فَصْلٌ اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يَّدُلُّ عَلٰى تَقْرِيْرِ الْمَتْبُوْعِ فِيْ مَانُسِبَ اِلَيْهِ اَوْ عَلٰى شُمُوْلِ الْحُكْمِ لِكُلِّ فَرْدٍ مِّنْ اَفْرَادِ الْمَتْبُوْعِ وَالتَّاكِيْدُ عَلٰى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٌّ وَ هُوَ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَآءَنِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَآءَ جَآءَ زَيْدٌ وَ مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِاَلْفَاظٍ مَعْدُوْدَةٍ وَهِيَ النَّفْسُ وَالْعَيْنُ لِلْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعُ بِاِخْتِلَافِ الصِّيْغَةِ وَالضَّمِيْرِ نَحْوُ جَآءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ وَ الزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَ كَذٰلِكَ عَيْنُهٗ وَ اَعْيُنُهُمَا اَوْ عَيْنَاهُمَا وَاَعْيُنُهُمْ جَآءَتْنِيْ هِنْدٌ نَفْسُهَا وَ جَآءَتْنِي الْهِنْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا جَآءَتْنِيْ هِنْدَاتٌ اَنْفُسُهُنَّ وَكِلَا وَكِلْتَا لِلْمُثَنّٰى خَاصَّةً نَحْوُ قَامَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَقَامَتِ الْمَرْاَتَانِ كِلْتَاهُمَا وَكُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَ اَبْصَعُ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلَافِ الضَّمِيْرِ فِيْ كُلٍّ وَالصِّيْغَةِ فِيْ

الْبَوَاقِیْ تَقُوْلُ جَآءَنِی الْقَوْمُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَ قَامَتِ النِّسَآءُ کُلُّهُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ، بُصَعُ۔

ترجمہ: تاکید وہ تابع ہے جو دلالت کرے متبوع کے پختہ ہونے پر اس چیز میں جس کی نسبت کی گئی ہے اس کی طرف یا حکم میں شامل ہونے پر تمام افراد کو اور تاکید دو قسم پر ہے لفظی اور وہ پہلے لفظ کا تکرار ہے جیسے: ''جَآءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ'' اور ''جَآءَ جَآءَ زَیْدٌ'' نمبر دو معنوی اور وہ چند الفاظ کے ساتھ آتی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں ''اَلنَّفْسُ وَالْعَیْنُ'' واحد کے لیے اور تثنیہ اور جمع کے لیے صیغے اور ضمیر کے اختلاف کے ساتھ، جیسے ''جَآءَنِیْ زَیْدٌ نَفْسُہٗ اَلزَّیْدَانِ اَنْفُسُھُمَا یا نَفْسَاھُمَا اور زَیْدُوْنَ اَنْفُسُھُمْ'' اسی طرح ''عَیْنُہٗ اَعْیُنُھُمَا یا عَیْنَاھُمَا اور اَعْیُنُھُمْ اور جَآءَتْنِیْ ھِنْدٌ نَفْسُھَا اور جَآءَتْنِی الْھِنْدَانِ اَنْفُسُھُمَا یا نَفْسَاھُمَا اور جَآءَتْنِیْ ھِنْدَاتٌ اَنْفُسُھُنَّ اور کِلَا وَ کِلْتَا'' خاص ہیں تثنیہ کے ساتھ جیسے: ''قَامَ الرَّجُلَانِ اور قَامَتِ الْمَرْءَتَانِ کِلْتَاھُمَا کُلٌّ اور اَجْمَعُ اَکْتَعُ اَبْتَعُ اَبْصَعُ'' یہ غیر تثنیہ کے لیے ہیں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ ''کُلٌّ'' میں باقی کے اندر صیغے کے اختلاف کے ساتھ جیسے تو کہے گا ''جَآءَنِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ اور قَامَتِ النِّسَآءُ کُلُّھُنَّ جُمَعَاءُ کُتَعَاءُ، بُتَعَاءُ بُصَعَاءُ۔

تشریح:

''فَصْلٌ اَلتَّاکِیْدُ تَابِعٌ یَدُلُّ الخ'' اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے توابع کی تیسری قسم تاکید کو بیان فرمایا ہے۔

تاکید کی تعریف:

لغت میں ''تَاکِیْدٌ'' کہا جاتا ہے پختہ کرنے کو۔

نحویین کی اصطلاح میں تاکید کی تعریف یہ ہے۔

''اَلتَّاکِیْدُ تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی تَقْرِیْرِ الْمَتْبُوْعِ فِیْ مَا نُسِبَ اِلَیْہِ اَوْ عَلٰی شُمُوْلِ الْحُکْمِ لِکُلِّ فَرْدٍ مِّنْ اَفْرَادِ الْمَتْبُوْعِ'' یعنی تاکید ایسا تابع ہے جو دلالت کرے متبوع کے پختہ ہونے پر اس چیز میں جس کی نسبت کی گئی ہے متبوع کی طرف جیسے ''جَآءَنِیْ زَیْدٌ نَفْسُہٗ'' یا دلالت کرے متبوع کے حکم میں شامل ہونے پر جیسے: ''سَجَدَ

الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ''۔

فوائد و قیود:

تاکید کی تعریف میں جب صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تَابِعٌ يَّدُلُّ عَلٰى تَقْرِيْرِ الْمَتْبُوْعِ'' تو اس سے عطف بالحرف اور بدل دونوں خارج ہو گئے کیونکہ عطف بالحرف اور بدل متبوع کے پختہ ہونے پر دلالت نہیں کرتے جب فرمایا ''مَانُسِبَ اِلَيْهِ'' تو اس سے صفت اور عطف بیان خارج ہو گئے کیونکہ وہ منسوب الیہ میں متبوع کے پختہ ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔

''وَالتَّاكِيْدُ عَلٰى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٌّ وَّمعنوی'' صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تاکید کی دو (۲) قسمیں ہیں۔
(۱) لفظی۔ (۲) معنوی۔

پہلی قسم تاکید لفظی کی تعریف:

تاکید لفظی اس تاکید کو کہتے ہیں جس میں لفظ کے ذریعے سے تاکید لائی جائے یعنی الفاظ مکرر ہوں اور اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱)۔ اسم مکرر ہو جیسے ''جَآءَنِیْ زَيْدٌ زَيْدٌ''۔

(۲)۔ فعل مکرر ہو جیسے ''جَآءَ جَآءَ زَيْدٌ''۔

(۳)۔ حرف مکرر ہو جیسے ''اِنَّ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ''۔

دوسری قسم:

تاکید کی دوسری قسم تاکید معنوی اس کو کہتے ہیں۔ جس کے لفظوں میں تکرار نہ ہو یعنی الفاظ کے ذریعے سے تاکید نہ ہو بلکہ معنی کے ذریعے سے تاکید ہو اور یہ تاکید معنوی چند الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے: (۱) نَفْسٌ۔ (۲) عَيْنٌ (۳) كِلَا (۴) كِلْتَا۔ (۵) اَجْمَعُ (۶) اَكْتَعُ۔ (۷) اَبْتَعُ۔ (۸) اَبْصَعُ (۹) كُلٌّ۔

''نَفْسٌ اور عَيْنٌ'' سے واحد تثنیہ جمع تینوں کی تاکید کے لیے آتے ہیں صیغے کے اختلاف کے ساتھ یعنی مفرد کے لیے الگ صیغہ ہو گا الگ ضمیر ہو گی تثنیہ کے لیے الگ جمع کے لئے الگ، جیسے:

مفرد کی مثال جیسے ''جَآءَنِیْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ'' آیا زید بذات خود۔

تثنیہ کی مثال جیسے: ''جَآءَنِی الزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا يَا نَفْسَاهُمَا''۔

جمع کی مثال جیسے: ''جَآءَنِی الزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ''۔

اور اسی طرح ''عَیْنٌ'' ہے۔

مفرد کی مثال جیسے: ''جَآءَنِیْ زَیْدٌ عَیْنُہٗ''

تثنیہ کی مثال جیسے: ''جَآءَنِی الزَّیْدَانِ عَیْنُهُمَا''

جمع کی مثال جیسے: ''جَآءَنِی الزیدون اَعْیُنُهُمْ''

مؤنث کی مثال:

مفرد کی مثال جیسے: ''جَآءَتْنِیْ هِنْدٌ نَفْسَهَا''

تثنیہ کی مثال جیسے: ''جَآءَتْنِی الْهِنْدَانِ نَفْسَاهُمَا''

جمع کی مثال جیسے: ''جَآءَتْنِیْ هِنْدَاتٌ اَنْفُسُهُنَّ''

کِلَاوَ کِلْتَا لِلْمُثَنّٰی:

کلا اور کلتا یہ دونوں خاص ہیں تثنیہ کے ساتھ۔

مذکر کے لیے کلا۔ اور **مؤنث کے لیے کلتا** جیسے حالت رفعی۔

''قَامَ الرَّجُلَانِ کِلَاهُمَا'' ''قَامَتِ الْمَرْءَتَانِ کِلْتَاهُمَا''

اور حالت نصبی میں

''قَامَ الرَّجُلَانِ کِلیهما'' اور ''قَامَتِ الْمَرْءَتَانِ کِلْتَیْهِمَا''

اور حالت جری میں

''مَرَرْتُ بِکِلَا الرجلین'' اور ''مَرَرْتُ بِکلتی امْرأتین''

اور باقی جو الفاظ ہیں یعنی ''کُلٌّ اَجْمَعُ اَکْتَعُ اَبْتَعُ اَبْصَعُ'' یہ تثنیہ کے علاوہ تاکید کے لئے آتے ہیں۔ ''کُلٌّ'' کے اندر ضمیر کی تبدیلی ہوتی ہے اور باقی کے اندر صیغے کی تبدیلی ہوتی ہے جیسے مذکر کی مثال ''جَآءَنِی الْقوم کلهُمْ''، ضمیر تبدیل ہوگی اور باقی میں صیغہ تبدیل ہوگا جمع کے لیے جمع آئے گا اور مذکر کے لیے مذکر مؤنث کے لئے مؤنث مذکر کی مثال: ''جَآءَنِی الْقَوْمِ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ'' آئی میرے پاس پوری

قوم۔ ''اکْتَعُ اَبْتَعُ اَبْصَعُ'' ان سب کا معنی ایک ہے یعنی سب کے سب۔
اور مونث کی مثال: ''قَامَتِ النِّسَآءُ کُلُّهُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ''۔

وَاِذَا اَرَدْتَّ تَاكِيْدَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَكَ وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا مَالَهٗ اَجْزَاءٌ وَ اَبْعَاضٌ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا كَالْقَوْمِ اَوْ حُكْمًا كَمَا تَقُوْلُ اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ وَلَا تَقُوْلُ اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَكْتَعَ وَ اَبْتَعَ وَ اَبْصَعَ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ وَلَيْسَ لَهَا مَعْنًى هٰهُنَا بِدُوْنِهٖ فَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهَا عَلٰى اَجْمَعَ وَلَا ذِكْرُهَا بِدُوْنِهَا۔

ترجمہ: جب تو ارادہ کرے تاکید لانا ضمیر مرفوع المتصل کی ''نَفْسٌ'' اور ''عَیْنٌ'' کے ساتھ تو ضروری ہے کہ پہلے اس کی تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع المنفصل کے ساتھ جیسے ''ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَکَ'' اور تاکید نہیں لائی جائے گی ''کُلٌّ'' اور ''اَجْمَعُ'' کے ساتھ مگر اس چیز کی جس کے اجزا اور حصے ہوسکیں اور ان کا جدا کر صحیح ہو ''حِسًّا'' جیسے ''قَوْمٌ'' یا ''حُکْمًا'' جیسے تو کہے ''اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ'' میں نے غلام خریدا سارے کا سارا اور یہ نہیں کہہ سکتا ''اَکْرَمْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ'' اور میں نے غلام کا اکرام کیا پورا یہ نہیں کہہ سکتے تو جان لے کہ بے شک ''اَکْتَعَ و اَبْتَعَ و اَبْصَعَ'' یہ تابع ہیں اَجْمَعُ کے اور تاکید کے باب میں ان کا ''اَجْمَعُ'' کے بغیر کوئی معنی نہیں لہٰذا جائز نہیں ان کا ''اَجْمَعُ'' پر مقدم کرنا اور ''اَجْمَعُ'' کے بغیر ان کا ذکر کرنا۔

تشریح:

''وَاِذَا اَرَدْتَّ تَاکِیْدَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ الخ'' یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب تم تاکید لاؤ گے ضمیر مرفوع المتصل کی ''نَفْسٌ'' اور ''عَیْنٌ'' کے ساتھ تو واجب ہے پہلے اس کی تاکید لانا ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اور ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا اس لئے ضروری ہے کہ ''نَفْسٌ'' اور ''عَیْنٌ'' اکثر ترکیب میں فاعل واقع ہوتے ہیں جیسے ''زَیْدٌ ضَرَبَ بِنَفْسِہٖ'' اور ''بَشَرٌ جَآءَ عَیْنُہٗ'' تو یہاں ''نَفْسٌ'' اور ''عَیْنٌ'' دونوں فاعل ہیں اب اگر ہم ان کو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے بغیر بنا

لیتے ہیں، تو تاکید کا التباس لازم آئے گا فاعل کے ساتھ اور التباس ایسے ہوگا کہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ یہ ''نَفْسٌ'' کا فاعل ہے یا ضمیر کی تاکید ہے۔ اس لئے پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لانا ضروری ہے جیسے: ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَکَ۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے شرط لگائی متصل کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل کی ''نَفْسٌ'' اور ''عَيْنٌ'' کے ساتھ تاکید لانا جائز ہے بغیر اس کے کہ اس کی تاکید لائی جائے منفصل کے ساتھ جیسے ''اَنْتَ نَفْسُکَ قَائِمٌ'' کیونکہ اس میں التباس کا خوف نہیں ہے۔

وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاَجْمَعَ الخ:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرمار ہے ہیں کہ ''کُلٌّ'' اور ''اَجْمَعُ'' کی تاکید نہیں لائی جائے گی لیکن وہاں پر جہاں کسی چیز کے اجزاء اور حصے ہوں اور اس کا جدا جدا ہونا صحیح اور ممکن ہو چاہے یہ جدا ہونا ''حِسًّا'' ہو جیسے ''جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ'' تو كُلُّهُمْ یہی قوم کی تاکید ہے اور قوم ایسے افراد ہیں کہ ان کا الگ الگ ہونا بالکل صحیح ہے اور ''حِسًّا'' ہے سب کو پتہ ہے کہ قوم افراد سے مل کر بنتی ہے مثلاً زید، عمر، بکر وغیرہ۔

یا ''حُكْمًا'' ہو یعنی حکمی طور پر اس کے اجزاء ہوں جیسے ''اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ'' تو یہاں العبد غلام کے تو حصے نہیں ہو سکتے لیکن حکمی طور پر ممکن ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان آدھا غلام خرید لیتا ہے اور آدھا بعد میں خرید لیتا ہے اب یہ ''الْعَبْدَ'' غلام ''حِسًّا'' جدا نہیں ہوسکتا بلکہ ''حُكْمًا'' جدا ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا ''اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ'' کہنا صحیح ہے۔

اور جہاں ایسا نہ ہو سکے یعنی ''حِسًّا'' یا ''حُكْمًا'' اس چیز کا الگ الگ کرنا صحیح نہ ہو تو وہاں ''کل'' اور ''اجمع'' کے ساتھ تاکید لانا صحیح نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا جائز نہیں ہے۔ ''اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ'' میں غلام کا اکرام کیا پورا پورا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی غلام ہو اس کا آپ اکرام بھی کریں اور اس کی آپ بے عزتی بھی کریں یہ نہیں ہوسکتا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَكْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ الخ:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرمار ہے ہیں کہ ''اَكْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ'' یہ ''اَجْمَعُ'' کے بغیر استعمال نہیں ہو سکتے وجہ اس کی یہ ہے کہ ''اجمع متبوع ہے اور اکتع، ابتع، اور ابصع اور باقی تمام اجمع کے

تابع ہیں۔ اجمع اصل ہے باقی تمام فرع ہیں، اور فرع اصل کے بغیر استعمال نہیں ہوسکتا۔

بالفاظ دیگر اجمع بمنزلہ روح کے ہے اور یہ تمام تابع بمنزلہ جسم کے ہیں تو روح کے بغیر جسم کا وجود ممکن نہیں اور یہ تمام بھی نہ اپنا معنی بتا سکتے ہیں نہ اجمع کے بغیر استعمال ہو سکتے ہیں۔

فصل البدل تَابِعٌ يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا نُسِبَ إِلَى مَتْبُوْعِهِ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهِ وَأَقْسَامُ الْبَدَلِ أَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهُ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ أَخُوْكَ وَبَدْلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهُ جُزْءُ مَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهُ وَبَدْلُ الْاِشْتِمَالِ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهُ مُتَعَلِّقُ الْمَتْبُوْعِ كَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ وَبَدْلُ الْغَلَطِ وَهُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا وَالْبَدْلُ إِنْ كَانَ نَكِرَةً مِّنْ مَّعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُهُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلَا يَجِبُ فِيْ عَكْسِهٖ وَلَا فِي الْمُتَجَانِسَيْنِ

ترجمہ:...... بدل وہ تابع جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اس چیز کی جس کی نسبت کی گئی ہے اس کے متبوع کی طرف اور مقصود نسبت سے تابع ہو متبوع نہ ہو بدل کی چار اقسام ہیں:

نمبر(۱): بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول اور متبوع کا مدلول ایک ہو جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ أَخُوْكَ یا میرے پاس زید آپ کا بھائی۔

نمبر(۲):بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْجُزْ اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جز ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهُ میں نے زید کے سر پر مارا۔

نمبر(۳):بَدْلُ الْاِشْتِمَالِ اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ چھینا گیا زید کا کپڑا۔

نمبر(۴):بَدَالُ الْغَلط اور وہ وہ ہے کہ اس کو ذکر کیا جائے غلطی کے بعد جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ یا میرے پاس زید ''نہیں نہیں'' جعفر رَأَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا میں نے دیکھا آدمی ''نہیں نہیں'' گدھا۔ بدل اگر نکرہ ہو اور معرفہ سے بدل واقع ہو جائے تو واجب ہے اس کی صفت لانا جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اور اس کے عکس میں یہ واجب نہیں ہے اور نہ متجانسین میں۔

تشریح:

فَصْلُ البدل: ......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے توابع میں سے چوتھی قسم بیان فرمائی ہے۔

بدل کی تعریف:

اَلْبَدَلُ تَابِعٌ يُّنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ

یعنی بدل اس تابع کو کہتے ہیں جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اس چیز کی جس کی نسبت کی گئی ہے اس کے متبوع کی طرف لیکن مقصود نسبت سے تابع ہو متبوع نہ ہو۔

فوائد وقیود:

تعریف میں تَابِعٌ يُّنْسَبُ اِلَيْهِ یہ جنس کے مرتبے میں ہے اس میں تمام توابع داخل ہو گئے آگے جب فرمایا: دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ اس قید کے ذریعے سے عطف بالحرف اور باقی توابع خارج ہو گئے۔ کیونکہ وہ تابع کے ساتھ خود بھی مقصود ہوتا ہے۔

یاد رکھیں کہ بدل میں تابع کو بدل اور متبوع کو مبدل منہ کہتے ہیں اور ترکیب اس کی اس طرح ہوتی ہے۔ جیسے جَآءَ زَيْدٌ اَخُوْكَ زَيْدٌ مبدل منہ اور اخوک بدل ہے۔

وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ اَرْبَعَةٌ......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ بدل کی تقسیم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بدل کی چار قسمیں ہیں:

(۱)......بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ (۲)......بَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ

(۳)......بَدَلُ الْاِشْتِمَالِ (۴)......بَدَلُ الْغَلَطِ

پہلی قسم بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ:

وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ..... بدل الکل اس بدل کو کہتے ہیں جس میں بدل کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول ایک ہی چیز ہو۔ جیسے: جَآءَنِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ

آپ دیکھیں یہاں اَخُوْکَ بدل الکل ہے زَیْدٌ سے کیونکہ دونوں ایک ہی چیز ہیں کہ میرے پاس زید آیا تیرا بھائی۔

دوسری قسم بَدْلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ:

وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهُ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ بدل البعض اس کو کہتے ہیں جس میں بدل کا مدلول اور مبدل منہ کے مدلول کا جز ہو۔ جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهٗ

اس مثال میں رَأْسَهٗ زید کا جز ہے۔ میں نے زید کو مارا اس کے سر پہ اب یہاں رَأْسَهٗ یہ بدل البعض ہے زید سے۔

تیسری قسم بَدْلُ الْاِشْتِمَالِ:

وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهُ مُتَعَلِّقُ الْمَتْبُوْعِ كَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ: بدل الاشتمال وہ ہے کہ بدل کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو نہ کل ہو نہ جز ہو جیسے: سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ۔

چھینا گیا زید یعنی اس کا کپڑا تو ثَوْبٌ یہ بدل الاشتمال ہے زید سے۔

چوتھی قسم بَدْلُ الْغَلَطِ:

وَهُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ بدل الغلط اس کو کہتے ہیں جو غلطی ہو جانے کے بعد دوبارہ اس غلطی کو درست کرنے کے لیے لایا جائے جیسے:

جَآءَنِيْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ　　　　رَاَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا

پہلی مثال میں جعفر اور دوسری مثال میں حمار یہ بدل الغلط ہے۔

وَالْبَدْلُ اِنْ كَانَ مَعْرِفَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ فَيَجِبُ نَعْتُهٗ اِلٰى اٰخِرِهٖ:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ بدل سے متعلق ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں۔

قاعدہ:

اس قاعدے کی چار صورتیں ہیں:

(۱)......بدل نکرہ ہو مبدل منہ معرفہ ہو: اسی کو فرمایا وَالْبَدَلُ اِنْ کَانَ نَکِرَۃً مِّنْ مَّعْرِفَۃٍ بدل نکرہ ہو مبدل منہ معرفہ ہو تو بدل کی صفت لانا واجب ہے کیونکہ صفت کی وجہ سے نکرہ کے اندر تخصیص پیدا ہو جاتی ہے تو گویا بدل کے اندر جب تخصیص آجائے گی تو وہ معرفہ کے قریب ہو جائے گا تو بدل اور مبدل منہ کے مرتبے میں برابری ہو جائے گی جیسے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ (سورۂ علق) النَّاصِيَة یہ مبدل منہ واقع ہے لیکن آگے جو ناصیہ ہے یہ نکرہ ہے اور بدل ہے تو اس کی صفت لائے گی۔ كَاذِبَةٍ کے ساتھ۔

(۲)...... دوسری قسم مبدل منہ نکرہ ہو بدل معرفہ ہوں: تو صفت لانا واجب نہیں ہے جیسے جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَخُوْکَ تو اَخُوْکَ یہ اضافت کی وجہ سے معرفہ بن گیا رَجُلًا یہ نکرہ ہے مبدل منہ ہے۔ لیکن یہاں پر ان دونوں میں برابری ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بدل میں تابع مقصود ہوتا ہے اور وہ معرفہ ہے۔

(۳)...... تیسری قسم مبدل منہ اور بدل دونوں معرفہ ہوں: جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ کی بھی صفت لانا ضروری نہیں ہے اس لیے کہ دونوں معرفہ ہیں۔

(۴)...... چوتھی قسم مبدل منہ اور بدل دونوں نکرہ ہوں: جیسے جَاءَنِیْ رَجُلٌ غُلَامٌ لَکَ تو اب یہاں پر آخری تین صورتیں جو ہیں ان تینوں میں صفت لانا ضروری نہیں ہے اور پہلی جو صورت ہے وہاں صفت لانا ضروری ہے وجہ یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں بدل ناقص نہیں ہے تو اس کی صفت سے تخصیص لانا بھی ضروری نہیں ہے اور پہلی صورت میں بدل مبدل منہ سے ناقص یعنی کم درجے کا ہے۔ لہٰذا صفت کے ذریعے سے اس کی تخصیص لانا ضروری ہے تاکہ نکرہ مخصصہ ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائے کیونکہ ان دونوں میں جو مقصود ہوتا ہے تابع ہوتا ہے تو جب وہ ہی مقصود ہو اور مرتبے میں بھی کم ہو تو یہ درست نہیں ہے اس لیے اس کی صفت لائیں گے تاکہ وہ مخصوص ہونے کی بناء پر معرفہ کے قریب ہو جائے۔

عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوَضِّحُ مَتْبُوْعَهٗ وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَيْ شَيْءٍ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عنه وَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عنه وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ۔

اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ ۔۔۔ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

ترجمہ:......عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کا صیغہ نہ ہو اور اپنے متبوع کو واضح کرے اور وہ کسی چیز کے دو مشہور نام میں سے نام ہوتا ہے جیسے قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عنہ اور قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ہو لفظاً اس کا بدل کے ساتھ التباس نہیں آتا شاعر کے اس قول میں أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ.....الخ میں بیٹا ہوں اس کا جو چھوڑنے والا ہے بکری بشر کو اس حال میں کہ پرندے منڈلا رہے ہیں اس کی موت کا انتظار کرتے ہوئے۔

تشریح:

اس فصل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے توابع کی پانچویں قسم عطف بیان کو ذکر فرمایا ہے۔

عطف بیان کی تعریف:

تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهٗ یعنی عطف بیان سے مراد وہ تابع ہے جو غیر صفت کا صیغہ ہو یعنی صفت کا صیغہ نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی کے دو ناموں میں مشہور نام کو کہتے ہیں مثلاً کسی انسان کے دو نام ہیں ایک مشہور ہے اور ایک غیر مشہور ہے تو مشہور کو عطف بیان کہا جاتا ہے۔

فوائد وقیود:

تَابِعٌ یہ جنس ہے اس میں تمام توابع داخل ہو گئے غَيْرُ صِفَةٍ سے صفت نکل گیا نعت نکل گیا يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهٗ سے عطف بیان کے علاوہ باقی توابع نکل گئے۔

تابع سے مراد کسی چیز کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو وہ ہوتا ہے چاہے وہ زیادہ مشہور نام ہو یا کنیت ہو یعنی بسا اوقات انسان کا نام مشہور ہوتا ہے اور کبھی کنیت مشہور ہوتی ہے جیسے آپ مثال کے طور پر یوں سمجھ لیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اب اگر کسی کوئی کہا جائے کہ امام ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تو اس کو نہیں پتہ کہ امام ادریس کون ہے حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ادریس ہے او اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا نام یعقوب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نعمان ہے اور ان دونوں آئمہ کی کنیت مشہور ہے تو وہ عطف بیان ہو گا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا نام ہے اور یہ زیادہ مشہور ہے سب کو پتہ ہے لیکن ان کی کنیت ابو حفص ہے زیادہ لوگ نہیں جانتے اسی طریقے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ **عبداللہ** کہا جاتا ہے تو زیادہ لوگوں کو پتہ نہیں چلتا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے ان کی کنیت زیادہ مشہور ہے تو یہ عطف بیان ہو گا ان کے لیے۔

نام کے مشہور ہونے کی مثال:

قَامَ أَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ اس مثال میں عمر رضی اللہ عنہ عطف بیان ہے۔

کنیت کے مشہور ہونے کی مثال:

قَامَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ عطف بیان ہے۔

وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدْلِ لَفْظًا:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اپنے مسلک کو بیان فرمایا ہے۔

یاد رکھیں بعض نحویین کا مسلک یہ ہے کہ عطف بیان یہ توابع میں داخل نہیں ہے بلکہ تابع کی صرف چار ہی قسمیں ہیں اور وہ حضرات عطف بیان کو بدل میں قرار دیتے ہیں کہ یہ بدل ہی ہے عطف بیان اور بدل میں وہ کوئی فرق نہیں کرتے وہ اس کو الگ قسم شمار نہیں کرتے بلکہ بدل کے اندر داخل قرار دیتے ہیں۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ عطف بیان تابع کی الگ قسم ہے یہ بدل میں داخل نہیں ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ''وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدْلِ لَفْظًا'' کہ عطف بیان کا بدل کے ساتھ لفظاً کوئی التباس نہیں ہے کوئی اشتباہ نہیں ہے بلکہ عطف بیان اور بدل میں لفظاً فرق ہے حالانکہ یاد رکھیں کہ عطف بیان اور بدل میں معنیً فرق بھی ہے لیکن صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان نہیں کیا وجہ یہ ہے کہ وہ بالکل واضح ہے۔ وہ اس طرح کہ بدل کے اندر بدل خود مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا اور عطف بیان کے اندر اصل مقصود متبوع ہوتا ہے تابع تو صرف اس کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے تو اس لیے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معنوی فرق کو بیان نہیں کیا صرف لفظی فرق کو بیان کیا اور لفظی فرق کے لیے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے شاعر المراری الاسدی کا یہ شعر ذکر کیا ہے کہ:

شعر

أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ
عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوْعًا

میں بیٹا ہوں اس شخص کو جو چھوڑنے والا ہے بکری بشر جیسے بہادر کو اس حال میں کہ پرندے اس پر منڈلا رہے ہیں ''اُڑ رہے ہیں'' اس کی موت کا انتظار کرتے ہوئے یہ صرف شعر کے اندر خاص نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع معرف باللام ہو اور جو صفت ہے معرف باللام کی وہ مضاف الیہ ہو۔ تو ایسی ترکیب میں قباحت اور خرابی نہیں ہے کیونکہ یہاں بشرِ عطف بیان ہے بکر کے لئے اس میں کوئی

قباحت نہیں بلکہ قباحت تو اس صورت میں لازم آئے گی جب ہم بِشْرٍ کو بدل بنائیں گے بکرٍ سے تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ بدل تو تقاضہ کرتا ہے تکرار عامل کا تو تقدیری عبارت یہ بنے گی۔

''اَنَا ابْنُ التَّارِکِ بِشْرٍ'' اور یہ بالکل ایسی ترکیب ہو جائے گی جیسے: ''الضارب زَیْدٌ''

کی ترکیب ہے یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اضافت کا مقصد تخفیف لفظی ہے اور یہاں تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ **الضارب** اصل میں **ضاربٌ** تھا **الف لام** داخل ہونے کی وجہ سے **تنوین** گری ہے **اضافت** کی وجہ سے نہیں گری۔ تو اس طریقے سے **التارک بشر** والی ترکیب جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں تقدیر عبارت بنے گی ''اَنَا ابْنُ التَّارِکِ بِشْرٍ اَلْبِکْرِیِّ بِشْرٍ'' تو یہ ترکیب ناجائز ہے تو اس مثل سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے لفظی فرق کو واضح کیا ہے تو محل استشہاد **بکری بشر** ہے۔ کیونکہ **التارک** عطف بیان معرف باللام ہے اور اس کی جو صفت ہے **بکری** وہ مضاف الیہ ہے۔ لہٰذا یہ عطف بیان بنے گا بدل نہیں بنے گا۔

ترکیب:

اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الْبِکْرِیِّ بِشْرٍ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

انا مبتدا ابن مضاف التارک مضاف الیہ البکری مبین یا معطوف علیہ بول دو بشر عطف بیان مبین اور عطف بیان ملک کر ذوالحال اول عَلَیْهِ جار مجرور مل کر متعلق ہوا ثابتۃ کے ثابتۃ اسم ھِیَ ضمیر اس کا فاعل اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر ذوالحال ثانی ترقب فعل با فاعل ہٗ ضمیر مفعول بہٖ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر حال ہوا۔ ذوالحال ثانی کا حال ذوالحال مل کر الطیر مبتداء موخر کے لیے خبر مبتداء موخر اور خبر مقدم مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر ذوالحال اوّل کے لیے حال۔ حال ذوالحال مل کر **التار** کا مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر ابن کا مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر۔ اَنَا مبتدا کی۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ وَهُوَ اِسْمٌ وَقَعَ غَیْرَ مُرَکَّبٍ مَعَ غَیْرِهٖ مِثْلُ اب ت ث وَمَثَل وَاحد وَاثنان وَ ثَلٰثَةٌ وَ کَلَفْظَةِ زَیْدٍ وَحْدَهٗ مَبْنِیٌّ بِالْفِعْلِ عَلَی السُّکُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ اَوْ شَابَهَ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ بِاَنْ یَّکُوْنَ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰی قَرِیْنَةٍ کَالْاِشَارَةِ نَحْوُ هٰؤُلَاءِ وَنَحْوِهَا اَوْ یَکُوْنَ عَلٰی اَقَلِّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ اَوْ تَضَمَّنَ مَعْنَی الْحَرْفِ نَحْوُ ذَا وَمَنْ وَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ وَهٰذَا الْقِسْمُ

لَايَصِيْرُ مُعْرِبًا اَصْلًا وَحُكْمُهٗ اَنْ لَّا يَخْتَلِفُ اٰخِرُهٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَحَرَكَاتُهٗ تُسَمّٰى ضَمًّا وَفَتْحًا وَكَسْرًا وَسُكُوْنُهٗ وَقْفًا وَهُوَ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَاسْمَآءُ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتُ وَاَسْمَآءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتِ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ۔

ترجمہ:......دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں ہے اور وہ ایسا اسم ہے جو اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے ا، ب، ت، ث اور وَاحدٌ اثنانِ وَثَلٰثَةٌ کے مثل اور اکیلے لفظ زید کی طرح کیونکہ یہ بالفعل مبنی بَرسُکُوْن ہیں اور بِالْقُوَّةِ معرب ہیں یا مَشابہ ہو مبنی الاصل کے اس طور پر کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں محتاج ہو قرینے کا جیسے اسم اشارہ مثلہ هٰؤُلَاءِ اور اس کے مثل یا ہو تین حروف سے کم یا معنی حرف کو متضمن ہو جیسے ذَا، مَنْ اور احد عشر سے لے کر تسعة عشر تک اور یہ قسم کبھی بھی معرب نہیں ہوتی اور حکم مبنی کا یہ ہے کہ مختلف نہ ہوتا ہو اس کا آخر عامل کے مختلف ہونے سے اور اس کی حرکات کو **ضمہ، فتحہ، کسرہ، سکون**، اور **وقف** کہا جاتا ہے اور اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔

(۱) مضمرات۔ (۲) اسمائے اشارات۔ (۳) موصولات۔ (۴) اسماء الافعال۔ (۵) اسمائے اصوات۔ (۶) مرکبات۔ (۷) کنایات۔ (۸) بعض ظروف۔

تشریح:

''اَلْبَابُ الثَّانِيْ فِي الْاِسْمِ الْمَبْنِيْ'' دوسرا باب مبنی کے بیان میں ہے اس سے پہلے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم کی دو قسمیں بتائی تھیں (۱) معرب (۲) مبنی۔

معرب کی تفصیل، تعریف، مثال اور ''مَا لَهٗ وَمَا عَلَيْهِ تَفْصِيْلًا'' اس کی بحث ختم ہو گئی تو اب یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ مبنی کی بحث کو بیان فرماتے ہیں۔

اَلْبَابُ الثَّانِي فِي الاِسْمِ الْمَبْنِيِّ

فرماتے ہیں کہ

مبنی کی تعریف کا پہلا جز:

''وَهُوَ اسْمٌ وَقَعَ غَيْرَ مُرَكَّبٍ مَعَ غَيْرِهِ مِثْلُ اَبْ تَثْ'' وغیرہ یاد رکھیں کہ مبنی کی تعریف کے دو جز ہیں (۱) اِسْمٌ وَقَعَ غَيْرَ مُرَكَّبٍ مَعَ غَيْرِهِ یعنی مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ اس طور پر مرکب نہ ہو کہ اس کا عامل اس کے ساتھ پایا جائے، جیسے کہ حروف تہجی اب ت ث ان حروف سے اسماء مراد ہیں مسمیات مراد نہیں یعنی اب ت ج مراد ہیں۔ اسی طرح عدد ''وَاحِدٌ اِثْنَانِ وَثَلٰثَةٌ'' اور اسی طرح اکیلے نام زید، عمرو، بکر وغیرہ کیونکہ یہ سب کے سب بالفعل مبنی بالسکون ہوتے ہیں۔

بالفعل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں جب کہ ان کا عامل داخل نہیں ہے تو یہ مبنی ہیں۔

اور بالقوۃ معرب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان پر عامل داخل ہو جائے تو یہ معرب ہو جائیں گے، جیسے ''قَرَأْتُ بَاءً'' میں نے پڑھا (ب) عامل داخل ہے تو یہ معرب ہو گیا اور ''قَرَأْتُ جِيْمَ'' میں نے پڑھا (ج) اور اسی طرح ''رَأَيْتُ زَيْدًا'' وغیرہ تو یہ بالفعل مبنی ہے اور بالقوۃ معرب ہے۔

مبنی کی تعریف کا دوسرا جز:

''اَوْ شَابَهَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ بِاَنْ يَّكُوْنَ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰى قَرِيْنَةٍ'' کہ یا وہ اسم مشابہت رکھے مبنی الاصل کے ساتھ۔ یاد رکھیں مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھنے سے مراد اسم کا مبنی الاصل کے اس طرح مناسبت رکھنا ہے کہ وہ مبنی ہونے میں مؤثر ہو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تین (۳) صورتیں بتائی ہیں۔

(۱) ''بِاَنْ يَّكُوْنَ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰى قَرِيْنَةٍ'' کہ وہ اپنا معنی بتانے میں کسی قرینے کا محتاج ہو جیسے اسمائے اشارہ هٰؤُلَاءِ

(۲) ''اَوْ يَكُوْنَ عَلٰى اَقَلِّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ'' یا وہ تین حروف سے کم ہو، جیسے مَنْ ذَا وغیرہ۔

(۳) ''اَوْ تَضَمَّنَ مَعْنَى الْحَرْفِ'' یا وہ معنی حرف کو متضمن ہو جیسے ''اَحَدَ عَشَرَ'' سے لے کر ''تِسْعَةَ عَشَرَ''

تک اس کے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں سوائے ''اِثْنَا عَشَرَ '' کے۔

اور یہ جو قسم ہے دوسری قسم ''شَابَهَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ '' یعنی مبنی الاصل کے مشابہ ہو یہ کبھی بھی معرب نہیں بن سکتی نہ تو بالفعل امور نہ ہی بالقوۃ بخلاف پہلی قسم کے جس کے تفصیل ابھی ماقبل میں گزر گئی وہ بالفعل مبنی ہے اور بالقوہ معرب ہے لیکن یہ دوسری قسم ہے یہ جو مبنی الاصل کے مشابہ ہے یہ کبھی بھی معرب نہیں بن سکتی۔

مبنی کا حکم:

''وَ حُكْمُهُ اَنْ لَّا يَخْتَلِفَ اٰخِرُهُ ''اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبنی کا حکم بیان فرمایا ہے۔ مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عامل کے مختلف ہونے سے نہیں بدلتا۔

فائدہ: مبنی پر جو حرکات آتی ہیں انہیں ضمہ، فتحہ، کسرہ اور سکون کہا جاتا ہے اور معرب پر جو حرکات آتی ہیں انہیں رفع نصب جر اور جزم کہا جاتا ہے۔ یہ بڑے فائدے کی بات ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

''وَ هُوَ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعٍ ''مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں

(۱) مضمرات۔ (۲) اسمائے اشارات۔ (۳) موصولات۔ (۴) اسماء الافعال۔ (۵) اسمائے اصوات۔ (۶) مرکبات۔ (۷) کنایات۔ (۸) بعض ظروف۔

اعتراض:

بعض ظروف پر اعتراض ہوتا ہے کہ ظرف کے ساتھ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بعض کی قید کیوں لگائی۔

جواب:

یہ ہے کہ ظروف سب کے سب مبنی نہیں ہیں۔ کچھ مبنی ہیں، کچھ معرب ہیں۔

دوسرا اعتراض:

پھر اس جواب پر اعتراض ہوتا ہے کہ اس طریقے سے اسمائے موصولہ میں سے اَيٌّ اور اَيَّةٌ معرب ہیں۔ اور بعض کنایات میں فلان اور فلانۃ یہ بھی معرب ہیں تو اس کے ساتھ بعض کی قید نہیں ہے اس کے ساتھ بھی بعض کی قید لگانی چاہئے تھی کہ بعض مبنی ہیں بعض معرب ہیں؟

جواب:

یہ ہے کہ اسمائے موصولہ اور اسمائے کنایات میں سے اکثر مبنی ہیں کچھ معرب ہیں اور ''لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ'' کے مطابق وہ مبنی کے حکم میں ہیں اور ظروف کے اندر اکثر معرب ہیں اس لیے بعض کی قید ذکر کر کے اس کو معرب سے خارج کر دیا اور مبنی میں داخل کر دیا۔

فَصْلُ الْمُضْمَرُ اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ اَوْ مُخَاطِبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْ حُكْمًا وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَ هُوَ مَالَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اَمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضُرِبْتُ اِلٰى ضُرِبْنَ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ ضَرَبَنِيْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَ اِنَّنِيْ اِلٰى اِنَّهُنَّ اَوْ مَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِيْ وَلِيْ اِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ وَ مُنْفَصِلٌ وَ هُوَ مَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ اَنَا اِلٰى هُنَّ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ اِيَّايَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ فَذٰلِكَ سِتُّوْنَ ضَمِيْرًا۔

ترجمہ:......پہلی فصل مضمر وہ اسم ہے جس کو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے متکلم پر یا مخاطب پر یا ایسے غائب پر جس کا ذکر پہلے موجود ہو چاہے لفظاً یا معناً یا حکماً اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)......متصل اور وہ وہ ہے جو اکیلے استعمال نہ ہو چاہے مرفوع ہو جیسے ''ضُرِبْتُ'' یا ''ضَرَبْتُ'' سے لے کر ''ضَرَبْنَ'' یا ''ضُرِبْنَ'' تک یا منصوب ہو جیسے ''ضَرَبَنِیْ'' سے لے کر ''ضَرَبَهُنَّ'' اور ''اِنَّنِیْ'' سے لے کر ''اِنَّهُنَّ'' تک یا مجرور ہو جیسے ''غُلَامِیْ'' اور ''لِیْ'' سے لے کر ''غُلَامُهُنَّ'' اور ''لَهُنَّ'' تک۔

(۲)......منفصل اور وہ وہ ہے جو اکیلے استعمال ہو سکتا ہو جیسے ''اَنَا'' سے لے کر ''هُنَّ'' تک یا منصوب ہو جیسے ''اِیَّایَ'' سے لے کر ''اِیَّاهُنَّ'' تک یہ ساٹھ (۶۰) ضمیریں ہیں۔

تشریح:

''فَصْلُ الْمُضْمَرُ'' اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسمائے مبنی میں سے پہلی قسم مضمر کو بیان فرمایا ہے مضمرات جمع ہے مضمر کی اس کا لغوی معنی ہے پوشیدہ ہونا چھپا ہوا ہونا اور نحویین کی اطلاح میں اس کی تعریف وہ جو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے کہ ''اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ اَوْ مُخَاطِبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ

ذَكَرَ لَفْظًا وَمَعْنًى اَوْ حُكْمًا ''یعنی ضمیر سے مراد وہ اسم ہے جو دلالت کرے متکلم پر یا مخاطب پر یا ایسے غائب پر جس کا ذکر پہلے موجود ہو چاہے لفظاً ہو معناً ہو یا حکماً ہو یعنی اگرچہ ضمیر کا مرجع لفظاً ہو یا حکماً ہو یا معنًا ہو۔

ذکر مرجع لفظاً کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔حقیقتًا (۲) تقدیرًا

حقیقتًا کی مثال:

جیسے ''ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامَهُ'' مارا زید نے اپنے غلام کو۔

اس مثال میں ہٗ ضمیر کا مرجع زید ہے اور اس کا ذکر پہلے موجود ہے۔

تقدیرا کی مثال:

جیسے ''ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدٌ'' مارا اپنے غلام کو زید نے۔

اس مثال میں بھی ہٗ ضمیر کا مرجع زید ہی ہے وہ اگرچہ لفظاً مؤخر ہے لیکن حقیقتًا مقدم ہے کیونکہ وہ فاعل ہے اور فاعل مفعول سے مقدم ہوتا ہے۔

ذکر مرجع معنًا کی مثال:

ضمیر سے پہلے ایسی چیز ہو جو ضمیر کے معنی کو متضمن ہو یہ ہوتا ہے معنا ذکر جیسے ''اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی'' عدل کرو انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے یہاں هُوَ ضمیر کا مرجع عدل ہے اس کا ذکر اگرچہ لفظاً موجود نہیں ہے لیکن معنًا موجود ہے کہ ''اِعْدِلُوْا'' فعل ہے اور فعل کے اندر عدل موجود ہے اس لئے کہ ہر فعل مصدر سے نکلتا ہے تو فعل میں مصدر کا معنی موجود ہوتا ہے۔

ذکر مرجع حکما کی مثال:

یہ اس جگہ ہوتا ہے جہاں سیاق کلام سے ضمیر کے مرجع پر دلالت ہو جیسے:

''وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ''

یہاں پر ''وَلِاَبَوَيْهِ'' میں ہٖ ضمیر کا مرجع میت ہے جس پر دلالت سیاق کلام کر رہا ہے۔ اور یہ ضمیر شان اور ضمیر

قصہ کہلاتی ہے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

''وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَّمُنْفَصِلٌ'' اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ضمیر کی اقسام کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں ضمیر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ضمیر متصل (۲) ضمیر منفصل

ضمیر متصل کی تعریف:

''وَهُوَ مَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ'' ضمیر متصل اس کو کہتے ہیں جو اکیلے استعمال نہیں ہوتی چاہے مرفوع ہو یا منصوب ہو یا مجرور ہو۔

(پہلی قسم ضمیر مرفوع متصل کی مثال)

جیسے ضَرَبْ معروف اور ضُرِبْ مجہول پورا ضَرَبْتَ یا ضُرِبْتُ تمام گردان اس طرح ہوگی۔

ضمیر مرفوع متصل معروف و مجہول

ضَرَبْتُ	ضَرَبْنَا	ضَرَبْتَ	ضَرِبْتُمَا	ضَرَبْتُمْ
ضَرَبْتِ	ضَرَبْتُمَا	ضَرَبْتُنَّ	ضَرَبَ	ضَرَبَا
ضَرَبُوْا	ضَرَبَتْ	ضَرَبَتَا	ضَرِبْنَ	

(دوسری قسم ضمیر منصوب متصل)

ضمیر منصوب متصل دو طرح کی ہے:

نمبر (۱) متصل بافعل۔ نمبر (۲) متصل باحرف۔

ضمیر منصوب متصل بافعل

ضَرَبَنِيْ	ضَرَبَنَا	ضَرَبَكَ	ضَرَبَكُمَا	ضَرَبَكُمْ
ضَرَبَكِ	ضَرَبَكُمَا	ضَرَبَكُنَّ	ضَرَبَهٗ	ضَرَبَهُمَا
ضَرَبَهُمْ	ضَرَبَهَا	ضَرَبَهُمَا	ضَرَبَهُنَّ	

ضمیر منصوب متصل باحرف

اِنَّكُمْ	اِنَّكُمَا	اِنَّكَ	اِنَّنَا	اِنَّنِيْ
اِنَّهُمَا	اِنَّهٗ	اِنَّكُنَّ	اِنَّكُمَا	اِنَّكِ
	اِنَّهُنَّ	اِنَّهُمَا	اِنَّهَا	اِنَّهُمْ

تیسری قسم ضمیر مجرور متصل

ضمیر مجرور متصل کی دو قسمیں:

(۱) مجرور متصل با اسم۔ (۲) مجرور متصل باحرف۔

ضمیر مجرور متصل با اسم

غُلَامُكُمْ	غُلَامُكُمَا	غُلَامُكَ	غُلَامُنَا	غُلَامِيْ
غُلَامُهُمَا	غلامه	غُلَامُكُنَّ	غلامكما	غُلَامُكِ
	غلامهنَّ	غلامهما	غلامها	غلامهم

ضمیر مجرور متصل باحرف

لكم	لكما	لك	لنا	لى
لهما	له	لكنَّ	لكما	لكِ
	لَهُنَّ	لهما	لها	لهم

ضمیر کی دوسری قسم ضمیر منفصل

منفصل کی تعریف:

وَهُوَ مَا تَسْتَعْمَلُ وَحْدَهُ الخ: ضمیر منفصل وہ ہے جو اکیلے استعمال ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں ۔(۱) ضمیر مرفوع منفصل (۲) ضمیر منصوب منفصل۔

فائدہ: ضمیر مجرور کبھی بھی منفصل استعمال نہیں ہوتی وجہ یہ ہے کہ پھر ضمیر مجرور کا جار پر مقدم ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

ضمیر مرفوع منفصل

اَنَا	نَحْنُ	اَنْتَ	اَنْتُمَا	اَنْتُمْ
اَنْتِ	اَنْتُمَا	اَنْتُنَّ	هُوَ	هُمَا
هُمْ	هِيَ	هُمَا	هُنَّ	

ضمیر منصوب منفصل کی

اِيَّایَ	اِيَّانَا	اِيَّاكَ	اِيَّاكُمَا	اِيَّاكُمْ
اِيَّاكِ	اِيَّاكُمَا	اِيَّاكُنَّ	اِيَّاهُ	اِيَّاهُمَا
اِيَّاهُمْ	اِيَّاهَا	اِيَّاهُمَا	اِيَّاهُنَّ	

فذالک ستون ضمیرا:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کل ساٹھ ضمیریں ہیں:

(۱) مرفوع متصل ۱۴۔(۲) منصوب متصل ۱۴۔(۳) مرفوع متصل ۱۴۔(۴) منصوف منفصل ۱۴۔(۵) مجرور متصل ۱۴۔ یادرکھیں کہ ضمیر مجرور کبھی بھی منفصل استعمال نہیں ہوتی تو یہ ۱۴ + ۵ ٹوٹل ستر ۷۰ بنتی ہیں اور صاحبِ

کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ساٹھ ضمیریں بنتی ہیں۔تو یاد رکھیں کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تثنیہ هماانتمامذکر اور تثنیہ هماانتمامؤنث کے لیے ایک ہی صیغہ شمار کیا ہے۔یعنی ہر گردان سے دو ۲ دو ۲ صیغے کم کر کے ساٹھ بن جائیں گی اور اگر مکمل شمار کریں تو یہ کل ستر ۷۰ بن جائیں گی۔

وَاَعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَصِّلَ خَاصَّةً يَكُوْنُ مِستتراً فی الماضی للغائب والغائبة كَضَرَبَ ای هُوَ و ضَرَبَتْ ای هی وفی المضارع المتكلم مطلقًا نحو اَضْرِبُ ای اَنَا و نَضْرِبُ ای نحن وللمخاطب كتَضْرِبُ ای انت وللغائب والغائبة كيَضْرِبُ ای هو وتضربُ ای ہے وفی الصفة اعنی اسم الفاعل والمفعول وغيرهما مطلقا ولا يجوز استعمالُ المنفصل الا عند تعذّر المتصل كاِيَّاكَ نَعْبُدُوَمَا ضربَكَ الا اَنَا وانا زيدٌ وما انت الا قائمًا۔

ترجمہ:.....تو جان لے کہ بے شک ضمیر مرفوع متصل خاص طور پر مستتر ہوتی ہے ماضی غائب اور غائبہ میں ''یعنی ماضی مذکر اور مؤنث میں'' جیسے ضَرَبَ یعنی هُوَ اور ضَرَبَتْ یعنی هِیَ اور مضارع متکلم میں مطلقًا پوشیدہ ہوتی ہے۔جیسے اَضْرِبُ یعنی اَنَا اور نَضْرِبُ یعنی نَحْنُ اور مخاطب میں جیسے تَضْرِبُ یعنی اَنْتَ اور مضارع غائب اور غائبہ میں یَضْرِبُ یعنی هُوَ اور تَضْرِبُ یعنی هِیَ اور صفت میں یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ میں مطلقا اور جائز نہیں ہے ضمیر منفصل کا استعمال مگر اس وقت جب متعذر ہو ضمیر متصل کا استعمال جیسے: اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم خاص طور پر تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور وَمَا ضَرَبَکَ اِلَّا اَنَا نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے اور اَنَا زَیْدٌ اور وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا نہیں ہے تو مگر کھڑا ہونے والا۔

تشریح:

واعلم ان المرفوع المتصل......الخ

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرما رہے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل کتنے صیغوں میں مستتر ''پوشیدہ'' ہو گی۔

تو اس کے سمجھنے سے پہلے ضمیر کی قسمیں سمجھ لیں۔

یادرکھیں ضمیر کی (۲) دو قسمیں ہیں:

(۱) ضمیر بارز (۲) ضمیر مستتر۔

ضمیر بارز کی تعریف:

ضمیر بارز اس کو کہتے ہیں جس کا تلفظ ہو سکے یعنی جو لفظوں میں ظاہر ہو۔

ضمیر مستتر کی تعریف:

ضمیر مستتر اس کو کہتے ہیں جو پوشیدہ ہو یعنی لفظوں میں ظاہر نہ ہو۔

اب سمجھیں کہ ماضی کے ۲ دو صیغوں میں ضمیر مرفوع مستتر ہو گی:

۱)......واحد مذکر غائب جیسے ضَرَبَ میں ھُوَ ضمیر۔

۲)......واحد مؤنث غائب جیسے ضَرَبَتْ میں هِیَ ضمیر۔

اور مضارع کے (۵) پانچ صیغوں میں ضمیر مرفوع مستتر ہو گی۔

۱)......واحد متکلم جیسے اَضْرِبُ میں اَنَا ضمیر۔

۲)......واحد متکلم جیسے نَضْرِبُ میں نَحْنُ ضمیر۔

۳)......واحد مذکر غائب جیسے یَضْرِبُ میں ھُوَ ضمیر۔

۴)......واحد مؤنث غائب جیسے تَضْرِبُ میں هِیَ ضمیر۔

۵)......واحد مذکر حاضر جیسے تَضْرِبُ میں اَنْتَ ضمیر۔

اسی طرح صفت کے صیغوں میں بھی ضمیر مستتر ہو گی۔ یعنی اسم فاعل اسم مفعول اسم تفضیل صفت مشبہ وغیرہ ہیں۔ کیونکہ ان صیغوں میں ضمیر پر دلالت کرنے والا قرینہ موجود ہوتا ہے اور وہ قرینہ ہے علامتِ تثنیہ اور علامتِ جمع جیسے ضَارِبٌ میں ھُوَ ضمیر اور ضَارِبَانِ میں هُمَا ضمیر اور ضَارِبُوْنَ میں هُمْ ضمیر ضَارِبَۃٌ میں هِیَ ضمیر ضَارِبَتَانِ میں هُمَا ضمیر ضَارِبَاتٌ میں هُنَّ ضمیر۔

ولا یجوز استعمال المنفصل الا عند؟؟

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ضمیر کے استعمال کے لیے ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں۔

ضابطہ:

فرماتے ہیں کہ جب تک ضمیر متصل کا استعمال کرنا کسی وجہ سے منع نہ ہو تو ضمیر منفصل کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے لیکن جہاں ضمیر متصل کا استعمال ممنوع ہو تو مجبوری کی وجہ سے ضمیر منفصل کو ستعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کی چند صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

جب ضمیر مقدم ہو جائے عامل پر اور عبارت سے حصر مقصود ہو تو ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جا سکتی ہے جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ اِيَّاكَ ضمیر نَعْبُدُ فعل عامل پر مقدم ہو گئی اور حصر مقصود ہے کہ خاص ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو یہاں ضمیر منفصل استعمال ہو گی۔

دوسری صورت:

جب عامل اور ضمیر کے درمیان فَصَل ہو تب بھی ضمیر منفصل استعمال ہو گی جیسے مَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا اب دیکھیں یہاں اِلَّا نے ضرب اور انا کے درمیان فاصلہ کر دیا۔ تو یہاں ضمیر متصل کی جگہ مفصل استعمال ہو گی۔

تیسری صورت:

جب ضمیر کا عامل معنوی ہو جیسے انا زیدٌ انا مبتداء اس کا عامل معنوی اور ضمیر عامل معنوی کے ساتھ متصل نہیں ہو سکتی تو ضمیر منفصل استعمال ہو گی۔

چوتھی صورت:

جب ضمیر کا عامل حرف ہو جیسے ما انت الا قائمٌ تو یہاں پر بھی ضمیر منفصل استعمال ہو گی۔

واعلم اَنَّ لَهُمْ ضَمِيْرًا يَقَعُ قَبْلَ جُمْلَةٍ تُفَسِّرُهُ وَيُسَمّٰى ضَمِيْرَ الشَّانِ فِي الْمُذَكَّرِ وَضَمِيْرَ الْقِصَّةِ فِي الْمُؤَنَّثِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ وَيَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ صِيْغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقُ الْمُبْتَدَاِ اِذَا كَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا وَ يُسَمّٰى فَصْلًا لِاَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوُ زَيْدٌ هُوَ

اَلْقَائِمُ وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ:......جان لو کہ نحویوں کے ہاں ایک ضمیر ہے جو جملے سے پہلے واقع ہوتی ہے، جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور اس کو ضمیر شان مذکر میں اور ضمیرِ قصّہ مؤنث میں کہا جاتا ہے جیسے قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ اور اِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ اور داخل ہوتا ہے مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل جو مبتدا کے مطابق ہوتا ہے جب خبر معرفہ ہو یا اَفْعَلَ مِنْ كَذَا میں مستعمل ہو اور اس کو فصل کہتے ہیں کیونکہ یہ فصل کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ اور كَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ......آپ ان پر نگہبان تھے۔

تشریح: واعلم ان لهم الخ......

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو بیان فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں کہ غائب کی ضمیر جو جملے سے پہلے آتی ہے اور بعد والا جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اگر وہ ضمیر مذکر کی ہے تو وہ ضمیر شان کہلاتی ہے اور اگر وہ ضمیر مؤنث کی ہے تو وہ ضمیر قصہ کہلاتی ہے۔

ضمیر شان کی مثال:

جیسے قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ یہاں هُوَ ضمیر یہ ضمیر شان ہے اور اگلا جملہ الله احد یہ اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

ضمیر قصّہ کی مثال:

جیسے اِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ اس کی مثال میں هَا ضمیر یہ ضمیر قصّہ ہے اور اگلا جملہ زَيْنَبُ قَائِمَةٌ اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

وَيَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاِ الْخَبَرِ الخ......

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شبہ کو ختم کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔فرماتے ہیں کہ جب مبتدا کی خبر معرفہ ہو تو پھر مبتدا اور خبر کا التباس آجاتا ہے موصوف اور صفت کے ساتھ پھر معلوم نہیں ہوتا کہ مبتدا اور خبر ہیں یا موصوف اور صفت ہیں اس التباس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی مبتدا کی خبر معرفہ ہو یا

اسم تفضیل مِنْ کے ساتھ ہو تو مبتدا اور اس کی خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل کو لایا جائے گا تا کہ مبتدا اور اس کی خبر کے درمیانفصل واقع ہو جائے تو اس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ مبتدا اور خبر ہیں موصوف صفت نہیں ہیں کیونکہ موصوف صفت میں انفصال "فصل کرنا جائز نہیں ہے۔

یاد رکھیں کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے صیغہ مرفوع منفصل کہا ضمیر نہیں کہا وجہ اس کی یہ ہے کہ مرفوع منفصل کے صیغہ اور ضمیر ہونے میں اختلاف ہے اور صیغہ ہونے میں اتفاق ہے تو اختلاف سے بچنے کے لیے صیغہ کا لفظ استعمال کیا ضمیر کا لفظ استعمال نہیں کیا، تو وہ جو ضمیر لائی جائے گی مبتدا اور خبر میں فاصلہ کرنے کے لیے اس ضمیر کا مبتدا کے مطابق ہونا ضروری ہے مثلاً اگر مبتدا مفرد ہے تو ضمیر بھی مفرد ہو گی اگر مبتدا تثنیہ ہے تو ضمیر بھی تثنیہ ہو گی اور اگر مبتدا جمع ہے تو ضمیر بھی جمع ہو گی جیسے زَیْدٌ هُوَ الْقَائِمُ اور زَیْدَانِ هُمَا الْقَائِمَانِ اور زَیْدُوْنَ هُمُ الْقَائِمُوْنَ اور هِنْدٌ هِيَ الْقَائِمَۃُ وغیر الخ۔

اب دیکھیں اس مثال میں زَیْدٌ هُوَ الْقَائِمُ اگر هُوَ کو ہٹا دیں تو زَیْدٌ الْقَائِمُ ہو جائے گا اور اس سے التباس لازم آئے گا کہ آیا یہ مبتدا خبر ہیں یا موصوف صفت ہے تو هو جب آ گیا تو مبتدا خبر متعین ہو گئے اور موصوف صفت کا التباس ختم ہو گیا۔

دوسری مثال کَانَ زَیْدٌ هُوَ اَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو اس مثال میں هُوَ ضمیر نے دونوں کے درمیان فصل کر دی اور عامل لفظی کَانَ داخل ہے اس پر اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

تو مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لائی گئی۔ عامل لفظی کَانَ داخل ہے اور خبر معرفہ ہے الرَّقِیْبَ تو فاصل کر دیا تا کہ موصوف اور صفت سے التباس نہ آئے۔

(فصل) اَسْمَآءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ وَذٰلِكَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَتَا وَتِيْ وَذِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَتَانِ وَتَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَاُوْلَاءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِهِمْ وَقَدْ يُلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيْهِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰذَانِ وَهٰؤُلَاءِ وَيَتَّصِلُ بِاَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ هُوَ اَيْضًا خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُ كَ كُمَا كُمْ كِ كُنَّ فَذٰلِكَ خَمْسَةٌ وَّعِشْرُوْنَ

اَلْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَاذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ۔

ترجمہ:......دوسری فصل اسمآئے اشارہ کے بیان میں ہے۔اسمآئے اشارہ کو وضع کیا گیا ہے تا کہ دلالت کرے مشار الیہ پر اور وہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں: ذَا مذکر کے لیے ذَانِ اور ذَيْنِ تثنیہ مذکر کے لیے اور تَا تِيْ ذِيْ تِہْ ذِہْ تِھِيْ ذِھِيْ مؤنث کے لیے تَانِ اور تَيْن تثنیہ مؤنث کے لیے أُولَآء مد کے ساتھ اور اُولٰی قصر کے ساتھ یہ جمع مذکر اور مؤنث کے لیے۔تحقیق بڑھائی جاتی ہے ان کے شروع میں ھَاء تنبیہ جیسے ھٰذَا ھٰذَانِ ھٰؤُلَآءِ اور لگایا جاتا ہے ان کے آخر میں حرف خطاب اور وہ بھی پانچ ہیں چھ معانی کے لیے جیسے کَ کُمَا کُمْ کِ کُنَّ پس یہ پچیس ہو گئے پانچ (۵) پانچ (۵) میں ضرب دینے سے اور وہ یہ ہیں ذَاکَ سے لے کر ذَاکُنَّ تک اور ذانِکَ سے لے کر ذَانِکُنَّ تک اور باقی بھی اسی طرح ہیں۔تو جان لے کہ بے شک ذا قریب کے لیے اور ذٰلک بَعِید کے لیے اور ذَاکَ متوسط کے لیے۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبنیات میں سے دوسری قسم اسمآئے اشارہ کو بیان کیا ہے۔

اسمآئے اشارہ کی تعریف:

اسم اشارہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے جیسے ھٰذَا لقلم تو ھٰذَا اسم اشارہ ہے اس کے ذریعے سے اَلْقَلَمَ کی طرف کیا گیا ہے اور القلم مشار الیہ ہے۔

وھی خمسۃ الفاظ الخ

اور یہ پانچ [۵] الفاظ ہیں چھ [۶] معانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مشار الیہ یا تو مذکر ہوگا یا مؤنث اگر مذکر ہو تو اس کی تین [۳] صورتیں ہیں:

(۱) مفرد (۲) تثنیہ (۳) جمع

اور اگر مؤنث ہے تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں:(۲)

(۱) مفرد (۲) تثنیہ (۳) جمع

مفرد مذکر کے لیے ذَا تثنیہ مذکر کے لیے حالت رفعی میں ذَانِ اور حالتِ نصبی اور جری میں ذَيْنِ۔

نمبر ۳ تین مفرد مؤنث کے لیے تَا تِیْ ذِیْ تَذِہٖ تَھِی ذِھِی اور تثنیہ مؤنث کے لیے حالت رفعی میں تَانِ اور حالتِ نصبی وجری میں تَیْنِ جمع مذکر اور جمع مؤنث کے لیے اُولآء مد کے ساتھ اور اُولٰی الف مقصورہ کے ساتھ۔

وَ قَدْ یُلْحَقُ بِاَوَائِلِھَا ھَاءُ التَّنْبِیْہِ الخ:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے ایک فائدہ بیان فرما رہے ہیں۔

فائدہ:......فرماتے ہیں کہ اسم اشارہ کے شروع میں ھا، تنبیہ اور آخر میں حرف خطاب لگایا جاتا ہے۔

حرف التنبیہ لگانے کا فائدہ:

یہ ہے کہ مخاطب کو آگاہ کیا جاتا ہے حرف تنبیہ کے ذریعے جیسے ھٰذَا، ھٰذَانِ و ھٰؤلآء وغیرہ۔

حرف خطاب لگانے کا فائدہ:

اسم اشارہ کے آخر میں حرف خطاب لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ مخاطب کی حالت پر دلالت کرے مفرد تثنیہ جمع اور مذکر اور مؤنث ہونے میں۔

یاد رکھیں حروف خطاب بھی پانچ ہیں۔کَ ۱ کما ۲ کم ۳ کِ ۴ کُنَّ ۵ ویسے چھ ۶ ہونے چاہیے لیکن پانچ اس لیے شمار کرتے ہیں کہ تثنیہ مذکر اور تثنیہ مؤنث کے لیے ایک ھی ضمیر استعمال کی جاتی ہے۔تو ان پانچ کو پانچ اسمائے اشارہ کے ساتھ ضرب دیں گے تو پچیس ۲۵ ہو جائیں گے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ذَا اسم اشارہ کو ملاؤ ک حرف خطاب کے ساتھ جیسے ذَاکَ اور باقیوں کو بھی اسی طرح ملاؤ تو وہی پچیس ہو جائیں گے۔

تفصیلی گردان یہ ہے

واحد مذکر

(۲۱)۔	(۱۶)۔	(۱۱)۔	(۶)۔	(۱)۔
اُولٰئِکَ	تَانِکَ	تَاکَ	ذَانِکَ	ذَاکَ

تثنیہ مذکر مونث

(۲۲)۔	(۱۷)۔	(۱۲)۔	(۷)۔	(۲)۔
اُولٰئِکُمَا	تَانِکُمَا	تَاکُمَا	ذَانِکُمَا	ذَاکُمَا

جمع مذکر

(۲۳)۔ أُولآءِ كُمْ	(۱۸)۔ تَانِكُمْ	(۱۳)۔ تَاكُمْ	(۸)۔ ذَانِكُمْ	(۳)۔ ذَاكُمْ

واحد مؤنث

(۲۴)۔ أُولَئِكِ	(۱۹)۔ تَانِكِ	(۱۴)۔ تَاكِ	(۹)۔ ذَانِكَ	(۴)۔ ذَاكِ

جمع مؤنث

(۲۱)۔ أُولَئِكُنَّ	(۲۰)۔ تَانِكُنَّ	(۱۵)۔ تَاكُنَّ	(۱۰)۔ ذَانِكُنَّ	(۵)۔ ذَاكُنَّ

واعلم ان ذا للقريب و ذاك للبعيد و ذاك للمتوسط

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم اشارہ کا استعمال بیان فرما رہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اسمآئے اشارہ میں سے ذَا قریب کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے هٰذَا وغیرہ کہتے ہیں۔اور ذالک یہ بعید کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے ذالک الکتاب اور ذاک متوسط کے لیے یعنی درمیانی مسافت پر جو ہو اس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

عبارت فصل:

اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَّا يَصْلُحُ اَنْ يَّكُوْنَ جُزْءً تَامًّا مِنْ جُمْلَةٍ اِلَّا بِصِلَةٍ بَعْدَهٗ وَالصِّلَةُ خَبَرِيَّةٌ وَلَا بُدَّ مِنْ عَائِدٍ فِيْهَا يَعُوْدُ اِلَى الْمَوْصُوْلِ مِثَالُهُ الَّذِيْ فِيْ قَوْلِنَا جَآءَ الَّذِيْ اَبُوْهُ قَائِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ وَالَّذِيْ لِلْمُذَكَّرِ وَاللَّذَانِ وَاللَّذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَالَّتِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَاللَّتَانِ وَاللَّتَيْنِ لِمُثَنَّاهَا وَالَّذِيْنَ وَالْاُلٰى لِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَاللَّاتِيْ وَاللَّوَاتِيْ وَاللَّاءِ وَاللَّائِيْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَيَّةٌ وَذُوْ بِمَعْنَى الَّذِيْ فِيْ لُغَةِ بَنِيْ طَيٍّ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ۔

فَاِنَّ الْمَآءَ مَآءُ اِبِيْ وَجَدِّيْ۔ وَبِئْرِيْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَيْتُ اَيِ الَّذِيْ حَفَرْتُهٗ

وَالَّذِیْ طَوَیْتُهٗ۔

ترجمہ:......تیسری فصل موصول کے بیان میں۔موصول وہ اسم ہے جو جملے کا جزء تام بننے کی صلاحیت نہ رکھے مگر اس جملے کے ذریعے سے جو اس کے بعد ہو اور صلہ جملہ خبریہ ہو اور ضروری ہے کہ اس میں ایک عائد ہو جو لوٹے اس موصول کی طرف مثال اس کی الذی ہے ہمارے اس قول میں جَآءَ الَّذِیْ اَبُوْ مُقَائِمٌ آیا وہ شخص کہ اس کا باپ کھڑا ہونے والا ہے۔

اَوْ قَامَ اَبُوْہُ۔''جَآءَ الَّذِیْ قَامَ اَبُوْہُ'' آیا وہ شخص کہ کھڑا ہے اس کا باپ اور الذی مذکر کے لیے اور الذان اور الذین تثنیہ مذکر کے لیے اور اَلَّتِیْ مؤنث کے لیے اور اللَّتَانِ اور اللَّتَیْنِ اور تثنیہ مؤنث کے لیے اور الذین اور اولآءِ جمع مذکر کے اور اللَّاتِیْ اللَّوَاتِیْ اللَّآءِ اللَّائِیْ مؤنث کے لیے اور مَا اور مَنْ اور اَیٌّ اور اَیَّۃٌ اور ذو بمعنی الذی لغت بنی طے میں جیسے شاعر کا قول ہے۔

فَاِنَّ الْمَآءَ مَآءُ ابی وجدی وبیری ذوحفر ت وذوطویت

پس پانی، پانی تو میرے باپ اور دادا کا ہے اور کنواں، تو اس کو میں نے خود کھودا ہے اور میں نے ہی اس کی منڈھیر بنائی ہے۔الذی حفرتہٗ میں نے ہی کھودا ہے اس کو اور الذی طویت میں نے ہی اس کی منڈھیر بنائی۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبنیات میں سے تیسری قسم موصول کو بیان کیا ہے۔

اسمائے موصولہ کی تعریف

اسم موصول اس سم کو کہتے ہیں جو جملے کا جزء تام نہ بنے بغیر صلہ کے''یعنی صلہ موصول کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے اور موصول جملے کا جزء تام نہیں بنتا اور صلہ اس کی وضاحت کرتا ہے۔موصول کے صلہ کے لیے تین شرائط ہیں:

پہلی شرط:

وہ جملہ ہو کیونکہ موصول جو ہوتا ہے وہ مبہم ہوتا ہے تو جملے کے ذریعے سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

دوسری شرط:

یہ ہے کہ جملہ خبریہ ہو جملہ انشائیہ نہ ہو کیونکہ جملہ خبریہ کا جملہ انشائیہ کے ساتھ ربط ہوتا ہے جملہ انشائیہ کا نہیں ہوتا۔

تیسری شرط:

یہ ہے کہ اس جملے "یعنی صلے" میں ایک ایسی ضمیر ہونی چاہیے جو موصول کی طرف لوٹے وجہ یہ ہے کہ جملہ مستقل بنفسہا ہوتا ہے تو ماقبل سے ربط پیدا کرنے کے لیے ایک عائد ہونا چاہیے تاکہ وہ دونوں کو جوڑ دے۔

جملہ اسمیہ کی مثال: جَآءَ الَّذِیْ اَبُوْهُ قَائِمٌ جملہ فعلیہ کی مثال: جَآءَ الَّذِیْ قَائِمٌ اَبُوْهُ۔

تنبیہ:

یاد رکھیں کہ اسمائے موصولہ کے لیے جو الفاظ آتے ہیں وہ چھ ۶ معانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

۱)......الذی مفرد مذکر کے تینوں حالتوں میں۔

۲)......الذان حالتِ رفعی میں الذَین حالت نصبی وجری میں تثنیہ مذکر کے لیے۔

۳)......الذِین اور اولٰی جمع مذکر کے لیے۔ تینوں حالتوں میں۔

۴)......التی واحد مؤنث کے لیے تینوں حالتوں میں۔

۵)......اللَّتَانِ تثنیہ مؤنث حالت رفعی میں اللَّتَیْن تثنیہ مؤنث حالت نصبی وجری میں۔

۶)......اللَّاتِیْ اللَّوَاتِیْ، اللَّآءِ اللَّائِی جمع مؤنث کے لیے تینوں حالتوں میں۔

وما ومن وای وایۃ وذو بمعنی الذی فی لغۃ بنی طے:

مَا اور مَنْ۔ اس میں جو مَا ہے یہ اکثر غیر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے مَا هٰذا "یہ کیا ہے"؟

مَنْ اکثر ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے مَنْ هٰذا یہ کون ہے۔ انسان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

لیکن کبھی کبھی یہ دونوں ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

ایٌ اور ایّۃٌ یہ ایک حالت میں مبنی ہیں اور باقی حالتوں میں معرب ہیں تفصیل آگے آجائے گی۔

(وذو بمعنى الذي) اور ذُو بمعنی الذی لغت بنی طے ہے۔
یادرکھیں کہ ذو کے اندر تھوڑی سی تفصیل ہے۔
تفصیل یہ ہے کہ ذو دو[۲] معنی کے لیے آتا ہے۔

(۱)......ذو بمعنی صاحب جیسے ذُوْمَالٍ صاحب مال ذُوْ عِلْمٍ صاحب علم جیسے اسمائے ستہ میں گزر چکا۔ اس صورت میں یہ معرب ہے۔

(۲)......ذو بمعنی الذی لغت بنی طے میں خاص طور پر اور یہی یہاں پر مراد ہے تو اس صورت میں یہ مبنی ہے اور یہ کسی حالت میں تبدل نہیں ہوگا جیسے جَآءَنِیْ ذُوْقَام حالت رفعی میں اور رأیت ذو قام حالتِ نصبی میں اور مررت بذو قام حالت جری میں اس میں مذکر مؤنث واحد تثنیہ جمع غائب حاضر سب برابر ہیں۔

اور بطور استشہاد کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب کا ایک شعر ذکر کیا ہے۔

شعر کا پسِ منظر:

یہ ہے حضرت عبدالمطلب نے جب زم زم کے کنویں کے کھودنے کا ارادہ کیا ''جب وہ زمین کے اندر دب گیا تھا'' تو مکہ کے سرداروں نے ان کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنا چاہا تو حضرت عبدالمطلب نے ان کو شعر میں جواب دیا اور فرمایا: فَاِنَّ الْمَآءَ مَاءُ ابی وجدی وبیری ذوحفرت وذوطویت پس پانی۔ پانی تو میرے باپ اور دادا کا ہے اور اس کنویں کو میں نے کھودا اور میں نے ہی اس کی منڈھیر بنائی ہے۔ اس شعر میں محل استشہاد ذو حفرت اور ذوطویت ہے کہ لغت بنی طے میں یہ ذو بمعنی الذی ہے ای الذی حفرت اور الذی طویت کہ اس کنویں کو میں نے کھودا اور میں نے ہی اس کی منڈھیر بنائی ہے۔

شعر کی ترکیب:

فَاِنَّ الْمَآءَ مَاءُ ابی وجدی وبیری ذوحفرت وذوطویت

(۱) ف استفہامیہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الماءَ اس کا اسم مَاءُ مضاف ابی مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ وحرف عطف جدی مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ مل کر مضاف الیہ ہوا ماءُ مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر پھر معطوف علیہ وحرف عطف بیری مبتدا ذو اسم موصول حفرت فعل اس میں ضمیر اس

کا فاعل۔فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبیر یہ ہو کر صلہ۔موصول صلہ مل کر معطوف علیہ وحرف عطف ذو اسم موصول طویت فعل اس میں ضمیر اس کا فاعل۔فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صلہ۔موصول صلہ مل کر معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ مل کر خبر بیری کی مبتدا خبر مل کر اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف معطوف علیہ مل کر ان حرف شبہ بالفعل کی خبر۔انّ حرف شبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

والالف واللام بمعنی الذی صلتهٗ اسم الفاعل واسم المفعول نحو جآءَنی الضارب زیدًا ای الذی یضربُ زیدًا او جآءَنی المضروبُ غُلامُهٗ ویجوز حذف العائد من اللفظ اِنْ کَانَ مفعولًا نحو قامَ الذی ضَرَبتُ ای ضَرَبْتُهٗ واعلم اَنَّ ایًّا وَایةً معربةٌ اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا کقولهٖ تعالیٰ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ من کل شیعةٍ ایهم اشد علی الرحمٰن عتیا ای هو اشد۔

ترجمہ:......جو الف لام بمعنی الذی ہو اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول آتا ہے جیسے جآءَنی الضارب زیدًا ای الذی یضربُ زیدًا آیا میرے پاس وہ جو زید کو مارنے والا ہے یعنی جس نے زید کو مارا اور جآءَنی المضروبُ غُلامُهٗ میرے پاس وہ کہ مارا گیا اس کا غلام اور جائز ہے حذف کرنا عائد کا لفظ سے جب وہ مفعول ہو جیسے قامَ الذی ضَرَبتُ یعنی الذی ضَرَبْتُهٗ تو جان لے کہ ایًّا اور ایةً معرب ہیں اِلَّا یہ کہ اس کا صدر صلہ محذوف ہو جیسے اللہ تبارو تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (سورۂ مریم آیت:٦٩) اَیُّهُمْ اَشَدُّ یعنی ای هو اشد۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسمائے موصولہ میں سے الف لام بمعنی الذی کو بیان فرماتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اسمائے موصولہ میں سے وہ الف لام بھی ہے جو الذی کے معنی میں ہوتے ہیں اور ان کا صلہ ہمیشہ اسم فاعل اور اسم مفعول آتا ہے جو فعل کے معنی میں ہو یعنی وہ اسم فاعل اور اسم مفعول فعل کے معنی میں ہو جیسے جآءَنی الضارب زیدًا تقدیری عبارت ہے الذی یضربُ زیدًا الضارب کا الف لام الذی کے معنی میں ہے اور ضَارب اسم فاعل یضرب کے معنی میں ہے۔

اسم مفعول کی مثال جاءنی المضروب غلامه الذی یضرب غلامه

ویجوز حذف العائد الخ...... پیچھے آپ کو بتایا تھا کہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور اس میں ایک عائد ہونا چاہیے جو موصول کی طرف لوٹے۔

اب یہاں سے اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ کبھی اس عائد کو حذف کردیا جاتا ہے شرط یہ ہے کہ وہ مفعول بہ ہو اور اس کے حذف سے کوئی مانع موجود نہ ہو تو مفعول بہ کو حذف کرسکتے ہیں جیسے قام الذی ضربت کھڑا ہوا وہ شخص جس کو میں نے مارا یہ اصل میں تھا قام الذی ضربتہٗ تو یہ ہٗ ضمیر مفعول بہ ہے اس کو حذف کرنے سے کوئی خرابی بھی نہیں آتی کیونکہ المنصوب فضلۃ منصوب ایک اضافی چیز ہوتی ہے جملہ تو فعل اور فاعل سے پورا ہوجاتا ہے۔

واعلم ان ایا و ایۃ معربۃ الخ ......اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایٌّ اور ایۃٌ کے مبنی ہونے کو بیان فرما رہے ہیں۔ آپ آسانی کے لیے یوں سمجھیں کہ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آپ تو مبنیات کو بیان فرمارہے ہیں اور ایٌّ و ایّۃٌ معرب ہیں تو آپ نے ان کو مبنی میں کیوں ذکر کیا؟

جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ ایٌ اور ایّۃ یہ جس طریقے سے معرب ہیں اسی طریقے سے یہ ایک حالت میں مبنی بھی ہیں۔ اور قرآنِ پاک میں جس طرح معرب استعمال ہوا ہے اسی طرح بنی بھی استعمال ہوا ہے۔

معرب کی مثال ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾

اور معرب کی دوسری مثال ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾

اسی طریقے سے یہ مبنی بھی استعمال ہوا ہے قرآنِ پاک میں اور مبنی ہونے کی حالت یہ ہے کہ ایٌ اور ایّۃٌ مضاف ہوں اور ان کا صدر صلہ محذوف منوی ہو لفظوں میں مذکور نہ ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾

تو یہاں پر اس کا صدر صلہ محذوف منوی ہے ای ھو اشد۔

فائدہ:

ای اور ایۃ کی چار حالتیں ہیں معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے۔ایک حالت میں مبنی ہیں تین حالتوں میں معرب ہے۔

۱)......ای اور ایۃ مضاف ہوں اور ان کا صدر صلہ مذکور ہو جیسے ایهم قائمٌ

۲)......ای اور ایۃ مضاف نہ ہوں اور صدر صلہ بھی مذکور نہ ہو جیسے ایٌّ قائمٌ۔

۳)......ایٌّ اور ایۃ مضاف نہ ہوں اور صدر صلہ مذکور ہو جیسے ایٌّ هُوَ قائمٌ۔

ان تین۳ حالتوں میں ایٌّ اور ایۃ معرب ہیں۔

۴)......ایٌّ اور ایۃ مضاف ہوں اور صدر صلہ محذوف منوی ہو جیسے اَیُّهُمْ قَائِمٌ۔ یہ حالت مبنی ہے۔

(فَصْلٌ) اَسمآءُ الْاَفْعَالِ هُوَ كُلُّ اسمٍ بمعنى الامر والماضِى نَحْوُ رُوَيْدَ زَيْدًا اَىْ امهلهُ وهيهاتَ زيدٌ اَى بعُدَ او كانَ عَلٰى وَزنِ فعالِ بمعنى الامر وَهُوَ مِنَ الثلاثى قياس كـ نزالِ بمعنى اَنْزِلْ وَتَرَاكِ بمعنى اترُكْ وَيُلْحَقُ بِهٖ فعال مصدرًا معرفةً كفجارِ بمعنى الفجور او صفةً للمؤنثِ نحو يا فَسَاقِ بمعنى فَاسِقَةٍ ويالَكَاعِ بمعنى لا كعةٍ او علمًا للاَعيانِ المؤنثةِ كقطامِ وَ غَلَابِ وَ حَضَارِ وَهٰذِهِ الثلاثةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسماء الافعالِ و انما ذكرت هٰهُنَا للمناسبة۔

ترجمہ:......چوتھی فصل اسمائے افعال کے بیان میں ہے وہ ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر حاضر ہو یا ماضی ہو جیسے رُوَيْدَ زَيْدًا اَىْ اَمْهِلْهُ تو مہلت دے زید کو۔ هيهاتَ زيدًا اَى بَعُدَ دور ہوا زید۔ یا ہو وہ فَعَالِ کے وزن پر بمعنی اَمَرْ اور وہ ثلاثی سے بطورِ قیاس آتا ہے جیسے نَزَالِ بمعنی اَنْزِل تو اُتر اور تَرَاكِ بمعنی اُتْرُكْ تو چھوڑ اور لاحق کیا جاتا ہے فَعَالِ کے ساتھ مصدر معرفہ کو بھی جیسے فَجَارِ بمعنی اَلْفُجُوْر نافرمان، یا صفت ہو مؤنث کی جیسے فساق بمعنی یافاسقۃ اے نافرمان عورت، وَيَالَكَاعِ بمعنی لَاكِعَةٍ اے بدکردار عورت، یا علم ہو خاص طور پر ذات مؤنث کا جیسے قطام عورت کا نام ہے غَلَابِ یہ بھی عورت کا نام ہے اور وَحَضَارِ یہ ایک ستارے کا نام ہے اور یہ تینوں قسمیں اسمائے افعال میں سے نہیں ہیں

ان کو یہاں ذکر کیا گیا ہے مناسبت کی وجہ سے۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبنیات کی چوتھی قسم اسمآئے افعال کو بیان کیا ہے۔

اسم فعل سے مراد:

ہر وہ اسم ہے جو وضع کے اعتبار سے فعل کے معنی میں ہو اور فعل کی علامات کو قبول نہ کرے۔ اسم فعل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم:

هو کالاسم بمعنی الامر بمعنی امر حاضر جیسے رُوَیْدَ بمعنی اَمْهِلْ تو مہلت دے، حَیَّهَلْ بمعنی اِئْتِ تو آ هَلُمَّ بمعنی خُذْ تو پکڑ بَلْہَ بمعنی دَعْ تو چھوڑ دے، عَلَیْکَ بمعنی اَلْزِمْ لازم پکڑ۔

(۲) دوسری قسم:

اَوِ لْمَاضِیْ یعنی وہ اسم فعل جو ماضی کے معنی میں ہو جیسے هیهات بمعنی بَعُدَ دور ہوا۔ شَتَّانَ بمعنی اِفْتَرَقَ جدا ہوا۔ سَرْعَانَ بمعنی سَرَعَ ماضیٔ جلدی کی اس نے۔

(۳) تیسری قسم:

اَوْکَانَ عَلٰی وَزْنِ فَعَالِ بمعنی الاَمْرِ تیسری قسم وہ اسم فعل جو فَعَالِ کے وزن پر ہو اور امر حاضر کے معنی میں ہو اور یہ ثلاثی مجرد سے قیاس کے مطابق آتا ہے جیسے نَزَالِ بمعنی اَنْزِلْ تو اتر تَرَاکِ بمعنی اُتْرُکْ تو چھوڑ ضَرَابِ بمعنی اِضْرِبْ تو مار اور کتاب بمعنی اُکْتُبْ تو لکھ۔

ویلحق به مصدر لمعرفةً:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسم فعل کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے فَعَالِ کے وزن کو بھی۔ فَعَالِ کا جو وزن ہے یعنی امر حاضر اس کے ملحق کو تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلی قسم:

مَصْدَرًا مَعْرِفَةً وہ فَعَال جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو جیسے فَجَارِ بمعنی اَلْفُجُوْرِ

دوسری قسم:

اَوْصِفَةً لِلْمُؤَنَّثِ وہ فعال جو کسی مؤنث کی صفت ہو جیسے فَسَاقِ بمعنی فَاسِقَة یا لَكَاعِ بمعنی لَاكِعَة

تیسری قسم:

وہ فعال جو خاص طور پر ذاتِ مؤنث کا علم ہو اور یہ دو طرح کا ہوتا ہے۔

نمبر ا:......جس کا آخری حرف ،ر، ہو جیسے حَضَارِ ایک ستارے کا نام ہے۔

نمبر ۲:......جس کا آخری حرف ،ر، کے علاوہ ہو جیسے قطام عورت کا نام ہے غَلَابِ عورت کا نام ہے۔

وَهٰذِهِ الثلاثةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسماءِ الافعالِ وانما ذكرت هٰهُنَا للمناسبة

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فَعَالِ امر حاضر ملحق جو تینوں قسمیں ہیں:

(ا) مصدر معرفہ۔(۲) صفت مؤنث۔(۳) عَلَم لِذَاتِ مؤنث۔

یہ تینوں قسمیں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں ان کو اسمائے افعال میں ذکر کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ فَعَالِ بھی امر حاضر کے ہم وزن اور ہم شکل ہے اور مبنی ہونے میں اسمآئے افعال کے مشابہ ہیں اس مناسبت کی بنا پر صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اسمائے افعال میں ذکر کیا ہے۔

(فَصْلٌ) اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ كَغَاقِ لِصَوْتِ الْغُرَابِ اَوْ صُوِّتَ بِهِ الْبَهَائِمُ كَنَخٍّ لِاِنَاخَةِ الْبَعِيْرِ۔

ترجمہ:...... پانچویں فصل اسمآئے اصوات۔اسمائے اصوات سے مراد ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے سے کسی آواز کو نقل کیا جائے جیسے غاق کوے کی آواز، یا اس کے ذریعے سے جانوروں کو آواز دی جائے جیسے نخ ونٹ کو بٹھانے کی آواز۔

تشریح:

فصل الاصوات پانچویں فصل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبنی کی پانچویں قسم اسمآئے اصوات کو بیان کیا

ہے۔

اسمائے اصوات کی تعریف:

كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ كَغَاقٍ اَوْ صُوِّتَ بِهٖ الْبَهَائِمُ یعنی اسمآئے اصوات سے مراد ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے سے کسی آواز کی نقل کی جائے جیسے غاق کوے کی آواز۔ یا نَخَّ تشدید کے ساتھ" اونٹ کو بٹھانے کی آواز اور اس کے لیے اور بھی مختلف قسم کے الفاظ آتے ہیں جیسے اُخْ اُخْ کھانسی کی آواز یا بَخْ بَخْ خوشی کی آواز۔

(فَصْلٌ) اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا يَجِبُ بِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ كَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ اِلَّا اِثْنَيْ عَشَرَ فَاِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى وَاِنْ لَّمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ فَفِيْهَا لُغَاتٌ اَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْاَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ وَاِعْرَابُ الثَّانِيْ غَيْرَ منصرفٍ كَبَعْلَبَكَّ نَحْوُ جَاءَنِيْ بَعْلَبَكُّ رَأَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ۔

ترجمہ:......چھٹی فصل مرکبات کے بیان میں ہے اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مل کر بنا ہو جن کلموں کے درمیان نسبت نہ ہو۔ پس اگر دوسرا حرف کو متضمن ہو تو دونوں مبنی برفتحہ ہوں گے جیسے اَحَدَعَشَرَ سے تسع عشر تک سوائے اثنا عشر کے کہ وہ معرب ہے مثنی تثنیہ کی طرح۔ اور اگر متضمن نہ ہو دوسرا حرف کو تو اس میں چند لغات ہیں۔ سب سے فصیح یہ ہے کہ پہلا مبنی برفتحہ ہو اور دوسرا غیر منصرف ہو جیسے بَعْلَبَكُّ مثلاً جَاءَنِيْ بَعْلَبَكُّ رایتُ بَعْلَبَكَّ۔ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ۔

تشریح:

فَصْلٌ اَلْمُرَكَّبَاتُ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبنیات کی چھٹی قسم مرکب کو بیان کیا ہے۔

مرکب کی تعریف:

مرکب سے مراد ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مل کر بنا ہو جن دو۲ کلموں کے درمیان کوئی نسبت اضافی یا اسنادی اور نسبت توصیفی نہ ہو۔ اس مرکب کی پھر دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: مرکب بنائی۔ دوسری قسم: مرکب منع حرف۔

مرکب بنائی کی تعریف:

مرکب بنائی اس مرکب کو کہتے ہیں جس میں دو کلموں کو ملا کر ایک کر لیا ہو اور دوسرا کلمہ حرف کو متضمن ہو اس مرکب کے دونوں جزء مبنی برفتحہ ہوں گے جیسے اَحَدَعَشَرَ سے لے کر تِسْعَةَعَشَرَ تک کیونکہ یہ اَحَدٌوَّعَشَرٌ اِلٰی تِسْعَةٌوَّعَشَرٌ اصل میں اس طرح تھے۔ سوائے اِثْنَاعَشَرَ کے کیونکہ اثناء یہ مثنیٰ ''تثنیہ'' کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے معرب ہے کیونکہ یہ اصل میں اِثْنَانِ تھا اضافت کی وجہ سے اس کا ''ن'' گر گیا ہے جیسے جَاءَنِیْ اِثْنَا رَجُلًا رَاَیْتُ اِثْنَیْ رَجُلًا مَرَرْتُ بِاِثْنَیْ رَجُلًا۔

مرکب منع حرف کی تعریف:

مرکب منع حرف اس مرکب کو کہتے ہیں جس میں دو کلموں کو ملا کر ایک کر لیا گیا ہو اور اس میں دوسرا کلمہ حرف کو متضمن نہ ہو اس کا حکم بیان فرماتے ہوئے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :فَفِیْهَا لُغَاتٌ کہ اس میں چند لغات ہیں یعنی چند ترکیبیں ہیں:

پہلی ترکیب:

بِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ اعراب الثانی پہلا جزء مبنی برفتحہ ہو اور دوسرا جزء معرب غیر منصرف ہو یعنی اس پر کسر اور تنوین نہ آئے۔ جیسے جَآءَ بَعْلَبَکُّ۔ وَرَاَیْتُ بَعْلَبَکَّ۔ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ۔ یہ لغت اور یہ ترکیب اور یہ اعراب سب سے زیادہ فصیح ہے اس لیے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اَفْصَحُ فرمایا ہے۔

دوسری ترکیب:

دونوں جزء معرب منصرف ہوں، پہلا جزء مضاف ہوگا دوسرا مضاف الیہ ہوگا جیسے جَآءَ بَعْلَبَکٍّ۔ رَاَیْتُ بَعلَبَکٍّ مَرَرْتُ بِبَعْلِکٍّ۔

تیسری ترکیب:

دونوں جزء معرب ہوں پہلا جزء معرب منصرف دوسرا جزء معرب غیر منصرف جیسے جَآءَ بَعْلَبَکُ۔ رَاَیْتُ

بَعلَبَکَ۔مَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَ۔

چوتھی ترکیب:

دونوں جزء مبنی برفتحہ ہوں گے جیسے جَآءَ بَعْلَبَکَّ۔ رَاَیْتُ بَعْلَبَکَّ۔ مَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ۔

(فَصْلٌ) اَلْكِنَايَاتُ هِيَ اَسْمَآءٌ تَدُلُّ عَلٰى عَدَدٍ مُّبْهَمٍ وَهِيَ كَمْ وَكَذَا اَوْ حَدِيْثٍ مُّبْهَمٍ وَهُوَ كَيْتَ وَذَيْتَ وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ عَلَى التَّمْيِيْزِ نَحْوُ كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ وَخَبَرِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ نَحْوُ كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ اَوْ مَجْمُوْعٌ نَحْوُ كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتُهٗ وَكَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ وَقَدْ يُحْذَفُ التَّمْيِيْزُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ كَمْ مَالُكَ اَيْ كَمْ دِيْنَارًا مَّالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ اَيْ كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ۔

ترجمہ:......ساتویں فصل کنایات کے بیان میں۔کنایات وہ اسماء ہیں جو دلالت کرتے ہیں عَدَدٍ مُبْهَمٍ پر اور کَمْ اور کَذَا ہیں یا مبھمات پر اور اس کے لیے کیت اور ذیت ہیں تو جان لے کہ بے شک کم کی دو قسمیں ہیں: (۱) کم استفھامیہ اور اس کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے تمیز ہونے کی بناء پر جیسے کَمْ رَجُلًا عِنْدَکَ تیرے پاس کتنے آدمی ہیں؟ (۲) کم خبریہ اور اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے جیسے کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُہٗ کتنا ہی مال میں نے خرچ کیا یا جمع مجرور ہوتا ہے جیسے کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُھُمْ کتنے ہی آدمیوں سے میں نے ملاقات کی،اس کے معنی میں تکثیر ہوتی ہے اور داخل ہوتی من بیانیہ ان دونوں پر جیسے تو کہے گا کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیْتُہٗ اور کبھی کبھی تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے قیام قرینہ کی وجہ سے جیسے کَمْ مَالُکَ یعنی کَمْ دِیْنَارًا مَّالُکَ کتنا دینا تیرا مال ہے اور کَمْ ضَرَبْتَ یعنی کَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتَ کتنی مار میں نے ماری۔

تشریح:

ساتویں فصل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مبنیات کی ساتویں قسم ''کنایات'' کو بیان کیا ہے۔

اسمائے کنایہ تعریف:

هِيَ اَسْمَاءٌ تَدُلُّ عَلٰى عَدَدٍ مُبْهَمٍ وَ هِيَ كَمْ وَ كَذَا اَوْ حَدِيْثٍ مُّبْهَمٍ وَ هُوَ كَيْتَ وَ ذَيْتَ۔ یعنی اسمائے کنایہ سے مراد وہ اسماء ہیں جو مبہم عدد کو بیان کریں جیسے كَمْ كَذَا كَمْ رُوْبِيَّةً عِنْدَكَ؟ كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ؟ یا مبہم بات کو بیان کرے، قُلْتُ كَيْتَ وَ ذَيْتَ میں نے ایسے ویسے کہا۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَ خبرية:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کم کی دو قسمیں ہیں (۱) استفہامیہ۔(۲) خبریہ۔

کم استفہامیہ اس کو کہتے ہیں جو استفہام کے معنی کو شامل ہو اور اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے:

كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ

تو یہاں رَجُلًا جو ہے یہ تمیز ہے مفرد منصوب ہے۔

کم خبریہ اس کو کہتے ہیں جو استفہام کے معنی کو شامل نہ ہو اور اس کی تمیز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے چاہے مفرد ہو یا جمع جیسے كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ یہاں مَالٍ تمیز ہے اور مجرور مفرد ہے اضافت کی وجہ سے اور کبھی جمع ہوتی ہے جیسے كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ رِجَالٍ یہاں پر تمیز ہے جمع مجرور ہے اضافت کی وجہ سے۔

مَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ:......کم خبریہ کے معنی میں کثرت مقصود ہوتی ہے یعنی یہ عدد کثیر کے مشابہ ہوتی ہے اور عدد کثیر کی جو تمیز ہوتی ہے وہ ہمیشہ مفرد مجرور ہوتی ہے۔

وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَهٗ وَ كَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کم استفہامیہ ہو یا كَمْ خبريہ ان کے ممیز من بیانیہ داخل ہو سکتا ہے ۔جیسے:

كَمْ مِنْ رِجَالٍ لَقِيْتَهُ کتنے آدمیوں سے تم ملے۔استفہامیہ کی مثال ہے۔

كَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا خبریہ کی مثال ہے۔

وقد يحذف التمييز لقيام قرينة:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ کم کی تمیز کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔

کم کی تمیز کا حکم:

یہ ہے کہ کم استفہامیہ ہو یا کم خبریہ ہو قرینہ کے پائے جانے کے وقت تمیز کو حذف کرنا جائز ہے۔

کم استفہامیہ کی مثال:

جیسے کَمْ مَالُکَ؟ کتنا مال ہے تیرا۔ تقدیری عبارت ہے کم دینارا مالک تو دینارا جو تمیز ہے اس کو حذف کر دیا قرینہ موجود ہے اور قرینہ یہ ہے کہ یہاں کم استفہامیہ داخل ہوا ہے۔ مرکب اضافی پر کَمْ مَالُکَ حالانکہ یہ مفرد پر داخل ہوتا ہے مرکب پر داخل نہیں ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ کوئی مفرد حذف کر دیا گیا اور وہ دینارًا ہے۔

کم خبریہ کی مثال:

جیسے کَمْ ضَرَبْتُ کتنی مار میں نے ماری۔ تقدیری عبارت ہے کَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتُ تو ضَرْبَۃٍ تمیز کو حذف کر دیا گیا کیونکہ یہاں قرینہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ کَمْ خبریہ فعل پر داخل ہوا ہے حالانکہ یہ فعل پر داخل نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہاں کوئی اسم حذف کر دیا گیا ہے تقدیری عبارت ہے۔ کَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتُ

اَنَّ كَمْ فِي الْوَجْهَيْنِ يَقَعُ مَنْصُوْبًا بَعْدَهٗ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ نَحْوُ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ وَكَمْ غُلَامٍ مَلَكْتُ مَفْعُوْلًا بِهٖ وَ نَحْوُ كَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ وَكَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ مَصْدَرًا وَكَمْ يَوْمًا سِرْتَ وَكَمْ يَوْمًا صُمْتُ مَفْعُوْلًا فِيْهِ وَ مَجْرُوْرًا اِذَا كَانَ قَبْلَهٗ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ نَحْوُ بِكَمْ رَجُلًا مَرَرْتُ وَعَلٰى كَمْ رَجُلٍ مَلَكْتُ وَغُلَامَ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ وَمَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ وَمَرْفُوْعًا اِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مِنَ الْاَمْرَيْنِ مُبْتَدَاً اِنْ لَّمْ يَكُنْ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ وَكَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ وَخَبَرًا اِنْ كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ وَكَمْ شَهْرٍ صُوْمِيْ۔

ترجمہ:......تو جان لے کہ کَمْ دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جب اس کے بعد فعل اس سے اعراض نہ کر رہا ہو بوجہ اس کے غیر میں عمل کرنے کے جیسے کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ اور کَمْ غُلَامٍ مَلَكْتُ اور مفعول بہ

ہونے کی وجہ سے۔اور جیسے کَمْ ضَرْبَۃً ضَرَبْتَ اور کَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتَ مصدر ہونے کی وجہ سے۔اور جیسے کَمْ یَوْمًا سِرْتَ اور کَمْ یَوْمٍ صُمْتُ مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے اور مجرور ہوگا کَمْ جب اس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو جیسے بِکَمْ رَجُلًا مَرَرْتَ اور عَلٰی کَمْ رَجُلٍ حَکَمْتُ اور غُلَامَ کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ اور مَالَ کَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ اور مرفوع ہوگا جب ان دو باتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو مبتدا ہونے کی وجہ سے جب ظرف نہ ہو جیسے کَمْ رَجُلًا اَخُوْکَ اور کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُہٗ اور خبر ہونے کی وجہ سے جب ظرف ہو جیسے کَمْ یَوْمًا سَفَرُکَ وَکَمْ شَھْرٍ صَوْمِیْ۔

تشریح:

وَاعلم اَنَّ کَمْ فِی الْوَجْھَیْنِ یَقَعُ الخ......

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ کَمْ خبریہ اور کم استفہامیہ کا اعراب بیان فرمارہے ہیں۔ابتدائی طور پر آپ یہ بات سمجھ لیں کہ کم چاہے استفہامیہ ہو یا خبریہ ہو مَحَلًّا اس پر تینوں طرح کا اعراب آتا ہے نصب، جر، رفع۔

نصب کی صورت:

(۱)۔یَقَعُ مَنْصُوْبًا بَعْدَ فِعْلٍ غَیْرِ مُسْتَغِلٍ الخ......

جب کَمْ کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس کَمْ کی ضمیر اور اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے کَمْ میں عمل کرنے سے اعراض نہ کررہا ہو تو مَحَلًّا منصوب ہوگا تین صورتوں میں۔

پہلی صورت:

مفعول بہ ہونے کی وجہ سے جب کم کی تمیز ظرف نہ ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ کَمْ خبریہ کی مثال کَمْ غُلَامٍ مَلَکْتُ۔

دوسری صورت:

مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگی جب کم کی تمیز ایسا مصدر ہو جو اس فعل کے معنی میں ہو جیسے کم

استفہامیہ کی مثال كَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ کم خبریہ کی مثال كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ۔

تیسری صورت:

مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے جب كَمْ کی تمیز ظرف ہو كَمْ استفہامیہ کی مثال كَمْ يَوْمًا سِرْتَ؟
كَمْ خبریہ کی مثال كَمْ يَوْمٍ صُمْتُ۔
ان تینوں صورتوں میں كَمْ محلاً منصوب ہے۔

(۲) مجرورا اذا كان قبلہ حرف جر......الخ

دوصورتوں میں كَمْ مَحَلًّا مجرور ہوگا۔

پہلی صورت:

اذا كان قبلہ حرف جر جب اس سے پہلے حرف جر ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال بِكَمْ رَجُلًا مَرَرْتَ۔
كَمْ خبریہ کی مثال جیسے وَعَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ۔

دوسری صورت:

اِذَا كَانَ قَبْلَہٗ مُضَافٌ جب کم سے پہلے مضاف ہو تو كَمْ مَحَلًّا مجرور ہوگا جیسے كَمْ استفہامیہ کی مثال غُلَامَ كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتَ كَمْ خبریہ کی مثال جیسے مَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ۔

(۳) رفع کی صورت:

وَمَرْفُوْعًا اِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مِنَ الْاَمْرَيْنِ مُبْتَدَأً اِنْ لَّمْ يَكُنْ ظَرْفًا......الخ

کم محلا مرفوع ہوگا جب کم کے منصوب اور مجرور ہونے پر کوئی علامت موجود نہ ہو تو کم مرفوع ہوگا دوصورتوں میں۔

پہلی صورت:

مبتدا ہونے کی وجہ سے جب کم کی تمیز ظرف نہ ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال كَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ۔ کم خبریہ

کی مثال کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتَہٗ۔

دوسری صورت:

خبر ہونے کی وجہ سے جب کم کی تمیز ظرف ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال کَمْ یَوْمًا سَفَرُکَ کم خبریہ کی مثال کَمْ شَهْرٍ صُوِّمْتُ۔

(فصل) الظروف المبنية عَلٰى اقسام منها مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ بِاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ كَ "قَبلُ" وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَیْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْئٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْئٍ هٰذَا اِذَا كَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا لِلْمُتَكَلِّمِ وَاِلَّا لَكَانَتْ مُعْرَبَةً وَعَلٰى هٰذَا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وَتُسَمّٰى الْغَايَاتُ۔

ترجمہ:...... فصل ظروف مبنیہ چند قسموں پر ہیں ان میں سے جو مقطوع عن الاضافۃ ہوں اس طور پر کہ حذف کیا گیا ہو اس کے مضاف الیہ کو جیسے قبل بعد فوق اور تحت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اللہ ہی کے لیے حکم ہے ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد یعنی مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْئٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْئٍ یعنی ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد۔ (سورۂ روم آیت: ۴) اور یہ تب ہوں گے جب یہ محذوف ہو اور متکلم کی نیت میں موجود ہو وگرنہ پھر یہ معرب ہوں گے اسی وجہ سے پڑھا گیا لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ اور اس کو غایات کہا جاتا ہے۔

تشریح:

فصل الظروف المبنیہ......الخ

اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مبنیات کی آٹھویں قسم ظروف مبنیہ کو بیان فرمایا ہے فرمایا **الظروف المبنیہ** اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بعض ظروف معرب بھی ہوتے ہیں لیکن یہاں ہم جن ظروف کو بیان کریں گے وہ ظروف مبنیہ ہیں۔ ظروف، ظرف کی جمع ہے۔

ظروف کی تعریف:

ظرف اس کو کہتے ہیں جو کسی کام کے وقت یا جگہ پر دلالت کرے۔

ظروف مبنیہ کی چند قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم:

منها مقطع عن الاضافة بان حذف المضاف اليه۔ جو مقطوع عن الاضافۃ ہوں اس طور پر کہ اس کے مضاف الیہ کو لفظوں سے حذف کر دیا گیا ہو لیکن متکلم کی نیت میں یعنی دل میں مراد ہو اس کو محذوف منوی کہا جاتا ہے۔ جیسے قبل بعد فوق اور تحت اور اس کے ساتھ ساتھ صاحبِ درایت النحو رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق فَوْقَ تَحْتُ، قُدَامُ خَلْفُ، اَمَامُ، اَسْفَلُ دُوْنَ اور اَوَّلُ یہ تمام حروف بھی ہیں اور یہ سب مقطوع الاضافت ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ جو یَمِیْنٌ شِمَالٌ وغیرہ ہیں۔ ان کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ مقطوع الاضافت نہیں ہوتے اور ان حروف کو غایات بھی کہا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے۔

وجہ تسمیہ:

وَيُسَمَّى الغايات..... الخ غایت کے معنی ہیں انتہاء اور مضاف الیہ پر کلام کی انتہاء ہو جاتی ہے لیکن جب یہ ہیں ہی مقطوع الاضافۃ یعنی ان کا مضاف الیہ حذف کر دیا گیا تو اب خود ہی ان ظروف پر کلام کی انتہاء ہو جائے گی۔ اس وجہ سے ان کو غایات کہا جاتا ہے۔

یہ جتنے بھی ظروف آپ کو بتائے قبل، بعد وغیر استعمال کے اعتبار سے ان کی تین صورتیں ہیں۔ ان کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

(۱) پہلی قسم:

یہ مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو اور محذوف منوی کا آپ کو بتایا جا چکا کہ لفظوں میں موجود نہ ہو لیکن متکلم کی نیت میں یا متکلم کے دل میں موجود ہو تو اس صورت میں یہ ظروف مبنی برضمہ ہوں گے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ یعنی اللہ ہی کے لیے ہے حکم ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد یعنی اللہ ہی کا

حکم چلتا ہے ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد اللہ ہی کی حکومت ہے تو اس مثال میں آپ دیکھیں قَبْلُ اور بَعْدُ دونوں پر ضمہ ہے کیونکہ ان کا مضاف الیہ جو ہے کل شیءٍ وہ محذوف منوی ہے تقدیری عبارت یہ ہے۔

مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْءٍ

(۲) دوسری قسم:

یہ مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ محذوف ہو اور محذوف نِسیًا منسیا ہو یعنی نہ لفظوں میں موجود اور نہ متکلم کی نیت میں مراد ہو نسیا منسیا محذوف ہو تو اس صورت میں یہ مبنی ہوں گے جیسے: لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ۔

(۳) تیسری قسم:

یہ مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ موجود ہو اس صورت میں یہ معرب ہوں گے جیسے:
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ تحقیق گزر چکے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے رسول۔

اس مثال میں یہ جو قبل ہے معرب ہے اس لیے کہ یہ مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ ہ ضمیر لفظوں میں موجود ہے۔

تو معلوم ہوا کہ قبل اور بعد وغیرہ یہ ایک صورت میں مبنی برضمہ ہوتے ہیں اور وہ صورت یہ ہے کہ یہ حروف مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو اور دو صورتوں میں یہ معرب ہوتے ہیں (۱) کہ وہ مضاف ہو اور اس کا مضاف الیہ نسیا منسیا ہو نہ لفظوں میں نہ نیت میں۔ (۲) اور دوسرا یہ کہ ان کا مضاف الیہ لفظوں میں موجود ہو اور یہ تمام حروف اس وجہ سے مبنی ہیں کہ ان کی مشابہت حرف کے ساتھ ہے جو کہ مبنی الاصل ہے کیونکہ حرف بھی دوسرے کلمے کے ملائے بغیر اپنا معنی نہیں بتا سکتا اسی طرح یہ الفاظ بھی مضاف الیہ کے بغیر اپنا معنی نہیں بتا سکتے۔

وَ منها حيث بنيت تَشْبِيهًا لَّهَا بِالْغَايَاتِ لِمُلَازَمَتِهَا الْإِضَافَةِ إِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْأَكْثَرِ قَالَ اللهُ تعالیٰ: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَقَدْ يُضَافُ إِلَى الْمُفْرَدِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ۔

ع أَمَا تَرىٰ حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا

أيْ مَكَانَ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هٰذَا

بِمَعْنَى مَكَانَ وَ شَرْطُهُ أَنْ يُّضَافَ إِلَى الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ ا۔

ترجمہ:......اور ان ظروف مبنیہ میں سے ایک حَيْثُ ہے جو مبنی کیا گیا ہے غایات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے بوجہ جملے کی طرف اضافت کو لازم ہونے کے اکثر استعمال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ القلم آیت:۴۴) انہیں ڈھیل دیں گے وہاں سے جہاں سے انہیں معلوم بھی نہیں ہوگا اور کبھی یہ مضاف ہوتا ہے مفرد کی طرف جیسے شاعر کا قول ہے: اَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا کیا تو نہیں دیکھتا سہیل ستارے کے طلوع ہونے کی جگہ کو یعنی مکان سہیل سہیل کی جگہ کو۔ پس یہ حَيْثُ بمعنی مکان کے ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ جملے کی طرف مضاف ہو جیسے اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدًا۔

تشریح:

و مِنْهَا حَيْثُ و بنيت......الخ

ظروف مبنیہ میں سے ایک ''حیث'' ہے ''حیث'' کے مبنی ہونے کے لیے بعض نحویین کے نزدیک شرط یہ ہے کہ یہ جملے کی طرف مضاف ہو اور حیث مکان کے معنی میں ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ القلم آیت:۴۴)

اور حیث کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آسمائے موصولہ کے ساتھ اس کی مشابہت ہے کہ جس طرح وہ جملے کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی جملے کے محتاج ہوتا ہے۔

وَقَدْ يُضَافُ إِلَى الْمُفْرَدِ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرما رہے ہیں کہ حیث کبھی کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہو جاتا ہے۔ جب حیث مفرد کی طرف مضاف ہوگا تو پھر یہ معرب ہوگا یا مبنی اس میں اختلاف ہے۔

(ا) اکثر نحویین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یہ معرب ہوگا۔

اس لیے کہ ''حیث'' کے مبنی ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کی اضافت جملے کی طرف ہو جب مفرد کی طرف اضافت ہوگی تو شرط نہیں پائی جائے گی۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ جب شرط نہیں پائی گئی تو مشروط

بھی مفقود ہوگا۔لہٰذا یہ معرب ہوگا۔

(۲) بعض نحویین کے نزدیک حَيْثُ کی اضافت جب مفرد کی طرف ہوگی تب بھی حَيْثُ مبنی ہوگا اور مفرد کی طرف اضافت بہت ہی شاذ اور نادر ہے اور اَلشَّاذُ کَالْمَعْدُوْمِ اس پر قاعدہ کلیہ کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ یہ بعضے نحویین اپنے استدلال میں ایک شعر پیش کرتے ہیں کہ جس میں حَيْثُ مفرد کی طرف مضاف ہے لیکن پھر بھی مبنی ہے شعر کا ایک مصرعہ کتاب میں ہے مکمل شعر یہ ہے۔

اَمَا تَرىٰ حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا

نجما يُضِئ كَالشِّهَابِ سَاطِعًا

کیا تم نہیں دیکھتے سہیل نامی ستارے کی طلوع ہونے کی جگہ کو جب وہ نکلا ہوا تھا۔یعنی وہ ستارہ جو شہاب ستارے کی طرح چمک رہا ہے اس حال میں کہ اس کی روشنی، پھیلی ہوئی تھی۔ تو یہاں جو حَيْثُ ہے اس کی اضافت سُهَيْلٍ کی طرف ہے اور سُهَيْلٍ مفرد ہے اور حَيْثُ مکان کے معنی میں ہے اور حَيْثُ یہاں مبنی ہے تو محل استشہاد حَيْثُ سُهَيْلٍ ہے سہیل کی طرف حیث کی اضافت ہے اور وہ مفرد ہے اور حیث مکان کے معنی میں ہے اور یہ مبنی ہے۔

ترکیب:

اَمَا تَرىٰ حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا نجما يُضِئ كَالشِّهَابِ سَاطِعًا

(ترکیب) اَحرف استفہام، ماترٰی فعل ضمیر فاعل حیث مضاف سہیل ذوالحال طالعًا حال حال، ذوالحال مل کر مضاف الیہ، مضاف، مضاف الیہ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، نجمًا موصوف، یضئ فعل ضمیر فاعل کاف حرف جر الشهاب ذوالحال ساطعًا حال، حال ذوالحال مل کر مجرور، جار مجرور ثابتًا کے متعلق ہو کر صفت موصوف محذوف اِضَاءَةً کے لیے موصوف صفت مل کر مفعول فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وشرطه ان يضاف الى الجملة نحو اجلس حيث يجلس زيد

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرمارہے ہیں کہ حَيْثُ کے مبنی ہونے کے لیے شرط یہ

ہے کہ یہ جملے کی طرف مضاف ہو اس کی تفصیل ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں اور جملہ چاہے فعلیہ ہو یا اسمیہ جملہ فعلیہ جیسے:

اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ...... یہ جملہ فعلیہ ہے۔

اِجْلِسْ حَيْثُ زَيْدٌ جَالِسٌ...... یہ جملہ اسمیہ ہے۔

تو جملے کی طرف اس کا مضاف ہونا یہ شرط ہے مبنی ہونے کے لیے اور جو اختلاف ہے وہ ہم تفصیلا بیان کر چکے ہیں۔

وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ صَارَا مُسْتَقْبِلًا نَحْوُ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالْمُخْتَارُ اَلْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاتِ فَيَخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ۔

ترجمہ:...... اور ان ظروف مبنیہ میں سے اِذَا ہے اور وہ مستقبل کے لیے ہے اور جب وہ ماضی پر داخل ہو تو ماضی بمعنی مستقبل ہو جائے گی جیسے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ ''یعنی جب اللہ کی مدد آجائے گی'' اور اِذَا میں شرط کا معنی ہے اور جائز ہے کہ اس کے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ ''یعنی میں آوں گا تیرے پاس جب کہ سورج نکلے'' اور پسندیدہ جملہ فعلیہ کا ہونا ہے جیسے اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ ''یعنی میں آوں گا تیرے پاس جس وقت سورج طلوع ہو۔ اور کبھی مفاجات کے لیے ہوتا ہے لہٰذا اس کے بعد مبتدا پسند کیا جاتا ہے (یعنی مبتدا لایا جاتا ہے) جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ میں نکلا تو اچانک درندہ کھڑا ہونے والا ہے۔

تشریح:

ظروف مبنی کی تیسری قسم اِذَا ہے۔

اِذَا مستقبل کا معنی دیتا ہے اگر چہ یہ ماضی پر داخل ہو تب بھی یہ مستقبل کا معنی دیتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (سورۃ النصر آیت:۱)

تو یہاں پر جَآءَ بمعنی یَجِیْءُ ہے کیونکہ اس پر اِذَا داخل ہو گیا تو ماضی مستقبل کے معنی میں ہو گیا اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ ۔ (سورۃ کہف آیت:۹۶)

حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ ۔ (سورۃ کہف آیت:۸۶)

تنبیہ:

یاد رکھیں کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اذا تین[۳] معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) پہلا معنیٰ:

بمعنی شرط جیسے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ

(۲) دوسرا معنیٰ:

کبھی اِذَا صرف ظرف کے لیے آتا ہے اور جائز ہے کہ اس کے بعد جملہ فعلیہ آئے یا جملہ اسمیہ۔ لیکن جملہ فعلیہ کا اس کے بعد آنا زیادہ بہتر ہے۔

جملہ اسمیہ کی مثال:...... جیسے اٰتِیْکَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَۃٌ

جملہ فعلیہ کی مثال:...... جیسے اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

(۳) وقدتکون لِلْمَفَاجَاۃِ: تیسرا معنیٰ:

کبھی کبھی اِذَا مفاجاۃ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی اچانک کسی کام کے ہونے کے لیے اور اس کے بعد مبتدا کا آنا زیادہ بہتر ہے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ میں نکلا پس اچانک درندہ کھڑا ہونے والا تھا اور اِذَا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اضافت جملے کی طرف ہوتی ہے یعنی یہ جملے کا محتاج ہوتا ہے اس وجہ سے ''مضاف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ مبنی ہوتا ہے۔

وَ مِنْهَا اِذْ وَهِیَ لِلْمَاضِیْ وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الْاِسْمِیَّةُ وَالْفِعْلِیَّةُ نَحْوُ جِئْتُكَ

إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَإِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ

ترجمہ:...... اور ان ظروف مبنیہ میں سے إِذْ ہے اور وہ ماضی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ آسکتے ہیں جیسے جِئْتُكَ إِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ور جِئْتُكَ إِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ۔ آوں گا میں تیرے پاس جب کہ سورج نکلا ہو گا۔ جملہ فعلیہ۔ جملہ اسمیہ۔ آیا میں تیرے پاس جس وقت سورج نکلنے والا ہے۔

تشریح:

ظروف مبنیہ سے ایک إِذْ ہے اور وہ زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے اگرچہ مستقبل پر داخل ہو جائے جیسے: اَتَيْتُ إِذْ يَقُوْمُ زَيْدٌ یہاں يَقُوْمُ بمعنی قَامَ ہے کیونکہ اس پر إِذْ داخل ہو گیا یہ ہے تو مستقبل لیکن یہ ماضی کا معنی دے گا۔ اور إِذْ کے اندر معنی شرط نہیں پایا جاتا اسی لیے اس کے بعد دونوں قسم کے جملے یعنی جملہ اسمیہ اور جملیہ فعلیہ دونوں کا آنا جائز ہے۔تو یہ فرق ہو گیا إِذْ اور اِذَا میں کیونکہ اِذَا میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اس وجہ سے وہاں پر آپ کو بتایا تھا کہ جملہ فعلیہ کا آنا زیادہ بہتر ہے تو جملہ فعلیہ کی مثال جیسے: جِئْتُكَ إِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور جملہ اسمیہ کی مثال جیسے: جِئْتُكَ إِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ اور إِذْ کے بھی مبنی ہونے کی وجہ وہی ہے کہ یہ جملے کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ بِمَعْنَى الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَيْنَ تَمْشِيْ وَاَنّٰى تَقْعُدُ وَبِمَعْنَى الشَّرْطِ نَحْوُ اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰى تَقُمْ اَقُمْ وَمِنْهَا مَتٰى لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ۔

ترجمہ:...... اور ظروف مبنی میں سے اَيْنَ اور اَنّٰی ہیں مکان کے لیے استفہام کے معنی میں جیسے اَيْنَ تَمْشِيْ آپ کہاں جاتے ہیں اور اَنّٰی تَقْعُدُ آپ کہاں بیٹھیں گے۔ اور شرط کے معنی میں سے جیسے اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا اور اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ جہاں آپ کھڑے ہوں گے میں کھڑا ہوں گا اور انہی ظروف مبنیہ میں سے مَتٰی ہے شرط کے اعتبار سے یا استفہام کے اعتبار سے جیسے مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ جب تو روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا اور مَتٰی تُسَافِرُ آپ کب سفر کریں گے؟۔

تشریح:

فرمایا: وَمِنْهَا اَيْنَ ور اَنّٰى لِلْمَكَانِ عبارت کو تھوڑا سمجھ لیں کہ یہ لِلْمَكَانِ جو ہے یہ یا تو اَيْنَ اور اَنّٰی کی صفت

ہے اور یا یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اور بِمَعْنَی الْاِسْتِفْہَامِ اور بِمَعْنَی الشَّرْطِ یہ حال ہے۔ اصل عبارت یہ بنے گی اَلْکَائِنَانِ لِلْمَکَانِ حَالَ کَوْنِھِمَا مُتَلَبِّسَیْنِ یا اس طرح مؤنث کے صیغے میں ہو گی اَلْکَائِنَتَانِ حَالَ کَوْنِھِمَا مُتَلَبِّسَتَیْنِ بِمَعْنَی الْاِسْتِفْہَامِ اور بِمَعْنَی الشَّرْطِ یہ تقدیری عبارت بنے گی۔

اب سمجھیں بات کو کہ ظروفِ مبنیہ میں سے جو اَیْنَ اور اَنّٰی مکان کے لیے ہیں اس حال میں کہ وہ دونوں استفہام کے معنی میں یا شرط کے معنی میں ہیں۔ تو مطلب یہ ہے (اَیْنَ اور اَنّٰی) کے دو معانی ہیں۔

پہلا معنی:

جیسے اَیْنَ تَمْشِیْ آپ کہاں جا رہے ہیں وَ اَنّٰی تَقْعُدُ آپ کہاں بیٹھیں گے پہلا معنی استفہام کا ہے۔

دوسرا معنی بمعنی الشرط:

جیسے اَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ آپ جہاں بیٹھیں گے میں بھی بیٹھوں گا اور اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ جہاں آپ کھڑے ہوں گے میں بھی کھڑا ہوں گا۔ اور ظروف مبنیہ میں سے ایک مَتٰی ہے اور شرط کے لیے آتا ہے اور استفہام کے لیے بھی آتا ہے شرط کے معنی میں ہو گا تو مثال یہ ہے مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ جب آپ روزہ رکھیں گے میں بھی روزہ رکھوں گا اور استفہام کے معنی میں ہونے کی مثال یہ ہے مَتٰی تُسَافِرْ؟ آپ کب سفر کریں گے؟

اور ان دونوں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں استفہام اور شرط کے معنی کو متضمن ہیں اور استفہام اور شرط کا نصب یا تو تمیز کی بناء پر ہے یا شرط کی بناء پر مبنی ہے۔

وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْاِسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ كَيْفَ اَنْتَ اَيْ فِيْ اَيِّ حَالٍ اَنْتَ وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ۔

ترجمہ:......اور ظروف مبنی میں سے کَیْفَ ہے استفہام کے لیے حال کے اعتبار سے جیسے کَیْفَ اَنْتَ یعنی آپ کس حال میں ہیں اور ان ہی ظروف مبنیہ میں سے اَیَّانَ ہے زمان کے لیے استفہام کے اعتبار سے جیسے اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ یعنی قیامت کا دن کب ہے۔

تشریح:

وَمِنْھَا کَیْفَ لِلْاِسْتِفْہَامِ اور ظروف مبنیہ میں سے ایک کیف ہے جو حالت اور صفت کو معلوم کرنے کے

لیے آتا ہے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کَیْفَ اَنْتَ یعنی آپ کیسے ہیں ''ٹھیک ہیں، بیمار ہیں'' کیونکہ حال سے مُراد کسی چیز کی صفت ہوتی ہے اور زمانہ حال نہیں ہے اور کَیْفَ کے کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور یہ ہم نے آپ کو پیچھے بتا دیا۔

وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اور ظروف مبنیہ میں سے ایک وہ اَیَّانَ ہے جو زمانے کے لیے استفہام کے اعتبار سے آتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ یعنی قیامت کا دن کب ہے اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

فائدہ:

صاحب ہدایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَیَّانَ اور مَتٰی میں دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ اَیَّانَ جو ہے یہ آتا ہے زمانۂ مستقبل کے لیے اور اُمورِ عظیمہ کے دریافت کرنے کے لیے اور جو مَتٰی ہے یہ عام ہے بمعنی ماضی مستقبل اور اُمور عظیمہ اور اُمور صغیرہ ہر ایک کے دریافت کرنے کے لیے آتا ہے۔

وَمِنْهَا مُذْ وَ مُنْذُ بِمَعْنَى اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِمَتٰى نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ مُذْ وَمُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰى اَرَايْتُ زَيْدًا اَيْ اَوَّلِ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْيَتِيْ اِيَّاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَبِمَعْنَى جَمِيْعَ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا ''لِ كَمْ'' نَحْوُ مَارَاَيْتُهُ مُذْ وَ مُنْذُ يَوْمَانِ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةً مَا رَأَيْتَ زَيْدًا اَيْ جَمِيْعَ مُدَّةِ مَا رَاَيْتُهُ يَوْمَانِ۔

ترجمہ:...... اور ان ظروف مبنیہ میں سے مُذْ اور مُنْذُ ہیں اوّل مدت کے معنی میں اگر مَتٰی کے جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے مَا رَأَيْتُهُ مُذْ وَ مُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ یعنی اس کو میں نے جمعے کے دن سے نہیں دیکھا۔ یہ اس شخص کے جواب جس نے کہا مَتٰی اَرَایْتُ زَیْدًا اَیْ یعنی اس کو میرے دیکھنے کے انقطاع کے شروع مدت جمعے کا دن ہے اور تمام مدت کے معنی میں آئیں گے اگر کَمْ کے جواب کی صلاحیت رکھے جیسے مَارَاَیْتُہٗ مُذْ وَ مُنْذُ یَوْمَانِ یہ اس شخص کے جواب میں جس نے یہ کہا کَمْ مُدَّةً مَا رَأَيْتَ زَيْدًا یعنی تمام ایسی مدت کہ میں نے زید کو نہیں دیکھا یعنی (۲) دو دن سے نہیں دیکھا۔

تشریح:

ظروف مبنیہ میں سے ایک مذ اور منذ بھی ہیں اور یہ دونوں دو۲ معانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

(۱) پہلا معنیٰ: اوّل مدت کے لیے۔ (۲) دوسرا معنیٰ: کل مدت کے لیے۔

اول مدت کے لیے یہ اس وقت استعمال ہوتے ہیں جب یہ متی کے جواب میں واقع ہوں جیسے کوئی سوال کرے مَتٰی مَارَاَیْتَ زَیْدًا تو اس کے جواب میں کہا جائے مَارَاَیْتُ زَیْدًا مُذْ اَوْ مُنْذُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ یعنی میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا اور کل مدت کے لیے یہ اس وقت استعمال ہوتے ہیں جب یہ کَمْ کے جواب میں واقع ہوں جیسے کوئی شخص سوال کرے کَمْ مدۃً مار أیت زیدًا تو نے زید کو کتنی مدت سے نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا میں نے اس کو دو ۲ دن سے نہیں دیکھا۔

مُذْ اور مُنْذُ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ حرف جر ہیں تو پھر یہ محتاج ہیں مجرور کے تو یہ بالکل ایسے ہوگا جیسے مضاف محتاج ہے مضاف الیہ کا اور اگر یہ بحیثیت اسم کے ہیں تو پھر ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس مُذْ اور مُنْذُ کے مشابہ ہیں جو حرفِ جر ہیں اور ان کے مبنی ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ غایات کے مشابہ ہے اور وہ مقطوع الاضافت ہوتے ہیں اسی طرح مُذْ اور مُنْذُ بھی مقطوع الاضافت ہوتے ہیں۔

وَمِنْهَا لَدٰى وَلَدُنْ بِمَعْنٰى عِنْدَ نَحْوُ اَلْمَالُ لَدَيْكَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْحُضُوْرُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِيْ لَدٰى وَلَدُنْ وَجَآءَ فِيْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدْنِ وَلُدْنَ وَلَدَنْ وَلَدْ وَلُدْ وَلُدُ وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِيِّ نَحْوُ مَا رَاَيْتُهٗ قَطُّ وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيِّ نَحْوُ لَا اَضْرِبُهٗ عَوْضُ۔

ترجمہ:......اور ظروف مبنیہ میں سے لَدٰی اور وَلَدُنْ عِنْدَ کے معنی میں ہیں جیسے اَلْمَالُ لَدَیْکَ مال تیرے پاس ہے، اور فرق دونوں کے درمیان یہ ہے کہ بے شک عِنْدَ میں حضور ''حاضر ہونے'' کی شرط نہیں لگائی جاتی اور لَدٰی اور لَدُنْ میں شرط لگائی جاتی ہے اور اس میں دوسری لغتیں بھی آئی ہیں لَدْنِ لُدْنَ، لَدَنْ، لَدْ، لُدْ، لُدُ۔ اور ان ظروف مبنیہ میں سے قَطُّ ہے وہ ماضی معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے مَارَاَیْتُہٗ قَطُّ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا اور ان ظروف مبنیہ میں سے ایک عَوْضُ بھی ہے مستقبل منفی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے اَضْرِبُ عَوْضُ میں اس کو ہرگز نہیں ماروں گا۔ کبھی بھی نہیں ماروں گا۔ ہرگز نہیں ماروں گا۔

تشریح:

ظروف مبنیہ میں لَدَی لام کے فتحہ اور الف مقصورہ کے ساتھ اور لَدُنْ لام کا فتحہ اور دال کا ضمہ یہ دونوں عِنْدَ کے معنی میں ہیں۔

تنبیہ:

یاد رکھیں کہ اور عِنْدَ اور لَدَی اور لَدُنْ میں فرق یہ ہے کہ عِنْدَ میں چیز کے حاضر ہونے کی شرط نہیں لگائی جاتی یعنی اس کا جو مدخول مطلوب ہے اس کا مخاطب کے پاس حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اسی وجہ سے جب اَلْمَالُ عِنْدَکَ کہا جاتا ہے تو اگر مال مخاطب کے پاس موجود ہو تب بھی صحیح ہے اور اگر اس کے پاس موجود نہ ہو تب بھی صحیح ہے لیکن لَدَی اور لَدُنْ اس میں حضور کی شرط ہے لہٰذا جب کہا جائے گا اَلْمَالُ لَدَیْکَ یہ اس وقت صحیح ہو گا جب مال مخاطب کے پاس موجود ہو اور اگر مال اس کے پاس موجود نہ ہو تو اَلْمَالُ لَدَیْکَ کہنا صحیح نہیں ہے۔

وَجَآءَ فِیْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ:

کہ اس میں اور بھی بہت ساری لغات آئی ہیں یاد رکھیں کہ فِیْهِ میں ہ ضمیر مجرور ہے اس کا مرجع لَدُن ہے۔
یعنی لَدَی میں اگرچہ ایک لغت ہے لیکن لَدُنْ میں چھ ۶ لغات اور بھی ہیں:
(۱) لَدْنِ لام کا فتحہ دال کا سکون اور نون کے کسرہ کے ساتھ۔ (۲) لَدَنْ لام اور دال دونوں کا فتحہ اور نون کا سکون۔ (۳) لُدْ لام کا ضمہ دال کا سکون۔ (۴) لَدْ لام کا فتحہ دال کا سکون۔ (۵) لَدُ لام کا فتحہ دال کا ضمہ (۶) لُدُ لام اور دال دونوں کا ضمہ۔

اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض تو قِلَّتِ بناء کی وجہ سے حرف کے مشابہ ہیں اور بعض ان پر محمول ہیں۔

وَ مِنْهَا قَطُّ:

اور ظروف مبنیہ میں سے ایک قَطُّ ہے قاف کا فتحہ اور ط کے شد کے مشدد کے ساتھ یہ زیادہ مشہور لغت ہے اور اس کے علاوہ اس کو قُطُّ بھی پڑھا جاتا ہے اور ایک لغت اس میں قَطْ بھی ہے۔ تو قط یہ ماضی منفی کے لیے آتا ہے جیسے: مَا ضَرَبْتُهٗ قَطُّ اس کا معنی ہو گا میں نے اس کو کبھی نہیں مارا۔ اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قلتِ

بنا کی وجہ سے یہ مبنی ہے۔

وَمِنْهَا عَوْضُ:

اور ان ظروف مبنی میں سے ایک عوضُ بھی ہے عین کے فتحہ کے ساتھ عَوْضُ، عُوْضُ بھی منقول ہے اور یہ مستقبل منفی کے لیے آتا ہے جیسے لَا أضْرِبُ عَوْضُ اس کا معنی ہے میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا یعنی زمانہ مستقبل میں کبھی نہیں ماروں گا۔

اور عَوْضُ کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے اس لیے یہ قَبْلُ وَ بَعْدُ کی طرح مبنی ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهُ اِذَا اُضِيْفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَاءُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَكَيَوْمَئِذٍ وَ حِيْنَئِذٍ وَ كَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرَ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهُ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ۔

ترجمہ:......اور تو جان لے کہ ظروف کی اضافت جب جملے یا اِذْ کی طرف کی جائے تو جائز ہے کہ یہ مبنی برفتحہ ہوں جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ہٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ وہ دن ہے کہ جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا اور يَوْمَئِذٍ اور حِيْنَئِذٍ اور اسی طرح مثل غَيْرَ ہے مَا اور اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ آپ کہیں گے ضَرَبْتُهُ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ یعنی میں نے مارا اس کو زید کے مارنے کی مانند غَيْرَ اَنَّ ضَرَبَ زَيْدٌ سوائے اس کے کہ مارا زید نے اور ان میں سے اَمْسِ ہے سین کے کسرہ کے ساتھ اہلِ حجاز کے نزدیک۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ظروف کی دوسری قسم کو بیان فرمایا ہے اور یہ وہ قسم ہے جو معرب ہوتی ہے لیکن اگر اس کی اضافت کی جائے جملے کی طرف یا حرف اِذْ کی طرف تو وہ ظروف بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں اور یہ جوازاً ہے اور مبنی ہونے کی وجہ پھر یہ ہے کہ ان کا مبنی ہونا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اگرچہ واسطے کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ پیچھے آپ کو بتایا تھا ''اِذْ'' میں۔ تو یہ جب جملے کی طرف مضاف ہوں یا اِذْ کی طرف مضاف ہوں تو پھر مبنی برفتحہ ہوں گے جیسے:

هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ

اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمُ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ تو ان دونوں مثالوں یوم کی اضافت جملے کی طرف ہے اور یہ مبنی برفتحہ ہے اور اس طرح يَوْمَئِذٍ اور حِيْنَئِذٍ یہاں پر یوم کی اضافت اِذْ کی طرف ہے اور حِيْنَ کی اضافت بھی اِذ کی طرف ہے تو یہ دونوں بھی مبنی برفتحہ ہیں اور ان دونوں کی تقدیری عبارت یہ ہے:

يَوْمَئِذٍ کی تقدیری عبارت ہے يَوْمَ اِذْكَانَ كذا

حِيْنَئِذٍ کی تقدیری عبارت ہے حِيْنَ اِذْكَانَ كذا

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جَازَ بِنَاءُ هَا اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا مبنی ہونا جائز ہے یعنی یہ معرب اور مبنی دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

وَكَذٰلِكَ مِثْلُ غَيْرَ و غَيْرَه:

یعنی ظروف مذکورہ کی طرح لفظِ مثل اور لفظ غیر بھی جب کہ مَا یا اَنَّ یا اَنْ یعنی مثقلہ، مشددہ یا مخففہ جب ان کے بعد مِا، اَنْ یا اَنَّ آجائے تو ان کا بھی معرب اور مبنی دونوں طرح پڑھنا جائز ہے کیونکہ وہ جملے کی طرف مضاف ہونے میں ظرف کے مشابہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کا مبنی برفتحہ ہونا جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے۔ جیسے (۱) ضَرَبْتُہٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ (۲) اور ضَرَبْتُہٗ مِثْلَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ اور (۳) ضَرَبْتُہٗ مِثْلَ اَنَّ ضَرَبَ زَيْدٌ اور اسی طرح (۴) ضَرَبْتُہٗ غَيْرَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ (۵) ضَرَبْتُہٗ غَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ (۶) ضَرَبْتُہٗ غَيْرَ اَنَّ ضَرَبَ زَيْدٌ

ان تمام امثلہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ پہلی مثال: میں نے اس کو مارا زید کے مارنے کی مانند۔ دوسری اور تیسری مثال بھی اسی طرح ہیں۔ چوتھی مثال میں نے اس کو مارا سوائے اس کے کہ مارا زید نے۔

وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ:

اور ظروف مبنی میں سے اَمْسِ ہے کسرے کے ساتھ جو گذشتہ کل کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اس اَمْسِ سے مراد گذشتہ کل ہے اور بعض حضرات کے نزدیک یہ کسرہ پر مبنی اور معرفہ ہے اور بعض کے نزدیک معرب معرفہ ہے لیکن جب اس کو مضاف کیا جائے یا اس پر لام داخل ہو یا اس کو نکرہ کیا جائے تو وہ ہر ایک کے نزدیک بالاتفاق

معرب ہو جائے گا اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: مَصَلِّيْ مَسْجِدِنَا یہ اس کی اضافت ہوگئی۔ اضافت کی مثال ہے یہ اور مَصَلِّي الْأَمْسِ الْمُبَارَكِ یہ معرف باللام کی مثال ہے۔ اور كُلُّ غَضَائِرِ الْأَمْسِ نکرہ کی مثال ہے ان صورتوں میں یہ معرب ہوگا مبنی نہیں ہوگا۔

والخاتمة في سائر احكام الاسم ولواحقه غير الاعراب والبناء وفيها فصول.

ترجمہ:......اور خاتمہ اسم کے باقی احکام اس کے ساتھ ملنے والی چیزوں کے بیان میں ہے۔ معرب اور مبنی کے علاوہ اور اس میں چند فصلیں ہیں:

تشریح:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ جب اسم کی دونوں اقسام معرب اور مبنی کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب خاتمہ کو بیان فرما رہے ہیں جو اسم کے باقی احکام معرب اور مبنی کے علاوہ پر مشتمل ہے اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

الاول ای الفصل الاول:

اِعْلَمْ اِنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَّ نَكِرَةٌ اَلْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ اَعْنِيْ اَسْمَاءَ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهَا وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ۔

ترجمہ:...... یہ فصل ہے۔ تو جان لے کہ اسم دو قسموں پر مشتمل ہے معرفہ اور نکرہ۔ معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شئ معین کے لیے اس کی (۶) چھ قسمیں ہیں (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) مبہمات یعنی اسمائے اشارہ اور موصولہ (۴) معرف باللام اور (۵) مضاف ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ اور (۶) معرف بالنداء۔

تشریح:

اِعْلَمْ اِنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَّ نَكِرَةٌ

عموم اور خصوص کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معرفہ کو نکرہ پر

مقدم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ معرفہ مقصود اصلی ہے اور کثیر الاستعمال ہے اس لیے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معرفہ کو مقدم کیا۔

معرفہ کی تعریف:

اَلْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَیْ ءٍ مُعَیَّنٍ یعنی معرفہ وہ اسم ہے جس کو وضع کیا گیا ہو کسی معین چیز کے لیے جیسے زیدٌ عمرٌو بکرٌ وغیرہ۔

وَ هِیَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معرفہ کی (۶) چھ قسمیں ہیں:

یادرکھیں نحو کی بقیہ جتنی بھی کتابیں ہیں ان سب میں معرفہ کی (۷) سات اقسام ہیں تو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے چھ اقسام کیوں بیان فرمائیں۔

تو یادرکھیں کہ ماقبل میں بھی آپ کو بتایا گیا تھا کہ اسم اشارہ مشار الیہ اور اسم موصول صلہ کے بغیر مبہم شمار ہوتے ہیں تو ان دونوں کو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی قسم شمار کی ہے تو اس طرح یہ چھ قسمیں بن گئیں ۔ چھ (۶) اقسام یہ ہیں:

(۱) پہلی قسم اَلْمُضْمَرَاتُ

جیسے ضمیر ہوتی ہے هُوَ هُمَا هُمْ هِیَ هُمَا هُنَّ اَنْتَ اَنْتُمَا اَنْتُمْ اَنْتِ اَنْتُمَا اَنْتُنَّ وغیرہ۔

(۲) دوسری قسم اَلْمُبْهَمَاتُ یَعْنِی اَسْمَاءُ الْاِشَارَاتِ وَ الْمَوْصُوْلَاتِ:

جیسے هٰذَا اسم اشارہ اور اَلَّذِیْ اسم موصول۔

(۳) تیسری قسم اَلْاَعْلَامِ: جیسے عمرو بکر وغیرہ۔

(۴) چوتھی قسم مُضَافٌ اِلٰی اَحَدِهَا:

یعنی ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو، اضافت معنویہ کے ساتھ غلامه مضاف ہے ضمیر کی طرف غلام الّذی عندی مضاف ہے، اسم موصول کی طرف اور غُلَامُ زَیْدٍ مضاف ہے عَلَم کی طرف اور غُلَامُ الْمَرْءَةِ مضاف ہے معرف بالف لام کی طرف۔ و غیر ذلک

(۵) پانچویں قسم معرفہ بنداء:

جیسے یَارَجُلُ۔

(۶) چھٹی قسم معرفہ بالف لام: جیسے اَلرَّجُلُ

(۱) مضمرات، (۲) مبہات (۳) معرفہ بنداء (۴) معرفہ بالف لام (۵) مضاف الی احدھا کے متعلق آپ ماقبل میں تفصیلا پڑھ چکے ہیں تو اسلیے آگے ان اقسام میں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ صرف علم کی تفصیل بیان فرمائیں گے:

وَالْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ لَا يَتَنَاوَلُ غَيْرَهُ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَاَعْرَفُ الْمُعَارِفُ اَلْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ نَحْوُ اَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطِبُ نَحْوُ اَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمَّ الْعَلَمُ ثُمَّ الْمُبْهَاتُ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ وَالْمُضَافُ فِيْ قُوَّةِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَالنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرَ مُعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَفَرَسٌ۔

ترجمہ:...... علم وہ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو شَیْءٍ مُعَیَّنٍ کے لیے اس حال میں کہ وہ شامل نہ ہو اس کے غیر کو ایک وضع کے ساتھ اور معارف میں سب سے زیادہ معرفہ ضمیر متکلم ہے۔ جیسے اَنَا نَحْنُ پھر ضمیر مخاطب جیسے اَنْتَ پھر ضمیر غائب جیسے هُوَ پھر عَلَمَ پھر مبھمات، پھر معرف بالف لام پھر معرفہ بندا اور مضاف، مضاف الیہ کے مرتبے میں ہے۔ اور نکرہ وہ اسم ہے جو غیر معین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسے رَجُلٌ فَرَسٌ مرد اور گھوڑا۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معرفہ کی اقسام میں سے عَلَمَ کو بیان کیا ہے۔

علم کی تعریف:

وَالْعَلَمُ وُضِعَ لِشَیْءٍ مُعَیَّنٍ علم اس معرفہ کو کہتے ہیں جس کو وضع کیا گیا ہو کسی معین چیز کے لیے اس حیثیت سے کہ وہ ایک ہی وضع کے ساتھ اس کے غیر کو شامل نہ ہو۔

فوائد و قیود:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلْعَلَمُ تو اس میں تمام علم داخل ہو گئے جب آگے فرمایا مَا وُضِعَ لِشَیْءٍ مُعَیَّنٍ تو اس کے ذریعے سے نکرہ نکل گیا اور لَایَتَنَاوَلُ غَیْرَہٗ سے معرفہ کی باقی قسمیں خارج ہو گئیں اور اس کے ساتھ ساتھ اسمِ مشترک بھی نکل گیا اور جو اگلی قید ہے بِوَضْعٍ وَاحِدٍ اس قید کے ساتھ پھر اسم مشترک آ گیا ۔کیونکہ اسم مشترک دیکھیں جیسے زید تین چار پانچ بندوں کا نام ہے تو یہ اگرچہ غیر کو شامل ہے لیکن ایک ہی وضع کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ ہر ایک کے لیے زید الگ الگ وضع کیا گیا تو اس قید لَایَتَنَاوَلُ غَیْرَہٗ سے اسم مشترک خارج ہو گیا لیکن بِوَضْعٍ وَاحِدٍ قید سے پھر اسم مشترک داخل ہو گیا کیونکہ اسم مشترک اگرچہ بہت سارے افراد میں مشترک ہے لیکن ہر ایک کے لیے الگ الگ وضع کیا گیا ہے۔

وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ الْمُضْمَرُ الْمُتَکَلِّمُ:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ معرفہ کے اعتبار سے ترتیب کو بیان فرما رہے ہیں ۔فرماتے ہیں کہ معرفہ میں اور کامل معرفہ ''مضمرات'' ضمیر متکلم ہے جیسے اَنَا نَحْنُ پھر ضمیر مخاطب ہے جیسے اَنْتَ پھر ضمیر غائب ہے جیسے ھُوَ پھر علم ہے جیسے زید، عمرو، بکر، شار وغیرہ۔

ثُمَّ الْمُبْهَاتُ: جیسے اسم اشارہ هٰذَا اور اسم موصولہ اَلَّذِیْ ۔**ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ:** جیسے اَلْقَلَمُ ۔**ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ:** جیسے یَا زَیْدُ۔

وَالْمُضَافُ فِی قُوَّۃِ الْمُضَافِ اِلَیْہِ

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مضاف اِلٰی احدھا کے متعلق ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں۔

قاعدہ:

فرماتے ہیں مضاف قوۃ میں مضاف الیہ کے تابع ہوتا ہے یعنی جس قدر قوت اور تعریف مضاف الیہ میں ہوتی ہے وہی قوت مضاف میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ مضاف میں تعریف یعنی معرفہ ہونا مضاف الیہ سے حاصل ہوتی ہے اس کی اپنی نہیں ہوتی تو مضاف الیہ جس قدر قوت والا معرفہ ہوگا اسی طرح مضاف بھی قوت والا معرفہ ہو گا اور قوت کے اعتبار سے معرفہ کی ترتیب ماقبل گزر چکی ہے۔

وَالنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم کی دوسری قسم عموم اور خصوص کے اعتبار سے نکرہ کو بیان کیا ہے۔

نکرہ کی تعریف:

وَالنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کو غیر معین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ جب تعریف میں فرمایا مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ تو اس کے اندر تمام اسماء داخل ہو گئے۔ معرفہ نکرہ سب لیکن جب آگے فرمایا غَيْرِ مُعَيَّنٍ تو اس سے معرفہ خارج ہو گیا۔ مثال جیسے رَجُلٌ کوئی مرد۔ فَرَسٌ کوئی گھوڑا۔ تو یہ نکرہ کی مثال ہے۔

فصل اسماء العدد

مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِيَّةِ اٰحَادِ الْأَشْيَاءِ وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِائَةٌ وَاَلْفٌ وَاِسْتِعْمَالُهٗ مِنْ وَاحِدٍ اِلٰى اثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ وَاحِدٌ وَفِيْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِيْ اِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٌ وَفِيْ اِمْرَأَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَمِنْ ثَلَاثَةٍ اِلٰى عَشَرَةٍ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ اِلٰى عَشَرَةِ رِجَالٍ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِدُوْنِهَا تَقُوْلُ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلٰى عَشْرِ نِسْوَةٍ وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا ثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلًا اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَاَةً وَثَلَاثَ عَشَرَةَ اِمْرَاَةً اِلٰى تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَاَةً وَبَعْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلًا وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰى تِسْعِيْنَ رَجُلًا وَاِمْرَاَةً وَاَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَاِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَاِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً وَثَلَاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَثَلَاثٌ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً اِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ رَجُلًا وَتِسْعٌ وَتِسْعِيْنَ اِمْرَأَةً ثُمَّ تَقُوْلُ

مِائَةُ رَجُلٍ مِائَةُ اِمْرَأَةٍ اَلْف رَجُلٍ اَلْف اِمْرَأَةٍ وَ مِائَتَا رَجُلٍ وَمائَتَا اِمْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَأَةٍ بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ فَاِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَالْاَلِفِ يُسْتَعْمَلُ عَلَى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ وَيُقَدَّمُ اَلْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلَى الْاَحَادِ وَالْاَحَادِ عَلَى الْعَشَرَاتِ تَقُوْلُ عِنْدِيْ اَلْفٌ وَمِائَةٌ وَاحَدٌ وَّ عِشْرُوْنَ رَجُلًا وَالْفَانِ وَمِائَتَيْنِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَاَرْبَعَةُ الَافٍ وَّتِسْعُمِائَةٍ وَّ خَمْسٌ وَاَرْبَعُوْنَ اِمْرَأَةً وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ۔

ترجمہ:......دوسری فصل: اسمآئے عدد وہ اسم ہیں جو وضع کئے گئے ہوں تا کہ دلالت کریں چیزوں کے افراد کی مقدار پر اور اور اصول عدد ۱۲ بارہ کلمے ہیں: وَاحِدٌ سے لے کر عَشْرَةٌ تک مِائَةٌ وَ اَلْفٌ اور اس کا ستعمال وَاحِدٌ سے اِثْنَيْن تک قیاس پر ہے میں مراد لیتا ہوں مذکر کے لیے تا کے بغیر اور مؤنث کے لیے تا کے ساتھ آپ کہیں گے ایک مرد میں وَاحِدٌ اور دو مردوں میں اثنان اور ایک عورت میں وَاحِدَةٌ ور دو عورتوں میں اِثْنَتَانِ اور ثِنْتَانِ اور ثَلَاثَةٌ سے لے کر عَشْرَةٌ تک قیاس کے خلاف ہے میں مراد لیتا ہوں مذکر کے لیے تا کے ساتھ آپ کہیں گے ثَلَاثَةُ رِجَالٍ سے عَشْرَةُ رِجَالٍ تک اور مؤنث کے لیے تا کے بغیر آپ کہیں گے ثَلَاثُ نِسْوَةٍ عَشَرُ نِسْوَةٍ تک اور عَشْرَةٌ کے بعد آپ کہیں گے اَحَدُ عَشَرَ رَجُلًا، اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا اور ثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلًا سے تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا تک اور وَاِحْدٰى عَشْرَةَ اِمْرَاَةً اور ثَلَاثَ عَشْرَ اِمْرَاَةً تِسْعَ عَشَرَ اِمْرَاَةً تک اس کے بعد آپ کہیں گے عِشْرُوْنَ رَجُلًا اور عِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کے بغیر اور تِسْعُوْنَ رَجُلًا تِسْعُوْنَ اِمْرَاَةً تک اور اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا اور وَاِحْدٰى وَ عِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً اور اِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلًا اور اِثْنَانِ وَاعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً تک پھر آپ کہیں گے اور مِائَةُ رَجُلٍ اور مِائَةُ اِمْرَأَةٍ اور اَلْفُ رَجُلٍ اور اَلْفُ اِمْرَأَةً اور مِائَتَا رَجُلٍ مِائَتَا اِمْرَأَةٍ اور الفا رجلٍ اور الفا اِمْرَأَةً مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کے بغیر یعنی جب مائۃ اور الف پر زیادہ ہو تو اس کو قیاس پر استعمال کیا جاتا ہے جو آپ نے پہچانا اور اَلْفٌ کو مائۃ پر مقدم کیا جاتا ہے اور مِائَةٌ کو احاد پر اور احاد کو عشرات پر آپ کہیں گے عِنْدِيْ اَلْفٌ وَ مِائَةٌ وَاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا یعنی میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں اور وَ اَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَاِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلًا میرے پاس دو ہزار دو سو (۲۲۲۲) بائیس مرد ہیں۔ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ

وَّتِسْعُمِائَةٍوَّخَمْسَةٌوَّ اَرْبَعُوْنَ اِمْرَ أَةً اور چار ہزار نو سو پینتالیس عورتیں ہیں۔اور اپنے اوپر قیاس کو لازم پکڑ لیں یعنی باقی بھی اسی طرح پڑھے جائیں۔

تشریح:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری فصل کو بیان فرمایا ہے اور یہ فصل ہے اسمائے عدد کے بیان میں۔

اسمائے عدد کی تعریف:

اسمآء العدد موضوع یدل علی کمیۃ احاد الاشیاء اسم عدد اس اسم کو کہتے ہیں جو دلالت کرے اشیاء کی مقدار پر افراد کے اعتبار سے عدد سے مراد فرد ہے اور معدود سے مراد وہ چیز ہے جس کی تعداد بیان کی جائے جیسے عِنْدِیْ ثَلَاثَۃُ دَرَاھِمَ اس مثال میں ثَلَاثَۃ عدد ہے اور دراہم معدود ہے۔

واصول العدد اثنتا عشر کلمۃ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ تمام اعداد کی اصل (۱۲) کلمے ہیں اور وہ یہ ہیں (۱)وَاحِدَۃٌ(۲)اِثْنَتَانِ (۳)ثَلٰثَۃٌ (۴) اَرْبَعَۃٌ(۵)خَمْسَۃٌ(۶)ستۃٌ (۷)سَبْعَۃٌ(۸)ثَمَانِیَۃٌ(۹)تِسْعَۃٌ (۱۰)عَشَرَۃٌ(۱۱)مِائَۃٌ (۱۲)اَلْفٌ یہ اعداد اصل کی حیثیت رکھتے ہیں یہ بارہ اعداد اور طریقہ استعمال یہ ہے۔ ایک سے لے کر دو تک یعنی واحد اثنان یہ قیاس کے مطابق استعمال ہوں گے لہٰذا مؤنث کے لیے تا کے ساتھ اور مذکر کے لیے بغیر تا کے تو رَجُلٌ کے لیے واحد اور رَجُلَانِ کے لیے اِثنان اور اِمْرَأۃٌ کے لیے وَاحِدَۃٌ اور اِمْرَاتَانِ کے لیے اِثْنَتَانِ اور ثِنْتَان اور ثَلَاثَۃٌ سے عَشَرَۃٌ تک خلاف قیاس آتی ہے یعنی مذکر کے لیے تا کے ساتھ اور مؤنث کے لیے تا کے بغیر جیسے ثَلَاثَۃُ رِجَالٍ اور اَرْبَعَۃُ رِجَالٍ سے لے کر عَشَرَۃُ رِجَالٍ تک اور مؤنث کے لیے بغیر تا کے جیسے ثَلٰثُ نِسْوَۃٍ اَرْبَعُ نِسْوَۃٍ خَمْسُ نِسْوَۃٍ سے عَشَرُ نِسْوَۃٍ۔

بَعْدَ الْعَشَرَۃِ تَقُوْلُ......الخ

اور دس (۱۰) کے بعد یعنی اَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَ عَشَرَ تک تو اَحَدَ عَشَرَ اور اِثْنَا عَشَرَ گیارہ اور بارہ قیاس کے مطابق استعمال ہوں گے اور بارہ کے بعد یعنی تیرہ سے اس کا جو پہلا جزء ہے وہ قیاس کے خلاف استعمال ہوگا اور

جو دوسرا جز ہے وہ قیاس کے مطابق یعنی مذکر کے لیے مذکر اور مؤنث کے لیے مؤنث استعمال ہوگا مثلاً اَحَدَعَشَرَ رَجُلًا گیارہ ہے قیاس کے مطابق ہے اور اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا گے جو تیرہ سے لے کر انیس تک ہے وہ اس طرح ہوگا ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا اَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلًا سے تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا اور مؤنث کے لیے اِحْدٰی عَشَرَةَ امْرَاَةً اور اِثْنَتَا عَشَرَةَ امْرَاَةً قیاس کے مطابق اور ثَلٰثَ عَشَرَةَ امْرَاَةً سے لے کر تِسْعَ عَشَرَةَ امْرَاَةً پہلا جز خلاف قیاس اور دوسرا جز قیاس کے مطابق۔

وَبَعْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ:

اور اس کے بعد باری آتی ہے دہائیوں کی۔ یعنی (۲۰) بیس، (۳۰) تیس، (۴۰) چالیس، (۵۰) پچاس، (۶۰) ساٹھ۔ سب دہائیاں تو داہائیاں مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتی ہیں بغیر فرق کے جیسے عِشْرُوْنَ رَجُلًا عِشْرُوْنَ امْرَاَةً سے لے کر تِسْعِيْنَ رَجُلًا تِسْعِيْنَ امْرَاَةً تک۔ اور دہائیوں کے بعد جو اکائیاں ہیں وہ قیاس کے مطابق استعمال ہوں گی اور اس کے بعد خلاف قیاس استعمال ہوں گی جیسے مذکر کی مثال اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا اور اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا اور مؤنث کی مثال اِحْدٰی وَ عِشْرُوْنَ امْرَاَةً اور اِثْنَتَانِ عِشْرُوْنَ امْرَاَةً اور اس کے بعد یعنی (۲۳) تیئس (۲۴) چوبیس (۳۳) تینتیس (۳۴) چونتیس اور (۴۳) تنتالیس (۴۴) چوالیس وغیرہ یہ سب (۲۹) انتیس۔ (۳۹) انتالیس (۴۹) انچاس وغیرہ تک یہ سب خلاف قیاس استعمال ہوں گے جیسے ثَلَاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا اور مؤنث کے لیے ثَلٰثٌ وَ عِشْرُوْنَ امْرَاَةً سے لے کر آخر تک۔

ثُمَّ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَ مِائَةُ امْرَاَةٍ:

سو (۱۰۰) اور ہزار (۱۰۰۰) آگے ان کی باری آتی ہے تو یہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے ایک جیسے استعمال ہوتے ہیں جیسے مِائَةُ رَجُلٍ اور مِائَةُ امْرَاَةٍ اور اَلْفُ رَجُلٍ اَلْفُ امْرَاَةٍ

فَاِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَ الْاَلْفِ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى قِيَاسٍ...... الخ:

اور جب بات جائے گی ایک (۱۰۰) سو سے اوپر یا ایک ہزار سے اوپر تو پھر قیاس کے مطابق استعمال ہوں گے جیسے ایک سو ایک (۱۰۱) اور ایک سو دو (۱۰۲) اور ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) اور ایک ہزار دو (۱۰۰۲) جیسے مِائَةٌ وَ اَحَدٌ رَجُلٍ اور اثْنَانِ وَ اَحَدُ رَجُلٍ اور مؤنث کی مثال مِائَةٌ وَ اِحْدٰی امْرَاَةً اور مِائَةُ اثْنَتَانِ امْرَاَةً اور اسی

طرح اَلْفٌ وَّ احِدٌ رَجُلٍ وغیرہ یہاں تک تو قیاس کے مطابق استعمال ہوں گے، آگے ایک سو تین (۱۰۳) اور ایک ہزار تین (۱۰۰۳) سے خلاف قیاس استعمال ہوں گے جیسے مذکر کی مثال مِائَةٌ وَّثَلاثَةُ رِجَالٍ اور مؤنث کی مثال مِائَةٌ وَّثَلاثُ نِسْوَةٍ اور اَلْفٌ وَّثَلاثَةُ رِجَالٍ اور اَلْفٌ وَّثَلٰثُ نِسْوَةٍ الٰی اٰخرہٖ۔

وَ يُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے ایک اصول بیان فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ عدد کے اندر پہلے ہزار (۱۰۰۰) لکھا جائے یعنی بڑا عدد پھر سو (۱۰۰)، پھر اکائی پھر دہائی۔ سب سے پہلے بڑا عدد یعنی ہزار، پھر اس سے چھوٹا یعنی سو، پھر اکائی پھر دہائی جیسے: عِنْدِیْ اَلْفٌ وَّ مِائَةٌ وَّ احِدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس (۱۱۲۱) مرد ہیں۔ عِنْدِیْ اَلْفَانِ وَ مِائَتَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلًا میرے پاس دو ہزار دو سو بائیس (۲۲۲۲) مرد ہیں۔ عِنْدِیْ اَرْبَعَةُ اٰلافٍ وَّ تِسْعُمِائَةٍ وَّخَمْسٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً میرے پاس چار ہزار نو سو پینتالیس (۴۹۴۵) عورتیں ہیں۔

وَ عَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ:

باقیوں کو بھی اسی پر قیاس کرلیں۔ جیسے مذکر کی مثال وَاحِدٌ مفرد کے اندر یوں کہا جائے گا اَلْفٌ وَّ مِائَةٌ وَّ احِدٌ اور مؤنث کے لیے جیسے اَلْفٌ وَّ مِائَةٌ وَّ احِدَةٌ اور آگے اگر اضافت ہو تو اَلْفُ مِائَةٍ وَّ ثَلاثَةُ رِجَالٍ یا اَلْفٌ وَّ مِائَةٌ وَّ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ تو ایک (۱) اور دو (۲) قیاس کے مطابق اس سے اوپر خلاف قیاس۔ اسی طرح جو گیارہ (۱۱) اور بارہ میں ہے قیاس کے مطابق اس سے اوپر خلاف قیاس اسی طرح اکیس (۲۱) اور بائیس (۲۲) ہے یہ قیاس کے مطابق اور اس سے اوپر خلاف قیاس۔ اور جو دہائیاں ہیں عِشْرُوْنَ وغیرہ یہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے برابر استعمال ہوتی ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لَا مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيَّزِ يُغْنِيْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِيْ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَا بُدَّ لَهُمَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ وَثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَالْقِيَاسُ ثَلٰثُ مِاٰتٍ اَوْ مِئِيْنَ وَ مُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَّ

تِسْعِيْنَ مَنْصُوبٌ مُفْرَدٌ تَقُولُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِحْدٰى عَشْرَةَ اِمْرَأَةً وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلًا وَتِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ اِمْرَأَةً وَ مُمَيِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعُ الْاَلْفِ مَخْفُوضٌ مُفْرَدٌ تَقُولُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائتا اِمْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَأَةٍ وَثَلٰثَةُ اٰلافِ رَجُلٍ وَثَلٰثُ اٰلافِ اِمْرَأَةٍ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا۔

ترجمہ:......تو جان لے کہ وَاحِدٌ اور اِثْنَيْنِ ان دونوں کی تمیز نہیں آتی اس لیے کہ تمیز کا لفظ عدد کے ذکر سے تمیز کو بے پرواہ کر دیتا ہے اور ان دونوں میں آپ کہیں گے عِنْدِیْ رَجُلٌ اور رَجُلَانِ یعنی میرے پاس ایک مرد ہے اور دو مرد ہیں لیکن باقی اعداد تو ضروری ہے اس کے لیے تمیز کا ہونا پس آپ کہیں گے ثَلٰثَۃٌ سے عَشَرَۃٌ تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے جیسے آپ کہیں گے ثَلَاثَۃُ رِجَالٍ اور ثَلٰثُ نِسْوَۃٍ مگر جب ممیز لفظ مِائَۃٌ ہو تو اس وقت مجرور مفرد ہوگی تو آپ کہیں گے جیسے ثَلٰثُ مِائَۃٍ و تِسْعُ مِائَۃٍ اور قیاس ثَلٰثُ مِاٰتٍ یا مِئِیْنٍ ہے اور اَحَدَ عَشَرَ (۱۱) کی تمیز تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعِیْنَ (۱۱) تک مفرد منصوب ہو گی آپ کہیں گے اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا اور اِحْدٰی عَشَرَ امْرَأَۃً سے تِسْعَۃٌ و تِسْعُوْنَ رَجُلًا اور تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ امْرَأَۃً اور مِائَۃٌ اور اَلْفٌ اور ان دونوں کی تثنیہ اور اَلْفٌ کی جمع اور اَلْفٌ کی جمع کی تمیز مفرد مجرور ہو گی جیسے مِائَۃُ رَجُلٍ اور مِائَۃُ امْرَأَۃٍ اور اَلْفُ رَجُلٍ وَ اَلْفُ امْرَأَۃٍ اور ثَلٰثَۃُ اٰلَافِ رَجُلٍ اور ثَلٰثُ اٰلَافِ امْرَأَۃٍ اور اسی پر باقی کو قیاس کر لیں۔

تشریح:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لَا مُمَيِّزَ لَهُمَا

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسمائے عدد کی تمیز کے احکام کو بیان فرما رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ واحد اور اثنان اور وَاحِدَۃٌ اور اثنتان ان دونوں کی کوئی تمیز نہیں آتی کیونکہ جس اسم کو ان کی تمیز بنائیں گے وہ خود اپنے صیغے کے اعتبار سے ایک اور دو عدد پر دلالت کریں گے تو لہٰذا واحد اور اثنان ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تمیز تو ہوتی ہے ممیز سے اجمال کو دور کرنے کے لیے اور یہاں کوئی اجمال نہیں ہے لہٰذا ایک مرد کے لیے رَجُلٌ اور دو کے لیے رَجُلَانِ اور ایک عورت کے لیے اِمْرَأَۃٌ اور دو عورتوں کے لیے امرتان جیسے عِنْدِیْ رَجُلٌ، عِنْدِیْ رَجُلَانِ، عِنْدِیْ امْرَأَۃٌ، عِنْدِیْ امْرَاَتَانِ، تو یہاں پر واحد اور اثنان یا

واحدۃ اور تمیز ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ رجل اور رَجُلَانِ اور امرأۃ اور امراتانِ خود ایک اور دو پر دلالت کر رہے ہیں۔

وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَابُدَّ لَهُمَا:

اور ایک اور دو کے علاوہ جتنے بھی عدد ان سب کے لیے تمیز کا ہونا ضروری۔ اب ان کی تمیز کیا آئے گی اس کے لیے قاعدہ سمجھیں۔

قاعدہ:...... فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ

یہ ہے کہ تین سے ۹ نو کی تمیز جمع مجرور آتی ہے جیسے ثَلَاثَةُ رِجَالٍ، وَثَلٰثُ نِسْوَةٍ سے لے کر عَشَرَةُ رِجَالٍ اور عَشَرُ نِسْوَةٍ اور نِسْوَةٍ تمیز ہے ثَلٰث اور ثَلٰثَة ممیز ہے۔

اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ مِائَةٍ:

لیکن اگر تین سے دس تک کی تمیز مائۃ ہو تو اس صورت میں خلاف قیاس جو تمیز ہو گی وہ مفرد مجرور ہو گی جیسے ثَلٰثُ مِائَةٍ اور تِسْعُ مِائَةٍ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تمیز جمع مجرور ہونی چاہیے جیسے ثَلٰثُ مِاٰتٍ اَوْ مِائِيْنَ۔

وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ:...... گیارہ سے ننانوے تک کی تمیز کا قاعدہ یہ ہے کہ اس عدد کی تمیز مفرد منصوب ہو گی جیسے اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا اور رَجُلًا تمیز ہے مفرد منصوب ہے اور اِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَأَةً اور تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلًا اور تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ امْرَأَةً

وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ

اور ممیز اگر مائۃ اور الف ہو یا مائتان اور الفان ہو تو ان کی تمیز مفرد مجرور ہو گی جیسے مِائَةُ رَجُلٍ، مِائَةُ اِمْرَأَةٍ اور اَلْفُ رَجُلٍ اور اَلْفُ اِمْرَأَةٍ اور مِائَتَا رَجُلٍ اور وَمِائَتَا اِمْرَأَةٍ وَ اَلْفَا رَجُلٍ اور وَ اَلْفَا امْرَأَةٍ اور وَثَلٰثَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ اور وَثَلٰثُ اٰلَافِ اِمْرَأَةٍ باقیوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیں۔

(فصل ثالث) اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَالْمُذَكَّرُ مَا بِخِلَافِهٖ وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ ثَلَاثَةٌ اَلتَّاءُ كَطَلْحَةٍ والالف المقصورة كَحُبْلٰى والالف الممدود كَحَمْرَاءَ وَالْمَقْدُوْرَةُ اِنَّمَا

هُوَ التَّاءُ فَقَطْ كَأَرْضٍ وَدَارٍ بِدَلِيْلِ أُرَيْضَةٍ وَدُوَيْرَةٍ۔

ترجمہ:......تیسری فصل ۔اسم یا تو مذکر ہوگا یا مؤنث پس مؤنث وہ ہے جس میں علامت تانیت لفظاً ہو یا تقدیرًا اور مذکر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو علامت تانیت تین ہیں:(۱) ۃ جیسے طَلْحَۃٌ(۲) الف جیسے حُبْلٰی (۳)الف ممدودہ جیسے حمراء مقدر ہونا اور یہ خاص ہے تا کے ساتھ جیسے اَرْضٌ دَارٌ، اُرَیْضَۃٌ دُوَیْرَۃٌ دلیل کی بناء پر۔

تشریح:

تیسری فصل اسم کی تقسیم کے بیان میں ہے تو یاد رکھیں جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں:(۱)مذکر۔(۲)مؤنث تقسیم کے اندر مذکر کو مقدم کیا کیونکہ مرتبہ اور رتبے کے اعتبار سے مذکر مؤنث پر مقدم ہے۔

مؤنث کی تعریف:

فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا ۔مؤنث کی تعریف یہ ہے کہ مؤنث اس اسم کو کہتے ہیں جس میں تانیث کی علامت لفظاً یا تقدیرًا موجود ہو۔

مذکّر کی تعریف:

وَالْمُذَكَّرُ مَا بِخِلَافِهِ اور مذکر اس اسم کو کہتے ہیں جس میں لفظاً یا تقدیرًا تانیث کی کوئی علامت نہ ہو۔

وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ ثَلَاثَةٌ:

علامت تانیث تین ہیں:

پہلی علامت التَّاءُ:

(۱) تاء اور تفصیل یہ ہے تاء چاہے لفظی ہو یا تقدیری تانیث کی علامت ہے۔

تاء لفظی:

اس کو کہتے ہیں جو حالتِ وقف میں (ہ) سے بدل جائے جیسے طَلْحَۃٌ سے طَلْحَہ اِمْرَاَۃٌ سے اِمْرَاَہ

علامت تانیث تقدیری:

یہ خاص ہے تاء کے ساتھ یعنی تقدیرًا نہیں صرف تا ہو گی باقی علامات تعدیرًا ہوسکتیں وہ لفظی ہیں ان کا لفظوں میں موجود ہونا ضروری ہے جیسے اَرْضٌ اور دَارٌ یہ دونوں مؤنث ہیں اور اس میں جو تاء تانیث ہے وہ مقدر ہے کیونکہ ارض کی تصغیر اُرَیْضَۃٌ ہے اور دَارٌ کی تصغیر دُوَیْرَۃٌ ہے کیونکہ تصغیر سے کلمے کی اصل معلوم ہو جاتی ہے تو اصل میں اَرْضٌ اور دَارٌ میں تاء تانیث موجود تھی بعد اس کو مقدر کر دیا گیا۔

دوسری علامت الف مقصورہ:

جیسے حُبْلٰی عُقْبٰی یاد رکھیں الف مقصورہ کی تانیث کی علامت بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ تین حرف کے بعد ہو اور الحاق کے لیے نہ ہو اور نہ ہی صرف زیادت کے لیے ہو لہٰذا فتٰی اس میں یہ جو الف مقصورہ ہے یہ تانیث کی علامت نہیں ہے کیونکہ یہ دو حرف کے بعد ہے۔ اور اَرْطٰی کے اندر الف مقصورہ یہ جعفر کے ساتھ ملحق ہے اور کبعثریٰ میں الف مقصورہ محض زیادت کے لیے ہے لہٰذا یہ تینوں مؤنث نہیں ہیں۔

تیسری علامت الف الممدودہ ہے جیسے حَمْرَاءُ اور عَشْرَاءُ

ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰى قِسْمَيْنِ حَقِيْقِيٌّ وَهُوَ مَا بِإِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَأَةٍ وَّنَاقَةٍ وَلَفْظِيٌّ وَهُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ وَقَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ اِذَا اُسْنِدَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ فَلَا نُعِيْدُهَا۔

ترجمہ:...... پھر مؤنث کی دو قسمیں ہیں: (۱) نمبر ایک، حقیقی اور وہ اس کو کہتے ہیں جس کے مقابل میں مذکر حیوان ہو جیسے اِمْرَأَۃٌ اور نَاقَۃٌ اور نمبر (۲) لفظی اور وہ وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے ظُلْمَۃٌ و عَیْنٌ اور آپ جان چکے ہیں فعل کے احکام جب اس کی اسناد مؤنث کی طرف ہو تو ہم اس کا اعادہ نہیں کریں گے۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مؤنث کی تقسیم بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مؤنث کی دو (۲) قسمیں ہیں:

پہلی قسم: مؤنث حقیقی

دوسری قسم: مؤنث لفظی یا مؤنث غیر حقیقی۔

مؤنث حقیقی کی تعریف:

وَ هُوَمَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيْوَانِ مؤنث حقیقی اس مؤنث کو کہتے ہیں جس کے مقابلے میں مذکر حیوان موجود ہو جیسے اِمْرَأَة اس کے مقابلے میں رَجُلٌ مذکر موجود ہے نَاقَةٌ اس کے مقابلے میں جَمَلٌ مذکر موجود ہے۔

مؤنث لفظی کی تعریف:

وَلَفْظِيٌّ وَ هُوَمَا بِخِلَافِهٖ مؤنث لفظی وہ ہے کہ جو مؤنث حقیقی کے خلاف ہو یعنی جس کے مقابلے میں مذکر حیوان موجود نہ ہو جیسے ظلمةٌ اندھیرا عَيْنٌ آنکھ اس میں جو علامت تانیث ہے وہ مقدر ہے کیونکہ اس کی تصغیر عُيَيْنَةٌ آتی ہے اور تصغیر سے کلمے کی اصل معلوم ہو جاتی ہے۔

وَ قَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ.. الخ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاعل کی بحث میں جب فعل کے احکام معلوم ہو گئے تو اب اس کا ہم دوبارہ اعادہ نہیں کریں کیونکہ اعادہ سے تکرار لازم آتی ہے اور کسی چیز کا تکرار یہ بہتر نہیں ہوتا۔

(فصل) اَلْمُثَنّٰى اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ اَوْيَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَّا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَّكْسُوْرٌ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ آخر مِثْلَهٗ نَحْوُ رَجُلَانِ وَرَجُلَيْنِ هٰذَا فِي الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَقْصُوْرُ فَاِنْ كَانَتْ اَلِفُهٗ مُنْقَلِبَةً عَنْ وَاوٍ وَكَانَ ثُلَاثِيًا رُدَّ اِلٰى اَصْلِهٖ كَعَصَوَانِ فِيْ عَصًا وَاِنْ كَانَتْ عَنْ يَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَهُوَ اَكْثَرُ مِنَ الثَّلَاثِيْ اَوْ لَيْسَتْ مُنْقَلِبَةً عَنْ شَيْءٍ تُقْلَبُ يَاءً كَرَحَيَانِ فِيْ رَحًى وَ مَلْهَيَانِ فِيْ مَلْهٰى وَحُبَارَيَانِ فِيْ حُبَارٰى وَ حُبْلَيَانِ فِيْ حُبْلٰى وَاَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً تَثْبُتُ كَقُرَّآنِ فِيْ قُرَّاءٍ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَحَمْرَاوَانِ فِيْ حَمْرَآءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدَلًا مِّنْ اَصْلٍ وَاوًا اَوْ يَاءً جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كَسَاوَانِ وَكَسَاءَانِ۔

ترجمہ:...... چوتھی فصل مثنیٰ کے بیان میں۔ مثنیٰ وہ اسم ہے کہ زیادہ کیا گیا اس کے آخر میں اَلِفٌ یا یا ما قبل مفتوح اور نون مکسور تا کہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس کی طرح ایک اور ہے جیسے رَجُلَانِ رَجُلَیْنِ اور یہ صحیح میں ہے اور اگر اسم مقصور ہو تو اس کا اگر الف بدلا ہوا ہو واؤ سے اور وہ ثلاثی ہو تو اس کو اصل کی طرف لوٹایا جائے گا جیسے عَصَوَانِ عَصًا میں اور اگر وہ بدلا ہوا یاء سے یا واؤ سے اور وہ ثلاثی سے زائد ہو یا کسی سے بدل کر نہ آیا ہو تو پھر اس کو بدلا جائے گا یا سے جیسے رَحْیَانِ رَحًی میں اور مَلْهَیَانِ مَلْهًی میں حُبَارِیَانِ حُبَارٰی میں حُبْلَیَانِ حُبْلٰی میں اور اگر الف ممدودہ ہو تو اگر اس کا ہمزہ اصلی ہو تو اس کو باقی رکھا جائے گا جیسے قُرَّاۤانِ قُرَّاۤء میں اور اگر وہ تانیث کے لیے ہو تو واؤ سے بدلا جائے گا جیسے حَمْرَاوَانِ حَمْرَاۤء میں اور اگر وہ بدلی ہوئی ہو واؤ یا یاء سے تو اس میں (۲) دو وجہیں جائز ہیں جیسے کَسَاوَانِ اور کَسَاءَانِ

تشریح:

اس چوتھی فصل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تثنیہ کو بیان فرمایا ہے آپ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ تعدّد کے اعتبار سے اسم تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱)......واحد۔ (۲)......تثنیہ۔ (۳)......جمع۔

واحد وہ ہے جو ایک پر دلالت کرے جیسے رَجُلٌ، زَیْدٌ وغیرہ۔ تثنیہ اور جمع کی تعریف اور احکامات وغیرہ یہ آگے تفصیل سے آرہے ہیں۔

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے تثنیہ کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں:

تثنیہ کی تعریف:

اَلْمُثَنّٰی اُلْحِقَ بِاٰخِرِہٖ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ تثنیہ اس اسم کو کہتے ہیں جس میں مفرد کے آخر میں الف یا یاء ما قبل مفتوح اور نون مکسور لگا کر بنایا جائے تا کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اسی جنس کا ایک اور بھی ہے جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ اور رجلین اسی کو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے الف اور نون مکسور یا یاء ما قبل مفتوح اور نون مکسور سے بیان کیا رَجُلَانِ حالت رفعی اور رجلین حالت نصبی وجری۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں هٰذَا فِی الصَّحِیْحِ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی

صراحت فرمائی ہے کہ اس قسم کی تثنیہ جو ہوتی ہے یہ اسم صحیح میں ہوتی ہے حالانکہ جاری جری الصحیح کا تثنیہ بھی اسی طرح بنتا ہے اور اسی طرح اسم مقصورہ کا جو تثنیہ ہے وہ بھی اسی طرح بنتا ہے جیسے دَلْوٌ سے دَلْوَانِ دَلْوَیْنِ جاری مجرٰی صحیح ہے اور ظبیٌ سے ظبیان ظبیین لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا حصر کا دعویٰ کرنا کہ اس طرح کا تثنیہ صرف صحیح میں ہوتا ہے یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔

المقصور:

جس اسم سے تثنیہ بنایا جارہا ہے اگر وہ اسم مقصور ہو تو تثنیہ بنانے کے تین طریقے ہیں۔

(۱) پہلا طریقہ:

فَاِنْ کَانَتْ اَلِفُہٗ مُنْقَلِبَۃً عَنْ وَاوٍ اگر اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہو اور وہ اسم ثلاثی ہو تو اس کو اپنی اصل کی طرف لوٹا کر تثنیہ بنالیں گے۔ جیسے عَصًا سے عَصَوَانِ کہ عصا اصل میں عَصَوٌ تھا۔

(۲) دوسرا طریقہ:

وَاِنْ کَانَتْ عَنْ یَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَھُوَ اَکْثَرُ مِنَ الثُّلَاثِیْ اور اگر وہ الف بدلا ہوا ہو یاء سے یا واو سے اور وہ اسم ثلاثی سے زائد ہو تو اس صورت میں الف کو یاء سے تبدیل کیا جائے گا۔ جیسے رَحَیَانِ تثنیہ بنا ہے رَحٰی سے یہ اصل میں رَحَیٌ تھا۔ اور واوٗ سے بدلنے کی مثال مَلْھَیَانِ یہ تثنیہ بنا ہے ملھٰی سے اور ملھٰی اصل میں ملھوٌ تھا۔

(۳) تیسرا طریقہ:

اَوْ لَیْسَتْ مُنْقَلِبَۃً عَنْ شَیْئٍ الف کسی سے بھی نہ بدلا ہو اپنی اصلی شکل پر ہو اور زائد علی الثلاثہ ہو یعنی تین حرفی سے زائد ہو تو تثنیہ ماقبل کی طرح بنے گا جیسے حُبَارَیَانِ کا واحد حُبَارٰی اور حُبْلَیَانِ اس کا واحد حُبْلٰی ہے۔

وَ اَمَّا الْمَمْدُوْدُ:

اور اگر تثنیہ بنایا جائے اسم ممدود سے (یعنی جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو) تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهَا اَصْلِيَّةً اگر ہمزہ اصل ہو تو ہمزہ کو باقی رکھ کر آخر میں علامت تثنیہ لگا دیں گے جیسے قُرَّاءٍ سے قُرَّآنِ

دوسری صورت:

وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ اگر ہمزہ اصلی نہ ہو بلکہ تانیث کے لیے ہو تو پھر ہمزہ کو واؤ سے بدل کر آخر میں علامت تثنیہ لگا دیں گے جیسے حَمْرَآءُ سے حَمْرَاوَانِ

تیسری صورت:

وَاِنْ كَانَتْ بَدَلًا مِّنْ اَصْلِيٍّ وَاوٍ اَوْ يَاءٍ ہمزہ واؤ یا یائے اصلی سے بدلا ہوا ہو تو اس میں دو (۲) اعراب جائز ہیں۔

نمبر ایک (۱): واؤ کے ساتھ جیسے كَسَاوَانِ تثنیہ بنا ہے كَسَاءٌ سے اور كَسَاوٌ اصل میں تھا واؤ کے ساتھ۔
نمبر دو (۱): ہمزہ کے ساتھ جیسے كَسَاءَانِ باقی گزر چکا۔
اور جیسے رَدَاءَانِ اور رَدَاوَانِ دونوں تثنیہ بنے ہیں رَدَاءٌ سے اور رَدَاءٌ اصل میں رَدَايٌ تھا۔

وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَآءَنِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمَا مِصْرٍ وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِيْثِ فِيْ تَثْنِيَةِ الْخُصْيَةِ وَالْاَلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصْيَانِ وَاَلْيَانِ لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَاَنَّهُمَا شَيْءٌ وَاحِدٌ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنًّى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اجْتِمَاعِ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَّمَعْنًى۔

ترجمہ:......اور واجب ہے تثنیہ کے نون کا حذف کرنا اضافت کے وقت کہے گا تو جَآءَنِيْ غُلَامَا زَيْدٍ آئے، میرے پاس زید کے دو (۲) غلام اور مصر کے دو (۲) مسلمان۔ اسی طرح حذف کرنا واجب ہے تاء تانیث کا خاص طور پر خصیہ اور الیہ کی تثنیہ میں کہے گا تو خصیان اور الیان کیونکہ یہ دونوں

لازم ہیں گویا کہ ایک ہی چیز کی طرح ہیں۔تو جان لے کہ جب ارادہ کیا جائے اضافت کا مُثنّٰی کا تثنیہ کی طرف تو تعبیر کریں گے پہلے والے لفظ کو جمع کے ساتھ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول میں: فَقَدْصَغَتْ قُلُوْبُکُمَا (تحقیق مائل ہو گئے تم دونوں کے دل) اور فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَہُمَا (کاٹ لو ان دونوں کے ہاتھ) اور یہ اس وجہ سے کہ ناپسندیدہ ہے دو(۲) تثنیوں کا جمع ہونا اس چیز میں جس میں شدت اتصال ہو لفظی اور معنیً۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دو فائدے بیان فرمائے ہیں:

پہلا فائدہ: وَیَجِبُ حَذْفُ نُوْنِہٖ عِنْدَ الْاِضَافَۃِ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ نون تثنیہ دلالت کرتی ہے اسم کے تام ہونے پر اور اضافت دلالت کرتی ہے اسم کے ناتمام ہونے پر اور اگر اضافت کے وقت نون تثنیہ باقی رکھا جائے گا تو ایک ہی وقت دو(۲) دلالتیں جمع ہو جائیں گی یعنی کلمے کا تام ہونا اور ناتمام ہونا اور یہ جائز نہیں ہے لہٰذا نون تثنیہ کو حذف کر دیا جائے گا۔جیسے جَآءَنِیْ غُلَامَا زَیْدٍ اصل میں غُلَامَانِ تھا اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا۔اسی طرح جَآءَنِیْ مُسْلِمَا مِصْرٍ اصل میں جَآءَنِیْ مُسْلِمَانِ مِصْرٍ تھا اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا۔

دوسرا فائدہ: وَکَذٰلِکَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِیْثِ یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ دوسرا فائدہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب مفرد سے تثنیہ بنائیں گے تو تاء تانیث کو باقی رکھ کر بنائیں گے مگر دو(۲) مثالیں ایسی ہیں جس میں تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث کو حذف کیا جائے گا (۱) خُصْیَۃٌ (۲) اَلْیَۃٌ یہ دو(۲) ایسے الفاظ ہیں کہ ان کا تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث کو گرا دیا جائے گا لہٰذا خُصْیَۃٌ کا تثنیہ خُصْیَانِ اور اَلْیَۃٌ کا تثنیہ اَلْیَانِ ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ خُصْیَانِ اور اَلْیَانِ یہ لازم اور ملزوم ہوتے ہیں تو اس لیے علامت تانیث کو حذف کر دیا جائے گا کیونکہ یہ دونوں شی واحد کے حکم میں ہوتے ہیں گویا کہ ایک ہے تو دوسرا بھی موجود ہے قاعدہ کلیہ یہی ہے اس کا۔

وَاعْلَمْ اَنَّہٗ اِذَا اُرِیْدَ اِضَافَۃُ الْمُثَنّٰی اِلَی الْمُثَنّٰی یہاں سے صاحبِ کتاب قاعدہ کے طور پر ایک بات بیان فرماتے ہیں فرماتے ہیں کہ جب تثنیہ کی اضافت ہو تثنیہ کی طرف تو پہلے والے تثنیہ کو تعبیر کیا جائے گا لفظ جمع سے کیونکہ دو(۲) تثنیوں کا جمع ہونا ایسے مقام پر جہاں دو تثنیوں میں لفظاً اور معناً شدت اتصال ہو تو یہ کلام عرب میں بُرا سمجھا جاتا ہے اور اس کی تائید قرآن پاک کی آیات سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَقَدْ

صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (سورۂ تحریم آیت: ۴) تحقیق تم دونوں کے دل مائل ہو گئے اور اسی طرح دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (سورۂ مائدہ آیت: ۳۸) کاٹ دو ان دونوں کے ہاتھ۔ تو اب دیکھیں یہاں پر یہ قُلُوْبُكُمَا اصل قَلْبَاكُمَا تھا تثنیہ تھا تم دونوں کے دل اَيْدِيَهُمَا یہ اصل میں تھا يَدَيْهُمَا تھا۔ جب دو تثنیہ جمع ہو گئے اور دونوں کا آپس میں لفظاً اور معناً شدتِ اتصال ہے لفظاً تو اس وجہ سے کہ یہ مضاف اور مضاف الیہ ہے قَلْبَاكُمَا مضاف مضاف الیہ ہے اور اَيْدِيَهُمَا بھی مضاف مضاف الیہ ہے اور معناً اس لیے ہے کہ پہلا والا دوسرے کا جزء ہے لہٰذا پہلے والے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا تاکہ یہ خرابی لازم نہ آئے۔ واللہ اعلم

(فصل) اَلْمَجْمُوْعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفٍ مُفْرَدَةٍ بِتَغَيُّرٍ مَا اِمَّا لَفْظِيٌّ كَرِجَالٍ فِيْ رَجُلٍ اَوْ تَقْدِيْرِيٌّ كَفُلْكٍ عَلٰى وَزْنِ اُسُدٍ فَاِنَّ مُفْرَدَهٗ اَيْضًا فُلْكٌ لٰكِنَّهٗ عَلٰى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَنَحْوُهٗ وَاِنْ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِجَمْعٍ اِذْ لَا مُفْرَدَ لَهٗ۔

ترجمہ: ...... یہ فصل ہے مجموع (یعنی جمع) کے بیان اور وہ ایسا اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے حروفِ مفردہ میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ چاہے وہ لفظی ہو جیسے رِجَالٌ رَجُلٌ میں یا تقدیری ہو جیسے فُلْكٌ اُسُدٌ کے وزن پر اس کا مفرد بھی فُلْكٌ آتا ہے لیکن وہ قُفْلٌ کے وزن پر ہے۔ پس قَوْمٌ اور رَهْطٌ اور اس کے جیسے اور الفاظ اگرچہ ان کی دلالت احاد پر ہوتی ہے ا، افراد پر ہوتی ہے لیکن وہ جمع نہیں ہیں کیونکہ اس کا کوئی مفرد ہی نہیں ہے۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے پانچویں فصل کو بیان فرمایا ہے۔ یہ پانچویں فصل جمع کے بیان میں ہے۔ یاد رکھیں تعدد کے اعتبار سے اسم کی تیسری قسم جمع ہے۔

جمع کی تعریف:

اِسْمٌ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفٍ مُفْرَدَةٍ اس اسم کو کہتے ہیں جو ایسے افراد مقصودہ پر دلالت کرے جو حروف مفردہ کے اندر کچھ تبدیلی کر کے بنائے گئے ہوں یہ اس کا ترکیبی اعتبار سے ترجمہ ہے آسان تعریف اگر کی جائے تو آسان تعریف یہ بنے گی کہ جمع سے مراد وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جس کو مفرد سے کچھ

تبدیلی کے ساتھ بنایا گیا ہو چاہے وہ تبدیلی لفظی ہو جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ یا وہ تبدیلی معنوی ہو تقدیری ہو جیسے فُلْکٌ جمع ہے اور اس کا واحد بھی فُلْکٌ ہے لیکن فُلْکٌ جمع اُسْدٌ کے وزن پر ہے اور فُلْکٌ واحد قُفْلٌ کے وزن پر ہے۔

جمع کی تعریف میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بِحُرُوْفِ مُفْرَدِہٖ بِتَغَیُّرٍ مَا لفظ فرمایا ہے تو بحروف مفردۃ اس کے ذریعے سے اس جمع کو نکال دیا گیا جس جمع کا کوئی مفرد ہی نہیں ہے جیسے اسم جنس ہے اور اسم جمع جیسے قَوْمٌ اور رَهْطٌ یہ اسم جمع ہے اور اسم جنس بَقَرٌ، اِنْسَانٌ، اِبِلٌ ہے تو یہ اگرچہ افراد پر دلالت کرتے ہیں بہت سارے افراد پر لیکن ایسا اسم جنس ہے بذاتِ خود جس کا کوئی مفرد ہی نہیں ہے لہٰذا جمع کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٌ وَهُوَ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَمُكَسَّرٌ وَهُوَ مَا يَتَغَيَّرُ فِيْهِ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَالْمُصَحَّحُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُذَكَّرٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ كَمُسْلِمُوْنَ اَوْ يَاءٌ مَّكْسُوْرٌ مَّا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ كَذٰلِكَ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ اَكْثَرُ مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَهٰذَا فِي الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ يَاءُهٗ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ وَالْمَقْصُوْرُ يُحْذَفُ اَلِفُهٗ وَيُبْقٰى مَا قَبْلَهَا مَفْتُوْحًا لِّيَدُلَّ عَلَى الْاَلِفِ الْمَحْذُوْفَةِ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَيُخْتَصُّ بِاُولِي الْعِلْمِ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ وَاَرَضُوْنَ وَقِلُوْنَ فَشَاذٌّ۔

ترجمہ:...... پھر جمع کی دو قسمیں ہیں (نمبر ایک) مصحح اور وہ ایسی جمع ہے جس کے واحد کا وزن متغیر نہ ہو اور (نمبر دو ۲) مکسر اور وہ وہ جمع ہے جس کا واحد کا وزن متغیر ہو اور جمع صحیح دو قسموں پر ہے مذکر اور وہ جمع مصحح ایسی جمع صحیح ہے جس کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نومفتوح لاحق ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ یا یاء ساکن ماقبل مکسور اور نون مفتوح ہوتا کہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس سے اکثر (یعنی زیادہ افراد) موجود ہے جیسے مسلمون اور یہ صحیح میں ہوتا ہے لیکن اسم منقوص تو اس کی یاء حذف کی جاتی ہے جیسے قَاضُوْنَ اور دَاعُوْنَ اور اسم مقصور تو اس کا الف حذف کیا جاتا ہے اور اس کے ماقبل کو فتحہ کی حالت میں باقی رکھا جاتا ہے تاکہ وہ دلالت کرے الف کے حذف ہونے پر جیسے مُصْطَفَوْنَ اور جمع صحیح مذکر علم والوں کے ساتھ خاص ہے اور ان کا قول سِنُوْنَ، اَرَضُوْنَ، قِلُوْنَ شاذ ہے۔

تشریح:

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰى قِسْمَيْنِ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کی دو قسموں کو بیان فرمایا ہے: نمبر ایک جمع صحیح یا سالم۔ نمبر دو جمع مکسر یا جمع غیر سالم۔

جمع صحیح یا سالم کی تعریف:

یہ اس کو کہتے ہیں جس میں جمع بناتے وقت واحد کا وزن سلامت رہے جیسے مسلم سے مُسْلِمُوْنَ

جمع مکسر کی تعریف:

جمع مکسر اس کو کہتے ہیں جس میں جمع بناتے وقت واحد کا وزن سلامت رہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ

وَالْمُصَحَّحُ عَلٰى قِسْمَيْنِ:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمع صحیح کی پھر دو قسمیں ہیں۔

(۱) نمبر ایک جمع مذکر سالم۔ (۲) نمبر دو جمع مؤنث سالم۔

پہلی قسم جمع مذکر سالم:

تو یاد رکھیں اس کے بنانے کے مختلف طریقے ہیں:

(۱) پہلا طریقہ:

مفرد صحیح۔ مفرد صحیح سے اگر جمع بنائیں گے جس کی طرف صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے هٰذَا فِي الصَّحِيْحِ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے تو مفرد صحیح سے جمع سالم بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مفرد کے آخر میں واؤ ساکن ماقبل مضموم یا یاء ساکن ماقبل مکسور اور نون مفتوح لگائیں گے جیسے مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ اور مسلمین تا کہ یہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس جنس کے اس کے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں۔

(۲) دوسرا طریقہ:

اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ يَاؤُهٗ اسم منقوص مفرد سے جمع سالم بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ یاء کو حذف کردیں

گے اور اس کے آخر میں واؤ ساکن ماقبل مضموم اور آخر میں نون مفتوح لگا دیں گے جیسے قَاضٍ سے قاضون اور دَاعٍ سے دَاعُوْنَ۔ یاء کو اس لیے حذف کر دیں گے تا کہ دو (۲) ساکن ایک ساتھ جمع نہ ہوں۔

(۳) تیسرا طریقہ:

وَالْمَقْصُوْرُ يُحْذَفُ الِفُهُ اور اسمِ مقصورہ مفرد سے جمع مذکر سالم بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے الف کو حذف کر دیں گے اور اس کا ماقبل مفتوح چھوڑ دیں گے تا کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کا حذف ہونے والا حرف الف ہے جیسے مُصْطَفٰی سے الف کو حذف کر دیا فتحہ کو اپنی حالت پہ چھوڑ دیا اور آخر میں واؤ اور نون لگا دیا مُصْطَفَوْنَ ہو گیا یہ اصل میں مُصْطَفَيُوْنَ تھا۔

وَيُخْتَصُّ بِاُولِی الْعِلْمِ:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ جمع مذکر سالم کی شرط کو بیان فرما رہے ہیں کہ ہر وہ جمع مذکر سالم جو واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہے یہ خاص ہے اولی العلم (ذوی العقول) کے ساتھ اور غیر ذوی العقول کی جو جمع ہوتی ہے وہ الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

جمع مذکر سالم کے بنانے کی تین شرائط ہیں۔ (۱) نمبر ایک علم والا ہونا۔ (۲) نمبر دو مذکر ہونا۔ (۳) نمبر تین عاقل ہونا اور یہ تین شرائط وجوبی ہیں اگلے سبق میں جو شرائط آ رہی ہیں وہ عدمی ہیں۔ چار شرائط مزید ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اعتراض:

وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض کا جواب ذکر فرما رہے ہیں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ واؤ اور نون اس جمع مذکر سالم کے آخر میں آتے ہیں جو ذوی العقول کی جمع ہو ہم آپ کو ایسے الفاظ بتاتے ہیں جو غیر ذوی العقول ہیں اور ان کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہے جیسے سِنُوْنَ، وَاَرْضُوْنَ وغیرہ سنون، سنۃ کی جمع ہے بمعنی سال بہت سارے سال۔ ارضون ارض کی جمع ہے ثبون، ثبۃ کی جمع ہے ثبۃ بمعنی جماعت قلون یہ قلۃ کی جمع ہے بمعنی گلی ڈنڈا۔ اور یہ سارے غیر ذوی العقول ہیں اور ان کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آتی بلکہ واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہے۔

جواب:

تو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ سب مثالیں شاذ ہیں قاعدہ کلیہ کے مطابق نہیں ہیں۔

وَيَجِبُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلَاءَ كَاَحْمَرَ وَحَمْرَآءَ وَلَا فَعْلَانَ مُؤنثهٗ فَعْلٰى كَسَكْرَانَ وَسَكْرٰى وَلَا فَعِيْلًا بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ كَجَرِيْحٍ بمعنى مجروح وَلَا فَعُوْلًا بِمَعْنٰى فَاعِلٍ كَصَبُوْرٍ بِمَعْنٰى صَابِرٍ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنه بِالْاِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔

ترجمہ:......اور واجب ہے کہ نہ ہو ایسا اَفْعَلَ کا وزن کہ اس کی فَعَلَاءَ کے وزن پر ہو جیسے احمر اور حَمْرَاْءَ اور نہ ایسا فَعْلَانَ ہو کہ اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتی ہو جیسے سَكْرَانْ اور سَكْرٰی اور نہ ایسا فَعِيْلًا کے وزن پر ہو جو مفعول کے معنی میں ہو جیسے جریح بمعنیٰ مجروح اور نہ ایسا فعول کا وزن ہو جو فاعل کے معنی میں ہو جیسے صَبُوْرٌ بمعنیٰ صابر اور واجب ہے اضافت کے وقت نون جمع کا حذف کرنا جیسے مُسْلِمُوْ مِصْرٍ

تشریح:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم صفت (یعنی وہ اسم جس کے اندر وصفیت کا معنی ہو مثلاً اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ) کی جمع مذکر سالم بنانے کے لیے سات شرائط بیان فرما رہے ہیں اور یہ سات شرطوں کی تفصیل یہ ہے کہ پیچھے تین شرائط کا ذکر میں نے کیا تھا کہ مذکر ہو(۱) علم والا ہو(۲) اور عاقل ہو(۳) یہ وجوبی ہیں اور جو باقی چار شرائط میں نے کہا آگے آئیں گی ان چار شرائط کا ذکر یہاں سے کیا جا رہا ہے جو عدمی ہیں یعنی ان کا نہ ہونا ضروری ہے۔

اسم صفت کی جمع مذکر سالم یعنی واؤ اور نون کے ساتھ آنے کے لیے چار شرائط ہیں۔

(۱) پہلی شرط:

وَيَجِبُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهٗ فَعَلَاءَ کہ وہ اسم صفت ایسے افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعَلَاءَ کے وزن پر آتی ہو وجہ یہ کہ اگر ایسے اسم صفت کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ لائیں گے تو اس سے التباس لازم

آجائے گا اسم تفصیل کے ساتھ جیسے احمر اس کی مؤنث حمراء آتی ہے بروزن فعلاء لہٰذا اس کی جمع سالم نہیں آسکتی۔

(۲) دوسری شرط:

وَلَا فَعْلَانَ مُؤنثه فَعْلٰی اور وہ اسم صفت اس فَعْلَانَ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلٰی آتی ہو جیسے سَکْرَانَ کی مؤنث سَکْرٰی آتی ہے اس کی جمع سکرانون نہیں آسکتی وگرنہ اس کا التباس اس فَعْلَانَ کے ساتھ ہو جائے گا جس کی مؤنث فَعْلَانَة آتی ہے جیسے نِدمان اس کی مؤنث ندمانة آتی ہے اور اس کی جمع سالم ندمانون آتی ہے تو اس التباس سے بچنے کے لیے اس کی جمع مذکر سالم نہیں آسکتی۔

(۳) تیسری شرط:

وَلَا فَعِيْلًا بِمَعْنٰی مَفْعُوْلٍ وہ اسم صفت ایسے فَعِيْلًا کے وزن پر نہ ہو جو مفعول کے معنی میں ہو جیسے جَرِيْحٌ بمعنی مَجْرُوْحٌ کیونکہ اس کی جمع میں جب ہم واؤ اور نون کے ساتھ لائیں گے تو یہ رِجَالٌ جَرِيْحُوْنَ کہا جائے گا حالانکہ یہ رِجَالٌ مَجْرُوْحُوْنَ کہا جاتا ہے جَرِيْحُوْنَ کہا جاتا۔

(۴) چوتھی شرط:

وَلَا فَعُوْلًا بِمَعْنٰی فَاعِلٍ اور وہ نہ اسم صفت ایسے فَعُوْلٌ کے وزن پر ہو جو فاعل کے معنی میں ہو جیسے صَبُوْرٌ بمعنی صَابِرٌ لہٰذا اس کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ نہیں آسکتی۔ وجہ یہ ہے کہ تیسری اور چوتھی شرط جو ہے اس میں واؤ اور نون کے ساتھ جمع نہ آسکنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہیں۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ جَرِيْحٌ اور امرأة جَرِيْحٌ اور رَجُلٌ صَبُوْرٌ اور اِمْرَأَةٌ صَبُوْرَةٌ۔

وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِه......الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرما رہے ہیں کہ اضافت کے وقت نون جمع کو حذف کرنا واجب ہے وجہ یہ ہے کہ نون جمع پر جملہ تام ہو جاتا ہے اور مضاف دلالت کرتا ہے جملے کے ناتمام ہونے پر تو ایک ہی وقت میں دو مختلف دلالتیں جمع نہیں ہو سکتیں لہٰذا یہ مُسْلِمُوْ مِصْرٍ ہے اصل میں مسلمون مصر تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

وَمُؤَنَّثٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ وَتَاءٌ نحو مُسْلِمَاتٌ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ اَنْ يَّكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مُذَكَّرٌ شَرْطُهٗ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَا شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ وَالْمُكَسَّرُ صِيْغَتُهٗ فِي الثُّلَاثِيِّ كَثِيْرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَرِجَالٌ وَاَفْرَاسٌ وَفُلُوْسٌ وَفِيْ غَيْرِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِلَ وَفَعَالِيْلَ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيْفِ۔

ترجمہ:...... اور جمع مؤنث وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تا لگایا گیا ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اگر یہ اسم صفت ہو اس حال میں کہ اس کا مذکر ہو اور اس کا مذکر واؤ اور نون کے ساتھ جمع میں یالا جاتا ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ اور اگر اس کا مذکر نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ ایسا مؤنث نہ ہو جو تاء سے خالی ہو جیسے اَلْحَائِضُ، اَلْحَامِلُ اور اگر وہ اسم غیر صفت ہو تو اس کی جمع الف اور تا کے ساتھ بنائی جائے گی بغیر کسی شرط کے جیسے هِنْدَاتٌ اور جمع مکسر اس کے صیغہ ثلاثی سے اوزان کثیر ہیں جو سماع سے پہچانے جاتے ہیں جیسے رِجَالٌ افراس، فلوس اور غیر ثلاثی سے اس کا وزن فَعَالِلُ، فَعَالِيْلُ سے قِيَاسًا آتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے علم التصریف میں اس کو پہچان لیا۔

تشریح:

جمع صحیح کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم۔

جمع مؤنث سالم کی تعریف:

وَمُؤَنَّثٌ هُوَ مَا اُلْحِقَ اٰخِرَهٗ اَلِفٌ ...... الخ جمع مؤنث سالم اس جمع کو کہتے ہیں جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لگا کر اس کو بنایا گیا ہو جیسے مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمَاتٌ

وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَّلَهٗ مُذَكَّرٌ ...... الخ

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ جمع مؤنث سالم کی الف اور تاء کے ساتھ جمع لانے کی شرط کو بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جس مفرد کی آپ الف اور تاء کے ساتھ جمع بنانا چاہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں (۱) یا تو وہ

اسم صفت ہوگا۔(۲) یا اسم ذات ہوگا اگر وہ۔

اسم صفت ہوتو اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱)......اس کا مفرد مذکر ہو اور اس مفرد کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ اس کا مفرد مذکر مُسْلِمٌ ہے اور اس کی جمع مُسْلِمُوْنَ ہے۔

(۲)......وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مُذَكَّرٌ اِلٰى اٰخره اور اگر وہ ایسا مؤنث ہو کہ جس کا مفرد مذکر موجود نہ ہوتو پھر اس کے الف اور تاء کے ساتھ جمع لانے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا مفرد مؤنث بغیر تاء کے نہ ہو یعنی تاء سے خالی نہ ہوتب تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آسکتی ہے اور اگر بغیر تاء کے مفرد ہوتو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آسکتی۔جیسے حَائِضَةٌ کی جمع آتی ہے حائضات اور حاملۃ اس کی جمع آتی ہے حاملات کیونکہ یہاں مفرد حائضۃ اور حاملۃ تاء کے ساتھ ہے تو اس کی جمع حائضات اور حاملات آئے گی لیکن اس کے برخلاف جو حَائِضٌ ہے۔اس کی جمع حَوَائِض آتی ہے اور جو حامل ہے اس کی جمع حوامل آتی ہے۔حائض کی جمع حائضات اور حامل کی جمع حاملات نہیں آسکتی۔

فائدہ:

حائض اس عورت کو کہا جاتا ہے جس میں حیض آنے کی صلاحیت ہو۔اور حَائِضَةٌ عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال حیض والی ہو۔

حامل اس عورت کو کہتے ہیں جس میں حمل کی صلاحیت ہو اور حَامِلَةٌ اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال حمل والی ہو۔

وَاِنْ كَانَ اسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ اور اگر مفرد اسم ذات ہو اسم صفت نہ ہو۔

(۲) اسم ذات: اگر وہ مفرد اسم ذات ہوتو جمع الف اور تاء کے ساتھ لانے کے لیے کوئی شرط نہیں ہے جیسے هند کی جمع آتی ہے هندات۔

وَالْمُكَسَّرُ صِيْغَتُهٗ فِي الثُّلَاثِيِّ

لفظ کے اعتبار سے جمع کی دوسری قسم جمع مکسر ہے جمع مکسر اس جمع کو کہتے ہیں جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ جمع مکسر کے اوزان صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثلاثی مجرد میں بہت سارے ہیں اس لیے کوئی قاعدہ کلیہ مقرر نہیں ہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ اور فرس سے افراس اور فَلَسٌ سے فَلُوْسٌ۔

وَفِي غَيْرِ الثُّلَاثِيْ:

اور غیر ثلاثی کے جو اوزان ہیں وہ قاعدے کے مطابق ہیں جیسے دَرَاهِمْ بروزن فَعَالِلُ اور دَنَانِيْر بروزن فَعَالِيْلُ اور اس کی تمام تر تحقیق اور تفصیل علم الصرف کی بحث میں ہے لہٰذا یہ نحو کی ابحاث سے خارج ہے۔

ثُمَّ الْجَمْعَ اَيْضًا عَلٰى قِسْمَيْنِ جمع قِلَّةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشَرَةِ فَمَا دُوْنَهَا وَاَبْنِيَّتُهٗ اَفْعَلُ وَاَفْعَالُ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحِ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ وَمُسْلِمَاتٍ وَجمع كَثْرَةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلٰى مَا فَوْقَ الْعَشَرَةِ وَاَبْنِيَتُهٗ مَا عَدَا هٰذِهِ الْاَبْنِيَةِ۔

ترجمہ:......پھر جمع بھی (۲) قسموں پر ہے (۱) جمع قلت اور وہ اس جمع کو کہتے ہیں جس کا اطلاق دس ۱۰ یا دس ۱۰ سے کم پر ہو اور اس کے اوزان اَفْعَلُ اور اَفْعَالُ اور اَفْعِلَةٌ اور فِعْلَةٌ کے وزن پر ہیں اور وہ دونوں جمع صحیح جو بغیر لام کے ہوں جیسے زَيْدُوْن اور مُسْلِمَاتٌ دوسری قسم جمع کثرت اور وہ وہ ہے جس کا اطلاق دس ۱۰ سے اوپر ہوتا ہو اور اس کے اوزان جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معنی کے اعتبار سے جمع کی تقسیم بیان فرمائی ہے اس سے پہلے جمع کی تقسیم لفظ کے اعتبار سے تھی۔ تو معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت۔

جمع قلت کی تعریف:

جمع قلت اس جمع کو کہتے ہیں جس کا اطلاق دس ۱۰ یا دس سے کم پر کیا جائے۔ جمع قلت کے (۴) چار مشہور اوزان ہیں:

(۱)......اَفْعُلٌ جیسے اَكْلُبٌ یہ كَلْبٌ کی جمع ہے بمعنی کُتا۔

(۲)......اَفْعَالٌ، اَجْسَامٌ اَقْوَالٌ بمعنی جسم اور قول کی جمع اقوال بمعنی بات۔

(۳)......اَفْعِلَةٌ جیسے اَمْثِلَةٌ مثال کی جمع ہے بمعنی مثال۔

(۴)......فِعْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ یہ غلام کی جمع ہے بمعنی غلام۔

اور اس کے علاوہ دو اوزان اور بھی ہیں جو غیر مشہور ہیں اور وہ ہیں جمع صحیح کے دونوں جمع۔ جمع مذکر سالم جب بغیر الف لام کے ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ اور زَيْدُوْنَ اور جمع مؤنث سالم جب بغیر الف لام کے ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ

(فصل) اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدْثِ فَقَطْ وَيَشْتَقُّ مِنْهُ الْاَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلًا وَاَبْنِيَتُهٗ مِنَ الثَّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ غَيْرَ مَضْبُوْطَةٍ تُعْرَفُ بِالسِّمَاعِ وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَّةٌ كَالْاِفْعَالِ وَالْاِنْفِعَالِ وَالْاِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةِ وَالتَّفَعْلُلِ مَثَلًا فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ اَعْنِيْ يَرْفَعُ الْفَاعِلَ اِنْ كَانَ لَازِمًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زَيْدٍ وَيُنْصَبُ مَفْعُوْلًا اَيْضًا اِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلَا يُقَالُ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ ضَرْبُ عَمْرًوا وَلَا عَمْرًوا ضَرْبُ زَيْدٍ وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًوا اَوْ اِلَى الْمَفْعُوْلِ بِهٖ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًوا فَعَمْرًو مَنْصُوْبٌ بِضَرَبْتُ۔

ترجمہ:......چھٹی فصل مصدر اس اسم کو کہتے ہیں جو صرف حدث پر دلالت کرے اور اس سے افعال نکلیں جیسے اَلضَّرْبُ اَلنَّصْرُ وغیرہ اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے غیر محفوظ ہیں سماع کے ذریعے جانے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ قیاسی ہیں جیسے بَابِ اِفْعَالٌ، اِنْفِعَالٌ، اِسْتِفْعَالٌ فَعْلَلَةٌ اور تَفَعْلُلٌ وغیرہ پس مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو اپنے فعل والا عمل کرے گا یعنی فاعل کو رفع دے گا اگر لازم ہو جیسے اعجبنی قیامُ زیدٍ اور مفعول کو نصب دے گا اگر متعدی ہو جیسے اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا اور جائز نہیں ہے مقدم کرنا مصدر کے معمول فاعل کو مصدر پر لہذا یہ نہیں کہا جائے گا اعجبنی زیدٌ ضَرْبُ عَمْرًوا اور نہ ہی مفعول کو جیسے اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ عَمْرًوا زَيْدٌ بھی جائز نہیں ہے اور جائز ہے مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جیسے كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًوا اور مفعول کی طرف بھی اضافت کرنا جائز ہے جیسے كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ اگر مصدر مفعول مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کے لیے ہوگا جو اس سے پہلے ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًوا عمرو یہ منصوب ضَرَبْتُ کی وجہ سے۔

تشریح:

س عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم کے متعلقات میں سے سب سے پہلے اسمائے عاملہ کو بیان کیا ہے اور اسمائے عاملہ میں سے سب سے پہلے مصدر کو بیان کیا ہے۔

مصدر کی تعریف:

اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ یَدُلُّ عَلَی الْحَدَثِ فَقَطْ

مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنی حدثی پر دلالت کرے اور اس سے افعال صادر ہوں جیسے ضَرَبَ ضَرْبٌ سے نکلا ہے اور نَصَرَ نَصْرٌ سے نکلا ہے۔

مشتق منہ:

مصدر سے افعال کا اشتقاق ہوتا ہو۔اشتقاق کہتے ہیں ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بنانا۔لفظ و معنی میں مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے۔اشتقاق کی پھر تین قسمیں ہیں:

(۱)......اشتقاق صغیر (۲)......اشتقاق کبیر۔(۳)......اشتقاق اکبر۔

(۱)اشتقاق صغیر:

اس کو کہتے ہیں کہ مشتق اور مشتق منہ میں لفظوں میں اور حروف کی ترتیب دونوں میں مناسبت ہو۔ جیسے ضَرَبَ ضَرْبٌ سے مشتق ہے اور نَصَرَ نَصْرٌ سے مشتق ہے

(۲)اشتقاق کبیر:

اس کو کہتے ہیں کہ مشتق اور مشتق منہ میں صرف حروف میں مناسبت ہو ترتیب میں مناسبت نہ ہو جیسے جَذَبَ نکلا ہے جَبْذٌ سے۔

(۳)اشتقاق اکبر:

ترتیب میں مناسبت ہو حروف اور مادے میں مناسبت نہ ہو جیسے نَعَقَ نَھْقٌ سے۔

اور یہاں پر اشتقاق سے ہماری مراد اشتقاق صغیر ہے۔

وَ اَبْنِيَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيْ:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَبْنِيَتُهٗ کی جو ہ ضمیر ہے اس کا مرجع مصدر ہے مطلب یہ ہے کہ مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد سے محفوظ نہیں ہیں بلکہ وہ سماع پر موقوف ہیں۔

امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ نے تتبع اور تلاس کر کے بتیس (۳۲) تک اور بعض کے نزدیک تینتیس تک نقل کیے ہیں جو علم الصرف کی کتابوں میں مذکور ہیں اور ثلاثی مجرد کے جو علاوہ ہیں تو اس میں اوزان قیاسی ہیں۔

مثلاً ماضی اگر اَفْعَلَ کے وزن پر ہو تو مصدر اِفْعَالٌ کے وزن پر ہوگا۔ ماضی اِنْفَعَلَ کے وزن پر ہو تو مصدر اِنْفِعَالٌ کے وزن پر ہوگا اور ماضی اِسْتَفْعَلَ کے وزن پر ہو تو مصدر استفعال کے وزن پر ہوگا اور ماضی اگر فَعْلَلَ کے وزن پر ہو تو اس کا مصدر فَعْلَلَۃٌ کے وزن پر ہوگا اور ماضی اگر تَفَعْلَلَ کے وزن پر ہو تو اس کا مصدر تَفَعْلُلٌ کے وزن پر ہوگا۔ اسی طرح دوسرے اوزان کو ان پر قیاس کر لیں۔

فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مصدر کے عمل کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو اپنے فعل جیسا عمل کرے گا یعنی اگر مصدر لازم ہو تو جس طرح فعل لازم اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح مصدر بھی اپنے فاعل کو رفع دے گا جیسے اَعْجَبَنِيْ قِيَامٌ زَيْدٌ اس کو بغیر اضافت کے مصدر کو قِيَامٌ اور فاعل کو زَيْدٌ پڑھ سکتے ہیں، دونوں کو مرفوع پڑھ سکتے ہیں اور اضافت کے ساتھ قِيَامُ زَيْدٍ پڑھنا بھی جائز ہے۔

اور فعل اگر متعدی ہو تو مفعول کو نصب دیتا ہے اور فاعل کو رفع دیتا ہے تو مصدر اگر متعدی ہو تو مصدر بھی فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے گا جیسے اَعْجَبَنِيْ ضَرْبٌ زَيْدٌ عَمْرًوا بغیر اضافت کے اور اضافت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں بغیر اضافت کے جیسے ضَرْبٌ زَيْدٌ عَمْرًوا اور اضافت کے ساتھ جیسے اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا

وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ مصدر کے مفعول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ چاہے وہ معمول فاعل ہو یا مفعول ہو وجہ یہ ہے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف پر معمول کو

مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

تَقْدِيْمِ فَاعل کی مِثَال:......اَعْجَبَنِیْ يَضْرَبُ عَمْرٍو

تَقْدِيْمِ مَفْعُول کی مِثَال:......اَعْجَبَنِیْ عَمْرًا ضَرْبُ زَيْدٌ

یاد رکھیں یہ مسلک جمہور ہے۔

علامہ رضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظروف کے اندر تقدیم جائز ہے کیونکہ ظروف میں وسعت ہوتی ہے۔

وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ اِلَى الْمَفْعُوْلِ......الخ

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصدر کی اضافت فاعل کی طرف بھی جائز ہے اور مفعول کی طرف بھی جائز ہے۔ایسی صورت میں اگر فاعل کی طرف اضافت ہو تو فاعل لفظاً مجرور ہوگا اور معناً مرفوع ہوگا۔

فاعل کی طرف اضافت کی مثال:......كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًا

اس مثال میں ضَرْبَ مصدر جو ہے اس کی اضافت ہے زَيْد کی جو اس کا فاعل ہے۔

مفعول کی طرف اضافت کی مثال:......كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ

یہ تو اس کی مثال ہے جہاں مصدر کا فاعل اور مفعول بہ مذکور ہو اور اگر ایسی کوئی صورت ہو جس میں مصدر کا مفعول بہ تو مذکور ہو لیکن فاعل مذکور نہ ہو تو وہاں پر بھی اضافت جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۝

انسان خیر طلب کرنے سے نہیں تھکتا اس مثال میں جو دُعَآءِ ہے یہ مصدر ہے اور اس کی اضافت ہوئی ہے الْخَيْرِ مصدر کی طرف۔

گویا عامل بنتا ہے اضافت کے ساتھ بھی اور بغیر اضافت کے بھی۔ اضافت کے ساتھ ہوگا تو فاعل لفظاً مجرور ہوگا اور معناً مرفوع ہو اور اگر مفعول مذکور ہو تو وہ منصوب ہوگا اور اگر اضافت مفعول لہ کی طرف ہو تو مفعول بہ لفظاً مجرور ہوگا اور معناً منصوب اور اگر مصدر بغیر اضافت کے استعمال ہو تو فاعل لفظاً اور معنا مرفوع ہوگا اور اگر مفعول بہ مذکور ہوگا تو وہ بھی لفظاً اور معناً منصوب ہوگا۔

وَ اَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْ لاً مُطْلَقًا:

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ اگر مصدر مفعول مطلق واقع ہو تو عمل فعل ہی کرے گا مصدر نہیں کرے گا جو مصدر سے پہلے فعل ہے وہی فعل عمل کرے گا جیسے: ''ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًا'' تو اس مثال میں جو 'ضَرْبًا' ہے یہ مصدر ہے اور مفعول مطلق ہے اور آگے جو ''عَمْرًا'' ہے یہ منصوب ہے پیچھے والے ''ضَرَبْتُ'' فعل کی وجہ سے ''ضَرْبًا'' کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ ''ضَرْبًا'' خود منصوب ہے ''ضَرَبْتُ'' فعل کی وجہ سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل عامل قوی ہے جب قوی موجود ہو تو پھر عامل ضعیف عمل نہیں کرتا۔

(فصل) اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَ صِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَتِهِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَ كَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخِلٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْ ذِي الْحَالِ نَحْوُ جَآءَنِيْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ عَمْرًوا اَوْ مَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًوا اَوْ مَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا اَوْ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَامَ زَيْدٌ اَوْ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍوا اَمْسِ هٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا اَمَّا اِذَا كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِيْ فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدُنِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًوا نِ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ۔

ترجمہ:......ساتویں فصل اسم فاعل کے بیان میں۔ اسم فاعل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے تا کہ دلالت کرے اسی ذات پر کہ جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطور حدوث اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فَاعِلٍ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضَارِبٌ اور نَاصِرٌ اور ثلاثی مجرد کے علاوہ سے وہ اپنے فعل کے مضارع کے صیغے کے وزن پر آتا ہے اس طور پر کہ حرف مضارع کی جگہ میم مضموم لگا دو اور ماقبل آخر کو کسرہ دے دو جیسے مُدْخِلٌ مُسْتَخْرِجٌ اور وہ اپنے فعلِ معروف والا عمل کرتا ہے بشرطیکہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور اعتماد کیے ہوئے ہو مبتداء پر جیسے زَيْدٌ

قَائِمٌ اَبُوْهُ یا ذوالحال پر جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ عَمْرًوا یا موصول پر جیسے مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًوا یا موصوف پر جیسے عِنْدِیْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا یا ہمزہ استفہام پر جیسے اَقَائِمٌ زَیْدٌ یا حرف نفی پر جیسے مَا قَائِمٌ زَیْدٌ اور اگر بمعنی ماضی ہو تو پھر معناً اضافت واجب ہے زَیْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو اگر معرفہ (معرف باللام) ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہیں جیسے زَیْدُ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًوا اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ۔

تشریح:

اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسمائے عاملہ میں سے اسم فاعل کو بیان کیا ہے۔

اسم فاعل کی تعریف:

اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِیَدُلَّ عَلٰی مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَی الْحُدُوْثِ یعنی اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر کہ فعل بطور حدوث اس کے ساتھ قائم ہو۔

فوائد وقیود:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ تو مشتق کی قید سے جامد نکل گیا کہ وہ مشتق نہیں ہوتا لِیَدُلَّ عَلٰی مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ اس کے ذریعے سے احتراز ہو گیا اسم مفعول اور اسم تفضیل سے کیونکہ اسم مفعول کے ساتھ فعل قائم نہیں ہوتا بلکہ فعل اس پر واقع ہوتا ہے۔ اور اسم تفضیل سے اس طرح احتراز ہوا کہ فعل اس کے ساتھ قائم ہوتا ہے لیکن زیادتی کے ساتھ۔ اور مَعْنَی الْحُدُوْثِ سے احتراز ہو گیا صفت مشبہ سے کیونکہ صفت مشبہ کے ساتھ فعل قائم ہوتا ہے دائمی طور پر بطورِ حدوث کے نہیں۔

فائدہ:

صاحبِ کتاب نے رحمۃ اللہ علیہ انتہائی عمیق طریقے سے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اختلاف: یہ ہے کہ آیا اشیاء فعل سے مشتق ہیں یا مصدر سے؟ تو اس میں بصریین کا مذہب یہ ہے کہ اشیاء مشتق ہوتی ہیں فعل سے اور کوفیین کہتے ہیں کہ یہ مشتق ہوتی ہیں اسم سے یعنی مصدر سے۔

تو صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم فاعل میں فرمایا اِسْمٌ مُشْتَقٌ مِنْ فِعْلٍ اس سے بصریین کے مذہب کو راجح قرار دیا کہ میرے نزدیک وہ مذہب راجح ہے کہ اشیاء مشتق ہوتی ہیں فعل سے مصدر سے مشتق نہیں ہوتیں۔

وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم فاعل کے اوزان بیان فرمارہے ہیں:

فرماتے ہیں کہ اسم فاعل ثلاثی مجرد سے فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضَارِبٌ مارنے والا۔ نَاصِرٌ مدد کرنے والا۔

اور ثلاثی مجرد کے علاوہ مضارع کے وزن سے آتا ہے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ علامتِ مضارع کو حذف کر کے میم مضموم کو شروع میں لگادیں گے اور آخر سے پہلے والے حرف کو کسرہ دیں گے اگر کسرہ نہ ہو جیسے یَسْتَخْرِجُ سے مُسْتَخْرِجٌ۔ یَتَقَبَّلُ سے مُتَقَبِّلٌ۔ یَدْخُلُ سے مُدْخِلٌ۔

وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ...... الخ:

یہاں پر ھُوَ ضمیر کا مرجع اسم فاعل ہے یعنی اسم فاعل اپنے فعل معروف کی طرح عمل کرتا ہے پس اگر اس کا فاعل فعل لازم ہو تو فعل لازم والا عمل کرے گا اور اگر متعدی سے ہو تو فعل متعدی والا عمل کرے گا۔

اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَاءِ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم فاعل کے عمل کے لیے شرائط کو بیان فرمارہے ہیں۔

یاد رکھیں اسم فاعل کے عمل کرنے کے لیے دو شرطیں ہیں:

(۱) پہلی شرط:

اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل عمل کرنے میں مضارع کے مشابہ ہے تو حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا کہ مضارع کے ساتھ مشابہت قوی ہو جائے کیونکہ مضارع بھی حال یا استقبال پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) دوسری شرط:

یہ ہے کہ وہ اسم فاعل (۶) چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا سہارا لیے ہوئے ہو، وہ چھ چیزیں یہ ہیں

:(۱)مبتداء(۲) ذوالحال(۳)موصول(۴) موصوف (۵)ہمزہ استفہام (۶)حرف نفی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل عمل کرنے میں کمزور ہے ان کے ساتھ مل کرتولا بن جائے گا،ان سب کی مثالیں یہ ہیں:

(۱)مبتداء کی مثال:

جب اسم فاعل مبتداء پر معتمدہ ہو مبتدا کا سہارا لیے ہوئے ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ۔

(۲)ذوالحال کی مثال: جَاءَ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ۔

(۳)موصول کی مثال: مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًوا۔

(۴)موصوف کی مثال: عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا۔

(۵)ہمزہ استفہام کی مثال: اَقَائِمٌ زَيْدٌ

(۶)حرف نفی کی مثال: مَا قَائِمٌ زَيْدٌ۔

فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ......الخ

اب صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں تک جو تفصیل ہم نے آپ کو بتائی یہ اس صورت میں ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو اور جب اسم فاعل معرفہ ہو الف لام کے ساتھ یعنی معرف باللام ہو اور الف لام سے مراد وہ الف ہے جو اسم فاعل کے شروع میں ہوتا ہے اور وہ الذی اسم موصول کے معنی میں ہوتا ہے تو پھر اسم فاعل کے عمل کرنے کے لیے کوئی شرط نہیں ہے چاہے وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو یا نہ ہو موصول کے علاوہ کسی اور پر اعتماد کیے ہوئے نہ ہو ہر صورت میں مابعد والے اسم میں وہ عمل کرے گا جیسے زَيْدُ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًوا لِلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ ہر زمانے میں اور ہر حال اسم فاعل عمل کرے گا۔

(فصل) اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِّنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيْغَتُهٗ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيْ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ لَفْظًا كَمَضْرُوْبٍ اَوْ تَقْدِيْرًا كَمَقُوْلٍ وَمَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخَلٍ وَ

مُسْتَخْرَجٍ وَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ اِسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهُ الْآنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ۔

ترجمہ:......یہ فصل اسم مفعول کے بیان میں ہے۔

اسم مفعول سے مراد وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل متعدی سے تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہو اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مَضْرُوْبٌ یا تقدیراً جیسے مَقُوْلٌ اور مَرْمِيٌّ ثلاثی مجرد کے علاوہ اسم فاعل کی طرح ہے سوائے اس کے کہ ماقبل آخر کے فتحہ کے ساتھ جیسے مُدْخَلٌ اور مُسْتَخْرَجٌ اور اپنے فعل مجہول والا عمل کرتا ہے ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر اسم فاعل میں ہو گیا جیسے زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهُ الْآنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسمآئے عاملہ میں سے اسم مفعول کو بیان فرما رہے ہیں۔

اسم مفعول کی تعریف:

اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِّنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ۔

اسم مفعول اس اسم کو کہتے ہیں جو فعل متعدی سے مشتق ہو تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہو۔

فوائد وقیود:

اس تعریف میں اِسْمٌ بمنزلہ جنس کے ہے یہ تمام اسماء کو شامل ہے اور آگے فرمایا مُشْتَقٌّ مِّنْ فِعْلٍ یہ فصل اول ہے اس سے وہ اسماء خارج ہو گئے جو مشتق نہیں ہیں اور مِنْ فعلٍ مُتَعَدٍّ کی قید سے فعل لازم سے احتراز ہے کہ اس سے اسم مفعول مشتق نہیں ہوتا اور عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ سے اسم فاعل اور صفت مشبّہ اور اسم تفضیل سے احتراز ہے کہ یہ دلالت کرتے ہیں فاعل اور مفعول کی زیادتی پر اور اسم فاعل اس لیے خارج ہو گیا کہ اس پر فعل واقع نہیں ہوتا بلکہ اس سے صادر ہوتا ہے۔

وَصِيْغَتُهُ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيْ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم مفعول کے اوزان بیان فرمار ہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسم مفعول ثلاثی مجرد سے مفعولٌ کے وزن پر آتا ہے چاہے لفظاً ہو یعنی مفعول کا وزن ہو جیسے مَضْرُوْبٌ مَفْصُوْلٌ یا تقدیراً ہو جیسے مَقُوْلٌ اور مَرْمِیٌّ کہ اصل میں مَقْوُوْلٌ اور مَرْمُوْیٌ تھا تعلیل کے بعد ان کی موجودہ صورت بن گئی اور ثلاثی مجرد کے علاوہ اسم مفعول اسم فاعل کی طرح ہوگا لیکن فرق کے ساتھ اور وہ یہ کہ اسم فاعل میں آخر سے پہلے والا حرف مکسور ہوتا ہے اور اسم مفعول میں وہ مفتوح ہوگا۔ جیسے مُدْخَلٌ اسم فاعل میں تھا مُدْخِلٌ اور مُسْتَخْرَجٌ اسم فاعل میں مُسْتَخْرِجٌ

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم مفعول کے عمل کے لیے شرط کو بیان فرماتے ہیں جو اسم فاعل میں بیان کی تھی۔ فرماتے ہیں کہ اسم مفعول ان شرائط کے ساتھ عمل کرتا ہے جن شرائط کا ذکر اسم فاعل میں ہو چکا ہے۔ اگر وہ شرائط پائی جائیں گی تو اسم مفعول اپنے فعل مجہول والا عمل کرے گا لہٰذا اسم مفعول کے مفعول میں عمل نصب کے لیے جب کہ وہ منکر ہو شرط یہ ہے کہ کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور اعتماد کیے ہوئے (سہارا لیے ہوئے) ہو مذکورہ اشیاء (جن کا ذکر اسم فاعل میں ہو چکا) میں سے کسی ایک پر۔ تو پس وہ مفعول بہٖ جو نائب فاعل ہوگا تو پس وہ مفعول رفع دے گا نائب فاعل کو اور اگر دوسرا مفعول ہو تو اس کو نصب دے گا جیسے زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا غَدًا اور اگر وہ مفعول بمعنی ماضی ہو تو اس کی اضافت مفعول بہٖ کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ ضروری ہے، جیسے زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا أَمْسِ اور اگر وہ اسم مفعول معرف باللام ہو تو اس میں کسی زمانے کا پایا جانا ضروری نہیں ہے تمام زمانے برابر ہیں وہ ہر حال میں عمل کرے گا چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال یا استقبال کے معنی میں ہو جیسے زَيْدٌ اَلْمَضْرُوْبُ غُلَامُهُ دِرْهَمًا اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ أَمْسِ اس مثال میں جو غلام ہے یہ (میم) کے رفع کے ساتھ نائب فاعل ہے اور دِرْهَمًا مفعول ثانی ہے اَلْمَضْرُوْبُ کا.....۔

فصل الصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيْغَةِ اسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَاِنَّمَا تُعْرَفُ بِالسِّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَظَرِيْفٍ وَهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْكُوْرِ۔

ترجمہ:...... یہ فصل صفت مشبہ کے بیان میں ہے۔ صفت مشبہ اس اسم کو کہتے ہیں جو فعل لازم سے مشتق ہو۔ تا کہ دلالت کرے اس ذات پر کہ جس کے ساتھ فعل بطورِ ثبوت کے قائم ہو اور اس کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے کے خلاف ہے اور وہ صرف سماع سے پہچانا جاتا ہے جیسے حَسَنٌ صَعْبٌ ظَرِيْفٌ اور وہ مطلقاً اپنے فعل کی طرح عمل کرتا ہے "مذکورہ چیزوں پر" اعتماد کی شرط کے ساتھ۔

تشریح:

یہ نویں (۹) فصل ہے اور اس میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسمائے عاملہ میں صفت مُشَبَّہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

صفت مشبہ کی تعریف:

اِسْمٌ مُشْتَقٌ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ۔ صفت مشبہ وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل لازم سے اور دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل بطورِ ثبوت قائم ہو۔ جیسے حَسَنٌ میں صفت حُسْن بطورِ دوام اور ثبوت کے قائم ہے یہ نہیں ہے کہ ایک انسان حسین اور وہ صفت حسن سے الگ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح باقی جو آگے صَعْبٌ سخت خُو ہونا اور ظَرِيْفٌ عقل مند ہونا۔ یہ ایسی صفات ہیں جو الگ نہیں ہوتیں بطورِ ثبوت اور دوام کے ہوتی ہیں۔

فوائد و قیود:

اِسْمٌ بمنزلہ جنس کے ہے اس میں تمام اسماء داخل ہو گئے آگے فرمایا: مُشْتَقٌ مِنْ فِعْلٍ اس کے ذریعے سے اس اِسْمٌ سے احتراز ہے جو مشتق نہیں ہوتا لَازِمٍ کی قید سے اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم تفضیل خارج ہو گئے کیونکہ وہ تینوں فعل متعدی سے مشتق ہوتے ہیں۔ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ اس قید سے احتراز ہے اسمائے زمان اور اسمائے مکان سے اور اسم آلہ سے بھی اور بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ کی قید سے اسم فاعل اور اسم تفضیل سے احتراز ہے کیونکہ وہ وہ کسی چیز کے لیے بطورِ حدوث کے ہوتے ہیں دوام کے نہیں ہوتے اور صفت مشبہ بطور ثبوت اور دوام کے ہوتا ہے۔

وجہ تسمیہ:

صفت مشبہ کو صفت مشبہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی مشابہت ہے اسم فاعل کے ساتھ تثنیہ جمع مذکر اور

مؤنث ہونے کے اعتبار سے۔

وَصِيْغَتُهَا سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ صفت مشبہ کس وزن پر آتا ہے تو فرماتے ہیں کہ صفت مشبہ کا جو صیغہ ہے یہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے کے خلاف آتا ہے۔

صاحب رحمۃ اللہ علیہ درایۃ النحو: کے نزدیک یہ مسلک جمہور کا ہے۔لیکن ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے اگرچہ ایسا انتہائی قلیل ہے۔

تنبیہ:

یادرکھیں کہ اس کا (صفت مشبہ کا) صیغہ قیاسی نہیں ہے بلکہ سماعی ہے یعنی عرب سے سنا گیا ہے جیسے حَسَنٌ خوب سیرت، خوب صورت اور نیک و جمال۔اور صَعْبٌ بمعنی دشوار اور سخت اور ظریف بمعنی عقل مند۔

وَ هِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا......الخ

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ صفت مشبہ کے عمل کی شرط کو بیان فرماتے ہیں کہ صفت مشبہ زمانہ حال یا استقبال کی شرط کے بغیر مطلقاً فعل لازم کی طرح عمل کرتا ہے اس لیے اس کے لیے زمانے کی شرط نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ صفت مشبہ کو وضع کیا گیا ہے بمعنی دوام اور ثبوت کے حدوث کے نہیں اور بمعنی حال یا استقبال کی دلالت ہوتی حدوث پر نہ کہ دوام پر۔اس لیے اگر صفت مشبہ کے اندر بھی زمانے کی شرط لگا دیں گے تو اس کی وضع جو ثبوت کے لیے ہے وہ ختم ہو جائے گی تو یہ پھر صفت مشبہ نہیں رہے گی۔اور اسم فاعل میں جن اشیاء کا ذکر کیا گیا تھا کہ ان پر اعتماد کیا جائے گا تب عمل کرے گا۔ان چیزوں میں سے اسم موصول کے علاوہ باقی چیزوں پر صفت مشبہ کا اعتماد کرنا اس کے عمل کے لیے شرط ہے۔سوائے اسم موصول کے۔اور اسم موصول پر اعتماد نہ ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ وہ الف لام جو صفت مشبہ پر داخل ہوتا ہے وہ بالاتفاق اسم موصول نہیں ہوتا برخلاف اسم فاعل و اسم مفعول کے کہ اس پر الف لام اسم موصول ہوتا ہے جیسے الضارب بمعنی اَلَّذِيْ ضَرَبَ اور المضروب بمعنی اَلَّذِيْ ضُرِبَ یہ اسم موصول کے معنی میں ہے۔

وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا مُعَرَّفًا بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةً عَنْهُمَا وَ مَعْمُوْلُ كُلّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِهٖ سِتَّةٌ وَ مَعْمُوْلُ كُلٍّ مِنْهُمَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ فَذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَ

تَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَآءَنِيْ زَيْدٌ نِ الْحَسَنُ وَجْهِهٖ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ وَ كَذٰلِكَ الْحَسَنُ الْوَجْهِ وَالْحَسَنُ وَجْهٍ وَحَسَنُ وَجْهِهٖ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنُ وَجْهٌ۔

ترجمہ:......اور اس کے مسائل اٹھارہ (۱۸) ہیں کیونکہ صفت یا تو معرف باللام ہو یا اس سے خالی ہو گی اور ہر ایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا ان دونوں سے خالی ہوگا تو یہ چھ قسمیں ہوگئیں اور معمول پھر ہر ایک کا یا مرفوع ہوگا یا منصوب ہو اور یا مجرور ہوگا (تو چھ ۶ ضرب تین ۳) یہ اٹھارہ ۱۸ ہوگئیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے جیسے جَآءَنِيْ زَيْدٌ نِ الْحَسَنُ وَجْهِهٖ تینوں اعراب کے ساتھ اسی طرح اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ اور اَلْحَسَنُ وَجْهٍ اور حَسَنُ وَجْهِهٖ اور حَسَنُ الْوَجْهِ اور حسنٌ وَجْہٌ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے صفت مشبہ کی اقسام کو بیان فرمایا ہے۔

تنبیہ:

یاد رکھیں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل فرمایا اور اس سے مراد مسائل نہیں ہیں بلکہ صفت مشبہ کی اقسام مراد ہیں۔ مسائل اس وجہ سے کہا کہ لوگ اس کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اس کو مسائل فرمایا یہ آٹھارہ (۱۸) اقسام ہیں۔ تو اس کو انتہائی مختصر اور سہل طریقے سے آپ یوں سمجھیں کہ اوّلاً صفت مشبّہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......صفت مشبہ معرف باللام ہو جیسے اَلْحَسَنُ

(۲)......یا غیر معرف باللام ہو جیسے حَسَنٌ

تو صفت مسبہ معرف باللام ہو یا غیر معرف باللام ہو دونوں کے معمول کی تین (۳) صورتیں ہیں: (۱) معمول مضاف ہو۔ (۲) معمول معرف باللام ہو۔ (۳) دونوں سے خالی ہو یعنی نہ مضاف ہو نہ معرف باللام ہو۔ پھر صفت مشبہ معرف باللام کی تین قسمیں ہیں یا تین صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت: اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ۔ (۲) دوسری صورت: اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ۔ (۳) تیسری صورت: اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ (۴) چوتھی (۱) صورت: (پانچویں) (۲) دوسری صورت: حَسَنٌ وَجْهَہٗ (چھٹی) (۳) تیسری صورت: حَسَنُ وَجْهِہٖ

جہاں صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اس کی بھی تین صورتیں ہیں: (۱) حَسَنٌ وَجْهُہٗ (۲) حسنٌ وَجْہَہٗ۔ (۳) حسنٌ وَجْہِہٖ۔

تو یہ کُل چھ (۶) قسمیں ہوگئیں ۔ہر ایک کی پھر تین قسمیں ہیں اعراب کے اعتبار سے (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور۔ تو چھ (۶) کو تین میں ضرب دیں گے تو یہ کُل ۱۸ ۔ ۳ + ۶ چھ (۶) ضرب تین (۱۸) اٹھارہ قسمیں ہوجائیں گی یہ اجمال ہے اس کی تفصیل آپ یوں سمجھیں:

(۱-۳) پہلی دوسری اور تیسری صورت:

صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول مضاف ہو اور اعراب کے اعتبار سے مرفوع منصوب مجرور ہو جیسے: اَلْحَسَنُ وَجْهُہٗ۔ اَلْحَسَنُ وَجْهَہٗ۔ اَلْحَسَنُ وَجْهِہٖ۔

(۴-۶) چوتھی پانچویں اور چھٹی صورت:

صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول بھی معرف باللام ہو اور اعراب کے اعتبار سے مرفوع منصوب مجرور ہو جیسے: اَلْحَسَنُ الْوَجْہُ۔ اَلْحَسَنُ الْوَجْہَ۔ اَلْحَسَنُ الْوَجْہِ۔

(۷-۹) ساتویں آٹھویں اور نویں صورت:

صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول اضافت اور تعریف سے خالی ہو یعنی نہ مضاف ہو اور نہ معرف باللام ہو دونوں سے خالی ہو جیسے: اَلْحَسَنُ وَجْہٌ۔ اَلْحَسَنُ وَجْهًا۔ اَلْحَسَنُ وَجْہٍ۔

(۱۰-۱۲) دسویں گیارہویں بارہویں صورت:

صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور معمول مضاف ہو اور اعراب کے اعتبار سے تینوں صورتیں مرفوع منصوب مجرور جیسے: حَسَنٌ وَجْهُہٗ۔ حَسَنٌ وَجْهَہٗ۔ حَسَنٌ وَجْہِہٖ۔

(۱۳-۱۵) تیرہویں چودہویں پندرہویں صورت:

صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور معمول معرف باللام ہو اور اعراب کے اعتبار سے مرفوع منصوب مجرور ہو جیسے: حَسَنُ الْوَجْہُ۔ حَسَنُ الْوَجْہَ۔ حَسَنُ الْوَجْہِ۔

(۱۶۔۱۸) سولہویں سترہویں اٹھارہویں صورت:

صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور معمول بھی غیر معرف باللام ہو مضاف بھی نہ ہو اور اعراب کے اعتبار سے تینوں صورتیں مرفوع منصوب مجرور ہو جیسے حَسَنٌ وَجْہٌ حَسَنٌ وَجْہًا حَسَنٌ وَجْہٍ۔

وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْحَسَنُ وَجْهِهٖ وَمُخْتَلِفٌ فِيْهِ حَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْبَوَاقِيْ اَحْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ وَحَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَالضَّابِطَةُ اَنَّكَ مَتٰى رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِي الصِّفَةِ وَمَتٰى نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فَفِيْهِمَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهِهٖ۔

ترجمہ:......اور وہ پانچ قسموں پر مشتمل ہے ان میں ممتنع ہے اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ اور اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ اور مختلف فیہ ہے حَسَنُ وَجْهِهٖ اور باقی احسن ہیں اگر اس میں ایک ضمیر ہو اور حسن ہیں اگر دو ضمیریں ہوں اور قبیح ہے، اگر اس میں کوئی ضمیر نہیں ہے۔ضابطہ یہ ہے کہ جب تو اس کے معمول کو رفع دے گا تو اس میں صفت کی ضمیر نہیں ہوگی اور جب نصب اور جر دے گا تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی جیسے زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهِهٖ

تشریح:

وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ صفت مشبہ کی اٹھارہ (۱۸) اقسام کو تقسیم کر کے بیان فرما رہے ہیں، ممتنع قبح اور حسن کے اعتبار سے۔فرماتے ہیں کہ ممتنع اور حسن وقبح کے اعتبار سے صفت مشبہ کی اٹھارہ (۱۸) صورتوں کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) مُمْتَنِعٌ (۲) مُخْتَلِفٌ فِيْهِ (۳) اَحْسَنُ (۴) حَسَنٌ (۵) قَبِيْحٌ:

(۱)......مُمْتَنِعٌ

ان اٹھارہ صورتوں میں سے دو صورتیں ہیں:

(۱)......نمبر ایک صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور ہو اضافت اور الف لام سے خالی ہو

جیسے اَلْحَسَنُ وَجْہِہٖ۔

(۲)......نمبر دو (۲) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مجرور ہو۔ یعنی اضافت ہو جیسے اَلْحَسَنُ وَجْہِہٖ ان دونوں صورتوں کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں صفت مشبہ کی اضافت اس کے معمول کی طرف اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ وہاں جائز ہوتی ہے جہاں اس کا فائدہ ہو اضافت سے تخفیف ہوتی ہے اور یہاں کوئی تخفیف نہیں ہے لہٰذا اضافت اس کے معمول کی طرف جائز نہیں ہے۔

(۲)......مُخْتَلِفٌ فِیْہِ:

اٹھارہ صورتوں میں سے مختلف فیہ صرف ایک ہی صورت ہے کہ جب صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مجرور ہو جیسے حَسَنُ وَجْہِہٖ صورت مختلف فیہ اس لیے ہے کہ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ یہ صورت جائز ہی نہیں ہے اس لیے کہ یہاں صفت مشبہ اور اس کے معمول دونوں کا مصداق ایک ہی ہے اضافۃ الشیٔ الی نفسہٖ کے قبیل سے ہے اور یہ جائز نہیں ہے اور کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ صورت جائز ہے اس لیے کہ صفت مشبہ اپنے معمول کی نسبت عام ہوتا ہے لہٰذا صفت مشبہ کی اس کے معمول کی طرف اضافت کرنے میں اضافۃ الشیٔ الی نفسہٖ لازم نہیں آتا۔

(۳)......اَحْسَنُ:

وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر ہو، خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ میں ہو یا اس کے معمول میں ہو اور یہ (۹) نو صورتیں ہیں:

(۱)......صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام ہو منصوب ہو جیسے: اَلْحَسَنُ الْوَجْہَ۔

(۲)......صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام مجرور ہو جیسے: اَلْحَسَنُ الْوَجْہِ۔

(۳)......صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول منصوب ہو اضافت اور لام سے خالی ہو جیسے: اَلْحَسَنُ وَجْہًا

(۴)......صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام منصوب ہو جیسے: حَسَنُ الْوَجْہَ۔

(۵)......صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مجرور ہو جیسے: حَسَنُ الْوَجْہِ۔

(۶)......صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول منصوب ہو اضافت اور لام سے خالی ہو جیسے:حَسَنٌ وَجْهًا۔

(۷)......صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور ہو اضافت اور لام سے خالی ہو جیسے:حَسَنُ وَجْهٍ

یہ سات وہ صورتیں ہیں کہ ان صورتوں میں خود صفت مشبہ میں ضمیر ہوتی ہے اس کے معمول میں ضمیر نہیں ہوتی۔

(۸)......صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو جیسے:اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ۔

(۹)......صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو جیسے:حَسَنٌ وَجْهُهٗ۔ان دونوں صورتوں میں صفت مشبہ میں ضمیر نہیں ہوتی صفت مشبہ کے معمول میں ضمیر ہوتی ہے۔

(۴)......چوتھی قسم حَسَنٌ:

وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی دو (۲) ضمیریں ہوں ایک غیر صفت مشبہ میں ہو اور دوسری ضمیر اس کے معمول میں ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں:

۱)......نمبر ایک صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف منصوب ہو جیسے:اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ۔

۲)......نمبر دو صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف منصوب ہو جیسے:حَسَنٌ وَجْهَهٗ۔

(۵)......پانچویں قسم قَبِيْحٌ:قبیح وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر نہ ہو نہ صفت مشبہ میں نہ اس کے معمول میں اور اس کی (۴) چار صورتیں ہیں:

(۱)......نمبر ایک یہ ہے کہ صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام مرفوع ہو جیسے:اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ۔

(۲)......نمبر دو یہ کہ صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی مرفوع ہو اضافت اور لام سے خالی ہو جیسے:اَلْحَسَنُ وَجْهٌ۔

(۳)......نمبر تین یہ کہ صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو جیسے:حَسَنُ الْوَجْهُ

(۴)......نمبر چار صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مرفوع ہو اضافت اور لام سے خالی ہو جیسے: حَسَنٌ وَجْہٌ۔

وَالضَّابِطُ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ صفت مشبہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر کے متعلق ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ کہاں ہوگی اور کہاں نہیں ہوگی۔

قاعدہ:

یہ ہے کہ آپ صفت مشبہ کے ذریعے جب اس کے معمول کو (بشرطیکہ وہ مضاف نہ ہو) آپ رفع دیں گے تو وہاں صفت مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں ہوگی جیسے اَلْحَسَنُ وَجْہٌ اور حَسَنٌ وَجْہٌ۔ اس لیے کہ اگر اس صورت میں صفت مشبہ میں اگر کوئی ضمیر مانیں گے تو تعددِ فاعل لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے ۔لیکن اگر صفت مشبہ کا معمول مضاف مرفوع ہو تو اس صورت میں اس کے معمول میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی۔ جیسے حَسَنٌ وَجْہُہٗ۔ اور جب آپ صفت مشبہ کے ذریعے اس کے معمول کو نصب یا جر دیں گے تو وہاں صفت مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والے ضمیر ہوگی۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......اگر معمول مضاف ہو تو پھر دو ضمیریں ہوں گی ایک صفت مشبہ میں اور دوسری اس کے معمول میں۔

(۲)......اور اگر معمول مضاف نہ ہو تو پھر ایک ضمیر ہوگی یعنی صرف صفت مشبہ میں۔

پہلی صورت کی مثال: زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہُہٗ۔

دوسری کی مثال: زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہِ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں صفت مشبہ کو فاعل کی ضرورت ہے اور وہ فاعل یہاں بشکل ضمیر ہی ہو سکتی ہے۔

فائدہ:

یہاں جس موصوف کا ذکر کیا جا رہا ہے اس موصوف سے مراد وہ چیز ہے جس کے ساتھ صفت مشبہ کا معنی قائم ہو چاہے وہ موصوف ہو، مبتداء ہو، ذوالحال ہو کچھ بھی ہو موصوف سے مراد موصوف اصطلاحی نہیں ہے۔

صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتوں کا نقشہ بمعہ حکم

قسمِ صفت مشبہ	قسمِ معمول	مثال	اعراب	حکم
صفت مشبہ معرف باللام	معمول مضاف	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ	مرفوع	احسن
// //	// //	// // وَجْهَهٗ	منصوب	حسن
//	//	وَجْهِهٖ	مجرور	ممتنع
//	معمول معرف باللام	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ	مرفوع	قبیح
//	//	الْوَجْهَ	منصوب	احسن
//	//	الْوَجْهِ	مجرور	احسن
//	معمول دونوں سے خالی	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٌ	مرفوع	قبیح
//	//	وَجْهًا	منصوب	احسن
//	//	وَجْهٍ	مجرور	ممتنع
صفت مشبہ غیر معرف باللام	معمول مضاف	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ	مرفوع	احسن
//	//	وَجْهَهٗ	منصوب	حسن
//	//	وَجْهِهٖ	مجرور	مختلف فیه
//	معمول معرف باللام	زَيْدٌ حَسَنٌ الْوَجْهُ	مرفوع	قبیح
//	//	اَلْوَجْهَ	منصوب	احسن
//	//	اَلْوَجْهِ	مجرور	احسن
//	معمول دونوں سے خالی	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ	مرفوع	قبیح
//	//	وَجْهًا	منصوب	احسن
//	//	وَجْهٍ	مجرور	احسن

(فصل)

اِسْمُ التَّفْضِيلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَوْصُوفِ بِزِيَادَةٍ عَلَى غَيْرِهٖ وَصِيغَتُهٗ اَفْعَلُ فَلَا يُبْنٰى اِلَّا مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ الَّذِيْ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثُّلَاثِيِّ اَوْ كَانَ لَوْنًا اَوْ عَيْبًا يجب اَنْ يُّبْنٰى اَفْعَلَ مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مُبَالِغَةٍ وَشِدَّةٍ وَ كَثْرَةٍ ثُمَّ يُذْكَرُ بَعْدَهٗ مَصْدَرُ ذٰلِكَ الْفِعْلِ مَنْصُوبًا عَلَى التَّمْيِيْزِ كَمَا تَقُوْلُ هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَاَقْوٰى حُمْرَةً وَاَقْبَحُ عَرَجًا وَ قِيَاسُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَقَدْ جَآءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِيْلًا نَحْوُ اَعْذَرَ وَاَشْغَلَ وَاَشْهَرَ۔

ترجمہ:……دسویں فصل اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ دوسرے کے مقابلے میں معنی کی زیادتی کے ساتھ متصف ہے اسم تفضیل کا صیغہ **افعل** کے وزن پر آتا ہے اور نہیں بنایا جاتا اسم تفضیل مگر ایسے ثلاثی مجرد سے جس میں رنگ اور عیب کے معنی نہ ہوں جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ (زید لوگوں میں سب سے افضل ہے) پس اگر ہو ثلاثی سے زائد یا اس میں رنگ یا عیب کے معنی ہوں تو واجب ہے کہ بنایا جائے **افعل** کا وزن ثلاثی مجرد سے تاکہ وہ دلالت کرے مبالغہ شدت اور زیادتی پر پھر ذکر کیا جائے اس کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب تمیز کی بناء پر جیسا کہ آپ کہیں گے هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا اور وَ اَقْوٰى حُمْرَةً اَقْبَحُ عَرَجًا اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اسم تفضیل فاعل کے لیے ہو جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی ہے اور کبھی اسم تفضیل مفعول بہ کے لیے بھی آتا ہے لیکن بہت کم جیسے اعذر سب سے زیادہ معذور اَشْغَلَ سب سے زیادہ مشغول اور اَشْهَرَ سب سے زیادہ مشہور۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دسویں فصل اسمائے عاملہ میں سے اسم تفضیل کو بیان کیا ہے۔

اسم تفضیل کی تعریف:

''اِسْمُ التَّفْضِيْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَوْصُوْفِ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ'' اسم تفضیل سے مراد وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جو دوسرے کے مقابلے میں معنیٰ مصدری کی زیادتی کے ساتھ متصف ہو جیسے ''اضرب''دوسرے کے مقابلے میں زیادہ مارنے والا۔

فوائد و قیود:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے جب فرمایا اسم مشتق تو اس کے ذریعے سے احتراز کیا ان اسماء سے جو مشتق نہیں ہیں اور ''من فعل'' کی قید سے وہ اسماء خارج ہو گئے جو فعل سے مشتق نہیں ہوتے، اور ''لیدل علی الموصوف'' یہ وہ قید ہے جس کے ذریعے سے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشتبہ بھی خارج ہو گئے اور ''علی غیرہ'' کی قید سے اسم مبالغہ بھی خارج ہو گیا کیونکہ اسم مبالغہ میں بھی اگرچہ معنی کی زیادتی پائی جاتی ہے لیکن وہ غیر کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنے اعتبار سے ہے، جیسے ''ضراب''زیادہ مارنے والا یہ غیر کے اعتبار سے نہیں ہے۔

وصیغتہ افعل الخ......

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم تفضیل کا صیغہ بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کے مذکر سے اسم تفضیل کا صیغہ ''افعل'' کے وزن پر آتا ہے اور مؤنث سے ''فُعلیٰ'' کے وزن پر آتا ہے۔

فَلَا يُبْنٰى اِلَّا مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ......الخ:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم تفضیل کے بنانے کے لیے دو شرطیں بیان فرما رہے ہیں:

(۱)......اسم تفضیل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے ہو۔

(۲)......یہکہ وہ ثلاثی مجرد لون اور عیب ظاہری سے خالی ہو۔

ثلاثی کے علاوہ سے نہ بننے کی شرط کی وجہ یہ ہے کہ ثلاثی کے علاوہ ''اَفْعَل'' کا وزن نہیں آتا کیونکہ افعل کا وزن بنانے کے لیے دو کام کرنے پڑیں گے۔

(۱)...... یا تو حروف کو کم کرنا پڑے گا اور ایسا کبھی بھی لفظاً اَفْعَل کے وزن پر نہیں آسکتا۔

(۲)......اور اگر حروف کو کم نہیں کرتے تو پھر بھی وہ افعل کے وزن پر نہیں بن سکتا۔ مثلاً آپ دیکھیں یہ

دَحْرَجَ ہے اور اس طریقے سے اَخْرَجَ ہے تو ان دونوں سے آپ اسم تفضیل نہیں بنا سکتے۔

دحرج باعی ہے اور اخرج ثلاثی مزید ہے۔الفاظ کو کم کرتے ہیں تو لفظاً اور معناً دونوں طرح اسم تفضیل نہیں بن سکتا کیونکہ آپ اگر اَخْرَجَ و اِسْتَخْرَجَ سے بناتے ہیں تو پھر معنی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ اس سے مراد زیادہ اخراج ہے یا زیادہ استخراج ہے۔یعنی زیادہ نکلنا مراد ہے یا زیادہ نکالنا مراد ہے۔اس وجہ سے یہ شرط ہے کہ ثلاثی مجرد کے علاوہ سے یہ نہیں بن سکتا اور دوسری شرط یہ لگائی کہ یہ اس ثلاثی سے بھی نہیں بن سکتا جس میں لوْن اور عیب کے معنی ہوں اگرچہ ثلاثی ہو لیکن لون وعیب کے معنی ہوں تو اس سے بھی اسم تفضیل نہیں بن سکتا۔۔وجہ یہ ہے کہ جس میں لون اور عیب ظاہری کا معنی ہو وہ وضع کیا گیا ہے صفت کے لیے اور ہم اس سے اسم تفضیل بنائیں گے تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ بھئی یہ صفت ہے یا اسم تفضیل جیسے اَسْوَدُ، ابیض احمر تو یہاں پتہ نہیں چلے گا لیکن ایسا عیب جو ظاہری نہ ہو اس سے اسم تفضیل آسکتا ہے جیسے اَجْهَل اور اَبْلَخْ تو یہ ایسے عیوب ہیں جو ظاہری نہیں ہیں باطنی ہیں تو اس سے اسم تفضیل آسکتا ہے۔شرائط کے پائے جانے کی مثال صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کی زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ یہ ایسی مثال ہے کہ جس میں تمام شرائط پائی جارہی ہیں۔

فَاِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثَّلَاثِيْ......الخ

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ثلاثی مجرد کے علاوہ سے افعل کے وزن پر اسم تفضیل بنانے کا طریقہ اسی طرح اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب ظاہری کا معنی ہو اس سے اسم تفضیل بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ وزن زَائِدًا عَلَى الثَّلَاثِيْ ہو اور آپ اس سے اسم تفضیل بنانا چاہیں یا ایسے ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب ظاہری کا معنی ہو اس سے اسم تفضیل بنانا چاہیں تو سب سے پہلے اس کے شروع میں لفظِ (۱) شدت، (۲) ضعف، (۳) کثرت (۴) قوت یا (۵) قباحت وغیرہ کے الفاظ لگائیں پھر اس کے بعد اس فعل کا مصدر ذکر کیا جائے جو منصوب ہے تمیز ہونے کی بناء پر۔صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تین مثالیں دی ہیں:

پہلی مثال ثلاثی مزید فیہ کی ہے اس سے اسم تفضیل کی مثال بنے گی:

هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا اور لون وعیب کی مثال جیسے: هُوَ اَقْوٰی حُمْرَةً یہ لون کی مثال ہے اور عیب کی مثال یہ ہے جیسے هُوَ اَقْبَحُ عَرَجًا عرج لنگڑے پن کو کہتے ہیں۔اور یہ اسم تفضیل تب بنیں گے جب ان میں جیسے اوپر بیان ہو چکا اشد کا لفظ موجود ہو اسم تفضیل اور اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو ذکر کیا جائے جو تمیز ہونے کی بناء

پر منصوب ہے۔

وَقِيَاسُهُ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اسم تفضیل صرف فاعل کی زیادتی کے لیے آتا ہے اور تمام مثالیں اس کی گزر گئیں جتنی بھی مثالیں تھیں سب اسی کی تھیں لیکن کبھی کبھی خلاف قیاس اسم مفعولیت والے معنی کی زیادتی کے لیے بھی آتا ہے لیکن یہ خلاف قیاس ہے جیسے اعذر بمعنی زیادہ معذور اَشْغَلَ بمعنی زیادہ مشغول اور اَشْهَرَ بمعنی زیادہ مشہور لیکن یہ خلاف قیاس آتا ہے اور انتہائی شاذ ہے:

استعماله على ثلاثة اوجه اما مضاف كزيد افضل القوم او معرف باللام نحو زيد ن الافضل اور بِمِنْ نحو زيد افضل من عمرو ويجوز فى الاوّل الافراد ومطابقة اسم التفضيل للموصوف نحو زيد افضل القوم والزيدان افضل القوم والزيدون افضل القوم وافضلا القوم وافضلوا القوم وفى الثانى يجب المطابقة زيد ن الافضل والزيدان الا فضلان والزيدون الافضلون وفى الثالث يجب كونه مفردا مذكرا ابدا نحو زيد و هند والزيدان والهندان والزيدون والهندات افضل من عمرو۔

ترجمہ:......اور اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے ہیں یا تو مضاف ہوگا جیسے زيدافضل القوم یا معرف باللام ہوگا جیسے زيدالافضل من عمرو یا من کے ساتھ ہوگا جیسے زيدافضل من عمرو اور جائز ہے پہلے میں افراد اور مطابقت اسم تفضیل کی موصوف کے ساتھ جیسے زيدافصل القوم اور افضلا القوم اور افضلوا القوم اور والزيدون افضل القوم اور افضلو االقوم اور واجب ہے دوسری میں مطابقت جیسے زيد الافضل اور الزيدان الافضلان اور الزيدون الافضلون اور تیسری میں واجب ہے کہ وہ اسم تفضیل مفرد مذکر ہو؟؟ جیسے زيدوهندزيدان و هندان يدون و هندات افضل من عمرو۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم تفضیل کے استعمال کو بیان فرمارہے ہیں کہ اسم تفضیل کا استعمال

تین طرح سے ہوتا ہے: استعماله على ثلاثة وجه:

پہلا طریقہ:

اسم تفضیل کا استعمال ہو اضافت کے ساتھ جیسے: زید افضل القوم اس مثال میں افضل مضاف ہے قوم کی طرف اور قوم مضاف الیہ ہے۔

دوسرا طریقہ:

یہ ہے کہ وہ معرف باللام ہو یعنی الف لام عہد خارجی کا ہو جیسے زید ن الافضل اس میں الافضل معرف باللام ہے۔

تیسرا طریقہ:

یہ ہے کہ وہ مِنْ کے ساتھ ہو جیسے: زید افضل من عمرو۔

فائدہ:

بطورِ فائدے کے یہ بات یاد رکھیں کہ ان تین طریقوں میں ایک وقت میں ایک ہی طریقہ جاری ہوگا لہٰذا زید الافضل من عمرو کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہاں دو طریقے استعمال ہوئے ہیں ایک مِنْ اور ایک معرف باللام۔

ويجوز في الاول الافراد والمطابقة:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں طریقوں کی اعراب کے اعتبار سے چار صورتیں بیان فرما رہے ہیں:

(۱) پہلی صورت:

اسم تفصیل اضافت کے ساتھ ہو تو اس میں دو ترکیبیں جائز ہیں (۱) نمبر ایک اسم تفضیل مفرد ہو چاہے مفضل مفرد و تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے: زید افضل من عمرو۔ زیدان افضل القوم زیدون افضل القوم۔

و مطابقة اسم التفضيل للفاعل:

(۲) دوسری صورت:

اسم تفضیل اسم مفضل کے مطابق ہو یہ بھی جائز ہے یعنی اگر اسم مفضل تثنیہ ہو تو اسم تفضیل بھی تثنیہ ہو گا اور اسم مفضل جمع ہو تو اسم تفضیل بھی جمع ہو گا جیسے: زيد افضل القوم زيدان افضلا القوم زيدون افضلو القوم۔

(۳) تیسری صورت:

اور یہ اس طریقے سے متعلق ہے جب اسم تفضیل معرف باللام ہو تو اس صورت میں اسم تفضیل اسم مفضل کے مطابق ہو گا یعنی اسم مفضل مفرد اسم تفضیل بھی مفرد، اسم مفضل تثنیہ اسم تفضیل بھی تثنیہ اور اسم مفضل جمع تو اسم تفضیل بھی جمع ہو گا جیسے: زيد الافضل، زيدن الافضلان، زيدو الافضلون۔

و فی الثالث......الخ

چوتھی صورت تیسرے طریقے سے متعلق ہے جب اسم تفضیل من کے ساتھ ہو تو اس صورت میں اسم تفضیل کا مفرد مذکر ہونا واجب ہے چاہے اسم مفضل مفرد، تثنیہ جمع ہو یا مذکر ہو یا مؤنث ہو جیسے: زيد و هند افضل من عمرو و زيدان و الهندان افضل من عمرو و زيدون و الهندات افضل من عمرو۔

وَعَلَى الْاَوْجُهِ الثَّلَاثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِيْ ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ وَلَا يَعْمَلُ فِي الْمُظْهَرِ اَصْلًا اِلَّا فِيْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ فَاِنَّ الْكُحْلَ فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ هٰهُنَا بَحْثٌ۔

ترجمہ:......اور تینوں طریقوں پر فاعل کو اس میں پوشیدہ کیا جائے گا اور وہ یعنی اسم تفضیل اس مضمر میں عمل کرے گا اور وہ مظہر میں قطعاً عمل نہیں کرے گا مگر ان کے قول مَا رَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ یعنی میں نے کسی مرد کو زیادہ اچھا نہیں دیکھا اس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ سے جو زید کی آنکھ میں ہے اس لیے کہ کحل فاعل ہے احسن کا اور یہاں بحث ہے۔

تشریح:

وَعَلَى الأَوْجُهِ الثَّلاثَةِ:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اسم تفضیل کے عمل کو بیان فرمارہے ہیں کہ اسم تفضیل کی تینوں صورتیں جو پیچھے گزر چکی ان میں تینوں صورتوں میں اسم تفضیل اپنے فاعل کو رفع دے گا اور مفعول بہ مفعول فیہ مفعول لہٗ اور حال اور تمیز کو نصب دے گا اور اسم تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے اور اسم تفضیل اسی میں عمل کرتا ہے اسم ظاہر میں اسم تفضیل کبھی بھی عمل نہیں کرے گا۔ سوائے اس کے کہ اس میں تین شرائط پائی جائیں۔ وہاں اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے یعنی فاعلیت کی بناء پر اس کو رفع دے گا اور وہ تین شرائط یہ ہیں:

۱)...... کہ اسم تفضیل کسی چیز کی صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے اس چیز کے متعلق کی صفت ہو اور وہ متعلق پہلی چیز اور دوسری چیز میں مشترک ہو۔

۲)...... وہ متعلق پہلی چیز کے اعتبار سے مفضل اور دوسری چیز کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو۔ یعنی جس پر فضیلت دی گئی ہو۔

۳)...... اسم تفضیل منفی ہو مثبت نہ ہو اور یہ تینوں شرطیں پائی جا رہی ہیں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ مثال میں اور وہ مثال یہ ہے۔

مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ:

میں نے کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمے سے زیادہ اچھا ہو جو زید کی آنکھ میں ہے۔ تو اس مثال میں اسم تفضیل نے اسم ظاہر میں عمل کیا ہے **اَحسن** اسم تفضیل ہے اور **الکحل** اسم ظاہر ہے اور اس کو اسم تفضیل نے رفع دیا۔ اور اس مثال میں تینوں شرطیں پائی جا رہی ہیں۔ پہلی شرط اس طرح پائی جا رہی ہے کہ **احسن** اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے **رجل** کی صفت ہے اور معنی کے اعتبار سے **رجل** کے متعلق **الکحل** کی صفت ہے اور یہ متعلق یعنی **الکحل** پہلی چیز **رجل** اور دوسری چیز زید میں مشترک ہے اس لیے کہ دونوں کی آنکھ میں سرمہ موجود ہے اور دوسری شرط اس طرح پائی جا رہی ہے کہ **الکحل** **رجل** کے اعتبار سے مفضل ہے اس کو فضیلت دی گئی ہے اور دوسری چیز زید کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے کہ اس پر فضیلت دی گئی ہے اور تیسری شرط اس طرح پائی جا رہی ہے کہ یہاں **احسن** اسم تفضیل سے پہلے فعل منفی ہے مثبت نہیں ہے تینوں شرائط موجود ہیں

اسی وجہ سے اسم تفضیل نے اسم ظاہر کو رفع دیا ہے۔ مثال کی ترکیب:

مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ:

(ترکیب):

ما حرف نفی رأیت فعل ضمیر فاعل رجلًاموصوف احسن اسم تفضیل فی حرف جار عینہ مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اوّل الکحل فاعل من حرف جر ھا ضمیر ذوالحال فی حرف جار عین زیدٍ مجرور جار مجرور مل کر ثابتًا کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال اور حال مل کر مجرور من جار کے لیے جار مجرور مل کر متعلق ثانی، اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت رَجُلًا موصوف کی، موصوف صفت سے مل کر مفعول بہ رأیت فعل کے لیے فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبیرہ ہوا۔

(وھٰھُنَا بَحْثٌ) مصنف فرماتے ہیں اس مقام پر کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اس عبارت کو مختصر کرنے کے لیے یہ کہنا بھی جائز ہے: اَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَيْنِ زَيْدٍ تو اس میں مِنْ عَيْنِ زَيْدٍ قائم مقام ہو جائے گا مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ کا۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر عین کو مقدم کر کے پڑھا جائے جیسے مارأيت كعين زيدٍ أحسَنَ فيه الكحل دونوں صورتوں میں عبارت مختصر ہو گی معنی میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ واللہ اعلم

اَلْقِسْمُ الثَّانِي فِي الْفِعْلِ

وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِيْفُهُ وَاَقْسَامُهُ ثَلٰثَةٌ مَاضٍ وَمُضَارِعٌ وَاَمْرٌ اَلْاَوَّلُ الْمَاضِيْ وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ ضَمِيْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّكٌ وَلَا وَاوٌ كَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ عَلَى السُّكُوْنِ كَضَرَبْتُ وَعَلَى الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ كَضَرَبُوْا۔

ترجمہ:......دوسری قسم فعل کے بیان میں ہے اور اس کی تعریف ماقبل میں گزر چکی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر۔ پہلا ماضی ہے اور وہ ایسا فعل ہے جو دلالت کرے اس زمانے پر جو تیرے زمانے سے پہلے ہے اور وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے جب اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور نہ واؤ ہو جیسے

ضربھن ضمیر مرفوع متحرک کی صورت میں مبنی برسکون ہوتا ہے جیسے: ضربت ضربتَ ضربتُ مبنی برضمہ ہوتا ہے واؤ کے ساتھ جیسے ضربوا

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ وعدہ قسم ثانی کو بیان فرمایا ہے۔ خطبہ کتاب میں آپ کو بتایا گیا تھا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کہ میں نے اس کتاب کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے، پہلی قسم اسم کے بیان میں ہے دوسری قسم فعل کے بیان میں ہے اور تیسری قسم حرف کے بیان میں ہے۔ پہلی قسم اسم کی اقسام معرب مبنی اور خاتمہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ دوسری قسم فعل کو بیان فرماتے ہیں۔

فعل کی تعریف:

کتاب کی ابتداء میں یہ بات گزر چکی ہے کہ فعل اس کو کہتے ہیں کہ جو معنیٔ مستقل پر دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں پایا جائے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعریف اس کی گزر چکی ہے۔

وَ اَقْسَامُهٗ ثَلٰثَةٌ:

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فعل کی تین قسمیں ہیں (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر۔

وجہِ حصر یہ ہے کہ فعل دو حال سے خالی نہیں۔ آیا فعل اخباری ہوگا یا انشائی ہوگا اگر انشائی ہو تو امر ہے اور اگر اخباری ہو تو اس کی پھر (۲) دو صورتیں ہیں۔ اس کے شروع حروف مضارع یعنی حروف اتین۔ أ۔ تَ۔ یَ۔ نَ۔ میں سے کوئی حرف ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اگر حروف اتین میں سے کوئی حرف ہے تو مضارع ہے اگر حروف اتین میں سے کوئی حرف نہیں ہے تو ماضی ہے......

اَلْاَوَّلُ الْمَاضِیْ

پہلی قسم ماضی ہے۔ ماضی کی تعریف وَ هُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ ماضی وہ فعل ہے کہ جو اس زمانۂ سابق پر دلالت کرے جو مخاطب کے زمانے سے پہلے ہے یعنی جس زمانے میں مخاطب ابھی موجود ہے ماضی اس سے پہلے زمانے پر دلالت کرے جیسے ضَرَبَ اس ایک مرد نے زمانۂ ماضی میں۔ گزرے ہو زمانے میں۔

وَ هُوَمَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ماضی کے اعراب کو بیان فرماتے ہیں کہ ماضی مبنی ہوتا ہے اور اس کے مبنی ہونے کی تین (۳) صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

وَ هُوَمَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ یہ ہے کہ ماضی مبنی برفتح ہو جیسے ضَرَبَ شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ضمیر متحرک اور واؤ نہ ہو۔ جیسے ضَرَبَ ضَرَبَا ضَرَبَتْ ضَرَبَتَا اور باقی تمام اس طرح کے صیغے جن میں بَ مفتوح ہے۔

دوسری صورت:

ماضی مبنی برسکون ہو یہ اس وقت ہوگا جب اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل ملی ہوئی ہو۔ جیسے: ضَرَبْتَ ،ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُمْ ضَرَبْتِ ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُنَّ ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا ان سب میں آپ دیکھیں ان سب ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا وغیرہ میں جو ماضی ہے یہ مبنی برسکون ہے۔

تیسری صورت:

یہ ہے کہ ماضی مبنی برضمہ ہوگا یہ اس صورت میں جب ماضی کے ساتھ واؤ ملا ہوا ہو جیسے ضَرَبُوْا

وَالثَّانِيْ اَلْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ يَشْبَهُ الْاِسْمَ بِأَحَدِ حُرُوْفِ اَتَيْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ لَفْظًا فِيْ اِتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ فهو "كـ" ضَارِبٌ وَ مُسْتَخْرِجٌ وَ فِيْ دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِيْ اَوَّلِهِمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ كَمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدٌ لَقَائِمٌ وَفِيْ تَسَاوِيْهِمَا فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَمَعْنًى فِيْ اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَلِذٰلِكَ سَمُّوْهُ مُضَارِعًا وَالسِّيْنَ وَ سَوْفَ تُخَصِّصُهٗ بِالْاِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَسَوْفَ يَضْرِبُ وَاللَّامُ الْمَفْتُوْحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ۔

ترجمہ:...... دوسری فعل مضارع ہے اور وہ فعل ہے جس کی مشابہت ہو اسم فاعل کے ساتھ اس کے

شروع میں حروف اتین میں سے کسی ایک حرف کے پائے جانے کی وجہ سے لفظاً اور حرکات وسکنات میں متفق ہونے میں جیسے یَضْرِبُ ہے یَسْتَخْرِجُ ہے ضَارِبٌ ہے مُسْتَخْرِجٌ کی طرح ان دونوں کے شروع میں لام تاکید کے ہونے میں جیسے اِنَّ زَیْدًا لَیَقُوْمُ اور اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ۔ اور ان دونوں کے تعداد حروف میں برابر ہونے میں اور معنًا اس بات میں کہ وہ مشترک ہوتا ہے حال اور استقبال کے درمیان اسم فاعل کی طرح اور اسی لیے نحویوں نے اس کا نام رکھا ہے مضارع اور س اور سوف خاص کر دیتے ہیں مضارع کو استقبال کے ساتھ جیسے سَیَضْرِبُ ہے سَوْفَ یَضْرِبُ لام مفتوحہ حال کے ساتھ جیسے لَیَضْرِبُ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فعل کی دوسری قسم مضارع کو بیان فرمایا ہے۔فعل مضارع کو ماضی سے بنایا جاتا ہے جب اس کے شروع میں حرف مضارع (أ۔ت۔ی۔ن) میں سے کوئی ایک حرف لگا دیا جائے ان کا مجموعہ اتین ہے جیسے ضَرَبَ سے یَضْرِبُ تَضْرِبُ اَضْرِبُ نَضْرِبُ۔

فعل مضارع کی تعریف:

فعل مضارع وہ فعل ہے جس کے شروع میں حروف اَتَیْنَ ہوں اور وہ لفظاً یا معنًی اسم فاعل کے مشابہ ہو۔فعل مضارع کی اسم فاعل کے ساتھ لفظاً تین (۳) چیزوں میں مشابہت ہے۔

وجہ تسمیہ:

فعل مضارع کو مضارع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی مشابہت اسم فاعل کے ساتھ ہوتی ہے اور مضارع کا معنی بھی مشابہت ہے کیونکہ یہ فعل اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو مضارع کہتے ہیں۔

لَفْظًا فِی اتِّفَاقِ الْحَرَکَاتِ وَالسَّکَنَاتِ:

حرکات اور سکنات میں یعنی حرکات وسکنات میں تین طرح مشابہ ہے:

(ا) نمبر ایک: حرکات وسکنات یعنی اسم فاعل کا جو حرف متحرک ہوگا مضارع کا وہی حرف متحرک ہوگا اور اسم فاعل کا جو حرف ساکن ہوگا مضارع کا بھی وہ حرف ساکن ہوگا جیسے یَضْرِبُ مضارع ہے ضَارِبٌ اسم فاعل ہے۔

اب یہاں پر آپ دیکھیں جتنی حرکات اسم فاعل میں ہیں اتنی حرکات مضارع میں ہیں ،یَضْرِبُ مضارع ضَارِبٌ اسم فاعل جس طرح یضرب میں پہلا حرف مفتوح اور دوسرا ساکن ہے اسی طرح ضارب میں پہلا مفتوح اور دوسرا ساکن ہے ،یضرب میں تیسرا حرف مکسور اور چوتھا مضموم ہے اسی طرح ضارب میں تیسرا مکسور اور چوتھا مرفوع ہے۔

اور اسی طرح اس کی ایک اور مثال بھی ہے جیسے :وَیَسْتَخْرِجُ ،مُسْتَخْرِجٌ ہے دونوں میں (یعنی مضارع اور اسم فاعل) پہلا حرف متحرک دوسرا ساکن تیسرا حرف متحرک چوتھا ساکن پانچواں اور چھٹا دونوں میں متحرک ہے۔

وَدُخُولِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِيْ أَوَّلِهَا:

(۲) نمبر دو: ان دونوں کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں یعنی جس طرح اسم فاعل کے شروع میں لام تاکید داخل ہوتا ہے اور اس کو اِنَّ زَیْدٌ لَقَائِمٌ پڑھتے ہیں اسی طرح فعل مضارع کے شروع میں بھی لام تاکید داخل ہوتا ہے اور اس کو اِنَّ زَیْدًا لَیَقُوْمُ پڑھتے ہیں۔

وَفِيْ تَسَاوِيْهِمَا فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ: (۳) نمبر تین :اور تعدد حروف میں یعنی جتنے حروف اسم فاعل میں ہوتے ہیں اتنے ہی حروف فعل مضارع میں بھی ہوں گے جیسے یَضْرِبُ میں چار ۴ حرف ہیں ضَارِبٌ میں بھی چار حرف ہیں۔یَسْتَخْرِجُ میں چھ حرف ہیں اور مُسْتَخْرِجٌ میں بھی چھ حرف ہیں۔

اور مضارع کی اسم فاعل کے ساتھ معنوی مشابہت بھی کئی طرح سے ہے۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے معنوی مشابہت صرف ایک چیز میں بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے۔

وَالْمَعْنَوِيُّ فِيْ أَنَّهُ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ كَاسْمِ الْفَاعِلِ

کہ جس طرح اسم فاعل زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ سے جب خالی ہو تو وہ حال اور استقبال کے معنی میں مشترک ہوتا ہے یعنی حال اور استقبال دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور جب اس کے اندر زمانے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ موجود ہو تو پھر اسم فاعل اسی مخصوص زمانے پر دلالت کرتا ہے۔اسی طرح فعل مضارع بھی جب زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ سے خالی ہو تو حال اور استقبال کے معنی میں مشترک ہوتا ہے اور جب اس پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ موجود ہو تو پھر اس خاص زمانے اور معنی پر دلالت کرتا ہے۔اسی طرح اشتراک کو

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے جیسے زید ضارب بعمرو یہاں پر دیکھیں اس مثال میں زمانے پر دلالت کرنے والا لوئی لفظ موجود نہیں ہے تو یہاں پر اسم فاعل حال اور استقبال دونوں معنوں میں مشترک ہوگا اور زید ضارب بعمرو اَمسِ تو یہاں پر اسم فاعل خاص گزشتہ کل کے زمانے سے ہے حال اور استقبال کے معنی میں مشترک نہیں ہے کیونکہ زمانے پر دلالت کرنے والا لفظ اَمسِ موجود ہے تو اس پر دلالت کرے گا خاص طور پر۔

اسی طرح مضارع کے اندر زید یضرب اَمسِ یہاں پر اس مثال میں بھی زمانے پر دلالت کرنے والا لفظ موجود ہے لہٰذا یہ خاص ہوگا اور اسی طرح زید یضرب بعمرو یہاں کوئی لفظ موجود نہیں ہے تو خاص ہوگا فعل مضارع حال اور استقبال کے معنی کے لئے۔

وَالسِّيْنُ وَسَوْفَ تُخَصِّصُهُ بِالْاِسْتِقْبَالِ:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ اگرچہ فعل مضارع حال اور استقبال کے معنی میں کر دیتے ہیں لیکن سین اور سوف مضارع کو استقبال کے معنی میں مشترک ہیں خاص کر کے۔اور یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ جب زمانے پر دلالت کرنے والا لفظ موجود ہو تو فعل مضارع خاص اسی معنی پر دلالت کرتا ہے اور اگر اس معنی یعنی زمانے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ موجود نہ ہو تو فعل مضارع حال اور استقبال کے درمیان مشترک ہوتا ہے۔

جیسے سَیَضْرِبُ اور سَوْفَ یَضْرِبُ اور اسی طرح لام مفتوحہ جب فعل مضارع پر داخل ہو جائے تو اس کو زمانۂ حال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے جیسے لَیَضْرِبُ لیکن یاد رکھیں یہ اس وقت ہوگا جب لام مفتوح فعل مضارع پر سین اور سوف کے ساتھ داخل نہ ہو۔وجہ یہ ہے کہ اگر سین اور سوف کے ساتھ لام مفتوح بھی داخل ہو جائے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد سورۃ الضحیٰ میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ (سورۃ ضحیٰ آیت:۵)

اور اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان علیشان سورۃ مریم میں ہے:

لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ (سورۃ مریم آیت:۶۶)

تو اس صورت میں لام مفتوحہ صرف تاکید کے لیے آتا ہے فعل مضارع کو استقبال کے معنی میں خاص کرنے کے لیے نہیں آتا۔

وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِيِّ نَحْوُ يُدَحْرِجُ وَ يُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ يُاَخْرِجُ وَ مَفْتُوْحَةٌ فِيْ مَا عَدَا كَيَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ اَلْبِنَاءُ لِمُضَارَعَتِهٖ ''اَیْ '' لِمُشَابَهَتِهٖ الْاِسْمَ فِيْ مَا عَرَفْتَ وَاَصْلُ الْاِسْمِ اَلْاِعْرَابُ وَذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنَ تَاكِيْدٍ وَلَا نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَاِعْرَابُهٗ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَّ نَصْبٌ وَ جَزْمٌ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ وَلَنْ يَضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ۔

ترجمہ:......اور حروف مضارع مرفوع ہوتے ہیں رباعی میں جیسے یُدَحْرِجُ اور یُخْرِجُ کہ اس کی اصل یُاَخْرِجُ ہے اور مفتوح ہوتے ہیں اس کے علاوہ میں جیسے یَضْرِبُ اور یَسْتَخْرِجُ فعل مضارع کونحویوں نے معرب بنا دیا ہے حالانکہ فعل کی اصل مبنی ہونا ہے بوجہ اس کے مضارع ہونے کے یعنی مشابہ ہونے کے اسم کے ساتھ جو آپ کو پیچھے بتا دیا اسم کی اصل معرب ہونا ہے اور یہ اس وقت ہے (فعل کا معرب ہونا) جب کہ ملا ہوا نہ ہو اس کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سالم اور فعل مضارع کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: رفع نصب جزم جیسے: یضرب بلن یضرب بلم یضرب۔

تشریح:

حُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف مضارع کا اعراب بیان فرما رہے ہیں یعنی وہ حروف جو فعل مضارع کے شروع میں آتے ہیں جن کا مجموعہ اتین ہے ان حروف کا کیا اعراب ہوگا اس بات کو صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما رہے ہیں کہ فعل مضارع جب رباعی سے ہو۔ (چار ۴ حرفی) تو آپ اس کے لیے ایک قاعدہ سمجھیں۔

قاعدہ:

قاعدہ یہ ہے کہ فعل ماضی جب چار حرفی ہو۔ (یعنی فعل ماضی میں چار حرف ہوں تو اس صورت میں جو ماضی سے فعل مضارع معروف بنے گا اس میں علامت مضارع مضموم ہوگی جیسے یُدَحْرِجُ اس کا ماضی دَحْرَجَ ہے اور یُخْرِجُ اس کا ماضی اَخْرَجَ ہے تو یہاں پر آپ دیکھیں کہ یخرج بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین حرفی ہے لیکن یہ حقیقت میں تین حرفی نہیں ہے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں یَاُخْرِجُ ہے تو باب کی موافقت کے لے شروع سے ہمزہ کو حذف کر دیا۔

وَمَفْتُوحَةٌ فِي مَاعَدَا فرماتے ہیں اگر ماضی میں تین ۳ حرف ہوں چار ۴ حرف نہ ہوں یا چار حرفی سے زائد ہوں تو پھر اس کے اندر جو علامت مضارع ہوگی مضارع معروف میں وہ مفتوح ہوگی جیسے :يَضْرِبُ ضَرَبَ ماضی سے بنا اور يَسْتَخْرِجُ اِسْتَخْرَجَ ماضی سے بنا۔ پہلا تین حرفی اور دوسرا چار حرفی سے زائد ہے۔تو رباعی کے علاوہ تمام جگہ علامت مضارع مفتوح ہوگی۔

وَاِنَّمَا اُعْرِبُوْهُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ اَلْبِنَاءُ: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے:

اعتراض:

یہ ہے کہ فعل کے اندر اصل یہ ہے کہ فعل مبنی ہو لیکن یہاں پر آپ نے فعل مضارع کو مبنی قرار دیا ہے؟

جواب:

یہ ہے کہ فعل مضارع کو جو ہم نے معرب قرار دیا یہ اس وجہ سے کہ اس کی مشابہت اسم فاعل کے ساتھ ہے اس وجہ سے اس کو معرب قرار دیا گیا کیونکہ اسم کے اندر اصل معرب ہونا ہے تو اس مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع کو بھی ہم نے معرب قرار دیا ہے۔

لیکن فعل مضارع کے معرب ہونے کے لیے شرط یہ ہے فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید، ثقیلہ خفیفہ اور نون جمع مؤنث ملی ہوئی نہ ہو اگر یہ ملے ہوئے ہوں گے تو فعل مضارع بھی مبنی ہوگا۔

وَاِعْرَابُهُ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فعل مضارع کے اعراب کو بیان فرمارہے ہیں کہ فعل مضارع پر تین طرح کا اعراب آیا ہے۔(۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم جیسے يَضْرِبُ لَنْ يَضْرِبَ لَمْ يَضْرِبْ گویا رفع حالت رفعی میں جب فعل مضارع عاملِ ناصب و جازم سے خالی ہو جیسے يَضْرِبُ

اور نصب حالت نصبی میں جب فعل مضارع پر حروف ناصبہ میں کوئی حرف آجائے جیسے لَنْ يَضْرِبَ۔

اور جزم حالتِ جزمی میں جب فعل مضارع پر حروف جازمہ میں سے کوئی ہے آجائے جیسے لَمْ يَضْرِبْ یا لَمَّا يَضْرِبْ

فصل فِيْ اَصْنَافِ إِعْرَابِ الْفِعْلِ:......وَ هِيَ اَرْبَعَةٌ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِالسُّكُوْنِ وَيَخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِيْحِ غَيْرَ الْمُخَاطِبَةِ يَقُوْلُ هُوَ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ وَالثَّانِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَالنَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَيَخْتَصُّ بِالتَّثْنِيَةِ وَ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِيْحًا كَانَ اَوْ غَيْرَهُ تَقُوْلُ هُمَا يَفْعَلَانِ وَلَمْ تَفْعَلَا وَلَمْ تَفْعَلُوْا وَلَمْ تَفْعَلِيْ وَالثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيَخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْيَائِيْ وَالْوَاوِيْ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ تَقُوْلُ هُوَ يَرْمِيْ وَيَغْزُوْ وَلَنْ يَرْمِيَ وَيَغْزُوَ وَلَمْ يَرْمِ وَيَغْزُ وَالرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقص الْاَلِفِيْ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَ مُخَاطَبَةٍ نَحْوُ هُوَ يَسْعٰى وَلَنْ يَسْعٰى وَلَمْ يَسْعَ۔

ترجمہ:......یہ فصل ہے فعل مضارع کے اعراب کی اقسام کے بیان میں اور وہ چار قسمیں ہیں:(۱) رفع ضمہ لفظی کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ۔اور اعراب کی یہ صورت جائز ہے مفرد صحیح کے ساتھ جب وہ مخاطبہ کا صیغہ نہ ہو جیسے: **هویضرب لن یضرب لم یضرب** اور دوسری قسم یہ ہے کہ رفع نون کو باقی رکھ کر اور نصب اور جزم نون کو حذف کر کے۔ اور اعراب کی یہ قسم خاص ہے تثنیہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث مخاطبہ کے ساتھ چاہے صحیح ہو یا غیر صحیح **هما یفعلان، هم یفعلون، أنت تفعلین** اور **لن یفعلا،لن یفعلوا،لن تفعلی،لم یفعلا،یفعلوا،لم تفعلی** تیسری قسم یہ ہے کہ حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ حالت نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے اعراب کی ناقص یائی اور واوی کے ساتھ جب وہ تثنیہ اور جمع اور مؤنث مخاطبہ کے علاوہ ہو جیسے **هو یرمی** اور **یغزو** اور **لن یرمی** اور **لن یغزو** اور **لم یرم** اور **لم یغزو** چوتھی قسم یہ ہے کہ حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ حالت نصبی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جزمی حذف لام کے ساتھ اور اعراب یہ قسم خاص ہے ناقص الفی کے ساتھ جب وہ تثنیہ جمع اور

مؤنث مخاطبہ کے علاوہ ہو۔ جیسے: ھُوَیَسعیٰ لَنْ یَسعیٰ اور لم یسعَ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فعل مضارع کے اعراب کے اعتبار سے چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) پہلی قسم: فصل فِی اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ

فعل مضارع کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ لفظی کے ساتھ ہو حالتِ نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزمی میں سکون کے ساتھ اور فعل مضارع کا یہ اعراب خاص ہے اس صحیح کے ساتھ جو ضمیر بارز سے خالی ہو اور وہ صیغہ واحد مؤنث مخاطبہ بھی نہ ہو جیسے ھُوَیَضْرِبُ حالت رفعی ہے اور لَنْ یَضْرِبَ حالت نصبی ہے اور لَمْ یَضْرِبْ حالت جزمی ہے۔

(۲) دوسری قسم: وَالثَّانِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ.....الخ

حالتِ رفعی نون کو باقی رکھ کر اور حالت نصبی وجزمی حذف نون کے ساتھ اور فعل مضارع کے اعراب کی یہ قسم خاص ہے تثنیہ اور جمع مذکر کے ساتھ اور مفرد مؤنث حاضر کے ساتھ چاہے وہ صحیح ہو یا غیر صحیح ہو جیسے ھُمَا یَفْعَلَانِ، ھم یفعلون، اَنت تفعلین یہ حالت رفعی ہے اور حالت نصبی وجزمی حذف نون کے ساتھ جیسے لَنْ یَفْعَلَا لَنْ یَفْعَلُوْا لن تفعلی اور لم یَفْعَلَا، لَمْ یفعلوا، لم تفعلی۔

(۳) تیسری قسم: اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّہ......الخ

اور تیسری قسم رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ۔ اور اعراب کی یہ قسم خاص ہے فعل مضارع میں سے ناقص واوی اور یائی کے ساتھ جو تثنیہ اور جمع اور صیغہ مؤنث حاضر نہ ہو جیسے حالتِ رفعی کی مثال ھُوَیَرْمِی ھُوَیَغْزُوْ ضمہ تقدیری کے ساتھ ہے اور حالتِ نصبی میں فتحہ لفظی جیسے لَنْ یَرْمِیَ لَنْ یَغْزُوَ اور حالت جزمی لَمْ یَرْمِ لَمْ یَغْزُ حذف لام کے ساتھ۔

(۴) چوتھی قسم: وَالرَّابِعُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّہ.....الخ

اور چوتھی قسم رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ۔ اور

اعراب کی یہ قسم خاص ہے فعل مضارع میں سے ناقص الفی کے ساتھ جو تثنیہ جمع اور مؤنث حاضر نہ ہو جیسے :ھُوَ یَسْعٰی حالت رفعی ہے ضمہ تقدیری ہے اور لَمْ یَسْعَ حالت جزمی ہے حذف لام کے ساتھ۔ لَنْ یَسْعٰی حالت نصبی ہے فتحہ تقدیری ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُہٗ مَعْنَوِیٌّ وَھُوَ تَجَرُّدُہٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ ھُوَ یَضْرِبُ وَیَغْزُوْ وَیَرْمِیْ وَیَسْعٰی۔

ترجمہ:......تیسری فصل ہے۔ فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور مضارع کا عامل ناصب وجازم سے خالی ہونا ہے جیسے ھُوَ یَضْرِبُ وَیَغْزُوْ وَیَرْمِیْ وَیَسْعٰی۔

فصل المرفوع

تشریح:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فعل مضارع کے عامل رافع کو بیان فرما رہے ہیں۔ فعل مضارع کے عامل رافع میں اختلاف ہے۔

کوفیین نحات رحمہم اللہ کا مذہب:

یہ ہے کہ فعل مضارع کا عامل ناصب وجازم سے خالی ہونا اس کا عامل رافع معنوی ہے یعنی وہ ہی اس کو رفع دیتا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فعل مضارع جب عامل ناصب وجازم سے خالی ہو تو فعل مضارع مرفوع ہوگا۔

نحات بصریین رحمہم اللہ کا مذہب:

یہ ہے کہ فعل مضارع کا اسم کی جگہ میں واقع ہونا اس کا عامل رافع ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ متکلم کو کلام کی ابتداء کرنے میں اختیار ہے کہ فعل سے کرے یا اسم سے کرے جب اس نے فعل سے شروع کیا تو گویا فعل اسم کی واقع ہوا تو اس وجہ سے اس کا اسم کی جگہ واقع ہونا ہی اس کا عامل رافع معنوی ہے۔

صاحب درایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ:

کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک بصریین نحات رحمہم اللہ کا قول پسندیدہ ہے۔ یَضْرِبُ ،یَغْزُوْ،یَرْمِیْ،یَسْعٰی

فَصْلُ الْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَكَيْ وَاِذَنْ وَاَنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ وَاَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذَنْ يَغْفِرُ اللهُ لَكَ۔

ترجمہ:......چوتھی فصل فعل مضارع منصوب کے عامل کے بیان میں۔فعل مضارع منصوب کے عامل (۵) پانچ حروف ہیں: اَنْ،لَنْ، کَیْ،اِذَنْ،اَنْ الْمقدرۃ جیسے: اُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ (میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ اچھائی کا معاملہ کریں) اَنَا لَنْ اَضْرِبَکَ میں تجھے ہرگز نہیں ماروں گا۔ اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ میں اسلام لایا تاکہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں اِذَنْ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ۔ تب تو اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرما دیں گے۔

تشریح:

فصل یہ چوتھی فصل ہے اور اس میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فعل مضارع کے عوامل ناصب کو بیان فرمایا ہے۔

اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُہٗ خَمْسَۃُ اَحْرُفٍ:

فعل مضارع منصوب کے عوامل پانچ حروف ہیں یعنی فعل مضارع کو نصب دین ے والے پانچ حروف ہیں:

(۱) اَنْ (۲) لَنْ (۳) کَیْ (۴) اِذَنْ (۵) اَنْ مُقَدَّرَۃٌ۔

یہ پانچ وہ حروف ہیں جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں:

(۱)...... پہلا حرف اَنْ ہے: جیسے اُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ اچھائی کریں۔

(۲)...... دوسرا حرف لَنْ ہے: جیسے وَ اَنَا لَنْ اَضْرِبَکَ میں ہرگز نہیں ماروں گا تجھے۔

(۳)...... تیسرا حرف کَیْ ہے: جیسے وَ اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں۔

(۴)...... چوتھا حرف اِذَنْ ہے: جیسا کہ وَاِذَنْ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ تو اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمادیں گے۔
اور اَنْ مُقَدَّرَۃٌ کی مثال آگے تفصیل سے آرہی ہے۔

فائدہ:

حروفِ ناصبہ میں سے جو اَنْ ہے یہ اصل ہے باقی تمام حروف اسی پر محمول ہیں۔ اور یہ اَنْ فعل مضارع کو یقینی طور پر نصب دیتا ہے جب کہ یہ خالی ہو فعل عَلِمَ سے اور فعل ظَنَّ سے۔ اگر یہ عَلِمَ اور فعل ظَنَّ کے بعد ہو گا تو پھر یہ نصب نہیں دے گا بلکہ اس صورت میں اَنْ مخففۃ من المثقلۃ ہو گا یعنی پھر یہ نصب نہیں دے گا جیسے قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:
''عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ'' یہاں پر دیکھیں مضارع مرفوع ہے کیونکہ یہ اَنْ مخففۃ من المثقلۃ ہے اَنْ ناصبۃ نہیں ہے اور جب فعل ظن کے بعد واقع ہو گا تو پھر دونوں اعراب جائز ہیں رفع بھی جائز ہے اور نصب بھی جائز ہے جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ یا سَیَقُوْمَ اور اس کی تفصیل بڑی کتابوں میں ان شاء اللہ آجائے گی۔
اور حروف ناصبہ میں سے دوسرا لفظ لَنْ ہے لَنْ یہ مطلقاً فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور فعل مضارع کو مستقبل منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اور اس کی جو نفی ہوتی ہے یہ زیادہ مؤکدہ ہوتی ہے لا سے یہ حرف لَنْ جو ہے یہ اصل میں کیا تھا؟

امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں حرف لَنْ ہی تھا اس میں کوئی تغیر نہیں ہے۔
امام فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لاَ تھا پھر الف کو نون سے بدل دیا تو لَنْ ہو گیا۔
امام خلیل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اصل میں لَا اَنْ تھا الف اور ہمزہ دونوں تخفیفاً خلاف قیاس حذف کر دیئے گئے تو لَنْ ہو گیا۔

تیسرا حرف کَیْ ہے یہ بھی مطلقاً مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کے معنی سببیت ہے یعنی اس کا ماقبل اس کے مابعد کے لیے سبب ہوتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ

اور چوتھا حرف اِذَنْ ہے اور یہ مضارع کو دو شرطوں کے ساتھ نصب دیتا ہے:
پہلی شرط:...... یہ کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر اعتماد کیے ہوئے نہ ہو یعنی مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو۔
دوسری شرط:...... یہ ہے کہ فعل مضارع مستقبل کے معنی میں نہ ہو اور نہ ہی حال کے معنی میں ہو۔ جیسے

اسلمت میں اسلام لایا تو یہ نہ مستقبل ہے نہ حال ہے لہٰذا جب یہ شرطیں نہیں پائی جائیں گی تو یہ حرف اپنے مابعد کو نصب نہیں دے گا جیسے کوئی آدمی کہے اَنَا اٰتِیْکَ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اِذَنْ اُکْرِمُکَ اس مثال میں انا مبتداء ہے اور اِذَنْ اُکْرِمُکَ اس کی خبر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں کئی کا مابعد کئی کے ماقبل کا معمول ہے۔ تو اسی طرح فعل مضارع اگر حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو تب بھی حرف کئی اس کو نصب نہیں دے گا جیسے آپ کہتے ہیں کسی سے اِذَنْ اَظُنُّکَ کَاذِبًا اِس میں تجھ کو اس وقت جھوٹا خیال کرتا ہوں۔

یہ فوائد صاحب درایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے ہیں:

وتقدر ان فی سبعة مواضع بعد حتی نحو اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ والام کی نحو قام زید لیذهب ولام الجحد نحو ما کان اللّٰهُ لیعذبهم والفاء الواقعة فی جواب الامر والنهی والاستفهام والنفی والتمنی والعرض نحو اسلم فتسلم ولا تعص فتعذب وهل تعلّم فَتَنْجُوَ وما تزورُنا فنكرمك ولیت لی مالا فانفقهٗ والا تنزل بنا فتصیب خیرا وبعد الواو الواقعة فی جواب هٰذه المواضع كذالك نحو اسلم وتسلم الٰی اٰخره وبعد او بمعنی الٰی ان اوالا ان نحو لَاُحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ وَواوِ العطف اذا كان المعطوف علیه اسما صریحا نحو اعجبنی قیامك وتخرج۔

ترجمہ:......اور اَنْ جو ہے یہ سات موقعوں پر مقدر ہوتا ہے: حتی کے بعد جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں۔ اسی طرح لا کئی کے بعد جیسے قام زید لیذهب زید کھڑا ہوا تا کہ وہ جائے۔ لام جحد کے بعد جیسے ماکان اللّٰہُ لیعذبھم نہیں ہے کہ اللہ ان کو عذاب دے۔ اس فعل کے بعد جو امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی، عرض کے جواب میں واقع ہو جیسے اَسْلِمَ فَتَسْلَمَ اسلام قبول کرلو تو سلامت رہے گا۔ و لَاتَعْصِ فتعذب نافرمانی نہ کرتا کہ ایسا نہ ہو کہ تجھے عذاب دیا جائے، اسی طرح و ھل تَعَلَّمُ فتخبو کیا تو علم حاصل کرتا ہے کہ نجات پائے اور ما تزورُنا فنكرمك تو ہماری زیارت کیوں نہیں کرتا کہ ہم تیرا اکرام کریں اور لیت لی مالا فانفقهٗ کاش میرے پاس مال ہوتا کہ میں اس کو خرچ کرتا۔ اور عرض کی مثال اَلَاتَنْزِلُ فَتُصِیْبُ خَیْرًا تو

ہمارے پاس کیوں نہیں آتا تا کہ تجھے بھلائی پہنچے۔اور اس واو کے بعد جو ان ہی چیزوں کے جواب میں آجائے تمام کی یہی مثالیں ہیں جیسے اَسْلِمْ وَتَسْلَمَ۔اور اس اَوْ کے بعد جو الٰی ان یا الّان کے معنی میں ہو جیسے لَاُحْبِسَنَّکَ اَوْتُعْطِیَنِی حَقِّیْ میں تجھے قید رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق دے دے۔و او عطف کے بعد جب اس کا معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اَعْجَبَنِی قِیَامُکَ وَتَخْرُجُ مجھے تعجب میں ڈالا آپ کے کھڑے ہونے اور نکلنے نے۔

تشریح:

وتقدر ان فی سبعۃ مواضع جیسا آپ کو بتایا تھا کہ حروف ناصبہ میں سے پانچواں حرف اَنْ مقدرہ ہے اور یہ بھی اَنْ ملفوظا کی طرح ہے یہ بھی مضارع کو نصب دیتا ہے اور یہ سات جگہوں میں مقدر ہوتا ہے (لفظوں میں نہیں ہوتا اس کو مقدر ماننا پڑتا ہے)۔

(۱) مقامات سبعہ میں سے پہلا مقام حتّٰی ہے۔

حتّٰی کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ میں کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے وہ دو معنی کے لیے آتا ہے۔ایک تو یہی جو اس مثال میں ہے حتّٰی بمعنی تا کہ۔ میں اسلام لایا تا کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔اور دوسرا معنی ہے یہاں تک جیسے مررت حتّٰی اَدْخُلَ البلد میں گزرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہو گیا۔

(۲)......مقامات سبعہ میں سے دوسرا مقام لام کئی ہے:

مقامات سبعہ میں سے جہاں اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے قام زید لیذھب یہاں لیذھب پر لام بمعنی کئی ہے اور اس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جس کی وجہ سے یذھب منصوب ہے۔تقدیری عبارت اس طرح ہے قام زید لِاَنْ یَذْھَبَ۔

(۳) مقامات سبعہ میں تیسرا مقام لامِ جحد ہے:

لغت میں جحد کا معنی انکار کا ہے اور اصطلاح میں لام جحد وہ ہے جو نفی کی تاکید کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ انہیں (بلاسبب) عذاب دے۔

ان تینوں کے بعد اَنْ کے مقدر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف جارہ ہیں اور حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا

لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے بعد اَنْ مصدر مقدر مانا جائے تا کہ وہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دے اور وہ مصدر مجرور واقع ہو۔

(۴) مقامات سبعہ میں سے چوتھا مقام فا ہے:

یعنی اس فا کے بعد بھی اَنْ مقدر ہو گا جو چھ چیزوں کے جواب میں آ گے گا۔

۱)......امر جیسے اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ اسلام قبول کر لے تو سلامت رہے گا۔

۲)......نہی جیسے وَ لَاتَعْصِ فَتُعَذَّبَ نافرمانی نہ کرتا کہ تجھے عذاب نہ ہو۔

۳)......استفہام کے بعد جیسے هَلْ تَعَلَّمَ فَتَنْجُوَ تو علم حاصل کیوں نہیں کرتا تا کہ نجات پالے۔

۴)......نفی کے بعد جیسے مَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ۔

۵)......تمنی کے بعد جیسے لیت لی مالا فانفقہ۔

۶)......عرض کے بعد جیسے اَلَاتَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْرًا۔

ان سب مثالوں میں جہاں فا ان چھ چیزوں کے بعد ہے ان اس لیے مقدر ہے کہ ان میں پہلا جملہ انشائیہ ہے اور دوسرا جملہ خبریہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جملہ خبریہ کا عطف جملہ انشائیہ پر ناجائز ہو تو اَنْ کو مقدر مانا جائے گا تا کہ مضارع مصدر کی تاویل میں ہو کر اس مصدر پر معطوف ہو۔ جو اس سے پہلے ہے جو جملہ انشائیہ سے جو سمجھا جاتا ہے اور اس وقت مفرد کا عطف مفرد پر ہو گا۔

(۵) مقامات سبعہ میں سے پانچواں مقام واوَ ہے:

اس واوَ کے بعد جو ان چھ چیزوں کے جواب میں آئے جن کا ذکر (فا) کے بیان میں ہوا ان کی صرف مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امثلہ

(۱) امر کی مثال جیسے: اَسْلِمْ وَتَسْلَمَ۔

(۲) نہی کی مثال جیسے: لَاتَعْصِ وَتُعَذَّبَ۔ (۳) استفہام کی مثال جیسے: هَلْ تَعَلَّمُ وَتَنْجُوَ۔ (۴) نفی کی مثال جیسے: وَمَاتَزُوْرُنَا وَنُكْرِمَكَ (۵) تمنی کی مثال جیسے: لَيْتَ لِيْ مَالًا وَ اَنْفِقَهٗ۔ (۶) عرض کی مثال جیسے: اَلَا

تَنْزِلَ بِنَا تُصِيْبَ خَيْرًا۔

(٦) مقامات سبعہ میں سے چھٹا مقام اَوْ ہے:

یعنی ایسے اَوْ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جو الیٰ اَن یا اِلَّا اَن کے معنی میں ہو یہ نہیں کہ اَن بھی ان دونوں کے معنی میں ہو جیسے کہ لَاَحْبِسَنَّکَ اَوْ تُعْطِيَنِی حَقِّیْ مِیں تجھ کو یہاں تک روکے رکھوں گا کہ تو میرا حق دے دے۔ تقدیری عبارت یہ ہے لَاَحْبِسَنَّکَ اِلٰی اَنْ تُعْطِيَنِیْ یا اِلَّا اَنْ تُعْطِيَنِی حَقِّیْ۔

(٧) مقامات سبعہ میں سے ساتواں مقام واوٗ عطف ہے:

یعنی جہاں اَنْ مقدر ہوتا ہے ان میں سے ساتواں مقام وہ واوٗ عطف ہے کہ اس کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے بلکہ اس کو آپ یوں کہہ لیں کہ تمام حروف عطف کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہوتا کہ فعل کا عطف اسم پر لازم نہ آئے اور جملے کا عطف مفرد پر نہ ہو۔ جیسے اَعْجَبَنِی قِيَامُکَ وَتَخْرُجُ مجھ کو تیرے کھڑے ہونے اور نکلنے نے تعجب میں ڈالا۔ اس مثال میں قِيَامُکَ اسم صریح ہے اور معطوف علیہ ہے اور تَخْرُجَ فعل معطوف ہے اور اس وقت فعل کا عطف اسم پر لازم آتا ہے اور اسی طرح جملے کا عطف مفرد پر لازم آتا ہے اور یہ ناجائز ہے لہٰذا واوٗ کے بعد اَنْ مقدر مانا جس سے تَخْرُجَ فعل مصدر کی تاویل میں ہو گیا اور اسم مفرد کا عطف اسم مفرد پر ہو گیا اور یہ جائز ہے تو یہ ہو گیا۔ اَعْجَبَنِی قِيَامُکَ وَخُرُوْجُکَ۔

ويجوز اظهار ان مع لام كي نحو اسلمت لان ادخل الجنة ومع واو العطف نحو اعجبني قيامُكَ وان تَخْرُجَ ويجب اظهار اَنْ في لام كي اذا اتصلت بلا النافية نحو لئلا يعلم واعلم اَنَّ اَنْ اَلْواقعة بعد العلم ليست هي الناصبةُ للفعل المضارع وانما هي المخففة من المثقلة نحو علمت ان سيقوم قال الله تعالىٰ :عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاَنْ اَلْوَاقِعَةِ بعد الظن جاز فيه الوجهان النصب بها وان تجعلها كالواقعة بعد العلم نحو ظننت ان سيقوم۔

ترجمہ:...... اور جائز ہے ظاہر کرنا اَن کو لام کی کے ساتھ جیسے اسلمت لِاَنْ ادخل الجنة اور واوٗ عطف کے ساتھ جیسے اعجبنی قِيَامُکَ وَاَنْ تَخْرُجَ واجب ہے ظاہر کرنا اَنْ کو لام کی میں جب اس کے ساتھ لائے نفی ملا ہو

جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ۔ تو جان لے کہ بے شک اَنْ جو عَلِمَ کے بعد ہو وہ اَنْ فعل مضارع کو نصب دینے والا نہیں ہے بلکہ وہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ جیسے علمت ان سیقوم اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی (سورۂ مزمل آیت: ۲۰ میں) اور جو اَنْ فعل ظن کے بعد اس میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) اس کو منصوب پڑھنا یا اس کو ایسا قرار دینا جیسے کہ وہ عَلِمَ فعل کے بعد ہو جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمَ یا اَنْ سَیَقُوْمُ۔

تشریح:

ویجوز اظہار ان مع لام کی:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ان جگہوں کو بیان فرما رہے ہیں جہاں اَنْ مقدرہ کو ظاہر کرنا جائز ہے اور وہ دو جگہیں ہیں۔ اَنْ مقدرہ کے ظاہر کر کے پڑھنے کی جوازی صورت۔

(۱)...... ویجوز اظہار ان مع لام کی لام کی کے ساتھ جیسے اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ۔

(۲)...... واؤ عطف کے ساتھ جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَاَنْ تَخْرُجَ

فائدہ:

جہاں لام زائد ہوتا ہے وہاں بھی اَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے اُرِیْدُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْبَلَدَ۔

ان مقدرہ کے اظہار کی وجوبی صورت:

وَیجب اظہار اَنْ......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ کو بیان فرما رہے ہیں جہاں اَنْ کو ظاہر کرنا واجب ہے اور وہ وہ جگہ ہے جب لام کی لائے نفی کے ساتھ ملی ہوئی ہو تو وہاں لام کی کے بعد اَنْ کو ظاہر کرنا واجب ہے تاکہ ایک ساتھ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ تقدیری عبارت ہے لِاَنْ لَا یَعْلَمَ یہاں پر نون کا لام میں ادغام ہوا ہے۔

واعلم اَنَّ اَنْ الواقعۃ اَنْ:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ دو قاعدے بیان فرما رہے ہیں اور یہ ہم ماقبل میں اشارۃً ذکر کر چکے ہیں۔

پہلا قاعدہ:

باب عَلِمَ اور اس کے مشتقات کے بعد جو اَنْ ہوتا ہے وہ اَنْ ناصبہ نہیں ہوتا یعنی وہ فعل مضارع کو نصب

دینے والا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے یعنی کہ وہ اَنْ خفیفہ بنا ہے ثقیلہ سے اور اس کے بعد ضمیر شان محذوف ہوتی ہے جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ میں نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ وہ کھڑا ہوگا اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى (سورۂ مزمل آیت نمبر: ۲۰)

اللہ تعالٰی نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے

دوسرا قاعدہ:

وَ اَنْ الواقعۃ بعد الظن جاز فیہ الوجہان ......الخ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ لفظ ظن اور اس کے مشتقات کے بعد جو اَن ہوتا ہے اس میں دو اعراب پڑھنا جائز ہے

(۱)...... یہ کہ وہ اَنْ ناصبہ ہو اور فعل مضارع کو نصب دے جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمَ۔

(۲)...... دوسرا اعراب یہ ہے کہ وہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہو اور اس صورت میں وہ فعل مضارع کو رفع جیسے: ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ۔

(فصل)......المجزوم عاملہ لم ولما ولام الامر ولا فی النهی و کلم المجازات وهی اِن ومهما واِذْ ما وَحَيْثُمَا واين ومتى وما ومَنْ وَاَ نّٰی وانی اِنْ المقدرة نحو لم يضرب ولما يضرب وليضربْ ولا تضرب واِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ الخ واعلم اَن لم تقلب المضارع ماضيا منفيا ولَمَّا كذالك الا اَنَّ فيها توقعا بعده ودواما مَا قبلہ نحو قام الامير ولما يركب وايضا يجوز حذف الفعل بعد لما خاصة تقول ندم زيد ولما اى ولما ينفعه الندم ولا تقول ندم زيد ولم...

ترجمہ:......یہ فصل ہے مضارع مجزوم کے عوامل کے بیان میں ۔لم لما لامر لائے نہیں اور و کلم المجازات اور یہ اِنْ مَهْمَا اِذْمَا حَيْثُمَا اَيْنَ مَتٰى مَا مَنْ اَیّ اَنّٰی اور اِنْ مُقَدَّرَہ ہیں ۔لم یضرب لما یضرب لیضرب لا تضرب اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ تو جان لے کہ بے شک لَمْ یہ مضارع کو ماضی منفی بنا دیتا ہے اور لَمَّا بھی

اسی طرح ہے مگر یہ کہ اس کے اندر فعل کے بعد توقع اور فعل سے پہلے دوام ہوتا ہے (جیسے قام الامیر لمایرکب) لیکن فرق صرف یہ ہے کہ لما سے پہلے توقع ہو اور لما کے بعد دوام ہوتا ہے۔ قام الامیر لمایرکب اور اسی طرح فعل کو حذف کرنا لما کے بعد یہ جائز ہے خاص طور پر لہٰذا آپ یہ کہہ سکتے ہیں ندم زید و لما زید پشیمان ہو اور و لما ای لماینفعہ الندم اس کو پشیمان ہونے نے کوئی فائدہ نہ دیا اور لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے ندم زید و لم۔

تشریح:

فصل المجزوم عاملہ ......الخ جیسا کہ پہلے آپ کو بتایا جا چکا ہے کہ مضارع پر تین طرح کا اعراب آتا ہے (۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم۔ رفع اور نصب کو بیان کرنے کے بعد صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فصل میں مضارع مجزوم کو بیان کیا ہے مضارع مجزوم پر جزم دینے والے (۲) دو طرح کے عامل داخل ہوتے ہیں جو مضارع کو جزم دیتے ہیں۔ (۱) حروف جازمہ اور وہ پانچ ہیں۔ لم لما، لام امر، لائے نہی اور اِنْ شرطیہ۔ لَمْ اور لَمَّا یہ دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے لم یضرب اس نے نہیں مارا۔ لمایضرب اس نے اب تک نہیں مارا۔

لام امر وہ لام مکسور ہوتا ہے جو فعل مضارع کے اندر طلب کا معنی پیدا کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسے لیضرب زیدٌ چاہیے کہ زید مارے۔

لائے نہی وہ لا ہے جو فعل مضارع میں ترک فعل کی طلب پیدا کرے جیسے لَاتَضْرِبْ تو مت مار۔

اور دوسرا عامل جازم کلمات مجاز ہیں: کلمات مجاز گیارہ ہیں:

(۱) اِنْ (۲) مَهْمَا (۳) اِذْمَا (۴) حَيْثُمَا (۵) اَيْنَ (۶) مَتٰى (۷) مَا (۸) مَنْ (۹) اَیٌّ (۱۰) اَنّٰى (۱۱) اِنْ مقدرہ۔

(۱) ان شرطیہ: جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ۔ (۲) مهما: جیسے مَهْمَا تَقْعُدْ اَقْعُدْ۔ (۳) اِذْمَا: جیسے اِذْمَا تُسَافِرْ اُسافر (۴) حیثما جیسے حیثما تَقْعُدْ اَقْعُدْ۔ (۵) اَيْنَ: جیسے اَيْنَ تَذْهَبْ اَذْهَبْ۔ (۶) متی: جیسے مَتٰى تَقُمْ اَقُمْ (۷) مَا: جیسے مَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ۔ (۸) من: جیسے مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ (۹) اَیٌّ: جیسے اَیَّ شَیْئٍ تَاْكُلْ اٰكُلْ۔ (۱۰) اَنّٰى جیسے اَنّٰى تَكْتُبْ اَكْتُبْ۔ (۱۱) ان مقدرہ: جیسے تَعَلَّمْ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ۔

واعلم أن لم تقلب المضارع ماضيا منفيا:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ لَمْ اور لَمَّا کے عمل کو اور ان کے درمیان فرق کو بیان فرمارہے ہیں تو یادرکھیں لَمْ اور لَمَّا دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتے ہیں جیسے لَمْ يَضْرِبْ اور لَمَّا يَضْرِبْ ان دونوں کا معنی ہے مَا ضَرَبَ تو اس بات میں تو دونوں مشترک اور متفق ہیں لیکن لَمْ اور لَمَّا ان دونوں میں تین طرح سے فرق ہے۔

(۱)...... پہلا فرق یہ ہے کہ لَمَّا کے اندر جو نفی ہوتی ہے یہ استغراق کے لیے ہوتی ہے یعنی تکلم کے پورے زمانہ ماضی میں فعل کی نفی ہوتی ہے۔ جیسے لَمَّا يَضْرِبْ اس نے اب تک نہیں مارا۔ اور لَمْ میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ فعل میں زمانہ ماضی کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے جیسے لَمْ يَضْرِبْ نہیں مارا اس ایک مرد نے۔

(۲)...... دوسرا فرق لَمَّا فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس میں زمانہ مستقبل میں کام کی توقع ہوتی ہے جیسے قَامَ الامیر لما یرکب امیر کھڑے ہوئے مگر اب تک سوار نہیں ہوئے یعنی اُمید توقع ہے کہ زمانہ مستقبل میں سوار ہوجائیں اور لَمْ میں ایسا نہیں ہے اس لیے کہ وہ فعل پر داخل ہوکر کام کے آئندہ واقع ہونے کی اُمید (توقع) پیدا نہیں کرتا جیسے قَامَ الامیر لَمْ یرکب اس میں کوئی اُمید نہیں کہ وہ آئندہ سوار ہو۔

(۳)...... تیسرا فرق یہ ہے کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو لَمَّا کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اس کی تقدیری عبارت ہے نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدْمُ زید پشیمان ہوا شرمندہ ہوا لیکن اب تک شرمندگی نے اس کو نفع نہیں دیا اور اس کے برخلاف لَمْ کے فعل کو کسی صورت میں حذف نہیں کر سکتے یہ جائز ہی نہیں لہٰذا نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ کہنا جائز نہیں ہے۔

واما كلم المجازات حرفا كانت او اسمًا فهي تدخل على الجملتين لتدل على أنَّ الاولى سبب للثانية وَتُسَمّٰى الاولى شرطًا والثّانية جزاءً ثم ان كان الشرط والجزآءُ مضارعين يجب الجزم فيهما لفظًا نحو إنْ تُكْرِمْنِيْ أُكْرِمْكَ وان كانا ماضيين لم تعمل فيها لفظًا نحو ان ضربتَ ضربتُ وان كان الجزآء وحده ماضيا يجب الجزم في الشرط نحو إنْ تَضْرِبْنِيْ ضربتك وان كان الشرط وحده ماضيا جاز في الجزآءِ الوجهان نحو جئتني أُكْرِمْكَ۔

ترجمہ:......اور کلمات مجازات چاہے حرف ہوں یا اسم ہوں یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تا کہ دلالت کریں اس بات پر کہ پہلا جملہ دوسرے کے لیے سبب ہے پہلے جملے کو شرط اور دوسرے جملے جزاء کہتے ہیں۔ پھر اگر شرط اور جزاء دونوں مضارع ہوں تو ان دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے اِنْ تُكْرِمْنِي أُكْرِمْكَ اور اگر دونوں ماضی ہوں تو یہ ان دونوں میں لفظاً عمل نہیں کریں گے جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ اور اگر صرف جزاء ماضی ہو تو جزم شرط میں واجب ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْنِي ضَرَبْتُكَ اور اگر صرف شرط ماضی ہو تو پھر جزاء میں دو اعراب جائز ہیں جیسے اِنْ جِئْتَنِي أُكْرِمْكَ اور أُكْرِمُكَ۔

تشریح:

واما کلم المجازات اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے کلمات مجازات جن کو کلمات شرط بھی کہا جاتا ہے) کا حکم بیان فرمایا ہے۔ یاد رکھیں کلمات مجازات دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) حرف (۲) اسم کلمات مجازات چاہے حرف ہو یا اسم ہوں یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور ان دو جملوں میں سے پہلے والا دوسرے والے کے لیے سبب ہوتا ہے اور پہلے والے جملے کو شرط اور دوسرے والے جملے کو جزاء کہتے ہیں۔

ثم ان کان الشرط والجزاء مضارعین...... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اعراب کے اعتبار سے کلمات مجازات کی چار حالتیں بیان فرماتے ہیں۔

(۱) پہلی حالت:

ثم ان کان الشرط اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو شرط اور جزاء دونوں میں جزم لانا واجب ہے جیسے: اِنْ تُكْرِمْنِي أُكْرِمْكَ

(۲) دوسری حالت:

وان کانا ماضیین اگر کلمات مجازات کے دونوں جملے ماضی ہوں۔ یعنی شرط اور جزاء دونوں ماضی ہوں تو کلمات مجازات لفظاً اس میں کوئی عمل نہیں کریں گے یعنی جزم نہیں دیں گے جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ کیونکہ ماضی مبنی ہوتا ہے اور مبنی الاصل ہے۔

(۳) تیسری حالت:

وان کان الجزاء وحدہ ماضیا اور اگر کلمات مجازات کا پہلا جملہ مضارع ہو یعنی شرط مضارع ہو اور جزاء

ماضی ہو تو پھر صرف شرط پر جزم لانا واجب ہے کیونکہ وہ مضارع ہے اور ماضی پر جزم نہیں آئے گا کیونکہ وہ مبنی ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْ ضَرَبْتُکَ۔

(۴) چوتھی حالت:

وان کان الجزآء وحدہ ماضیا اور اگر کلمات مجازات کا پہلا جملہ ماضی ہو اور دوسرا مضارع یعنی تیسری حالت کے بالکل اُلٹ۔ تو وہاں فعل مضارع میں جزم لانا اور رفع دونوں جائز ہیں جیسے اِنْ جِئْتَنِی اُکْرِمْکَ اور اِنْ جِئْتَنِی اُکْرِمُکَ دونوں طرح اس کو پڑھ سکتے ہیں ...... مرفوع اس لیے پڑھیں گے کہ مضارع اور کلمات مجازات کے درمیان ماضی آگیا تو اس کا عمل کمزور ہو گیا جیسے۔ اِنْ جِئْتَنِی اُکْرِمُکَ پڑھ سکتے ہیں اور جزم کی جگہ تو واضح ہے کہ یہ مضارع ہے اور مضارع معرب ہے اس پر ہر طرح کا اعراب آسکتا ہے۔

واعلم اَنَّهُ اِذَا كان الجزآءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لم يجز الفاء فيه نحو اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ قَالَ الله تعالٰى: وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا وان كان مضارعًا مثبتا او منفيا م بلا جازفيه الوجهان نحو ان تضربنى اضربك او فاضربك وان تشتمنى لا اضربك او فلا اضربك۔

ترجمہ: ...... تو جان لے کہ جب جزاء ماضی ہو بغیر قَدْ کے تو اس میں فا کو لانا جائز نہیں ہے جیسے اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو مَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا (سورۂ آلِ عمران آیت ۹۷) جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں ہو گا اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی ہو لا کے ساتھ تو جائز ہیں اس میں دو اعراب جیسے اِنْ تضربنی اضربک یا ان تضربنی فاضربک اگر تو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا اور وان تشتمنی لا اضربک یا اِنْ تشتمنی فلا اضربک۔ اگر تو مجھے گالی دے گا تو میں تجھے نہیں ماروں گا۔

تشریح:

واعلم اَنَّهُ اِذَا كان الجزآءُ یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ کلمات مجازات کی جزاء کے متعلق چند قواعد بیان فرما رہے ہیں۔

(۱) پہلا قاعدہ:

اِذَا كَانَ الجزآءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ پہلا قاعدہ ماضی کے متعلق ہے فرماتے ہیں جب کلمات مجازات کی جزا ماضی ہو اور وہ بغیر قَدْ کے ہو یعنی ماضی قریب نہ ہو تو جزاء پر ف کا داخل کرنا جائز نہیں ہے جیسے ان اکرمتنی اکرمتک اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔

(۲) دوسرا قاعدہ:

وان کان مضارعًا مثبتًا او منفیا دوسرا قاعدہ مضارع کے متعلق ہے کہ جب کلمات مجازات کی جزاء مضارع ہو چاہے مضارع مثبت ہو یا منفی ہو لیکن منفی لائے نفی کے ساتھ ہو تو اس پر دو طرح کا اعراب پڑھنا جائز ہے۔ یعنی جزاء پر ف بھی داخل کر سکتے ہیں۔ جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ فَاَضْرِبُکَ اور ان تشتمنی فلا اضرب بک اور بغیر ف کے پڑھنا بھی جائز ہے جیسے ان تشتمنی لا اضرب بک اور اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْکَ۔

فائدہ:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف شرط اگر جزاء میں مؤثر ہوں یعنی تاثیر کریں تو اس پر (ف) کا داخل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اسکا اثر اور عدم دونوں برابر ہوں تو پھر (ف) کا داخل کرنا یا نہ کرنا دونوں صحیح ہیں اور اگر وہ جزاء میں بالکل مؤثر نہ ہو تو پھر ف کا داخل کرنا واجب ہے۔

وان لم يكن الجزاءُ احدَ القسمين المذكورَيْنِ فيجب الفاءُ فيه وذٰلك فى اربع صور الاولى ان يكونَ الجزآءُ ماضيًا معَ قَدْ كقَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ والثانيه ان يكون مضارعا منفيا بغير لا كقولهٖ تعالٰى: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ والثانية ان يكون جملة اسمية كقولهٖ تعالٰى: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا والربعة ان يكون جملة انشائية اِمَّا اَمْرًا كقولهٖ تعالٰى: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ واِمَّا نهيًا كقولهٖ تعالٰى: فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ۔

ترجمہ:...... اور اگر جزاء مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی نہ ہو تو واجب ہے اس میں (ف) کا لانا اور

یہ چار صورتوں میں ہوتا ہے۔

(۱)......پہلی صورت یہ ہے کہ جزاء ماضی ہو قَد کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (سورۂ یوسف آیت:۷۷) اگر اس نے چوری کی ہے تو چوری کر چکا ہے اس کا بھائی اس سے پہلے۔

(۲)......دوسری صورت یہ ہے کہ جزاء مضارع منفی ہو بغیر لَا کے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۸۵) اور جو شخص طلب کرے گا اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

(۳)...... تیسری صورت: یہ ہے کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ (سورۂ انعام آیت:۱۶) جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس کا دس ۱۰ گنا ہوگا۔

(۴)...... چوتھی صورت: یہ ہے کہ جزاء جملہ انشائیہ ہو یا تو امر ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۳۱) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ یا نہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ (سورۂ ممتحنہ آیت نمبر ۱۰) پس اگر تم ان عورتوں کو مؤمن پاؤ تو واپس نہ کرو ان کو کفار کی طرف۔

تشریح:

وان لم یکن الجزآء الی اخرہ عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اگر جزاء ان تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی نہ تو وہ ماضی ہو بغیر قَدْ کے اور نہ مضارع مثبت ہو اور نہ مضارع منفی ہو لَا نفی کے ساتھ تو کلمات مجازات کی جزاء پر (ف) کا داخل کرنا واجب ہے اور یہ چار صورتوں میں ہوتا ہے۔

پہلی صورت: وان لم یکن الجزآء ماضیا معقد۔ جب شرط کی جزاء فعل ماضی ہو قَدْ کے ساتھ تو اس جزاء پر ف کا داخل کرنا واجب ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد قد لفظاً کی مثال جیسے اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ۔ اگر اسنے چوری کی ہے تو چوری کر چکا ہے اس کا بھائی اس سے پہلے اور قد لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ مقدر ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ گر اس کا کُرتا آگے سے پھٹا ہو تو وہ سچی ہے اس مثال میں صَدَقَتْ جزاء میں ف کو لایا گیا ہے اس لیے کہ اس سے پہلے قد مقدر ہے اصل میں ہے: فَقَدْ صَدَقَتْ۔

دوسری صورت: الثانیہ ان یکون مضارعا منفیا بغیر لا کہ جزاء فعل مضارع ہو لیکن لَا اور لَمْ کے ساتھ نہ ہو بلکہ مَا، لَنْ یا اِنْ نافیہ کے ساتھ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ یہاں پر حرف لَنْ داخل ہے مضارع ہے لَنْ کے ساتھ اور اس پر (ف) داخل ہے۔

تیسری صورت: والثالث ان یکون جملۃ اسمیۃ۔ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اس مثال میں دیکھیں عَشْرُ اَمْثَالِهَا جزا ہے جملہ اسمیہ ہے اس وجہ سے اس کے شروع میں (ف) کو لایا گیا۔

چوتھی صورت: والرابع ان یکون جملۃ انشائیۃ اما امراً۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جزا جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو یا نہی۔

امر کی مثال: جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

نہی کی مثال: جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ۔

وقد يقع اِذَا مع الجملة الاسمية موضع الفاء كقوله تعالىٰ: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ (سورۂ روم آیت نمبر: ۳۶)

اور کبھی واقع ہوتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فا کی جگہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ...... اور اگر پہنچ جائے ان کو برائی اس کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیج دیا تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فائدہ بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ کبھی شرط کی جزاء پر (ف) کی جگہ اِذَا آجاتی ہے لیکن اس کے لیے ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو اور اِذَا کے آنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ف تعقیب کے لیے آتی ہے اسی طرح اِذَا بھی تعقیب کے لیے آتی ہے۔ اور تعقیب کا مطلب

یہ ہے کہ ایک کام کرنے کے بعد دوسرے کام کے حدوث پر دلالت ہو۔ جیسے:

وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ (سورۂ روم آیت نمبر:۳٦)

اس میں إِذَا فَا کی جگہ ہے تقدیری عبارت فَهُمْ يَقْنَطُونَ۔

وانما تُقَدَّرُ اِنْ بعد الافعال الخمسةِ التی ھی الأُمر نحو تعلم تنج والنھی نحو لا تکذب یکن خیرالك والاستفھام نحو ھل تزورُنا نکرمك والتمنی نحو لیتك عندی اخدمك والعرض نحو الا تنزل بنا تصب خیرا وبعد النفی فی بعض المواضع نحو لا تفعل شرا یکن خیرا لك وذٰلك اذا قصد ان الاوّل سبب للثانی کما رأیت فی الامثلۃ فان معنی قولنا تعلم تنج ان تتعلم تنج وکذالك البواقی فلذالك امتنع قولُك لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لَامتناع السببیۃ اذ یصح ان یقال اَنْ لَّا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّار۔

ترجمہ:...... اور بے شک مقدر ہوتا ہے حرف اِنْ اُنْ پانچ افعال کے بعد جو یہ ہیں: (۱) مر جیسے تعلّم تنج علم حاصل کرلو نجات پاؤ گے (۲) نہی جیسے لاتکذب یکن خیر ا جھوٹ مت بولو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (۳) استفہام جیسے ھلتزورُنا نکرمک کیا تم ہم سے ملاقت کرو گے تو ہم تمہارا اکرام کریں؟۔ (۴) تمنی جیسے لیتک عندی اخدمک کاش آپ میرے پاس ہوتے میں آپ کی خدمت کرتا۔ (۵) جیسے الاتنزل بنا تصب خیر تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ تمہیں خیر پہنچے اور ان مقدر ہوتا ہے نفی کے بعد بعض جگہوں میں جیسے لاتفعل شر ا یکن خیر لک تم برائی مت کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور یہ یعنی مذکورہ مواقع میں ان کا مقدر ہونا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ یہ ارادہ کیا جائے کہ پہلا فعل دوسرے کے لیے سبب ہے جیسا کہ آپ نے مثالِ مذکورہ میں دیکھ لیا ...... کیونکہ ہمارے قول تعلم تنج کا معنی یہ ہے کہ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ کہ اگر تو علم حاصل کرے گا تو نجات پا جائے گا اور اسی طرح باقی ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ممتنع ہے تمہارا قول لاتکفر تدخل النار سببیت کے ممتنع ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ کہا جائے اِنْ لاتکفر تدخل النار کفر مت کرو تا کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ۔

تشریح:

اِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَةِ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ان مواضع کو بیان فرمایا جہاں اِنْ شرطیہ شرط کے ساتھ مقدر ہوتی ہے اور فعل مضارع کو جزم دیتی ہے اور صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے مواقع پانچ ہیں:

۱)......**الامر:** امر کے بعد جیسے **تَعَلَّمْ تَنْجُ** یہاں **تعلم** فعل امر کے بعد اِنْ حرف شرط، شرط کے ساتھ مقدر ہے اسی وجہ سے اس نے پہلے مضارع کو جزم دیا تقدیری عبارت اس طرح ہے: **تَعَلَّمْ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ** ۔

۲)......**نہی:** نہی کے بعد جیسے **لَاتکذب یکن خیر الک** اس مثال میں **لاتکذب** فعل نہی ہے اور حرف ان شرط کے ساتھ مقدر ہے اس وجہ سے **یکن** فعل مضارع مجزوم ہے تقدیری عبارت ہے **لَاتکذب ان لاتکذب یکن خیر الکِ**

۳)......استفہام کے بعد: جیسے **هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ** اس مثال میں **تزورنا** جملہ استفہامیہ کے بعد اِنْ شرط کے ساتھ مقدر ہے اسی وجہ سے نکرم فعل مضارع مجزوم ہے تقدیری عبارت ہے **هَلْ تَزُوْرُنَا اِنْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ**

۴)......تمنی کے بعد: جیسے **لیتک عندی اخدمک** اس مثال میں **لیتک عندی** تمنی کے بعد اِنْ شرط کے ساتھ مقدر ہے اسی وجہ سے اخدم فعل مضارع مجزوم ہے تقدیری عبارت ہے **لیتک عندی ان تکن عندی اخدمکِ**

۵)......عرض کے بعد: جیسے **الاتنزل بنا فتصب خیر** اس مثال میں **الاتنزل بنا** عرض ہے اس کے بعد اِنْ حرف شرط شرط کے ساتھ مقدر ہے اسی وجہ سے تصب فعل مضارع مجزوم ہے تقدیری عبارت ہے **الاتنزل بنا ان تنزل تصب خیرا** ۔

وبعد النفی فی بعض المواضع: اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ مذکورہ پانچ مقامات کے علاوہ نفی کے بعد بھی بعض مواضع ایسے ہیں کہ وہاں بھی ان شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے جیسے **لا تفعل شرا یکن خیرً لک** ۔ اس مثال میں **لاتفعل** فعل منفی کے بعد ان حرف شرط شرط کے ساتھ مقدر ہے اسی وجہ سے **یکن** فعل مضارع مجزوم ہے تقدیری عبارت ہے **لاتفعل شرا ان لاتفعل شرا یکن خیر لک** ۔

فائدہ:

صاحب درایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ هٰذَا لَمَا وَقَعَ فِی بَعْضِ النسخ هو سهو لأنّ تقديرَ اِنْ لَا يصحّ بعد النفي مطلقا كما سنذكر۔

خلاصہ: فرماتے ہیں کہ یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے سہو ہوا ہے صحیح بات یہ ہے کہ نفی کے بعد کسی بھی جگہ اِنْ شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اِنْ اُن چیزوں میں مقدر ہوتا ہے جن میں طلب کے معنی ہو اور نفی میں طلب کا معنی نہیں ہوتا بلکہ وہ خبر محض ہوتی ہے۔

وذٰلک اذا قصد ان الاوّل سبب للثانی.....الخ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مذکور پانچ مواقع میں ہر جگہ ان شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے شرط مقدر ہوتی ہے جب وہ شرط پائی جائے گی تو تب اِنْ شرط کے مقدر ہوتا ہے اور اگر نہیں پائی جائے گی تو پھر مقدر نہیں ہوگا اور وہ یہ ہے کہ پہلی چیز یعنی امر، نہی یہ جو بیان کیا یہ سارا وغیر ذالک جن کے بعد ان مقدر ہوتا ہے۔ اور دوسری چیز یعنی فعل مضارع۔ تو یہ پہلی چیز دوسری چیز کے لیے سبب ہو جیسا کہ آپ نے ان سب مثالوں میں دیکھ لیا کہ پہلی چیز دوسری چیز کے لیے سبب ہے اسی وجہ سے تَعَلَّمْ تَنْجُ اس میں تعلیم حاصل کرنے کو نجات کا سبب قرار دیا گیا اس لیے تعلم کے بعد ان شرط مقدر ہے تقدیری عبارت ہے تَعَلَّمْ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ۔ اور اگر پہلی چیز دوسری چیز کے لیے سبب نہ ہو تو وہاں ان شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوگا اسی وجہ سے لاتکفر تدخل النار یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ لاتکفر فعل نہی کے بعد اِنْ شرط کے ساتھ مقدر ہے تو اس کی اصل ہے لاتکفر ان لاتکفر تدخل النار اس لیے کہ یہاں پہلی چیز یعنی کفر کا نہ ہونا دوسری چیز یعنی دخول نار کا سبب نہیں ہے بلکہ کفر دخول نار کا سبب ہے لہٰذا یہاں لاتکفر فعل نہی کے بعد حرف ان کا شرط کے ساتھ مقدر ہونا محال ہے۔

الثالث الْاَمْرُ وهو صيغة يطلب بها الفعل من الفاعل بان تحذف من المضارع حرف المضارعة ثم تنظر فان كان مَابعد حرف المضارعة ساكنا زدت همزة الوصل مضمومةً ان انضم ثالثهٗ نحو انصر ومكسورة ان اِنْفَتَحَ او اِنْكَسَرَ كَاعلم واِضْرِبْ وَاِسْتَخْرِجْ وان كان متحركًا فلا حاجة الى الهمزة نحو عِدْ وَ حَاسِبْ والامْرُ من باب الافعال من القسم الثانی وهو

مبنیٌّ علی علامۃِ الجزم کاضْرِبْ وَاُغْزُ وَارِمِ واسعَ واضربا واضربوا واضربی۔

ترجمہ:.....تیسری قسم امر ہے۔ امر ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعے سے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے اس طور پر کہ مضارع سے حرف مضارع کو حذف کیا جائے پھر دیکھا جائے اگر اس کا مابعد ساکن ہو تو ہمزہ وصل مضموم اس کے شروع میں لگادیں گے اگر تیسرا حرف مضموم ہو جیسے اُنْصُرْ (تو مدد کر) اور ہمزہ وصل مکسور بڑھادیں گے اگر تیسرا حرف مفتوح ہو یا مکسور ہو جیسے اِعْلَمْ (تو جان) اِضْرِبْ (تو مار) اِسْتَخْرِجْ تو نکال) اور اگر حرف مضارع کے بعد والا حرف متحرک ہو تو ضرورت نہیں ہے ہمزہ کی جیسے عِدْ اور حَاسِبْ۔ اور باب افعال کا ہمزہ دوسری قسم کے قبیل سے ہے اور امر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ اُغْزُ اِرْمِ اِسْعَ اِضْرِبَا، اِضْرِبُوْا،

تشریح:

الثالث الْاَمْرُ.....الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فعل کی تیسری قسم امر کو بیان فرمارہے ہیں۔

امر کی تعریف:

وَ هُوَصِیْغَۃٌ یُطْلُبُ بِهَا الْفِعْلُ اِلٰی آخِرِہٖ امر ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعے سے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے۔

فوائد و قیود:

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے جب فرمایا **وَ هُوَصِیْغَۃٌ یُطْلُبُ بِهَا الْفِعْلُ** تو **الفعل** کے ذریعے سے نہی سے احتراز کیا گیا کیونکہ وہاں فاعل سے فعل طلب نہیں ہوتا بلکہ فعل کی نہی ہوتی ہے اور جب فرمایا **فاعل المخاطب** کہ فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے تو اس کے ذریعے سے احتراز کیا گیا اور امر غائب اور متکلم سے تو ان دونوں کو امر کی تعریف سے خارج کیا گیا.....اس لیے کہ امر غائب اور متکلم یہ درحقیقت مضارع بالام کے صیغے ہیں لیکن ان کے شروع میں لام امر آنے سے اس میں فعل کے طلب کے معنی پیدا ہو گئے اس لیے امر حاضر کی طرح ان کو بھی جملہ انشائیہ کہتے ہیں۔

بان تحذف من المضارع حرف المضارعۃ.....الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ امر حاضر بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امر حاضر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ امر حاضر کو مضارع معروف سے

بناتے ہیں اس طور پر کہ علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد دیکھیں گے کہ علامت مضارع کا مابعد متحرک ہے یا ساکن۔ اگر ساکن ہو تو اس کے شروع میں ہمزہ وصل مضموم لگا دیں گے شرط یہ ہے کہ مضارع کا تیسرا حرف یعنی عین کلمہ مضموم ہو۔ جیسے تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ اور اگر عین کلمہ مکسور ہو تو ہمزہ وصل مکسور کو شروع میں لے آئیں گے جیسے تَعْلَمُ سے اِعْلَمْ اور تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ تَسْتَخْرِجُ سے اِسْتَخْرِجْ اور اگر علامت مضارع کا مابعد متحرک ہو تو ہمزہ وصل لانے کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ صرف اس کے آخر میں وقف کر دیں گے جیسے تُحَاسِبُ سے حَاسِبْ اور تَعِدُ سے عِدْ۔

والامر من باب الافعال:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک شبہ (وہم) کو ختم کرنا چاہتے ہیں، شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ فعل مضارع سے امر حاضر بنانے کے جو دو طریقے بیان کیے ہیں (متحرک اور ساکن) تو باب افعال کا جو امر ہے یہ پہلے طریقے کے مطابق ہونا چاہیے کیونکہ جب آپ باب افعال علامت مضارع کو حذف کر دیں گے تو اس کا مابعد تو ساکن رہ جائے گا جیسے آپ پڑھتے ہیں اَفْعَلَ یُفْعِلُ، اَکْرَمَ یُکْرِمُ علامت مضارع کو حذف کر دیا تو بعد والا حرف تو ساکن ہے تو اب ہونا تو یہ چاہیے کہ پہلے طریقے کے مطابق ہمزہ وصل لانا پڑے شروع میں لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ امر بنانے کے جو دو طریقے بیان کیے گئے ہیں اس میں باب افعال کا جو امر ہے وہ دوسرے طریقے کے مطابق ہونا چاہیے۔ یعنی علامت مضارع حذف کرنے کے بعد باب افعال کا جو بعد والا حرف ہے وہ ساکن نہیں ہے وہ متحرک ہے اس لیے اس کو دوسرے طریقے کے مطابق ہونا چاہیے۔ کیونکہ باب افعال میں جو فعل مضارع کا واحد متکلم کا صیغہ ہے اس میں دو ہمزہ ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں اور دو ہمزوں کا ایک ساتھ جمع ہونا کلام عرب میں ناپسندیدہ ہے اس لیے واحد متکلم کے صیغے سے باب افعال کے ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا جاتا ہے پھر باب کی موافقت کی خاطر سب صیغوں سے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا جیسے تکرم تکرمان یہ اصل میں تُاَکْرِمُ تُاَکْرِمَانِ ہیں تو علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد والا حرف اصل میں متحرک ہے ہمزہ ہے اس لیے باب افعال سے امر بناتے وقت شروع میں ہمزہ وصل نہیں لگایا جائے گا بلکہ باب افعال کے ہمزے کو ہی جو قطعی ہے اس کو باقی رکھا جاتا ہے یہ ہمزہ وصلی نہیں ہے کہ گرا دیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ قرآن کریم میں بارہا آیا ہے وقف وصل ہر حالت میں یہ ہمزہ باقی رہتا ہے اس لیے کہ یہ قطعی ہے وصلی نہیں۔ یہ جو اَقِمْ ہے یہ اصل میں تُاَقِیمُ مضارع تھا ہمزہ کو گرا دیا پھر امر بنا تُقِیْمُ سے علامت مضارع

حذف کر کے اس کی جگہ ہمزہ قطعی کو واپس لگا دیا گا۔

و ھومبنی علی علامۃ الجزم

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ امر حاضر کا حکم بیان فرمار ہے ہیں کہ امر حاضر علامت جزم کے ساتھ مبنی ہوتا ہے علامت مضارع تین ہیں:

۱)......سکون جیسے اِضْرِبْ اُنْصُرْ اِعْلَمْ۔

۲)......لام کلمے کے حذف کے ساتھ جیسے اُغْزُ اِرْمِ اِسْعَ۔

۳)......نون اعرابی کے ساتھ حذف کے جیسے اِضْرِبَا اِضْرِبُوا اِضْرِبِی اُغْزُوا اُغْزُوْا اُغْزِیْ

(فَصْلٌ) ......فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَاُقِيْمَ الْمَفْعُوْلَ مَقَامَهُ وَيُخْتَصُّ بالمتعدى وَعَلَامتُهُ فى الماضى ان يكون اولهُ مضمومًا فقط وَمَا قبل آخِرِهٖ مكسورا فى الابواب التى ليست فى اوائلها همزة وصل ولا تاء زائدة نحو ضُرِبَ وَدُحْرِجَ وَاُكْرِمَ وان يكون اولهٗ وثانية مضمومًا وَمَا قبل اخره كذٰلك فيما فى اوله تاءٌ زائدة نحو تُفُضِّلَ وَتُضُوْرُبَ وَاَنْ يَكُوْنَ اوله وثالثه مضمومًا وَمَا قبل اٰخره كذٰلك فى ما فى اوّله همزة وصلٍ نحو استخرج وَاُقْتُدِرَ وَالهمزة تتبع المضموم ان لم تدرج۔

ترجمہ:......یہ چھٹی فصل ہے۔(فِعْلُ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُہٗ)وہ ایسا فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو (اس کے موضع) اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہو اور خاص کیا جاتا ہے فعل مجہول کو متعدی کے ساتھ اور اس کی علامۃ ماضی میں ہے کہ اس کا صرف پہلا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر سے پہلے والا حرف مکسور ہو ان ابواب میں جن کے شروع میں نہ ہمزہ وصل ہو نہ تاء زائدہ ہو جیسے ضُرِبَ دُحْرِجَ اُکْرِمَ،اور یہ کہ اس کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخری حرف کا ماقبل مکسور ہو ان ابواب میں جن کے شروع میں تاء زائدہ ہے جیسے تُفُضِّلَ تُضُوْرِبَ اور یہ کہ اس کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو اور اس کا آخری حرف کا ماقبل مکسور ہو ان ابواب میں جن کے شروع میں ہمزہ وصل ہے جیسے اُسْتُخْرِجَ اُقْتُدِرَ، اور ہمزہ وصل مضموم حرف کے تابع ہوتا ہے جب کہ جملے کے

درمیان میں واقع نہ ہو۔

تشریح:

فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ اس سبق کو سمجھنے کے لیے بطور تمہید کے ایک دو باتیں سمجھ لیں۔

پہلی بات:...... فعل کی دو قسمیں ہیں۔ فعل معروف۔(۲) فعل مجہول۔

فعل معروف:...... وہ ہے جس کا فاعل مذکور ہو۔ جیسے ضَرَبَ وغیرہ۔

فعل مجہول:...... وہ اس کو فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ بھی کہا جاتا ہے جس کی تعریف کتاب میں مذکور ہے کہ جس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ وغیرہ۔

دوسری بات:...... فعل مجہول صرف متعدی سے آتا ہے لازم سے نہیں آتا کیونکہ فعل لازم میں تو فعل فاعل پر بات پوری ہو جاتی ہے مفعول کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تو پھر مفعول کو کیسے فاعل کی جگہ پر رکھا جائے گا۔ اور فعل مجہول کی پھر دو قسمیں ہیں: (۱) ماضی مجہول۔(۲) مضارع مجہول۔

وَعَلَامَتُهُ فِي الْمَاضِي یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فعل مجہول کے بنانے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ فعل ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جن ابواب کے شروع میں ہمزہ وصل اور تاء زائدہ نہ ہو وَعَلَامَتُهُ فِي الْمَاضِي اَنْ يَكُونَ اَوَّلُهُ مَضْمُومًا فَقَطْ وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ اِلٰى آخِرِهِ ان میں فعل ماضی معروف کے پہلے حرف کو ضمہ اور آخری حرف کے ماقبل کو کسرہ دے دو جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ، دَحْرَجَ سے دُحْرِجَ، اَكْرَمَ سے اُكْرِمَ۔

وَاَنْ يَكُونَ اَوَّلُهُ وَثَانِيْهِ مَضْمُومًا وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ الخ...... دوسرا طریقہ اور جن ابواب کے شروع میں تاء زائدہ ہو ان میں فعل ماضی معرف کے شروع میں پہلے حرف اور دوسرے حرف کو ضمہ دے دیں آخری حرف کے ماقبل کو کسرہ دو اگر وہ مکسور نہ ہو۔ جیسے تَفَضَّلَ سے تُفُضِّلَ اور تَضَارَبَ سے تُضُوْرِبَ اس باب کے شروع کے دونوں حرف اس لیے مضموم ہوں گے کہ اس کا التباس باب تفعیل اور باب مفاعلہ کے ساتھ نہ آئے کیونکہ باب تفعیل سے تَفَضَّلَ گر لائیں گے تو اس کا التباس پھر آئے گا تفاعل کے ساتھ اور ضَارَبَ ضُارِبَ تو گر وہاں یہ دونوں الفاظ مضموم نہیں ہوں گے تو اس کا التباس آئے گا باب مفاعلہ کے ساتھ۔

تیسرا طریقہ:...... وَاَنْ يَكُونَ اَوَّلُهُ وَثَالِثُهُ مَضْمُومًا وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ كَذَالِكَ...... الخ اگر ماضی ان ابواب میں سے ہو جن کے شروع میں ہمزہ وصل ہو تو اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ماضی معروف کا پہلا اور تیسرا (دونوں) حرف مضموم ہوں گے اور آخر سے پہلے والا حرف مکسور ہوگا جیسے اِسْتَخْرَجَ سے اُسْتُخْرِجَ اور اور

اِقْتَدَرَ سے اُقْتُدِرَ۔ یہ پہلا اور تیسرا حرف دونوں اس وجہ سے مضموم ہوں گے کہ اگر اس میں تیسرا حرف مفتوح ہو تو اس کا التباس اس باب امر کے ساتھ آئے گا حالت وصل میں۔

والھمز تتبع المضموم الخ فعل مجہول میں ہمزہ وصل اگر تلفظ میں ساقط نہ ہو تو وہ حرکت میں مضموم حرف کے تابع ہوتا ہے مکسور حرف کے تابع نہیں ہوگا۔ کیونکہ تقدیر کسرہ کی صورت میں ضمہ کی طرف جانا پڑے گا اور یہ بات نحویین کے ہاں بری سمجھی جاتی ہے۔

وفی المضارع ان یکون حرف المضارعة مضموما وما قبل اٰخرہ مفتوحًا نحو یُضْرَبُ وَ یُسْتَخْرَجُ اِلّا فی باب المفاعلة والافعال والتفعیل والفعللة وملحقاتھا الثمانیة فان العلامة فیھا فتح ما قبل الاٰخر نحو یُحَاسَبُ وَیُدَحْرَجُ۔

ترجمہ:......اور فعل مضارع میں اس کی علامت یہ ہے کہ علامت مضارع مضموم ہو اور اس کے آخری حرف کا ماقبل مفتوح ہو جیسے یُضْرَبُ اور یُسْتَخْرَجُ مگر باب مفاعلہ باب تفعیل باب افعال اور باب فعللة اور اس کے آٹھوں ملحقات میں اس لیے کہ ان ابواب کے آخری حرف کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے جیسے یُحاسب اور یُدَحْرَجُ

تشریح:

وفی المضارع ان یکون......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فعل مجہول بنانے کا طریقہ بیان کرتے ہیں فعل مضارع مجہول بنانے کے دو طریقے ہیں:

(۱)......نمبر ایک اَنْ یَّکُوْنَ حَرْفُ مُضَارِعِہٖ مَضْمُوْمًا اِلٰی اٰخِرِہٖ کہ اگر فعل مضارع باب مفاعلة افعال، تفعیل اور الفعللة میں سے نہ ہو تو علامت مضارع مضموم اور ماقبل اخر مفتوح ہوگا جیسے یُضْرَبُ، یُسْتَخْرَجُ

دوسرا طریقہ:......اور اگر مضارع باب افعال، مفاعلہ، تفعیل اور فعللة اور باب فعللہ کے ملحقات میں سے ہو تو اس کو بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں اخر سے پہلے والا حرف مفتوح ہوگا۔ باقی کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ کیونکہ ان ابواب میں جو علامت مضارع ہے وہ فعل معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے یعنی اس کو ضمہ دینے کی

ضرورت نہیں ہے وہ پہلے سے مضموم ہے صرف ماقبل آخر کو فتحہ دے دیں گے جیسے یُحَاسِبُ سے یُحَاسَبُ اور یُدَحْرِجَ سے یُدَحْرَجَ۔

وفی الاجوف ماضیه قیل وبیع وبالاشمام قیل وبیع وبالواو قُوْلَ وبُوْعَ وکذٰلك باب اختیر وانقید دون استخیر واُقیم لفقد فُعِلَ فیها وفی مضارعة تقلب العین الفا نحو یقال ویباع کما عرفت فی التصریف مستقصًی۔

ترجمہ:......اور اجوف کی ماضی میں فعل مجہول قیل اور بیع اور اشمام کے ساتھ قیل اور بیع اور واؤ کے ساتھ جیسے قُوْلَ اور بوعَ آتا ہے اور اسی طرح باب اختیر اور انقید لیکن باب استخیر اور اقیم ان میں فُعِلَ کے وزن کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور اجوف کے مضارع میں بدل دیا جائے گا عین کلمہ کو الف کے ساتھ جیسے یقال اور یباع جیسا کہ آپ جان چکے ہیں علم الصرف میں پورے طور پر۔

تشریح:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ماضی مجہول اور مضارع مجہول کے اجوف ہونے کی صورت میں ان کے مضارع مجہول بنانے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر ماضی اجوف ہو تو ماضی مجہول کے پڑھنے کے تین طریقے ہیں:

۱)...... فا کلمہ کے کسرے کے ساتھ چاہے اجوف واوی ہو یا یائی جیسے قیل، بیع، قیل اصل میں قول تھا اور بیع اصل میں بُیِعَ تھا۔

۲)...... وبالاشمام اشمام کے ساتھ۔ اشمام کا مطلب یہ ہے کہ ضمہ کے اندر کسرے کی بُو آنی چاہیے۔

۳)...... وبالواو واؤ کو باقی رکھ کر...... جیسے قُوْلُ، بُوْعَ اور اسی طرح باب اختیر کے اندر یہ سب صورتیں چل سکتی ہیں تو اس کو اس طرح پڑھ سکتے ہیں اختیر اور انقید۔

تفصیل:

اس کی یہ ہے کہ جس طرح ثلاثی مجرد کے اجوف کے ماضی مجہول میں تین صورتیں جائز ہیں اسی طرح باب افعال اور انفعال کا جو اجوف ماضی مجہول ہے اس میں بھی سب صورتیں جائز ہیں جیسے اختیر، انقید اور اختور اور انقود تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں لیکن دون استخیر و اُقیم باب استفعال اور باب افعال اجوف کی ماضی

مجہول میں صرف ایک صورت جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ واؤ اور یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دیں گے پھر اجوف واوی میں بقاعدہ میزان واؤ کو یاء سے بدل دیں گے جیسے اقیم اور اجوف یائی میں یاء کو اپنی حالت پر رکھا جائے گا جیسے استخیر باب افعال اور باب استفعال کے ماضی کے اجوف میں آخر کی دونوں صورتیں جائز نہیں ہیں۔اسی وجہ سے استخیر اور اقیم اشمام کے ساتھ اور استخور اور اقوم یہ اس طرح نہیں کہہ سکتے وجہ یہ ہے کہ اخر کی دونوں صورتیں وہاں جائز ہیں جہاں ماضی مجہول میں فعل کا وزن پایا جائے یعنی جہاں واؤ اور یاء کا ما قبل مضموم ہو اور چونکہ باب افعال اور باب استفعال کی ماضی مجہول میں فعل کا وزن ہی نہیں پایا جاتا مطلب یہ کہ اس میں واؤ اور یا کا ماقبل مضموم نہیں ہوتا بلکہ ساکن ہوتا ہے اس لیے اس میں اخر کی دونوں صورتیں جائز نہیں ہیں۔

وفی مضارع عنقلب العین......الخ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اجوف کے مضارع مجہول کا طریقہ بیان فرما تے ہیں کہ اجوف کا جو مضارع مجہول ہے اس میں عین کلمے کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد عین کلمے کو الف سے بدل دیں گے جیسے یُقَالُ ،یُبَاعُ کہ یُقَالُ اصل میں یُقْوَلُ تھا واؤ متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن لہٰذا واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد واؤ کو الف سے بدل دیا تو یُقَالُ ہو گیا۔یُبَاعُ اصل میں یُبْیَعُ تھا۔ی متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن لہٰذا ی کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی اور یاء کو الف سے بدل دیا تو یُبَاعُ ہو گیا۔

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ساری جو تعلیلات ہیں تفریقات ہیں اور جو ابواب کے ملحقات ہیں ان کا تعلق علم الصرف سے ہے جو آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

فصل الفعل اما متعد وهو ما يتوقف فهم معناه على متعلق غير الفاعل كضرب واما لازم وهو ما بخلافه كقعد وقام والمتعدى قد يكون الى مفعول واحد كضربَ زيد عمروًا والى مفعولين كَاَعْطٰى زَيْدٌ عَمْرًوا دِرْهَمًا۔

ترجمہ:......فعل یا تو متعدی ہوگا اور وہ یہ ہے جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف ہو جیسے ضَرَبَ اس نے مارا۔ یا لازم ہوتا ہے اور لازم وہ ہوتا ہے جو اس کے برخلاف جیسے قَعَدَ وہ بیٹھا قَامَ وہ کھڑا ہوا۔ اور متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا مارا زید نے عمرو کو اور کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًوا دِرْهَمًا دیا زید نے عمرو کو درہم

دیئے۔

تشریح:

الفعل اما متعدو هو ما يتوقف......الخ

قید:...... کے اعتبار سے فعل کی دو قسمیں ہیں (۱) فعل لازم (۲) فعل متعدی

فعل متعدی کی تعریف:

فعل متعدی اس فعل کو کہتے ہیں جس کا سمجھنا فاعل کے بجائے مفعول پر موقوف ہو۔ جیسے **ضَرَبَ** کا سمجھنا **مَضْرُوْب** پر موقوف ہے **ضَارِب** پر موقوف نہیں۔

فعل لازم کی تعریف:

فعل لازم وہ ہے جو فعل متعدی کے خلاف ہو یعنی اس کا سمجھنا فاعل پر موقوف ہو مفعول کی اس کو ضرورت نہ ہو جیسے **قَعَدَ** وہ بیٹھا اور **قَامَ** وہ کھڑا ہوا تو یہ دونوں ایسے فعل ہیں کہ ان کا سمجھنا مفعول پر موقوف نہیں ہے۔

فائدہ:

فائدے کے طور پر یہ بات یاد رکھیں کہ کبھی کبھی فعل لازم کو چند چیزوں کی بناء پر متعدی بنا دیا جاتا ہے۔

(۱)..... حرف جر کے ساتھ جیسے **ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ** میں لے گیا زید کو اور **ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ** اللہ لے گیا ان کے نور کو۔

(۲)..... ہمزہ افعال کے ساتھ جیسے **اَذْهَبْتُ زَيْدً**۔

(۳)..... تکرار حروف عین کے ساتھ یعنی حرف عین مکرر ہو جیسے **فَرَّحْتُ زَيْدًا**۔

(۴)..... یا الف مفاعلۃ کے ساتھ جیسے **مَاشَيْتُهٗ** میں نے نے چلنے میں اس کی پیروی کی۔

(۵)..... سین استفعال کے ساتھ **اِسْتَخْرَجْتُهٗ**

(٦)..... یا ایسے فعل لازم کے ساتھ جو متعدی کے معنی کو متضمن ہو جیسے **رَحُبَتْكُمْ** یعنی وسیع ہوا تو یہ چھ اسباب ہیں جس سے فعل لازم متعدی بن جاتا ہے۔

اور فعل متعدی دو چیزوں کی بناء پر فعل لازم بن جاتا ہے (۱) نون انفعال کے ساتھ جیسے **انقطع** (۲) تاء

تفعل کے ساتھ جیسے تَدَحْرَجَ۔

والمعتدی قدیکون الی مفعول واحد......الخ

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فعل متعدی کی اقسام کو بیان فرمایا ہے۔ فعل متعدی کی چند قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم:

والمعتدی قدیکون الی مفعول واحد کضرب زید عمرو فرماتے ہیں کہ فعل متعدی کبھی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًو مارا زید نے عمر کو۔ یہاں فعل متعدی ہے ایک مفعول کی طرف۔ ضَرَبَ فعل زیدٌ فاعل عمرًو امفعول بہ۔

(۲) دوسری قسم:

والمعتدی قدیکون الی مفعولین کاعطیٰ زَیْدٌ عَمْرًو درهَمًا۔

اور کبھی دو مفعولوں کی طرف فعل متعدی ہوتا ہے جس میں ایک مفعول پر اکتفا جائز ہے جیسے اعطیتُ زَیْدًا دَرْهَمًا

اس مثال میں ہم اعطیتُ زَیْدًا بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہاں ایک مفعول پر اکتفاء بھی جائز ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں پر جو مفعول ثانی ہے وہ مفعول اول کا غیر ہے جیسے دِرْهَمًا زید کا غیر ہے تو وہاں ایک مفعول پر اکتفاء جائز ہے۔

بخلاف باب علمت والی ثلثة مفاعیل نحو اعلم الله زیدًا عمرًوا فاضلا ومنه اری وانبا ونبا واخبر وخبر وحدث وهٰذه السبعة مفعولها الاول مع الأخيرين كمفعولَیْ اعطیت فی جواز الاقتصار علی احدهما تقول اعلم الله زیدا والثانی مع الثالث کمفعولَیْ علمت فی عدم جواز الاقتصار علی احدهما فلا تقول اعلمت زیدا خیر الناس بل تقول اعلمت زیدا وعمروا

خير الناس۔

ترجمہ:......بخلاف باب علمتُ کے اور کبھی تین مفعولوں کی طرف وہ متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم الله زيدًا عمروًا فاضلا اللہ تبارک وتعالیٰ نے زید کو خبر دی عمر کے فاضل ہونے کی اور اسی قبیل سے ہیں ارٰی، أنبأ، نبأ، أخبر، خبر، حدث اور ان ساتوں افعال کا مفعول اول آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ باب اعطیت کے دومفعولوں کی طرح ہے کہ ان میں سے ایک پر اکتفاء کے جائز ہونے میں آپ کہہ سکتے ہیں اعلم الله زيدًا اللہ نے زید کو خبر دی۔ اور ان کا دوسرا مفعول تیسرے مفعول کے ساتھ باب علمت کے مفعول کی طرح ہے کہ ان میں سے ایک پر اکتفاء کے جائز نہ ہونے کے سلسلے میں۔ پس آپ یہ نہیں کہہ سکتے اعلمت زيدًا خير الناس بلکہ یوں کہیں گے اعلمت زيدًا عمرًوا خير الناس۔ میں نے زید کو خبر دی عمرو کے لوگوں میں سب سے بہتر ہونے کی۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فعل کے متعدی ہونے کی تیسری قسم کو بیان فرمایا ہے۔

بخلاف باب علمت......الخ فرماتے ہیں کہ تیسری قسم یہ ہے کہ ایسا فعل متعدی جس کے دومفعول ہوں یعنی ایسا فعل جو دومفعولوں کی طرف متعدی ہو اور اسمیں ایک مفعول پر اکتفاء جائز نہ ہو اور یہ صورت باب علمت میں ہوتی ہے کیونکہ باب علمت میں مفعول ثانی مفعول اول کا غیر نہیں ہوتا بلکہ وہ دونوں ایک ہی چیز ہوتے ہیں جیسے مثال: علمت زيدًا فاضلا۔

اس مثال میں زید اور فاضلا ایک ہی چیز ہے دونوں سے ایک ہی چیز مراد ہے لہذا علمت زيدا کہنا جائز نہیں ہے۔ یعنی ایک مفعول پر اکتفاء جائز نہیں ہے۔

والى ثلثة مفاعيل: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فعل متعدی بسہ مفعول کو بیان فرمارہے ہیں۔ یعنی چوتھی قسم کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی وہ فعل جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور یہ سات افعال میں ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) ارٰی (۲) أَنْبَأَ (۳) نَبَأَ (۴) أَخْبَرَ (۵) خَبَّرَ (۶) حَدَّثَ اور (۷) اعلم۔

ارٰی اور اَعْلَمَ یہ دونوں تعدیہ میں اصل ہیں۔ اور أنبأ، نبأ، أخبر، حدث یہ پانچ جو ہیں یہ اصلا تعدیہ کے لیے نہیں ہیں جیسے: اعلم الله زيدًا عمرًوا فاضلًا

فعل متعدی فاعل مفعول اول مفعول ثانی مفعول ثالث

اس مثال میں دیکھیں اعلم فعل ہے اور یہ زیدًا عمرًو فاضلا یہ تینوں اس کے مفعول ہیں اور لفظ اللہ اس کا فاعل ہے۔

وهٰذه السبعة مفعولها الاول..... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ان سات افعال کے مفعولوں کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ افعال سبعہ کا جو مفعول اول ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ آخری دو مفعولوں کے مقابلے میں باب اعطیت کے مفعولوں کی طرح ہے ان ابواب سبعہ میں جو مفعول اول ہے وہ آخری دو مفعولوں کے مقابلے میں بمنزلہ باب اعطیت کے دو مفعولوں کی طرح ہے یعنی مفعول اول کو حذف کر کے پہلے مفعول پر اکتفاء کرنا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ آخر کے دو مفعولوں کو حذف کر کے پہلے مفعول پر اکتفاء کرنے کی مثال:

اعلم الله زيدًا اس مثال میں عمرًو فاضلا دونوں کو حذف کر دیا اور آخر کے دو مفعولوں کو باقی رکھ کر مفعول اول کو حذف کرنے کی مثال جیسے اعلم الله عمرًو فاضلا اور جواز کی وجہ وہی ہے جو باب اعطیت میں گزر چکی کہ مفعول اول آخر کے دونوں مفعولوں کا غیر ہے لہٰذا یا تو آخر کے دونوں مفعول کو حذف کر کے اول کو ذکر کریں گے یا مفعول اول کو حذف کر کے آخرین پر اکتفاء کریں گے۔

والثاني مع الثالث: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ان افعال سبعہ کے آخری دو مفعول جو ہیں ان کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ مفعول ثانی مفعول ثالث کے مقابلے میں باب علمت کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے۔ جس طرح باب علمت کے دو مفعولوں میں سے ایک کو حذف کر کے دوسرے پر اکتفاء جائز نہیں ہے اسی طرح ان افعال سبعہ میں آخری کے دو مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کیا جائے کہ مفعول ثانی پر اکتفاء کرنا مفعول ثالث کو حذف کر کے یہ جائز نہیں ہے اور نا یہ جائز ہے کہ مفعول ثالث کو ذکر کیا جائے اور مفعول ثانی کو حذف کیا جائے تو مفعول ثانی کو بھی ذکر کرنا واجب ہوگا جیسے باب علمت کے مفعولوں میں ہوتا ہے کیونکہ وہاں باب علمت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء جائز نہیں ہے تو یہ صورت یہاں ہے تو اسی طریقے سے متعدی بسہ مفعول کے اندر جو آخر کے دو مفعول ہیں وہ بھی ان ہی افعال میں سے ہے لہٰذا اعلمت زيدًا لخير الناس یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ مفعول ثانی کو ذکر کیا جائے اور مفعول ثالث کو حذف کیا جائے بلکہ اس کو اعلمت زيدًا عمرًا لخير الناس

اعلمت فعل ضمیر فاعل زیدًا مفعول اوّل عمرًا مفعول ثانی خیر الناس مضاف الیہ مفعول ثالث۔

یہ پورا پڑھا جائے گا یہ نہیں جائز کہ مفعول ثالث یا مفعول ثانی میں سے ایک کو ذکر کر لیں اور ایک کو حذف

کرلیں اور اس کی بھی وجہ وہی ہے کہ مفعول ثانی مفعول ثالث کا غیر نہیں ہے بلکہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

فصل افعال القلوب علمت وظننت وحسبت وخلت ورأیت ووجدت وزعمتُ وهی افعال تدخل علی المبتدأ والخبر فتنصبهُمَا علی المفعولیة نحو عَلِمتُ زیدًا عَالمًا۔

ترجمہ: آٹھویں فصل افعال قلوب کے بیان میں ہے ۔افعال قلوب علمتُ، ظننتُ، حسبتُ، خلتُ، رأیتُ، وجدتُ اور زعمتُ وہ افعال داخل ہوتے ہیں مبتداء خبر پر اور ان دونوں کو مفعول بہ ہونے کی پر نصب دیتے ہیں جیسے عَلِمْتُ زیدًا عَالمًا میں نے زید کو عالم یقین کیا۔

تشریح:

فصل افعال القلوب یہ آٹھویں فصل ہے اور اس فصل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ افعال قلوب کو بیان فرما رہے ہیں۔

افعال قلوب کی تعریف:

افعال قلوب ان افعال کو کہتے ہیں جن کا تعلق دل کے ساتھ ہو ظاہری اعضاء کے ساتھ نہ ہو۔افعال قلوب سات ہیں اور ان سات افعال میں سے بعض شک کے لیے آتے ہیں اور بعض یقین کے لیے آتے ہیں اس لیے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں کہ شک اور یقین کا تعلق دل سے ہے۔

افعال قلوب یہ ہیں:

(۱)علمتُ(۲)ظننتُ(۳)حسبتُ(۴)خلتُ(۵)رأیتُ(۶)وجدتُ(۷) زعمتُ

اور ان افعال قلوب میں جو شک کے لیے آتے ہیں وہ تین ہیں: (۱)ظَنَنْتُ(۲)حَسِبْتُ(۳)خِلْتُ......

اور جو یقین کے لیے آتے ہیں وہ بھی تین ہیں:(۱)عَلِمْتُ(۲)رَأَیْتُ(۳)وَجَدْتُ۔اور ان سات میں سے جوزَعَمْتُ ہے وہ شک اور یقین دونوں کے لیے آتا ہے۔

وهی افعال تدخل علی المبتدأ والخبر اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ افعال قلوب کا عمل بیان فرما رہے ہیں۔یاد رکھیں افعال قلوب مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ اور مبتدا اور خبر دونوں کو ہی مفعول بہ

ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں...... جیسے عَلِمْتُ زیداً عالمًا

اس مثال میں علمت فعل ہے افعال قلوب میں سے کیونکہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور یہ اپنے صادر ہونے میں اعضائے ظاہرہ کا محتاج نہیں ہے اور اس فعل قلب جو علمت ہے اس نے زید جو مبتدا ہے اور عالمًا جو خبر ہے دونوں پر داخل ہو کر دونوں کو مفعول بہ ہونے کی بناء پر دونوں کو نصب دیا ہے۔ اور اسی طرح دوسری مثال جیسے ظننت عمرو فاضلاً یہاں بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا خبر کو مفعول بہ ہونے کی بناء پر نصب دیا۔

واعلم ان لِهٰذه الافعال خواص منها ان لا يقتصرَ على اَحَدَ مفعوليها بخلاف باب اعطيت فلا تقول علمت زيدا ومنها جواز الا الغاء توسطت نحو زيدٌ ظننت قائمٌ اَوْ تاخرت نحو زَيدٌ قائمٌ ظننت ومنها انها تعلق اذا وقعت قبل الاستفهام نحو علمت أزيد عندك ام عمرو وقبل النفی نحو علمت ما زيد فی الدار وقبل لام الابتداءِ نحو علمت لزيد منطلق ومنها انها يجوز ان يكون فاعلها ومفعولها ضميرين لشيءٍ واحد نحو علمتُنی منطلقا وظَنَنْتُكَ فاضلا واعلم انهٗ قد يكون ظننت بمعنی اتهمت وعلمت بمعنی عرفت ورأَيْتُ بمعنی ابصرت ووجدت بمعنی اصبت الضالة فتنصب مفعولا واحدا فقط فلا تكون حينئذ من افعال القلوب۔

ترجمہ:...... تو جان لے کہ ان افعال کی کچھ خاصیتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اکتفاء نہیں کیا جائے گا ان افعال کے دونوں مفعولوں میں سے ایک پر برخلاف باب اعطیت کے پس آپ یہ نہیں کہہ سکتے علمت زیدا اور ان خصوصیات میں سے یہ ہے کہ ان افعال کو ملغی کرنا جائز ہے جب کہ یہ درمیان میں واقع ہوں جیسے زید ظننت قائِمٌ میں نے زید کو کھڑا ہوا گمان کیا۔ یا مؤخر ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ظننت میں نے زید کو کھڑا ہوا گمان کیا اور ان خصوصیات میں سے یہ ہے کہ ان افعال کو متعلق کر دیا جاتا ہے اس وقت جبکہ یہ واقع ہوں استفہام سے پہلے جیسے أزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو؟ میں نے جان لیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو اور نفی سے پہلے جیسے عَلِمْتُ مَا زَیْدٌ فِی الدَّار میں نے جان لیا کہ گھر میں زید نہیں ہے اور لام ابتداء سے پہلے جیسے عَلِمْتُ لَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ میں نے جان لیا کہ

زید یقیناً چلنے والا ہے اوران خصوصیات میں سے یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول کسی ایک چیز کی دو ضمیریں ہوں جیسے عَلِمْتُنِي مُنْطَلِقًا میں نے اپنے آپ کو چلنے والا گمان کیا ظَنَنْتُكَ فَاضِلًا تو اپنے آپ کو فاضل گمان کیا۔ اور تو جان لے کہ کبھی ظننت، اتہمت کے معنی میں علمت، عرفت کے معنی میں رأیت، ابصرت کے معنی میں اور وجدت، اصبت الضالۃ کے معنی میں ہوتا ہے اس صورت میں یہ صرف ایک ہی مفعول کو نصب دیتے ہیں اس وقت یہ افعال قلوب میں سے نہیں ہوتے۔

تشریح:

واعلم ان لهذه الافعال خواص: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے افعالِ قلوب کے خواص بیان فرمائے ہیں۔

خواص کی تعریف:

انه من المعلوم۔ یہ بات تو آپ کے علم میں ہے کہ خواص خاصہ کی جمع ہے اور خاصہ جو ہوتا ہے وہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کے ساتھ خاص ہو اور اس خاصے میں دوسرا اس کا شریک نہ ہو چار خواص صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں:

(۱) پہلا خاصہ:

ان لا تقتصر علی احد مفعوليها پہلا خاصہ یہ ہے کہ اس کے دونوں مفعولوں میں سے ایک مفعول کے ذکر پر اکتفا جائز نہیں ہے یعنی ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ایک مفعول کو ذکر کریں اور ایک کو حذف کر لیں جیسے عَلِمْتُ زَيْدًا یا علمت فاضلا یہ جائز نہیں ہے برخلاف باب اعطیت کے مفعولوں کے کہ وہاں ایک کو ذکر کرنا ایک کو حذف کرنا جائز ہے وجہ یہ ہے کہ افعال قلوب داخل ہوتے ہیں مبتدا خبر پر۔ اور وہ مبتدا اور خبر اس کے دو مفعول بنتے ہیں تو جیسے مبتدا کے لیے خبر ضروری ہے تو اسی طرح دو مفعولوں میں سے ایک مفعول دوسرے مفعول کے بغیر نہیں آئے گا تو مبتدا خبر کے بغیر اور خبر مبتدا کے بغیر نہیں آسکتے تو جب یہ دونوں مفعول بن جائیں گے تو ایک مفعول دوسرے مفعول کے بغیر نہیں آئے گا لہٰذا یہ دونوں اکٹھے آئیں گے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کو ذکر کریں اور ایک کو حذف کریں عَلِمْتُ زَيْدًا کہنا یا صرف عَلِمْتُ فَاضِلًا کہنا یہ جائز نہیں ہے۔

(۲) دوسرا خاصہ:

ومنها اذا توسطت: دوسرا خاصہ یہ ہے کہ دو صورتوں میں افعال قلوب عمل نہیں کریں گے۔

(۱) پہلی صورت:

جب افعال قلوب میں سے کوئی فعل درمیان میں آجائے یا آخر میں آجائے درمیان میں آنے کی مثال جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ عَالِمٌ۔ اور آخر میں آنے کی مثال جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ ان دونوں صورتوں میں جب فعل قلب درمیان میں آجائے یا شروع میں آجائے تو افعال قلوب عمل نہیں کریں گے وجہ یہ ہے کہ افعال قلوب عمل میں کمزور ہیں تو یہ شروع میں اگر آجائیں تو عمل کریں گے اگر درمیان یا آخر میں آجائیں تو عامل ضعیف ہونے کی بناء پر عمل نہیں کریں گے۔

(۳) تیسرا خاصہ:

ومنها انها تعلق اذا وقعت قبل الاستفهام: تیسرا خاصہ یہ ہے کہ تین مقامات ایسے ہیں جہاں افعال قلوب کا عمل معلق ہوگا یعنی مابعد میں معنیٰ عمل کرے گا اس حیثیت سے کہ وہ ترکیب میں اس کا مفعول بہ ہی بنے گا لیکن لفظاً یہ افعال قلوب کوئی عمل نہیں کریں گے۔

(۱) پہلا مقام: جب افعال قلوب استفہام سے پہلے واقع ہو جیسے عَلِمْتُ أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو یہاں پر دیکھیں عَلِمْتُ ہمزہ استفہام سے پہلے واقع ہے تو یہاں افعال قلوب کا کوئی عمل نہیں ہوگا۔

(۲) دوسرا مقام: **وَمنها اذا وقعت بعد النفی** یہ ہے کہ افعال قلوب نفی کے بعد واقع ہوں جیسے **علمت ما زَيْدٌ فِي الدار** یہاں پر دیکھیں افعال قلوب میں سے **علمت** ہے اس نے کوئی عمل لفظوں میں نہیں کیا کیونکہ نفی سے پہلے واقع۔

(۳) تیسرا مقام: **قبل لام الابتداء** تیسرا مقام یہ ہے کہ لام ابتدا سے پہلے واقع ہو جیسے **عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ**....تو ان تینوں صورتوں میں افعال قلوب لفظاً عمل نہیں کرے گا وجہ یہ ہے کہ استفہام نفی اور لام ابتداء میں سے ہر ایک صدارت کلام کو چاہتا ہے (یعنی شروع میں آنا چاہتے ہیں) تو اگر افعال قلوب عمل کریں گے تو پھر ان تینوں کی صدارت فوت ہو جائے گی اس لیے ایسے مقامات پر افعال قلوب لفظاً عمل نہیں کرتے صرف معنیً عمل کرتے ہیں۔

(۴) چوتھا خاصہ:

ومنها انه يجوز ان يكون فاعلها ومفعولها ضميرين .....الخ

چوتھا خاصہ یہ ہے کہ تمام افعال میں سے صرف افعال قلوب میں سے یہ بات جائز ہے کہ فاعل اور مفعول کی ضمیریں ایک ہی شخص کی طرف لوٹ سکتی ہیں یعنی فاعل مفعول دونوں ایک ہی چیز ہوں ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص فاعل بھی ہو مفعول بھی ہو جیسے عَلِمْتُنِي مُنْطَلِقًا اور ظَنَنْتَكَ فَاضِلًا میں نے اپنے آپ کو چلنے والا یقین کیا اور تو نے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا ...... تو یہاں پہلی مثال میں عَلِمَ کا فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیر متصل ہے اور دوسری مثال میں جو ظن ہے اس کا فاعل اور مفعول دونوں مخاطب کی ضمیر متصل ہے اور دونوں مثالوں میں فاعل اور مفعول کے درمیان نَفْسٌ اور عَيْنٌ کے ذریعے فصل نہیں کیا گیا۔ افعال قلوب کے علاوہ جتنے بھی افعال ہیں اس میں اگر ایک ہی چیز فاعل اور مفعول دونوں بن رہی ہو اس میں نَفْسٌ یا عَيْنٌ سے فاصلہ کرنا لازم ہے لہٰذا اِتَّقِكَ یہ کہنا جائز نہیں ہے بلکہ یوں کہا جائے گا اِتَّقِ نَفْسَكَ اسی طریقے سے ضَرَبْتُنِي کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ضَرَبْتُ نَفْسِيْ کہا جائے گا اسی طرح ضَرَبْتُكَ کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ضَرَبْتُ نَفْسَكَ کہا جائے گا نَفْسٌ اور عَيْنٌ کے ذریعے فاصلہ کیا جائے گا۔

واعلم ان ظننت بمعنى اتهمت: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ افعالِ قلوب کے متعلق ایک خاص قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب تک افعالِ قلوب اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوں تو دونوں مفعولوں کو مفعول بہ ہونے کی بناء پر نصب دیں گے اور جہاں افعال قلوب کسی اور معنی میں مستعمل ہو مثلاً ظَنَنْتُ، اتهمت کے معنی میں استعمال ہو اور عَلِمْتُ، عَرَفْتُ کے معنی میں استعمال ہو اور رَأَيْتُ، ابصرت کے معنی میں استعمال ہو اور وجدت، اَصَبْتُ الضَّالَّةَ کے معنی میں استعمال ہو یعنی میں گمشدہ چیز کو پا لیا۔ حَسِبْتُ، صِرْتُ ذَا حَسَبٍ کے معنی میں ہو اور خِلْتُ، صِرْتُ ذَا خَالٍ کے معنی میں ہو اور زَعَمْتُ، كَفَلْتُ بِہٖ کے معنی میں ہو تو اس صورت میں یہ افعال قلوب صرف ایک مفعول بہ کو نصب دیتے ہیں کیونکہ یہ اس وقت افعال قلوب ہوتے ہی نہیں ہیں اس لیے کہ اس صورت میں ان کے معنی کا تعلق اعضاء ظاہرہ سے ہوتا ہے دل سے نہیں ہوتا اور افعال قلوب کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔

(فصل) افعال الناقصة هي افعال وضعت

لتقرير الفاعل على صفةٍ غير صفةِ مصدرها وهي كان وصار وظل وبَاتَ إلى

اٰخِرِها تدخل على الجملة الاسمية لِاِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُكْمَ معناهَا فترفع الاول وتنصب الثانى فتقول كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَكَانَ على ثَلٰثَةِ اقسامٍ ناقصة وهى تدل على ثبوت خبرها لفاعلها فى الماضى اما دائما نحو كَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اَوْ منقطعا نحو كان زيد شَابًّا وَتَامَّةٌ بمعنى ثبت وحَصَلَ نحو كان القتال اَىْ حصل القتال وزائدة لا يتغير باسقاطها معنى الجملة كقول الشاعر شعر

جياد بنى ابى بكر تَسَامٰى

على كان المسومة العراب

اى على المسومة

ترجمہ:......نویں فصل افعال ناقصہ کے بیان میں ہے۔افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو اپنے مصدر کی صفت کے علاوہ اپنے فاعل کو مخصوص صفت پر ثابت کرنے کے لیے وضع کئے گئے ہوں اور وہ کان، صار ظل بات ہیں آخر تک اور یہ افعال داخل ہوتے ہیں جملیہ اسمیہ پر۔جملہ اسمیہ کی نسبت کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دینے کے لیے پس وہ رفع دیتے ہیں پہلے اسم کو اور نصب دیتے ہیں دوسرے اسم کو اسی وجہ سے آپ کہیں گے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا زید کھڑا ہے اور کان کی تین قسمیں ہیں کان ناقصہ اور وہ دلالت کرتا ہے اپنے فاعل کے لیے اپنی خبر کے ثابت ہونے پر زمانۂ ماضی میں یا تو دوام کے ساتھ جیسے کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (سورۂ نساء: آیت نمبر ۱۷) اللہ جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے یا انقطاع کے ساتھ جیسے (۱) کان زیدٌ شابًا زید جواں تھا (۲) کان تامّہ ثبت اور حَصَلَ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کان القتال یہ ای حصل القتال کے معنی میں ہے یعنی لڑائی ہوئی اور کان زائدہ کے گرنے سے جملے کا معنی تبدیل نہیں ہوتا جیسے شاعر کا قول ہے:

جیاد بنی ابی بکر تسامی ☆ علی کان المسومة العراب

بنو ابوبکر کے عمدہ گھوڑے مقابلے میں عرب کے نشان زدہ گھوڑوں پر سبقت لے گئے اس کی اصل علی المسومة ہے۔

تشریح:

فصل افعال الناقصہ یہ نویں فصل ہے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے افعال ناقصہ کو بیان فرمایا ہے۔

افعال ناقصہ کی تعریف:

هي افعال وضعت...... الخ افعال ناقصہ ان افعال کو کہتے ہیں جو اپنے صفت کے علاوہ فاعل کو مخصوص صفت کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا اس مثال میں كَانَ سے اپنی صفت مصدر کون کے علاوہ فاعل کو یعنی زید کو صفت قیام کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ دیکھیے جو باقی افعال ہوتے ہیں جیسے ضَرَبَ تو وہاں پر فعل ضَرَبَ فاعل کے لیے اپنی صفت ثابت کرتا ہے کہ اس فاعل نے ضرب والا فعل کیا ہے لیکن افعال ناقصہ جو ہوتے ہیں یہ فاعل کے لیے اپنے مصدر کی صفت کے علاوہ دوسری مخصوص صفت کو ثابت کرتے ہیں جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا تو اس مثال میں جو افعال ناقصہ میں فعل کون ہے تو اس نے اپنی صفت کون کے علاوہ فاعل کے لیے صفت قیام کو ثابت کیا ہے تو یہ اس تعریف کا خلاصہ ہے۔

افعال ناقصہ سترہ ہیں:

(۱) كَانَ (۲) صَارَ (۳) أَصْبَحَ (۴) أَمْسٰى (۵) ظَلَّ (۶) بَاتَ (۷) أُض (۸) رَاحَ (۹) غَدَا (۱۰) مَازَالَ (۱۱) مانفک (۱۲) مابرح (۱۳) مفتی (۱۴) مادام (۱۵) لَيس (۱۶) اضحٰی (۱۷) عَادَ

تدخل على الجملة الاسمية لِإِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حكم:......الخ

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے افعال ناقصہ کے عمل کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ کی نسبت کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دینے کے لیے یہ جملہ اسمیہ کے پہلے جزء کو رفع دیتے ہیں اور اس کو ان افعال کا اسم کہا جاتا ہے جو مرفوع ہوتا ہے اور دوسرے جزء کو نصب دیتے ہیں اور اس کو افعال ناقصہ کی خبر کہا جاتا ہے جیسے:

كَانَ فعل زَيْدٌ اسم کان قَائِمًا خبر کان

اس مثال میں صفت قیام کی نسبت جو زَيْدٌ کی طرف ہو رہی ہے كَانَ نے اس میں اپنا معنی یعنی زمانۂ گذشتہ میں انقطاع کے ساتھ فاعل کے لیے خبر کے ثبوت کا فائدہ دیا۔

وَكَانَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقسامٍ:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ افعال ناقصہ کا استعمال اور اس کی اقسام بیان فرمارہے ہیں افعال ناقصہ میں سے سب سے پہلا کان ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......کان ناقصہ۔(۲)......کان تامۃ۔(۳)......کان زائدہ۔

(۱) کان ناقصہ کی تعریف:

و هي تدل على ثبوت خبر ها لفاعلها في الماضي: کان ناقصہ اس کو کہتے ہیں جو اپنے فاعل کے لیے زمانۂ ماضی میں خبر کے ثبوت کے لیے دلالت کرے چاہے وہ دائمی ہو مطلب ماضی میں بھی تھا اور اب بھی ہے مستقبل میں بھی ہوگا جیسے اللہ کی صفت عالیشان ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَانَ فعل الله اسم كان عَلِيْمًا خبر اوّل حَكِيْمًا خبر ثانی

اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں ازل سے ابد تک۔

یا خبر کا ثبوت انقطاع کے ساتھ ہو یعنی پہلے تھا اب نہیں ہے جیسے كَانَ زَيْدٌ شَابًّا زید پہلے جوان تھا اب نہیں ہے۔

(۲) کان تامّہ کی تعریف:

و هي بمعنى ثبت و حصل: کان تامہ اس کو کہتے ہیں جو صرف فاعل پر پورا ہو جائے خبر کا محتاج نہ ہو اور کان تامہ یہ ثبت اور حصل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے كان القتال معنی حصل القتال جنگ ہوئی۔

(۳) کان زائدہ کی تعریف:

وَ هِيَ لا يتغير باسقاطها معنى الجملة...... الخ کان زائدہ اس کو کہتے ہیں کہ اگر اس کو گرا دیا جائے تو اس سے معنی پر کوئی اثر نہ پڑے جیسے شاعر کا قول ہے جياد بني ابي بكر تسامى ☆ على كان المسومة العراب کہ بنو ابو بکر کے عمدہ گھوڑے عرب کے نشان زدہ گھوڑوں پر سبقت لے گئے۔

ترکیب:

جِيَادُ بَنِيْ اَبِيْ بَكْرٍ مرکب اضافی ہو کر مبتداء تَسَامٰى فعل ضمیر فاعل عَلٰى حرف جار كَانَ زائد المُسَوَّمَةِ صفت

اوّل خَیْلٌ موصوف محذوف کی العِرَاب صفت ثانی موصوف محذوف کی موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق فعل کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مجرور، جار جملہ فعلیہ ہو کر مبتداء کی خبر اِلٰی اٰخرہٖ

جیاد ابنی ابی بکر تسامی
علی کان المسومۃ العراب

محل استشہاد:

اس شعر میں جو محل استشہاد ہے وہ ہے کَانَ کہ یہ کان زائدہ ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ اس پر حرف جر داخل ہے۔ حرف جر جب اس پر داخل ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ کان زائدہ ہے یہ کان ناقصہ نہیں ہے کیونکہ حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

وصار للانتقال نحو صار زيد غنيا واصبح وامسٰى واضحٰى تدل على اقترانِ مضمون الجملة بتلك الاوقات نحو اصبح زيد ذا كرا اى كان ذا كر فى وقت الصبح بمعنى صار نحو اصبح زيد غنيا وتامة بمعنى دخل فى الصباح والضحٰى والمسآء وظل وبات يدلان على اقتران مضمون الجملة بوقتيها نحو ظل زيد كاتبا وبمعنى صار وما زال ومافتئ وما بَرِحَ وما انفك تدل على استمرار ثبوت خبرهالفا علها مذقبلهٗ نحو ما زال زيدٌ اميرا ويلزِمُها حرف النفى وما دام يدل على توقيت امر بمدة ثبوت خبرها لفاعلها نحو اقوم مَا دام الامير جالسًا وَلَيْسَ يدل على نفى معنى الجملة حالا وقيل مطلقًا وقد عرفت بقية احكامها فى القسم الاوّل فلا نعيدها۔

ترجمہ:...... صار انتقال کے لیے آتا ہے جیسے صار زید غنیا زید غنی مال دار ہو گیا اور اصبح اور امسٰی اضحٰی تینوں دلالت کرتے ہیں مضمون جملہ کے ان اوقات کے ساتھ ملنے پر جیسے اصبح زید ذاکرا زید صبح کے وقت میں ذکر کرنے والا ہو گیا اور یہ تینوں صار کے معنی میں آتے ہیں جیسے اصبح زید غنیا زید مال دار ہو گیا اور تامہ ہوتے ہیں جیسے دخل فی الصباح الضحٰی المسآء کے معنی ہیں

وہ داخل ہو گیا صبح کے وقت شام کے وقت اور چاشت کے وقت میں۔ ظل اور بات یہ دونوں دلالت کرتے ہیں مضمون جملہ کے ان دونوں وقتوں کے ساتھ ملنے پر جیسے ظل زید کاتبا زید صبح کے وقت میں لکھنے والا ہو گیا اور صار کے معنی میں آتے ہیں اور ماز ال مافتیء مابرح ماانفک یہ چاروں دلالت کرتے ہیں اپنے فاعل کے لیے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی ہمیشگی پر جس وقت سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے ماز ال زید امیرا زید ہمیشہ حاکم رہا۔ اور لازم ہوتا ہے ان چاروں کے لیے حرف نفی اور مادام دلالت کرتا ہے اپنے فاعل کے لیے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی چیز کے موقت ہونے پر جیسے اقوم مادام الامیر جالسًا میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھے رہیں گے اور لَیْسَ دلالت کرتا ہے جملے کے معنی کی نفی پر زمانۂ حال میں اور کہا گیا ہے کہ مطلقًا ہر زمانے میں اور آپ جان چکے ہیں افعال ناقصہ کے بقیہ احکام پہلی قسم میں پس ہم ان کو نہیں لوٹائیں گے۔

تشریح:

وصار للانتقال: افعال ناقصہ میں سے دوسرا صار ہے اور صار بمعنی انتقل ہے یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا جیسے صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا ای انتقل من حالۃ الفقر الٰی حالۃ الغنٰی زید حالت فقیری سے حالت غنی کی طرف منتقل ہو گیا۔

واصبح امسٰی اضحٰی: افعال ناقصہ میں سے تیسرا چوتھا پانچواں اصبح امسٰی اضحٰی ہیں یہ تینوں تین معنی کے لیے استعمال ہوتے ہیں:

(۱) پہلا معنیٰ:

تدل علی اقتران مضمون الجملۃ..... الخ یہ تینوں دلالت کرتے ہیں جملے کے مضمون کا ان اوقات کے ساتھ ملنے پر، تفصیل یہ ہے کہ مضمون جملہ ان اوقات کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے اَصْبَحَ زَیْدٌ ذَاکِرًا ای کَانَ ذَاکِرًا فِی الصُّبْحِ کہ زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا ہوا۔ اور اسی طرح اَمْسٰی زَیْدٌ مَسْرُوْرًا کہ زید شام کے وقت خوش ہوا اَیْ کَانَ زَیْدٌ مَسْرُوْرًا فِی الْمساءِ۔ اور اسی طرح اضحٰی زید کاتبا ای کان زید کاتبا فی وقت الضحٰی کہ زید چاشت کے وقت لکھنے والا ہوا۔

(۲) دوسرا معنیٰ:

وبمعنی صار اور یہ تینوں افعال بمعنی صار کے ہوتے ہیں جیسے اصبح زید غنیا ای صار زید غنیا زید صبح کے وقت مالدار ہو گیا اسی طرح امسٰی زید کاتبا ای صار زید کاتبًا اور اسی طرح اضحٰی یسرو رای صار زید مسرورًا۔

(۳) تیسرا معنیٰ:

وتامۃ بمعنی دخل فی الصباح الضحٰی والمسآء اور یہ افعال تامہ ہوتے ہیں اس وقت اصبح کا معنی ہو گا دخل فی الصباح ور امسٰی کا معنی ہو گا دَخَلَ فی اَلْمَسَآءِ ور الضحٰی کا معنی ہو گا دخل فی الضحٰی یعنی زید فی الصباح کا معنی ہو گا زید صبح کے وقت میں داخل ہوا اور زید فی المساء یا فی الضحٰی اس کے بھی یہی معنی ہوں گے۔

افعال ناقصہ میں چھٹا اور ساتواں ظَلَّ اور بَاتَ ہیں

یدلان علی اقتران مضمون الجملة......الخ اور یہ دونوں اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مضمون جملہ ملا ہوا ہے ان دونوں وقتوں کے ساتھ ظل اور بات دو معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

(۱) پہلا معنیٰ:

یہ ہے کہ یہ اس بات کو بتانے کے لیے آتے ہیں کہ مضمون جملہ ان اوقات یعنی دن اور رات کے ساتھ ملا ہوا ہے جیسے ظل زید کاتبا تو اس کا مطلب ہے کان زید کاتبا فی وقت النہار یعنی دن کے وقت زید لکھنے والا تھا اور بات زید نائما ای کان زید نائما فی اللیل مطلب رات کے وقت زید سونے والا ہوا۔

(۲) دوسرا معنیٰ:

وبمعنی صار اور یہ دونوں صَارَ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں جیسے ظل زید کاتبا ای صار زید کاتبا زید کاتب ہوا۔ اور بات زید نائما ای صار زید نائمًا زید سونے والا ہوا۔

افعال ناقصہ میں سے [۸] ما زال [۹] ما برح فتی [۱۰] ما انفک [۱۱] ہیں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ۴

افعال اس بات کو بتانے کے لیے آتے ہیں کہ جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اس وقت سے وہ خبر فاعل کے لیے بطور دوام اور ہمیشگی ثابت ہے۔اور ان افعال کے شروع میں ہمیشہ حرف نفی آتا ہے چاہے لفظاً ہو یا معنیً ہو۔ لفظاً کی مثال جیسے مَازَالَ زَیْدٌ اَمِیْرًا زید ہمیشہ امیر رہا اور حرف نفی معنًا کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کی کتاب عظیم میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ﴿۸۵﴾

(سورۂ یوسف: آیت ۸۵)

خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے رہیں گے۔

تو اس مثال میں تَفْتَؤُا فعل ناقص ہے اور اس سے پہلے لا حرف نفی مقدر ہے اس کی اصل ہے لَاتَفْتَؤُا۔

افعال ناقصہ میں سے بارہواں مادام [۱۲] ہے:

یدل علی توقیت امر مدۃ خبرھا......الخ فرماتے ہیں کہ مَادَام فاعل کے لیے خبر کے ثابت ہونے کی مدت تک کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لیے آتا ہے اور اس کے شروع میں ما مصدر یہ جو اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اور اس سے پہلے وقت یا مدت وغیرہ مضاف محذوف ہوتا ہے جیسے اقوم مادام الامیر جالسًا اس مثال میں مادام فاعل امیر کے بیٹھنے کی مدت تک ایک کام یعنی کھڑا ہونے کا وقت متعین کرنے کے لیے آیا ہے۔

۱۳ ولیس یدل افعال ناقصہ میں سے ایک لیس ہے لَیْسَ جملے کی نفی پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے زمانہ حال میں جیسے:

لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا زید اس وقت کھڑا ہوا نہیں ہے۔

بعض نحویین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لَیْسَ مطلقاً مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے خواہ یہ زمانہ ماضی میں ہو یا زمانہ حال میں ہو یا زمانہ استقبال میں۔

ماضی کی مثال: جیسے لَیْسَ خَلَقَ اللّٰهُ مِثْلَهٗ اللہ نے اپنے جیسا کوئی پیدا نہیں کیا۔

استقبال کی مثال: جیسے اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ خبردار جس دن یعنی وہ عذاب ان کے پاس آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہیں جائے گا۔

(سورۂ ہود آیت ۸)

قدعرفت بقية احكامها: ...... الخ

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افعالِ ناقصہ کے بقیہ احکام مثلاً اس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا یا سب کو ان افعال پر مقدم کرنا لیکن جن کے ساتھ شروع میں مَا ہے ان پر مقدم نہیں کر سکتے اور کے متعلق اختلاف تھا اور یہ تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں ہم ان کا اعادہ نہیں کریں گے۔

فصل افعال المقاربة هيَ افعال وضعت للدلالة على دنو الخبر لفاعلها وهي ثلثة اقسام الاول للرجاء وهو عَسٰى وهو فعل جامد لا يُسْتَعْمَلُ منه غير الماضي وهو في العمل مثل كاد الا ان خبرهٗ فعل مضارع مع اَنْ نحو عَسٰى زيد ان يقوم ويجوز تقديم الخبر على اسمهٖ نحو عسٰى ان يقوم زيد وقد يحذف اَنْ نحو عسٰى زيد يقوم والثاني للحصول وهو كاد وخبره مضارع دون اَنْ نحو كاد يقوم وقد تدخل ان نحو كاد زيد ان يقوم والثالث للاخذ والشروع في الفعل وهو طفق وجعل و كرب و اخذ واستعمالها مثل كاد طفق زيد يكتُب واوشك واستعمالها مثل عسٰى و كاد۔

ترجمہ:...... یہ فصل ہے افعال مقاربہ کے بیان میں۔ افعال مقاربہ وہ ہیں جن کو وضع کیا گیا ہو اپنے فاعل کے لیے خبر کے قریب ہونے پر دلالت کرنے کے لیے اس کی تین قسمیں ہیں:
پہلی قسم امید کے لیے اور اس کے لیے عسٰی ہے اور وہ ایسا فعل جامد ہے جس کا ماضی کے علاوہ استعمال نہیں ہوتا اور وہ عمل کرنے میں کاد کی طرح ہے سوائے اس کے کہ اس کی خبر فعل مضارع ان کے ساتھ آتی ہے جیسے عَسٰی زید ان یقوم اور خبر کا اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عَسٰی ان یقوم زید اور کبھی اَنْ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عسٰی زید یقوم اور اور قسم ثانی حصول کے لیے ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع آتی ہے بغیر ان کے جیسے کاد زید یقوم اور کبھی اَنْ کے ساتھ آتی ہے جیسے کاد زید ان یقوم اور قسم ثالث فعل شروع کرنے کے معنی میں آتا ہے اور وہ طفق، جعل، کرب، اخذ ہیں اور ان کا استعمال کاد کے مثل ہے جیسے طَفِقَ زَیْدٌ یَکْتُبُ اور اوشک ہے اور اس کا استعمال عسٰی اور کاد کے مثل ہے۔

تشریح:

فصل افعال المقاربۃ: اس فصل میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے افعال مقاربہ کو بیان کیا ہے۔

افعال مقاربہ کی تعریف:

ھی افعال وضعت للدلالۃ علی دنو الخبر لفاعلھا: افعال مقاربہ ان افعال کو کہتے ہیں جو خبر کو اپنے فاعل سے نزدیک کرنے کے لیے وضع کئے گئے ہوں۔

افعالِ مقاربہ کا عمل:

افعال مقاربہ بھی افعال ناقصہ کی طرح اپنے اسم کو رفع اور اپنی خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کی خبر فعل مضارع کبھی اَنْ کے ساتھ اور کبھی بغیر اَنْ کے ہوتی ہے۔ افعالِ مقاربہ سات ہیں:(۱) عَسٰی(۲) کَادَ(۳) طَفِقَ(۴) جَعَلَ(۵) کَرُبَ(۶) اَخَذَ(۷) اَوْشَکَ......

و ھی ثلٰثۃ اقسام:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ افعالِ مقاربہ کی تقسیم بیان فرماتے ہیں کہ افعالِ مقاربہ کی تین قسمیں ہیں استعمال کے اعتبار سے افعال مقاربہ کی تین قسمیں ہیں:(۱) للرجاء (۲) للحصول (۳) للاخذ فی الشروع

(۱) الاوّل للرجاء: پہلی قسم امید کے لیے:

یعنی متکلم کو اس بات کی اُمید ہو کہ خبر کا حصول فاعل کے لیے قریب ہے اور اسکے لیے افعال مقاربہ میں سے عَسٰی استعمال ہوتا ہے۔ عَسٰی وہ فعل جامد ہے جس کے ماضی کے صیغوں کے علاوہ اور کوئی صیغہ نہیں بن سکتا اور وہ صیغے یہ ہیں: عَسٰی عَسَتْ بس اس سے مضارع امر نہی اسم فاعل اسم مفعول کے صیغے نہیں آئیں گے۔ ماضی کے اس کے چند صیغے آتے ہیں جو یہ ہیں عَسٰی عَسَتْ عَسَیْتَ، عَسَیْتُمَا، عَسَیْتُمْ، عَسَیْتِ، عَسَیْتُمَا، عَسَیْتُنَّ اور عَسَیْتُ۔ یہ چند صیغے اس کے آتے ہیں۔

و ھو فی العمل مثل کاد:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ عَسٰی کے عمل کو بیان فرماتے ہیں کہ عَسٰی کَادَ کی طرح عمل کرتا ہے۔ جس طرح کَادَ اپنے اسم کو رفع دیتا ہے اسی طرح عَسٰی بھی اپنے اسم کو رفع دیتا ہے اور جس طرح کَادَ کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اسی طرح عَسٰی کی خبر بھی فعل مضارع ہوتی ہے لیکن دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے اور وہ ہے کہ عَسٰی کی خبر فعل مضارع بمع اَنْ کے ہوتی ہے اکثر اور کبھی کبھی اَنْ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عَسٰی زیدان یقوم اور عَسٰی زید یقوم۔ اور کَادَ کی خبر اکثر بغیر اَنْ کے ہوتی ہے۔ جیسے کَادَ زَیْدٌ یَقُوْمُ اور کبھی کبھی اَنْ کے ساتھ ہوتی ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ اَنْ یَقُوْمُ۔ اور اسی طرح قرآنِ کریم میں عَسٰی اَنْ کے ساتھ آیا ہے جیسے: عَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ اور عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۷۹ طرح اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا۔ اور وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ اور حدیث مبارکہ کادالفقر ان یکفر یعنی کَادَ بھی اَنْ کے ساتھ اور بغیر اَنْ کے آسکتا ہے۔

ویجو تقدیر الخبر علی اسمها:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرمار ہے ہیں کہ عَسٰی کی خبر کو عَسٰی کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عَسٰی اَنْ یَقُوْمُ زید اس مثال میں اَنْ یَقُوْم عَسٰی کا فاعل ہونے کی بناء پر محلاً مرفوع ہے زیدٌ اَنْ یَقُوْمَ کا فاعل ہے اس صورت میں عَسٰی تامہ ہوگا اس کو خبر کی ضرورت نہیں ہے اور جو پہلی صورت آپ کو بتائی جہاں عَسٰی کو خبر کی ضرورت ہوتی ہے وہ عَسٰی ناقصہ ہے یعنی عَسٰی ناقصہ وہ ہے جو فاعل کے ساتھ خبر کا بھی محتاج ہو اور عَسٰی تامہ وہ ہے جو خبر کا محتاج نہ ہو صرف فاعل پر پورا ہو جائے۔

(۲) والثانی للحصول:

دوسری قسم یہ ہے کہ متکلم کو یقین ہے کہ مخاطب کے لیے فاعل کا حصول قریب ہے اور اس کے لیے افعال مقاربہ میں سے کَادَ استعمال ہوتا ہے اس کی خبر مضارع ہوتی ہے بغیر اَنْ کے اکثر جیسے کَادَ زَیْدٌ یَقُوْمُ اور کبھی اَنْ کے ساتھ جیسے کَادَ زَیْدٌ اَنْ یَقُوْمُ۔ پیچھے بتا دیا گیا آپ کو۔

(۳) والثالث للاخذ في الشروع

افعال مقاربہ کی تیسری قسم استعمال کے اعتبار سے۔ یعنی متکلم کو اس بات کا علم ہے کہ مخاطب خبر شروع کرنے والا ہے اور اس کے لیے افعالِ مقاربہ میں سے طفق جعل کرب اور اخذ ہیں اور ان کا استعمال بھی اَنْ کی طرح ہے یعنی اکثر ان کی خبر بغیر اَن کے ہوتی ہے جیسے طفق زید یتلو۔ باقی الفاظ بھی اسی طرح ہیں جیسے

جعل زید یکتب، کرب زید یکتب، طفق زید یکتبُ اور اَخَذَ زید یکتبُ اور کبھی ان کے ساتھ ہوتی ہے جیسے طفق زید ان یکتب اِلٰی آخرہ۔

و اوشک واستعمالھا مثل عسٰی و کاد:

اور اوشک کاد اور عسٰی کی طرح ہے یعنی ان دونوں والا عمل کرتا ہے یعنی ان کے ساتھ بھی آسکتا ہے اور بغیر ان کے بھی آسکتا ہے۔

فائدہ:......فائدے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ پیچھے آپ کو بتایا تھا کہ افعالِ مقاربہ جو ہیں یہ افعال ناقصہ کی طرح ہیں یہ بھی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اسی وجہ سے بعضے نحویین نے افعال مقاربہ کو افعالِ ناقصہ میں شمار کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ افعالِ مقاربہ افعالِ ناقصہ میں داخل نہیں ہیں اگرچہ دونوں عمل کرنے میں شریک ہیں ایک جیسا عمل کرتے ہیں لیکن ان دونوں میں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ افعال مقاربہ کی خبر صرف فعل مضارع آتی ہے اور افعال ناقصہ کی خبر مضارع بھی ہوسکتی ہے اور ماضی بھی ہوسکتی ہے۔

فصل فعلا التعجب ما وضع لانشاء التعجب ولهٗ صيغتان ما افعلهٗ نحو ما احسن زيدا ای اىُّ شىءٍ اَحسن زَيْدًا وفى احسن ضميرٌ وهو فاعلهٗ وافعل بهٖ نحو احسن بزيدٍ ولا يبنيان الا مما يبنٰى منه افعل التفضيل وَيُتَوَصَّلُ فى الممتنع بمثل ما اشد استخراجًا فى الاول واشدد باستخراجهٖ فى الثانى كما عرفت فى اسم التفضيل ولا يجوز التصرف فيهما بتقديم ولا تأخير ولا فَصْلٍ والمازنى اجاز الفصل بالظرف نحو ما احسن اليوم زيدًا۔

ترجمہ:......دسویں فصل فعل تعجب کے دو فعل۔ فعل وہ فعل ہے جو انشائے تعجب کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس کے دو صیغے ہیں مَاافعلہٗ جیسے مااَحسَن زیدًا یعنی کس چیز نے زید کو اچھا بنایا اور اَحسَن میں ایک ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے اور دوسرا افعل بہٖ جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ اور یہ دونوں نہیں بنائے جاتے مگر اسی فعل سے جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے اور ممتنع میں وسیلہ بنایا جائے گا اول میں جیسے اشد استخراجًا سے اور دوسرے اشدد باستخراجہٖ سے جیسا کہ تم نے اسم تفضیل کی بحث میں جان لیا اور ان دونوں میں تقدیم وتاخیر اور فصل کے ساتھ تصرف جائز نہیں ہے مازنی رحمۃ اللہ علیہ نے ظرف کے

ساتھ فصل کو جائز کہا ہے جیسے مااَحسَنَ الْيَوْمَ زَيْدًا۔

تشریح:

یہ دسویں فصل ہے اس فصل میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فعل تعجب کو بیان فرمایا ہے فعلا التعجب یہ بعض کتابوں میں تثنیہ ہے فعلا اصل میں فعلان تھا اضافت کی وجہ سے (ن) گر گیا اور بعض کتابوں میں فعل التعجب واحد استعمال ہے۔تو یادرکھیں کہ جہاں مفرد ہے اس سے مراد اسم جنس یعنی جنس کی تعریف کی گئی اور جہاں تثنیہ ہے اس سے مراد فرد ہے کہ افراد کی تعریف کی گئی ہے۔

فعل تعجب کی تعریف:

ما وضع لانشاء التعجب ولہ صیغتان فعل تعجب سے مراد وہ فعل ہے جس کو وضع کیا گیا ہے تعجب کے لیے یعنی تعجب کرنے کے لیے۔

تعجب کس کو کہتے ہیں؟

انفعال النفس عند ادراک ما خفی سببہٗ یعنی نفس کا تعجب کرنا کسی چیز کے خفیہ سبب کے ادراک پر۔

ولہ صیغتان: صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فعل تعجب کے دو صیغے ہیں (۱) مَااَفْعَلَہٗ جیسے مَاأَحْسَنْ زَيْدًا۔(۲) افعل بہ جیسے اَحْسِنْ بِزَيْدٍ

مااَفعلہٗ: یادرکھیں فعل تعجب میں مَا کے بعد جو فعل ہوتا ہے اس میں ھو ضمیر ہوتی ہے جو اس کا فاعل ہوگا اور بعد والا اسم اس کا مفعول ہوگا۔اور اَحْسِنْ بِزَيْدٍ جو ہے اس کے اندر اَحْسِنْ بمعنی حَسَنَ فعل اور بعد والا اسم لفظاً مجرور ہوگا اور محلاً مرفوع فاعل ہوگا۔

مااَفعلہٗ کے لفظ ما میں چار مذاہب ہیں: مَااَحْسَنْ زَيْدًا اس کے اندر جو مَا ہے یہ ما کون سا ہے اس میں نحویین کا اختلاف ہے۔

(۱) پہلا مذہب:......بعض نحویین کے نزدیک یہ مَا استفہامیہ ہے بمعنی ای شیءٍ اور یہ مبتدا ہے یعنی ای شیءٍ اَحسنَ زَيْدًا وہ کیا چیز ہے جس نے زید کو خوبصورت بنایا۔

(۲) دوسرا مذہب:......بعض دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ اور بعد والا جملہ اس کے لیے صلہ ہے یعنی مَااَحْسَنَ زَيْدًا کا مطلب ہے اَلَّذِیْ اَحْسَنَ زَيْدًا یعنی وہ چیز جس نے زید کو خوبصورت بنایا۔

(۳) تیسرا مذہب:......تیسرا مذہب یہ ہے کہ یہ مَا موصوفہ بمعنی شَیْءٌ عَظِیْمٌ یعنی مااحسن زیدا کا مطلب ہوگا شَیْءٌ عَظِیْمٌ احسن زیدًا وہ کیا چیز ہے جس نے زید کو خوبصورت کیا۔

(۴) چوتھا مذہب:......یہ ہے کہ مَا نکرہ ہے اور شَیْءٌ کے معنی میں ہے یعنی مااحسن زیدًا کا معنی ہوگا شَیْءٌ اَحسن زیدًا یعنی وہ چیز جس نے زید کو خوبصورت کیا

دوسرا صیغہ ہے افعل بہٖ یعنی احسن بزید:

امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بزید میں یہ جو ب ہے زائدہ ہے اور زید لفظا مجرور ہے اور محلا مرفوع ہے اور فاعل ہے اَحْسَنَ کا اس صورت میں احسن فعل میں ضمیر فاعل نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترکیب: احسن فعل امر بمعنی حسن یا احسن فعل ماضی اور ب زائدہ زید لفظاً مجرور محلاً مرفوع فاعل احسن کا۔

اور دوسرا قول امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ احسن کے اندر ضمیر فاعل ہے اور بزید یہ مفعول بہ ہے۔

ولا یبنیان الا ممایبنٰی منہ افعل التفضیل:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ جس بات کو بیان فرمانا چاہتے ہیں اس سے پہلے بطورِ تمہید کے آپ یہ بات سمجھ لیں کہ فعل تعجب کی مشابہت ہے اسم تفضیل کے ساتھ کیونکہ یہ دونوں مبالغہ اور تاکید کے لیے استعمال ہوتے ہیں (مطلب کسی چیز کی زیادتی کے لیے) اسی وجہ سے جو شرائط اسم تفضیل کے بنانے کے لیے رہی وہی فعل تعجب کے لیے بھی ہیں۔اب عبارت کا مطلب سمجھیں کہ فعل تعجب صرف ثلاثی مجرد کے باب سے بنے گا جس طرح اسم تفضیل حرف ثلاثی مجرد سے بنتا ہے جس میں دو شرطیں ہوں۔

(۱) پہلی شرط:......وہ ثلاثی مجرد لَوْن اور عیب کے معنی سے پاک ہو یعنی اس میں لَوْن اور عیب کا معنی نہ ہو۔

(۲) دوسری شرط......یہ کہ وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرے کمی اور زیادتی کی قید سے مَاتَ زَیْدٌ کو خارج کر دیا کیونکہ مَامَاتَ زَیْدٌ نہیں کہہ سکتے۔اور ثلاثی مجرد کے علاوہ سے جس طرح باقی ابواب سے اسم تفضیل نہیں آسکتا اسی طرح فعل التعجب بھی ثلاثی مجرد کے علاوہ سے نہیں آسکتا۔اور اسی طرح جس ثلاثی مجرد میں لون اور عیب کے معنی ہو اس سے بھی اسم تفضیل اور فعل تعجب نہیں آسکتا اور اگر اس باب سے جس باب سے فعل تعجب بنانا منع ہو

یعنی وہ ثلاثی مجرد کے علاوہ ہو یا ثلاثی مجرد ہے لیکن اس میں لون اور عیب کے معنی ہوتو اگر ان ابواب سے فعل تعجب والا معنی ادا کرنا ہوتو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے لفظ سے جس میں معنی کی شدت اور کثرت پر دلالت ہو اس سے فعل تعجب کے دونوں صیغے بنا دیں پھر اس مصدر کو ذکر کریں گے جس سے تعجب کا معنی ادا کرنا ہے تو فعل تعجب بن جائے گا جیسے مَاأَفْعَلَہٗ کی مثال ہے مَااَشَدَّاِسْتِخْرَاجَہٗ کس قدر سخت ہے وہ نکلنے کے اعتبار سے۔ اس مثال میں اس فعل کا جو مصدر ہے اِسْتِخْرَاجَہٗ مفعول بنے گا۔اور دوسرا جو صیغہ ہے اَفْعِلْ بِہٖ اس کی مثال اَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِہٖ یعنی کیا ہی سخت ہے اس کا باہر نکلنا۔اس مثال میں جو مصدر ہے وہ (ب) جارہ کی وجہ سے مجرور ہے ...... یہ تمام تفصیل اسم تفضیل میں گزر گئی ہے۔

ولایجوز التصرف فیھما بتقدیم ولاتأخیر ولا الفصل:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمارہے ہیں کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں فعل تعجب پر کسی چیز کو مقدم کرنا یا فعل تعجب کو مؤخر کرنا یا فعل تعجب کے عامل ومعمول کے درمیان فصل کرنا یہ تصرف کرنا اس میں بالکل جائز نہیں ہے لہٰذا مَااَحْسَنَ زَیْدًا کو مَازَیْدًااَحْسَنَ یا اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کو زَیْدٍ اَحْسِنْ یا فصل کرنا جیسے مَااَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْدًا یا اَحْسَنَ الْیَوْمَ بِزَیْدٍ یہ کہنا یہ تصرفات فعل تعجب میں جائز نہیں ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دو صیغے صدارت کلام کا تقاضہ کرتے ہیں۔یعنی کلام کے شروع میں آتے ہیں کیونکہ ان میں انشاء کا معنی موجود ہے اس وجہ سے ان پر کسی چیز کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اس کی صدارت فوت ہو جائے گی۔

والمازنی اجاز الفصل بالظرف: امام مازنی رحمۃ اللہ علیہ (نحو کے بہت بڑے امام ہیں) فرماتے ہیں کہ فعل تعجب اگر ایسے کلام میں واقع ہو جائے جس میں ظرف والا معنی موجود ہوتو وہاں پر فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل کرنا جائز ہے جیسے مَااَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْدٌ وجہ یہ ہے کہ ظرف کے اندر جو وسعت ہوتی ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں ہے۔

(فصل):...... افعال المدح والذم: ما وضع لانْشاء مدح اَوْ ذم (۱) أما المدح ،فله فعلان: أ-''نعم'' وفاعله اسم معرف باللام نحو ''نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ'' أو مضاف الی المعرف باللام نحو ''نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَیْدٌ'' وقد یکون فاعلهٗ مضمرًا، ویجب تمیزهٗ بنکرة منصوبة نحو نِعْمَ رَجُلًا زیدٌ اَوْ ''ب،

ما، نحو قوله تعالیٰ فَنِعِمَّا هِيَ :ای: نعم شيئًا هی، وزيدٌ يُسمّٰی المخصوص بالمدح ب'' وَحَبَّذَا'' نحو '' حَبَّذَازيدٌ'' حَبَّ فعل المدح فاعله ''ذا'' والمخصوص بالمدح زيدٌ، ويجوزان يقع قبل مخصوص حبذا اَوْ بعده تميز ،نحو '' حَبَّذَا رَجُلًا زيدٌ''وَ حَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلًا۔ اَوْ حَال، نحو حَبَّذَا رَاكبًا زَيْدٌ، وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكبًا۔

ترجمہ:......بارہویں فصل۔ افعال مدح وذم وافعال ہیں جو تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔ بہرحال تعریف تو اس کے لیے دو فعل آتے ہیں نعم اور اس کا فاعل ایسا اسم ہوتا ہے جو حرف باللام ہو جیسے نعم الرجل زیدٌ اچھا مرد ہے زید۔ یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نِعْمَ غُلَامُ الرَّجل زَیْدٌ اچھا مرد ہے زید کا غلام۔ اور کبھی اس کا فاعل ضمیر ہوتی ہے اور واجب ہے اس کی تمیز لانا نکرہ منصوب کے ساتھ جیسے نعم رجلا زیدٌ اچھا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے زید۔ یا مَا کے ذریعے سے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ اگر ظاہر کر وخیرات تو کیا ہی اچھی چیز ہے وہ اس کی اصل نعم شیئًا ھی ہے ان مذکورہ مثالوں میں زید کو مخصوص بالمدح کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرا حَبَّذَا ہے جیسے حَبَّذَا زید اچھا ہے وہ زید حب فعل مدح ہے اس کا فاعل ذَا ہے اور زید مخصوص ہے۔ اور جائز ہے کہ واقع ہو حَبَّذَا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد اس کی تمیز جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَیْدٌ اچھا ہے زید مرد ہونے کے اعتبار سے اور حَبَّذَا زَیْدٌ رَجُلًا اچھا ہے وہ زید مرد ہونے کے اعتبار سے۔ یا حال جیسے حَبَّذَا رَاکِبًا زَیْدٌ اچھا ہے وہ زید سوار ہونے کی حالت میں اور حَبَّذَا زَیْدٌ رَاکِبًا اچھا ہے وہ زید سوار ہونے کی حالت میں۔

تشریح: فصل افعال المدح و الذم

بارہویں فصل افعال مدح وذم کے بیان میں ہے۔ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے افعال مدح وذم کو بیان فرمایا ہے۔

افعال مدح وذم کی تعریف: افعال مدح وذم ان افعال کو کہتے ہیں جو کسی کی اچھائی یا بُرائی پر دلالت کرنے

کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔اور افعال مدح وذم چار ہیں:(۱)نِعْمَ اور(۲)حَبَّذَا یہ اچھائی اور تعریف کے لیے آتے ہیں اور(۳)بِئْسَ اور(۴)سَآءَ یہ برائی اور مذمت کے لیے آتے ہیں۔

اما المدح فلہٗ فعلان: صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدح کے لیے آتے ہیں نِعْمَ اور حَبَّذَا یہ دونوں تعریف کے لیے آتے ہیں۔

نعم فاعلہٗ اسم معرف باللام: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعم کا فاعل جو ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نعم کا فاعل تین طرح کا آتا ہے۔

(۲)معرف باللام: جیسے:نِعْمَ فعل مدح الرَّجُلُ فاعل زَیْدٌ مخصوص بالمدح

(۱)ومضاف الی المعرف باللام: نعم کا فاعل کبھی مضاف ہوتا ہے معرف باللام کی طرف جیسے:نعم فعل مدح غلام الرجل مرکب اضافی فاعل زَیْدٌ مخصوص بالمدح

(۳)وقد یکون فاعلہ مضمرا: تیسری قسم یہ ہے کہ نعم کا فاعل ضمیر مستتر ہو اس صورت میں فاعل کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے لیے تمیز کا لانا واجب ہے یا تو نکرہ منصوبہ جیسے: نعم رَجُلًا زَیْدٌ

اور یا تو اس کی تمیز لائی جائے گی مَا کے ساتھ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۰ ای نِعْمَ شَیْئًا هِیَ یہ اس کی اصل عبارت بنے گی۔

وزید یسمی مخصوص بالمدح: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ آخر میں جو اسم ہوتا ہے اسے مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں اور یاد رکھیں اس کی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں۔ایک ترکیب وہ ہم نے اوپر آپ کے سامنے بیان کی مذکورہ مثالوں میں اور دوسری ترکیب یہ ہے مثلاً

نِعم الرجل زیدٌ نعم فعل الرجل فاعل زید خبر خبر ہو مبتدا محذوف کی۔

اور فعل مدح کا دوسرا جو فعل ہے حَبَّذَا اس میں حَبَّ فعل ذَا اس کا فاعل یہ مل کر خبر مقدم اور زید مبتدا مؤخر۔

ویجوز ان یقع قبل المخصوص او بعدہٗ: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرمارہے ہیں کہ حَبَّذَا کا جو مخصوص بالمدح ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد تمیز اور حال کا لانا جائز ہے اور تمیز کے اعتبار سے اس کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) پہلی صورت: یہ ہے کہ تمیز مخصوص بالمدح سے پہلے ہو جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَیْدًا۔

(۲) دوسری صورت: یہ ہے کہ تمیز مخصوص بالمدح کے بعد ہو حَبَّذَازَیْدٌ رَجُلًا۔

(۳) تیسری صورت: اوحالانحو حبذا را کبا زید تیسری صورت یہ ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے حال واقع ہو جیسے حَبَّذَارَكِبًا زَيْدٌ۔

(۴) چوتھی صورت: چوتھی صورت یہ ہے کہ حال مخصوص بالمدح کے بعد ہو جیسے حَبَّذَازَيْدٌ رَكِبا۔

فائدہ: تمیز اور حال کا مخصوص بالمدح کے مطابق ہونا افراد تثنیہ جمع تذکیر اور تانیث میں ضروری ہے۔

واما الذم فله فعلان اَيْضًا۔ الف "بِئْسَ" نحو بئس الرجل عمرو بئس غلام الرجل عمرو وبئس رجلا عمرو ب وساء نحو ساء الرجل زيد وساءَ غلام الرجل زيد وساءَ رجلا زيد وساءَ مثل بئس في سائر الاقسام

ترجمہ:......اور بہر حال ذم تو اس کے لیے بھی دو فعل آتے ہیں (۱) بئس جیسے بئس الرجل عمرو بُرا مرد ہے عمرو اور بئس غلام الرجل عمرو بُرے مرد کا غلام ہے عمرو و بئس رجلا عمرو بُرا ہے وہ عمرو مرد ہونے کے اعتبار سے۔

(۲) ساءَ جیسے ساءَ رجلا زید بُرا ہے زید ساءَ غلام الرجل زید بُرے مرد کا غلام ہے زید اور ساءَ رجلا زید بُرا ہے زید مرد ہونے کے اعتبار سے۔اور ساءَ بئس کی طرح ہے تمام اقسام میں۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے افعال ذم کو بیان فرمایا ہے کہ مذمت اور بُرائی کے لیے بھی دو فعل آتے ہیں۔

(۱) بئس ۔(۲) ساءَ بئس کا فاعل بھی نعم کی طرح تین طرح سے آسکتا ہے جس طرح نعم کا فاعل تین طرح سے آسکتا ہے (۱) مطلب بئس کا فاعل معرف باللام ہو جیسے: بئس فعل ذم الرجل فاعل عَمْرٌو مبتدا مخصوص بالذم۔

(۲) بئس کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے: بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عمرو۔

(۳) فاعل بشکل ضمیر مستتر ہو۔ یعنی اس کی ضمیر لائی جائے گی۔نکرہ منصوبہ کے ساتھ یا ما زائدہ کے ساتھ جیسے بئس رجل عمرو اور بئس مادر هما اور دوسرا فعل سَاءَ ہے سَاءَ کے فاعل کی بھی تین ہی قسمیں ہیں:

(۱)......ساءَ کا فاعل معرف باللام ہو جیسے ساءَ الرجل زید۔

(۲)......ساءَ کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے ساءَ غلام الرجل زید۔

(۳)......ساءَ کا فاعل بشکل ضمیر مستتر ہو پھر اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو جیسے ساءَ رجلا زید...... یا تمیز مَا کے ساتھ ہو جیسے ساءَ ما دینارٌ۔

وساءَ مثل بئس فی سائر الاقسام: صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساءَ تمام اقسام میں بئس کی طرح ہے اور بئس اور ساءَ یہ دونوں نعم کی طرح ہیں یعنی نعم کا فاعل جس طرح تین طرح سے آسکتا ہے اسی طرح بئس اور ساءَ کا فاعل بھی تینوں طرح آسکتا ہے۔

القسم الثالث فی الحروف وقد مضی تعریفهٗ واقسامهٗ سبعة عشر:(۱) حروف الجر وحروف المشبهة(۲) بالفعل وحروف العطف (۳)وحروف التنبيه (۴) وحروف النداءِ(۵) وحرف الايجاب (۶) وحروف الزيادة (۷)وحروفا التفسير (۸)وحروف الشرط(۹)وحروف المصدر (۱۰)وحروف التحضيض (۱۱) وحروف التوقع(۱۲)وحرفا الاستفهام (۱۳)وحروف الردع(۱۴)وتاء التانيث الساكنه والتنوين ونون التاكيد.

ترجمہ:......تیسری قسم حروف کے بیان میں ہے اور گزر چکی اس کی تعریف اور اس کی سترہ قسمیں ہیں:

(۱) حروف جر (۲) حروف مشبہ بالفعل۔ (۳) حروف عطف۔ (۴) حروف التنبیہ۔ (۵) حروف النداء۔ (۶) حروف ایجاب (۷) حروف الزیادۃ (۸) حرفا التفسیر (۹) حروف المصدر (۱۰) حروف التحضیض۔ (۱۱) حروف التوقع۔ (۱۲) حرفا الاستفہام۔ (۱۳) حروف الشرط۔ (۴) حروف الردع۔ (۱۵) تاء التانیث الساکنہ۔ (۱۶) تنوین (۱۷) نون تاکید۔

تشریح:

مقدمہ کتاب میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس کتاب کی تقسیم میں نے کی ہے تین قسموں پر۔

(۱) پہلی قسم: اسم سے متعلق تھی۔ (۲) دوسری قسم فعل سے متعلق تھی اس کا بیان تفصیلاً گزر چکا بمع اقسام اب یہاں سے تیسری قسم حرف کے متعلق ہے فرماتے ہیں کہ حرف کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے آپ دوبارہ دیکھیں

کہ حرف اس کو کہتے ہیں جس میں نہ تو تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ پایا جائے اور نہ وہ دوسرے کلمے کے ملائے بغیر اپنا معنی بتا سکے۔ اور فرماتے ہیں کہ اس کی سترہ قسمیں ہیں جو ترجمہ میں گزر چکی ہیں۔

فصل حرف الجر حروف وضعت لِافضاء الفعل وشبهٖ او معنی الفعل الیٰ مَا تلیه نحو مررت بزید وانا مَارٌّ بزید وھٰذا فی الدار ابوك ای اشیر الیه. فیها و ھی تسعة عشر حرفا من وھی للابتداء الغاية وعلامتهٗ ان یصح فِی مقابلتهٖ الانتهاء کما تقول سرت من البصرت الی الکوفة والتبیین وعلامتهٗ ان یصح وضع لفظ الذی مکانهٗ کقولهٖ تعالیٰ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وللتبعیض وعلامته ان یصح لفظ بعض مکانهٗ نحو اخذت من الدراهم وزائدة وعلامته ان لا یختل المعنی باسقاطها نحو ما جاءنی من واحد ولا تزاد مِنْ فی الکلام الموجب خلا فالکوفیین واما قولهم قد کان من مطر وشبههٗ فمتاول۔

ترجمہ:...... یہ فصل ہے حرف جارہ کے بیان میں حروف جر وہ حروف ہیں جو وضع کیے گئے ہوں فعل یا شبہ فعل یا معنیٔ فعل کو اس تک پہنچانے کے لیے جو ان کے ساتھ ہے ملا ہوا جیسے مررت بزید اور انا مَارٌ بزید اور ھٰذا فی الدار ابوک یعنی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ گھر میں ہے اور یہ انیس حروف ہیں پہلا حرف جر من ہے اور یہ ابتدائے غایت کے لیے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں انتہاء کا ذکر کرنا صحیح ہے جیسے تو کہے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ نے سیر کی بصرہ سے کوفہ تک۔ اور یہ وضاحت کے لیے بھی آتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظ الذی کا رکھنا صحیح ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ اور کبھی تبعیض کے لیے آتا ہے اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی جگہ لفظ بعض کا لگانا صحیح ہو جیسے اخذت من الدراھم۔ اور کبھی زائدہ ہوتا ہے تب اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کو گرانے سے معنی خراب نہ ہو جیسے ما جاءنی من احد اور مِنْ کلام موجب الخ کلام موجب میں زائد نہیں ہوتا بخلاف کوفیوں کے ان کا جو قول ہے قد کان من مطر اور اس جیسے دیگر اقوال میں تاویل کی گئی ہے۔

فصل حروف الجر

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی اقسام میں سے پہلی قسم حرف جر بیان فرمایا ہے۔اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ بہتر تو یہ تھا کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ شبہ فعل کو پہلے ذکر فرماتے حروف جر کو پہلے کیوں ذکر فرمایا؟؟؟

جواب: اس کا اب یہ ہے کہ حرف جر کو مقدم کیا گیا دو وجہ سے۔

(۱) پہلی وجہ:......پہلی وجہ یہ ہے کہ حرف جر عمل کرنے میں اصل ہے۔

(۲) دوسری وجہ:......یہ ہے کہ کثرت استعمال کی وجہ سے حروف جارہ کو مقدم کیا گیا۔

حروف جر کی تعریف:

حروف الجر حروف وضعت لافضاء الفعل و شبہہ او معنی الفعل الی ما یلیہ تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حروف جر وہ حروف ہیں جن کو وضع کیا گیا ہو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس چیز کی طرف پہنچانے کے لیے جو چیز ان حروف کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔

تعریف میں جو افضاء الفعل ہے افضاء کا معنی ہے کھنچنا پہنچانا اور فعل سے مراد فعل اصطلاحی ہے اور شبہ فعل سے مراد وہ ہے جو اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے جیسے اسم فاعل، اسم مفعول صفت مشبہ وغیرہ۔ اور معنیٰ فعل سے مراد وہ ہے جس سے فعل کا معنی مستنبط ہو جیسے ظرف اور جار مجرور اور اسمآئے اشارات اسمائے افعال وغیرہ۔ کہ ان سب سے فعل کا معنی مستنبط ہوتا ہے۔

ما تلیہ: یہاں **مَا** سے مراد اسم ہے اور ضمیر مرفوع جو فعل میں مستتر ہے یہ حروف کی طرف راجح ہے اور ضمیر منصوب بارز یہ راجح ہے لفظ **مَا** کی طرف۔ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی مثال دی **مررت بزید** تو اس مثال میں واضح فرمایا کہ یہ مثال ہے افضائے فعل کی یعنی فعل کو ملایا گیا ہے اور دوسری مثال ہے **اَنَا مَارٌّ بِزَیْدٍ** زید پر گزرنے

والا یہ لا فضاء شبہ یعنی شبہ فعل کو اس تک پہنچایا گیا اور ھٰذا فی الدار ابوک یہ مثال ہے معنیٔ فعل کی کہ اس کو اس تک پہنچایا گیا ھٰذا بمعنی اشیر الیہ۔

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وھی تسعۃ عشر حرفا کہ حروف کی تعداد انیس ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔من (۲)۔الیٰ (۳)۔حتّٰی (۴)فِی (۵)۔باء (۶)۔لام (۷)۔رُبَّ (۸)۔واوِ بَّ (۹)۔ واوِ قسم (۱۰)۔تاء قسم (۱۱)۔باء قسم (۱۲)۔عَنْ (۱۳)۔عَلٰی (۱۴)۔کاف (۱۵)۔مُذْ (۱۶)۔مُنْذُ (۱۷)۔خَلَا (۱۸)۔عَدَا (۱۹)۔حَاشَا۔

ومن ھی لابتداء الغایۃ الیٰ اخرہ: صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حرف جارہ میں سے سب سے پہلے من کو بیان فرمایا ہے اور سب پر اس کو مقدم کیا چونکہ یہ ابتداء کے لیے آتا ہے اس لیے کلام کا آغاز بھی من سے کیا۔ تو یاد رکھیں کہ صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے من کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) پہلا معنی و ھی لابتداء الغایۃ: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مِنْ مسافت کی ابتداء کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے اور یہاں پر ابتداء سے مراد وہ ابتدا ہے جس کی انتہا ہو لیکن کبھی کبھی یہ ایسی ابتدا کے لیے بھی آتا ہے جس کی انتہاء ہی نہ ہو جیسے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اور صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابتدا کے لیے مِنْ کے استعمال کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں انتہاء کا آنا صحیح ہو جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ

(۲) دوسرا معنی والتبیین: یہ ہے کہ من تبیین یعنی کسی چیز کے بیان کے لیے بھی آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہاں من کی جگہ لفظ الذی کا آنا صحیح ہو۔ جیسے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ای الرِّجْسَ الذی ھو الْاَوْثَانِ سورہ حج آیت: ۳۰) یعنی بچو تم لوگ گندگی سے (گندگی کیا ہے) بتوں سے۔ یعنی یہاں پر من کی جگہ الذی استعمال ہوسکتا ہے۔

(۳) تیسرا معنی وللتبعیض مِنْ تبعیض کے لیے بھی آتا ہے یعنی بعضیت کے لیے اور اس کی علامت یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ بعض لگانا صحیح ہو جیسے اخذت من الدراھم میں نے دراہم میں سے کچھ لیا یعنی ای بعض الدراھم بعض دراہم۔

(۴) چوتھا معنی زائدہ: اور کبھی زائدہ بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو اگر گرا دیا

جائے تو اس سے معنی میں کوئی فرق نہ آئے جیسے مَاجَاءَنِیْ مِنْ احدٍ میرے پاس کوئی ایک بھی نہیں آیا اور اسی طرح اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ یہاں پر اگر مَاجَاءَنِیْ احدٌ اور یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبِکُمْ کہا جائے تو معنی پر کوئی فرق (تبدیلی) نہیں پڑے گا۔

و لاتزاد فی کلام الموجب: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ قاعدے اور اختلاف کو بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی بھی کلام موجب کے اندر من زائدہ نہیں ہوتا اور کلام موجب اسی کلام کو کہتے ہیں جس میں نفی نہی استفہام ہو۔اور یہ مذہب بصریین کا ہے اور اسی کو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔

خلافاللکوفیین: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ کوفیوں کا مذہب بیان فرمارہے ہیں کہ کوفیین کے نزدیک جس طرح کلام غیر موجب میں من زائد ہوسکتی ہے۔تو اسی طریقے سے کلام موجب میں بھی من زائدہ ہو سکتی ہے اور کلام عرب میں اس کی مثالیں موجود ہیں:

پہلی مثال: قَدْکَانَ مِنْ مَّطَرٍ کچھ بارش ہوئی اور اگر یہاں من کو گرادیں قدکان مطر بول دیں تب بھی صحیح ہے۔

اور اسی طرح قرآنِ پاک میں بھی اس کی مثال موجود ہے یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وہ معاف کردے گا تمہارے گناہوں میں سے کچھ یہ ان کی دلیلیں ہیں۔

و اما قولهم سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے کوفیین کی دلیل کا جواب ذکر فرمایا ہے کہ یہ کہنا کہ قدکان من مطر اس سے ہمارے قاعدے پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ قدکان من مطر اور اس جیسی مثالوں میں ہم تاویل کرتے ہیں اس جیسی مثال میں ہم من کو زائد نہیں مانتے بلکہ من کو تبعیض کے لیے مانتے ہیں۔ قدکان من مطر مطلب ای بعض مطر یہ من زائد ہے ہی نہیں تبعیض کے لیے ہے اس پر ایک اعتراض ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ قدکان من مطر کے اندر کچھ بارش ہوئی۔چلیں یہ بات تو ہم مان سکتے ہیں لیکن یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ اگر یہاں پر یہ من تبعیض کے لیے مان لیں اس آیت میں تو اس آیت کا ٹکراؤ آجائے گا قرآن پاک کی دوسری آیت مبارکہ سے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (سورۂ زمر آیت: ۵۳) اللہ تبارک وتعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔ایک آیت میں من تبعیض کے لیے اور یہاں جمیع ذنوب کی مغفرت کا وعدہ ہے دونوں آیات میں ٹکراؤ آجاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ یہ خطاب قوم نوح علیہ السلام کو ہے۔اور اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا یہ جو وعدہ ہے یہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو ہے۔

والیٰ وهی لانتهاء الغاية كما مرَّ وبمعنی مع قليلا كقوله تعالیٰ :فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ ۔

ترجمہ:......اور دوسرا حرف جر الیٰ ہے اور یہ غایت کی انتہاء کے لیے آتا ہے جس طرح گزر گیا اور بہت کم مَعَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ دھولو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک ۔(سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶)

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے دوسرے حرف الیٰ کو بیان کیا ہے...... الیٰ دو معنوں کے لیے آتا ہے (۱) لانتهاء الغاية غایت کی انتہاء کو بیان کرنے کے لیے کہ یہاں پر آ کر بات پوری ہو گئی ہے جیسے پیچھے گزر چکا سرت من البصرة الی الكوفة تو كوفة جو ہے یہ انتہائے غایۃ ہے یہاں پر سیر کی انتہاء ہوگئی ۔(۲) دوسرا الیٰ بہت کم مَعَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ ای مع المرافق اور یہی احناف کا قول کہ کہنیاں غسل ید میں داخل ہیں ۔مرافق تک نہیں بلکہ مع مرافق ہے اس کی تائید ہمارے اس نحو کے قاعدے سے بھی ہوتی ہے۔

وحتّٰی وهی مثل الیٰ نحو نمت البارحة حتی الصباح ومعنی مع كثيرا نحو قدم الحاج حتی المشاة ولا تدخل الا علی الظاهر فلا يقال حتاهُ خلافا للمبرد وقول الشاعر شعر شاذٌّ۔

فلا والله لا يُبْقِي أناس...... فتًى حَتَّاك يا ابن أبي زياد

ترجمہ:......حروف جارہ میں سے تیسرا حرف حتیٰ ہے اور حتیٰ الیٰ کی طرح ہے جیسے نمت البارحة حتی الصباح میں سویا گذشتہ رات صبح تک ۔اور مع کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاة حاجی آ گئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی ۔اور داخل نہیں ہوتا حتّٰی مگر اسم ظاہر پر پس نہیں کہا جائے گا حتاهُ برخلاف امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ کے اور شاعر کا قول ہے:
یہ شاذ ہے یعنی خدا کی قسم کوئی انسان جوان نہیں رہے گا یہاں تک کہ (حتی کہ) تو بھی اے ابن زیاد۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے تیسرے حرف حتی کو بیان کیا ہے حتی بھی دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے پہلا معنی اس کا الی کی طرح ہے جیسے :نمت البارحۃ حتی الصباح

کہ حتی بھی انتہاء غایت کے لیے ہے۔دن کی ابتداء صبح سے ہے رات کی انتہاء تک میں سویا۔

لیکن الی اور حتی میں دو طرح کا فرق ہے۔

(۱) پہلا فرق: تو یہ ہے کہ الی مَعَ کے معنی میں بہت کم استعمال ہوتا ہے اور حتّٰی مَعَ کے معنی میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا فرق: یہ ہے الی اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتا ہے اور اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے لیکن حتّٰی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوگا اور ضمیر پر کبھی بھی داخل نہیں ہوگا۔اسی کے اندر حتّٰی کا دوسرا معنی بھی آ گیا کہ اکثر حتّٰی مَعَ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ

فلاتدخل الاعلی الظاهر: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حتی کے متعلق ایک اختلاف کو ذکر فرماتے ہیں۔

جمہور کا مسلک: جمہور کا مسلک یہ ہے کہ حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوگا ضمیر پر کبھی بھی داخل نہیں ہوگا۔ جیسے حتاہ یا حتاک وغیرہ یہ کہنا جائز نہیں ہے۔

جمہور کے برخلاف امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حتی اسم ظاہر پر اور ضمیر پر دونوں پر داخل ہوسکتا ہے استدلال کرتے ہیں ایک شاعر کے شعر سے اور وہ شعر یہ ہے:

فلا واللہ لایبقی اناس حتاک یا ابن ابی زیاد

اللہ کی قسم کوئی انسان جوان باقی نہیں رہے گا یہاں تک کہ تو بھی اے ابن زیاد۔شعر کی ترکیب:

فلا زائدہ وَاو قسمیہ جارہ لفظِ اللہ مجرور، جار مجرور مل کر متعلق أُقْسِمُ فعلِ محذوف کا پھر یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قسم لَایَبْقٰی فعل اُنَاسٌ فاعل فَتًی مفعول حتاک جار مجرور مل کر فعل کا متعلق پھر یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم، یا حرف نداء قائم مقام ادعو افعل ضمیر مستتر فاعل ابن ابی زیاد مرکب اضافی ہو کر مفعول اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

محل استشہاد اس شعر میں حتاک ہے۔امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ کو جمہور رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے

کہ شَاذُ یہ کیا ہے۔شاذ ہے۔قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔

وفی للظرفیة نحو زید فی الدّار والمآء فی الکوز ومعنی علیٰ قلیلًا نحو قولہٖ تعالیٰ :وَلَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ۔

ترجمہ:......اور حروف جارہ میں سے ایک فی ہے اور یہ ظرفیت کے لیے آتا ہے جیسے زیدفی الدّار زید گھر میں ہے والمآءفی الکوزپانی کوزے (پیالے) میں ہے اور بہت کم علی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:وَلَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ(سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۷۱) اور میں تم کو ضرور بضرور پھانسی دوں گا کھجور کے تنوں پر۔

تشریح:

وفی للظرفیة: حروف جارہ میں سے ایک حرف فی بھی ہے۔حرف فی دو معنوں کے لیے آتا ہے (۱)......بمعنٰی ظرف۔(۲)......بمعنٰی علی۔

(۱)......**بمعنٰی ظرف**۔بمعنی ظرف یعنی اس بات کو بتانے کے لیے کہ فی کا مدخول کسی چیز کے لیے ظرف ہے پھر چاہے یہ ظرف حقیقتًا ہو جیسے زیدفی الدّار زید گھر میں ہے اور نحن فی الفصل ہم کلاس میں ہیں اور المآء فی الکوزپانی کوزے میں ہے۔یا مجازًا ہو جیسے نظرت فی الکتاب ایسے ہی النجات فی الصدق یہاں پر ظرف مجازا ہے۔

(۲)......**بمعنٰی علی**: اور فی کبھی کبھی عَلٰی کے معنیٰ میں ہوتا ہے لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:وَلَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ ای عَلٰی جُذُوۡعِ النَّخۡلِ میں تم کو ضرور بضرور پھانسی دوں گا کھجور کے تنوں پر۔(سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۷۱)

والباء وھی للالصاق نحو مررت بزید ای التصق مروری بموضع یقرب منه زید وللاستعانة نحو کتبت بالقلم وقد یکون للتعلیل کقولهٖ تعالیٰ:اِنَّکُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ بِاتِّخَاذِکُمُ الۡعِجۡلَ وللمصاحبة کخرج زید بعشیرتهٖ وللمقابلة کبعت ھٰذا بذالك وللتعدیة کذھبت بزید وللظرفیة کجلست بالمسجد وزائدةً قیاسا فی خبر النفی نحو ما زید بقائم وفی الاستفهام نحو

هل زيد بقائم وسماعا في المرفوع نحو بحسبك زيد اي حَسْبُكَ زيدٌ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اي كفى اللّٰهُ وفي المنصوب نحو القى بيده اي القى يده۔

ترجمہ:...... اور حروف جارہ میں سے پانچواں حرف (ب) ہے اور وہ الصاق کے لیے آتا ہے جیسے مررت بزید یعنی میرا گذر اس جگہ سے ملا جہاں سے زید قریب تھا۔ اور استعانت کے لیے بھی آتا ہے جیسے کتبت بالقلم میں نے قلم کے ساتھ لکھا۔ اور کبھی تعلیل کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ بے شک ظلم کیا تم لوگوں نے اپنی جانوں پر بچھڑے کو معبود بنا کر۔ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۵۴) اور مصاحبت کے لیے آتا ہے جیسے خرج زید بعشیرتہ نکلا زید اپنے قبیلے کے ساتھ اور مقابلے کے لیے آتا ہے جیسے بعت ھٰذا بذاک اس کو میں نے فروخت کیا اس کے بدلے میں اور تعدیہ کے لیے بھی آتا ہے جیسے ذھب بزید میں زید کو لے گیا اور ظرفیت کے لیے بھی آتا ہے جیسے جلست فی المسجد اور کبھی ب زائدہ ہوتی ہے قیاس کرتے ہوئے نفی کی خبر پر جیسے ما زید بقائم اور استفہام جیسے هل زيد بقائم اور مرفوع میں سماعاً زائدہ ہوتی ہے جیسے بحسبک زید یعنی حسبک زید اور وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا یعنی كَفَى اللّٰهُ شَهِيْدًا اور منصوب میں جیسے اَلْقٰى بِيَدِهٖ اَیْ اَلْقٰى يَدَهٗ۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے پانچواں حرف (ب) بیان کیا ہے سب سے پہلے آپ یہ بات سمجھیں کہ ب کی دو قسمیں ہیں: (۱) با زائدہ۔ (۲) با غیر زائدہ۔ باء غیر زائدہ کئی معنوں کے لیے استعمال ہوتی ہے:

(۱)...... للالصاق الصاق (ملانے) کے لیے الصاق کہتے ہیں ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ ملنا پھر یہ الصاق چاہے حقیقتاً ہو جیسے بہ داءٌ اس کے ساتھ بیماری ہے اور یا الصاق مجازاً ہو جیسے مررت بزید اس کا معنی ہے: اِلْتَصَقَ مُرُوْرِیْ بِمَوْضِعٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زَيْدٌ کہ میرا گزر ایسی جگہ کے ساتھ ملا جس جگہ سے زید قریب تھا۔ یہ الصاق مجازاً ہے۔

(۲)...... وللاستعانۃ اور باء غیر زائدہ استعانت کے لیے استعمال ہوتی ہے استعانت کا معنی ہے کہ باء کا مدخول فعل کے لیے آلہ ہے جیسے کتبت بالقلم میں نے قلم کے ساتھ لکھا۔

(۳)......وقد یکون للتعلیل:اور باء کبھی کبھی تعلیل کے لیے بھی آتا ہے یعنی اس بات کو بتانے کے لیے کہ (با) کا مدخول ماقبل کے لیے علت (سبب) ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ تو یہاں بچھڑے کو معبود بنانا علت ہے بنی اسرائیل نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

(۴)......باغیر زائد کا چوتھا معنی وللمصاحبۃ ہے کہ با کبھی کبھی مصاحبت کے لیے بھی آتی ہے یعنی کوئی چیز اگر اس کے ساتھ ملی ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ (با) کی جگہ مع کا استعمال ہوسکتا ہو جیسے خرج زید بعشیرتہ ای مع عشیرتہ نکلا زید اپنے قبیلے کے ساتھ۔

(۵)......وللمقابلۃ:اور (با) کبھی کبھی مقابلے کے لیے بھی آتا ہے یعنی اس بات کا فائدہ دینے کے لیے کہ (با) کا مدخول ایک چیز کا مقابل ہے جیسے بِعْتُ ھٰذا بذاک میں نے اس کو فروخت کیا اس کے بدلے میں۔اور جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد بھی ہے:اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

(۶)......وللتعدیۃ:اور با کبھی کبھی تعدیہ کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے یعنی فعل لازم کو فعل متعدی بنانے کے لیے جیسے ذھبت بزید بمعنی اذھبت زید میں لے گیا زید کو ب نے لازم فعل کو متعدی کر دیا ذھب بمعنی اذھب ہے۔

(۷)......وللظرفیۃ:اور (با) کبھی کبھی ظرفیت کے لیے استعمال ہوتی ہے یعنی با کا مدخول ماقبل کے لیے ظرف ہے جیسے جلست فی المسجد میں مسجد میں بیٹھا۔

باء کی دوسری قسم باء زائدہ ہے:

وزائدۃ قیاسا فی خبر النفی:کہ باب زائد کی دوقسمیں ہیں:(۱) قیاسی (۲) سماعی۔دومقامات ایسے ہیں جہاں با قیاسا زائد ہوتی ہے۔

پہلا مقام:فی خبر النفی نفی کی خبر میں جیسے ما زید بقائم تو یہاں پر اگر ما زید قائم پڑھیں گے تب بھی صحیح ہے۔

دوسرا مقام:استفہام میں جیسے ھل زید بقام تو ان دونوں صورتوں میں با زائد ہوتی ہے اور دوسری قسم جہاں با زائد ہوتی ہے وہ یہ ہے۔

وسماعا فی المرفوع وہ بھی دومقامات ہیں جہاں (با) سماعا زائدہ ہوتی ہے

پہلا مقام:مرفوع پھر چاہے وہ مرفوع مبتدا ہو جیسے بحسبک زید ای حسبک زید یا چاہے وہ مرفوع فاعل

ہو جیسے کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ای کَفٰی اللّٰہُ شَہِیْدًا (سورۂ رعد آیت نمبر ۴۳)

دوسرا مقام: منصوب یعنی مفعول جیسے القٰی بیدہ ای القٰی یدہٗ۔ تو یہ دو مقامات ہیں جہاں (با) سماعا زائد ہوتی ہے۔

واللام للاختصاص نحو الجل للفرس والمال لزید وللتعلیل کضربتہٗ للتأدیب وزائدۃ کقولہٖ تعالیٰ ردف لکم ای ردفکم وبمعنی عن اذا استعمل مع القول کقولہٖ تعالیٰ:وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ وفیہ نظرٌ وبمعنی الواو فی القسم للتعجب کقول الھذلی شعر۔

للّٰہِ یبقٰی علی الایَّامِ ذُوْ حِیَدٍ ۔بِمُشْمَخِرٍّ بِہِ الظَّیَّانُ وَالآس

ترجمہ:......اور حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے اور وہ آتا ہے اختصاص کے لیے جیسے الجل للفرس زین گھوڑے کے لیے خاص ہے اور المال لزید مال زید کے لیے خاص ہے اور تعلیل کے لیے آتا ہے جیسے ضربتہٗ للتأدیب میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کے لیے اور لام کبھی زائد بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: رَدِفَ لَکُمْ (سورۂ نمل آیت:۷۲) ای رَدِفَکُمْ وہ تمہارے پیچھے ہے اور کبھی عن کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے قول کے ساتھ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ (سورۂ احقاف آیت:۱۱) اور کہا کافروں نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اگر یہ ایمان کوئی بہتر چیز ہوتا تو یہ مؤمن ہم سے سبقت نہ کرتے ۔صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور اس میں نظر ہے یعنی یہ محل نظر ہے مقام غور وفکر ہے اور لام کبھی واؤ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، قسم میں تعجب کے لیے جیسے ھذلی کا شعر ہے ترجمہ: اللہ کی قسم زمانے کے گزرنے کے ساتھ سینگ والا پہاڑی والا بکرا ایسے اونچے پہاڑ میں باقی نہیں رہے گا جس میں ظیان اور آس ہیں

تشریح:

اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام بیان فرمایا ہے۔

لام کئی معنوں میں ستعمال ہوتا ہے:

(۱)...... پہلا معنی للاختصاص اختصاص کے لیے یعنی اپنے مدخول کو کسی چیز کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے پھر یہ ثبوت بطور استحقاق کے ہو جیسے اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ زین گھوڑے کے لیے ہے یا بطریق ملکیت ہو جیسے المال لزیدٍ مال زید کا ہے۔

(۲)...... دوسرا معنی بطور علت للتعلیل :لام تعلیل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی یہ بات بیان کرنے کے لیے کہ اس کا مدخول کسی چیز کی علت ہے جیسے ضَرَبْتُہٗ لِلتَّأْدِیْبِ میں نے اس کو ادب سکھانے کے لیے مارا۔تو یہاں لِلتَّأْدِیْب میں جو لا ہے یہ علت کا تعلیل کا ہے۔

(۳)...... تیسرا معنی و از ائدۃ: یہ ہے لام کبھی کبھی زائد بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالیشان رَدِفَ لَکُمْ تو یہاں پر دیکھیں جو ہے رَدِفَ لَکُمْ اگر اس کو ردفکم پڑھیں تو بھی یہی معنی ہو گا ،یعنی لام کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑے گا۔اور یہ بات یاد رکھیں کہ لام اس وقت زائد ہو گا جب فعل متعدی بنفسہٖ ہو اور یہاں پر فعل ردف متعدی بنفسہٖ ہے تو یہاں پر یہ لام زائدہ ہے۔

(۴)...... چوتھا معنی و بمعنی عن اور کبھی کبھی لام استعمال ہوتا ہے عَنْ کے معنی میں اور یہ وہاں عَنْ کے معنی میں استعمال ہو گا جب لام کو قول اور اس کے مُشتقات کے ساتھ استعمال کیا جائے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ ۝ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں کے حق میں کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو مؤمنین ہم پر سبقت نہ کرتے (سورۂ احقاف آیت :۱۱) یہاں پر دیکھیں لام عَنْ کے معنی میں استعمال ہوا ہے لِلَّذِیْنَ ای عن الذین ۔یہاں یہ لام، عن کے معنی میں اس وجہ سے ہے کہ اگر یہ لام، عن کے معنی میں نہ ہوتا تو لازم آتا سبقونا کی جگہ سبقتمونا کا ہونا کیونکہ قول کا صلہ جب عن آتا ہے تو وہ بمعنی خطاب ہوتا ہے جیسے جب قال لہٗ کہا تو اس کے معنی خطاب کے ہوں گے کہ اس نے اس سے خطاب کیا اور قول کا صلہ لام بمعنی عن ہوتا ہے تو اس کا معنی روایت ہوتا ہے جیسے قلت لزید انہٗ لم یفعل الشر یعنی رِوَایتًا عن زید۔

وفیہ نظر صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وفیہ نظر اس مثال میں توجہ کی ضرورت ہے یہ جو مثال ہے یہ محل نظر ہے کہ لام بمعنی عن ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ علامہ جار اللہ زمخشری تفسیر کشاف میں فرماتے ہیں کہ صاحب مجمع البیان نے ذکر کیا کہ اس کلام کے کہنے والے کافر تھے اور اس کے مخاطب مؤمن تھے اور وہ غائب

نہیں تھے۔ جب مؤمن مخاطب ہیں تو پھر لام کو عن کے معنی میں لینا یہ بہتر نہیں ہے کیونکہ یہاں لام، عن کے معنی میں نہیں بلکہ صلہ کے لیے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب کافر بات کرر ہے تھے تو مؤمن موجود تھے اور لام وہاں عن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جہاں قائل کا قول غائب کے لیے ہو تو اس وجہ سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لام کو عن کے معنی میں لینا یہ محل نظر ہے یعنی قاعدے کی رو سے یہ درست نہیں ہے۔

(۵)...... پانچواں معنی بمعنی الواؤ: اور کبھی کبھی لام واؤ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ وہاں لام کے معنی میں استعمال ہوگا جب لام بمعنی قسم ہو اور قسم برائے تعجب ہو یعنی جواب قسم میں ایسی چیز ہو جو قابل تعجب ہو جیسا کہ قبیلہ ھزیل کا ایک شاعر کہتا ہے:

لِلّٰہِ یبقٰی علی الایام ذو حید بِمُشْمَخَرٍّ بہ الظیان و الآس

اللہ کی قسم باقی نہیں رہے گا زمانے میں کوئی گرہ دار سینگوں والا پہاڑی بکرا جو ایسے بلند پہاڑ پر ہو جس میں ظیان اور آس ہوں۔ اس شعر میں لفظ اللہ پر جو لام داخل ہے یہ لام بمعنی قسم ہے اور یبقٰی سے پہلے لام حرف نفی محذوف ہے۔ شعر کی ترکیب۔

لِلّٰہِ یبقٰی علی الایام ذو حید بِمُشْمَخَرٍّ بہ الظیان و الآس

لام قسمیہ جارہ لفظ اللہ مجرور جار مجرور مل کر متعلق اقسم فعل کا ہو کر جملہ انشائیہ قسم یبقی فعل علی الایام جار مجرور مل کر متعلق اوّل ذو حید مرکب اضافی ہو کر فاعل باحرف جر بِمُشْمَخَرٍّ موصوف بِہٖ جار مجرور مل کر متعلق ثابتان کا ہو کر خبر مقدم الظیان والآس جملہ معطوفہ ہو کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر صفت مل کر مجرور مل کر متعلق ثانی فعل اپنے فاعل اور متعلقات سے مل کر جواب قسم۔

ورب وهي للتقليل كما ان كم الخبرية للتكثير وتستحق صدر الكلام ولا تدخل الا على نكرة موصوفة نحو رب رجل كريم لقيتُهٗ او مبهم مفرد مذكر ابدا مميزا بنكرة منصوبة نحو ربهٗ رجلا وربهٗ رجلين وَرُبَّه اِمْرأة كذالك وعند الكوفين يجب المطابقة نحو ربهما رجلين وربهم رجالا وربها امرأة وقد تلحقها ما الكافة فتدخل على الجملتين نحو وربما قام زيد وربما زيد قائم ولا بدلها من فعل ماض لان رب للتقليل الملحقق ولا يتحقق

الا بہٖ ویحذف ذٰلك الفعل غالبًا كقولك رب رجل اكرمنى فى جواب من قال هل لقيت من اكرمك اى رب رجل اكرمنى لقيتهٗ فاكرمنى صفة الرجل ولقيتهٗ فعلها وهو محذوف۔

ترجمہ:......اور حروف جارہ میں سے ساتواں حرف رب ہے اور رب تقلیل کے لیے آتا ہے جیسے کم خبریہ تکثیر کے لیے آتا ہے اور صدر کلام کا مستحق بنتا ہے اور یہ نہیں داخل ہوتا مگر نکرہ موصوفہ پر جیسے رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهٗ یا مضمر مبہم مفرد مذکر پر جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی جاتی ہے جیسے ربہٗ رجلا ربہٗ رجلین، ربہٗ رجالا اسی طرح رُبَّہٗ امْرَأَةً اور کوفیوں کے نزدیک مطابقت واجب ہے جیسے رُبَّهُمَا رجلين، رُبَّهُمْ رجالا اور ربها امْرَأَةً اور کبھی لاحق ہوتا ہے اس کے ساتھ ماکافہ پس وہ داخل ہوتا ہے دو جملوں پر جیسے ربما قام زيد اور ربما زيد قائم اور اس کے لیے فعل ماضی ضروری ہے اس لیے کہ رُبَّ تقلیل تحقیق کے لیے آتا ہے اور یہ متحقق نہیں ہوتا مگر اس کے ذریعے اور حذف کیا جاتا ہے اس فعل کو غالبًا جیسے تیرا کہنا رب رجل اکرمنی اس شخص کے جواب میں جو کہے من اکرمك رب رجل لقيته اکرمنی پس اکرمنی صفت ہے رجل کی اور لقیتہٗ اس کا فعل ہے اور وہ محذوف ہے۔

تشریح:

اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے ساتویں حرف رب کو بیان کیا ہے رب کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) پہلا معنی للتقليل : یعنی متکلم ہے اپنے گمان کے مطابق رب کے مدخول کو قلیل سمجھ رہا ہے اگرچہ وہ کثیر ہو جس طرح کم خبریہ کا مدخول کثیر سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ قلیل ہو۔

وتستحق صدر الکلام: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ رب کے محل کو بیان فرمارہے ہیں کہ رب صدارت کلام کو چاہتا ہے یعنی کلام کے شروع میں آتا ہے۔ کلام کے درمیان اور آخر میں نہیں آتا رب سب پر مقدم ہوگا ہاں صرف حروف استفتاح واو ب، الا ہی مقدم ہو سکتے ہیں۔

و لاتدخل الا علىٰ نكرة موصوفة یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ رب کے مدخول کو بیان فرماتے ہیں کہ

رب کا مدخول دو چیزیں بنتی ہیں:

رب دو چیزوں پر داخل ہوتا ہے:

(۱) پہلی چیز نکرہ موصوفہ: یعنی اس کا مدخول نکرہ موصوفہ ہو جیسے رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ لَقِیْتُہٗ کم ایسے سخی مرد ہیں جن سے میں نے ملاقات کی تو اس مثال میں آپ دیکھیں رَجُلٍ نکرہ ہے اور موصوفہ ہے جس پر رب داخل ہوا ہے۔

(۲) دوسرا مضمر مبھم مفرد مذکر ابدا: رُبَّ ایسی ضمیر پر داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو اور جمہور حضرات کے نزدیک یہ ضمیر مبھم ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی عام ہے کہ تمیز تثنیہ ہو یا جمع ہو مذکر یا یا مؤنث ہو جیسے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثالیں ذکر فرمائی ہیں۔

(جمہور نحات رحمہم اللہ کے مذہب کی امثلہ)

مفرد مذکر جیسے: رُبَّہٗ رَجُلًا	تثنیہ مذکر جیسے: رُبَّہٗ رَجُلَیْنِ
جمع مذکر جیسے: رُبَّہٗ رِجَالًا	مفرد مؤنث جیسے: رُبَّہٗ امْرَأَۃً
تثنیہ مؤنث جیسے: رُبَّہٗ امْرَأَتَیْنِ	جمع مؤنث جیسے: رُبَّہٗ نِسَآءً

(وعند الکوفیین رحمہم اللہ:)

اور کوفیین نحویین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھی ضمیر ممیز اور اس کی تمیز کے درمیان مطابقت کا ہونا واجب ہے لہٰذا تمیز ہمیشہ ممیز کے مطابق ہوگی مفرد تثنیہ جمع اور مذکر مؤنث میں۔

واحد مذکر جیسے: رُبَّہٗ رَجُلًا	تثنیہ مذکر جیسے: رُبَّہُمَا رَجُلَیْنِ
جمع مذکر جیسے: رُبَّہُمْ رِجَالًا	واحد مؤنث جیسے: رُبَّہَا امْرَأَۃً
تثنیہ مؤنث جیسے: رُبَّہُمَا امْرَأَتَیْنِ	جمع مؤنث جیسے: رُبَّہُنَّ نِسَآءً

وتلحقہا الکافۃ: صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس مائے کافہ کا حکم بیان فرماتے ہیں جو رُبَّ کے آخر میں ملحق ہو جاتی ہے۔ ماکافہ اس کو کہتے ہیں جو جملے کے ساتھ متصل لکھی جاتی ہے (اکٹھی) اور اس کے علاوہ جو مَا ہوتی ہے وہ منفصل لکھی جاتی ہے (الگ الگ) تو اگر رُبَّ کے آخر میں مَاکافہ آجائے تو وہ رُبَّ پھر دو جملوں پر داخل ہوگا

چاہے جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو۔

جملہ فعلیہ کی مثال:......رُبَّمَا قَامَ زَیْدٌ جملہ فعلیہ ہے۔

جملہ اسمیہ کی مثال:......رُبَّمَا زَیْدٌ قَائِمٌ جملہ اسمیہ ہے۔

وَلَابُدَّلَهَا مِنْ مَاضٍ لِاَنَّ رُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک شرط کو بیان فرمارہے ہیں، رُبَّ کے استعمال کے لیے۔ فرماتے ہیں رُبَّ کے ساتھ ماکافہ ملحق ہو یا نہ ہو ضروری ہے کہ اس کا فعل ماضی ہو چاہے وہ فعل ماضی حقیقتاً ہو جیسے رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهٗ۔ یا وہ فعل ماضی معناً ہو یعنی وہ فعل مضارع ہو لیکن ماضی کے معنی میں ہو گیا ہو جیسے: رُبَمَا يَوَدُّ الذين، يَوَدُّ ماضی وَدَّ کے معنی میں ہے۔

وجہ: اس کی یہ ہے کہ رُبَّ اپنے مدخول کی ایسی قلت بیان کرنے کے لیے آتا ہے جو محقق (ثابت) ہو اور اثبات فعل ماضی سے ہوتا ہے فعل مضارع سے نہیں ہوتا۔

ويحذف ذٰلك الفعل غالبًا كقولك: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس فعل ماضی کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ رُبَّ کا جو فعل ماضی ہوتا ہے یہ اکثر محذوف ہوتا ہے قرینے کے وقت جیسے کوئی شخص کہے هَلْ لَقِيْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا رُبَّ رَجُلٍ اَكْرِمْنِيْ یعنی کم ایسے مردوں سے ملا جنہوں نے میرا اکرام کیا۔ تقدیری عبارت ہوگی رُبَّ رَجُلٍ اَكْرِمْنِيْ لَقِيْتُهٗ پس اس مثال میں جو اکرمنی ہے یہ رجل کی صفت ہے اور لقیتہٗ ہے یہ اس کا فعل محذوف ہے۔

فائدہ: حرف رُبَّ یہ نہ حروف اصلیہ میں سے ہے نہ حروف زائدہ میں سے ہے بلکہ حروف زائدہ کے مشابہ ہے۔

وَاوِ رُبَّ وهى الواو التى تبتدأ بها فى اوّل الكلام كقول الشاعر شعر، وبلدةٍ لَيْسَ بِهَا انِيس۔ الا اليعافير والا العيس وَوَاوِ القسم وهى تختص بالظاهر نحو والله والرحمان لاضربن فلا يقال وَكَ وتَاءُ القسم وهى تختص بالله وحدهٗ فلا يقال تاالرحمٰن وقولهم ترُبِّ الكعبة شاذٌّ۔

ترجمہ:......اور حروف جارہ میں سے آٹھواں حرف رب ہے اور یہ وہ واؤ ہے جس کے ساتھ ابتدا کی جاتی ہو اول کلام کی (کلام کے شروع کی) جیسے شاعر کا قول ہے وبلدۃٍ لَيْسَ بِهَا انِس۔ الا اليعافير والا العس اور کتنے ہی شہر ہیں کہ وہاں کوئی انس ومحبت کرنے والا نہیں سوائے یعافیر اور عیس کے

(یعافیر ہرن کا بچہ) (اور عیس سفید اونٹ) اور حروفِ جارہ میں سے نواں حرف واؤ قسم ہے اور یہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے جیسے واللہ الرحمان لاضربن وَکَ نہیں کہا جائے گا اور حروف جارہ میں سے دسواں حرف تاء قسم ہے اور یہ خاص ہے اکیلے لفظ اللہ کے ساتھ پس تاالرحمٰن نہیں کہا جائے گا اور عرب کا قول تَرُبَّ الکعبۃ بھی شاذ ہے۔

تشریح:

واو اَورُبَّ وھی الخ...... اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے آٹھواں حرف واورب کو بیان کیا ہے وَاوِرُبَّ اس واؤ کو کہتے ہیں جس سے کلام کی ابتدا کی جائے اور اسکے بعد رب حرف جر مقدر ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے وبلدۃٍ لَیْسَ بِھَا انیس۔ الاالیعافیر و الاالعیس بہت کم ایسے شہر ہیں جس میں کوئی انس ومحبت کرنے والا ہو سوائے ہرن کے بچے کے اور عیس کے یعافیر سے مراد ہرن کا بچہ اور عیس سے مراد سفید اونٹ۔ محل استشہاد اس شعر کے شروع میں واؤ ہے جو رب کے معنی میں ہے تقدیری عبارت ہے رُبَّ بَلْدَۃٍ بہت کم ایسے شہر ہیں۔

شعر کی ترکیب:

وبلدۃٍ لَیْسَ بِھَا انیس۔ الاالیعافیر و الاالعیس

واو بمعنی رُبَّ حرف محذوف بلدۃ موصوف لَیْسَ ناقص بھا جار مجرور ثابتًا کا متعلق ہو کر خبر مقدم اَنِیْس مبدل منہ اِلَّا کلمہ حصر اَلْیَعَافِیْر معطوف علیہ واو حرفِ عطف الا کلمہ حصر اَلعیس معطوف، معطوف علیہ سے مل کر بدل، مبدل منہ بدل مل کر اسم مؤخر لَیْسَ اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت موصوف صفت سے مل کر موصوف کیمرکب توصیفی ہو کر لفظًا مجرور محلا مرفوع مبتدا اور اس کی خبر محذوف ہے اور وہ ہے دَخَلْتُھَا مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فائدہ:

وَاوِرُبَّ صرف نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور رُبَّ کی طرح اس کا تعلق بھی فعل ماضی ہوتا ہے جس کو اکثر وبیشتر حذف کر دیا جاتا ہے۔

واو اقسم: اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے نویں حرف واؤ قسم کو بیان فرمایا ہے۔

واو اقسم: صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے جیسے وَاللہِ والرحمٰن لایضربن اور والاضربن یا والرحمٰن لاضربن

فلایقال وَکَ: صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واو قسم کبھی بھی ضمیر پر نہیں آتا لہٰذا وَکَ کہنا جائز نہیں ہے۔

وتَاءُ القسم ھی تختص باللہ وحدہٗ: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف جارہ میں سے دسویں حرف تائے قسم کو بیان فرماتے ہیں تاء قسم یہ صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے لفظ اللہ جل جلالہٗ کے سوا کسی اسم ظاہر پر یا ضمیر یہ داخل نہیں ہوگی جیسے تَاللہِ لہٰذا تاالرحمٰن کہنا جائز نہیں ہے۔ یہ قول جمہور نحات رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ کے علاوہ تاء قسم کو باقی اسماء پر بھی داخل کرنا جائز ہے کیونکہ عرب والے کہتے ہیں تَرَبِّ الْکَعْبَۃِ تائے قسم رَبٌّ پر داخل ہے۔

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بھئی یہ شاذ ہے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

وبا القسم: وھی تدخل علی الظاھر والمضمر: نحو ''باللہ'' و ''بالرحمٰن'' و ''بك'' ولا بد للقسم من الجواب وھی جملۃ تسمی المقسم علیھا فَاِنْ موجبۃً یجب دخول اللام فی الاسمیۃ والفعلیۃ نحو واللہ لَزَیْدٌ قَائِمٌ۔ و۔ واللہ لَاَفْعَلَنَّ کذا۔ و۔ اِنَّ۔ فی الاسمیۃ، نحو واللہ اِنَّ زیدًا القائمٌ وَاِنْ کَانَتْ منفیۃ وجب دخول مَا وَلَا نحو واللہ ما زید بقائم واللہ لا یقوم زید واعلم انہٗ قد یحذف حرف النفی لِزَوَالِ اللبس کقولہٖ تعالیٰ: تَاللہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ اَیْ لَا تَفْتَؤُا ویحذف جواب القسم ان تقدم ما یدل علیہ نحو زید قائم واللہ اَوْ تَوَسَّطَ القسم نحو زید واللہ قائمٌ۔

ترجمہ:......اور حروف جارہ میں سے گیارہواں حرف باء قسم ہے اور یہ اسم ظاہر اور اسم ضمیر پر داخل

ہوتا ہے جیسے باللہ، بالرحمٰن بک اور قسم کے لیے جواب ہونا ضروری ہے اور وہ ایسا جملہ ہوتا ہے جس کا نام رکھا جاتا ہے مقسم علیہا پس اگر وہ موجبہ ہو تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ میں لام کا داخل ہونا واجب ہے جیسے واللہ لَزَیْدٌ قَائِمٌ اور واللہ لافعلن کذا اور اِنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے واللہ اِن زید القائم اور اگر وہ منفی ہے تو مَا اور لَا کا داخل کرنا واجب ہے جیسے واللہ ما زَیْدٌ بقائم اور واللہ لا یقوم زَیْدٌ اور اور جان تو کہ بے شک حرف نفی کو حذف کیا جاتا ہے التباس کو زائل کرنے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ اتَذْکُرُ یُوْسُفَ یعنی لَاتَفْتَؤُا اور جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے جب قسم پر جملہ مقدم ہو جیسے زید قائمٌ واللہ یا قسم جملے کے درمیان میں ہو جیسے زید واللہ قائم۔

تشریح:

وباء القسم هي تدخل......الخ اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے گیارہواں حرف باقسم کو بیان فرمایا ہے کہ باء قسم اسم ظاہر اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے لہٰذا بالرحمٰن باللہ یا بک یہ سب کہنا جائز ہے یہ سب پر داخل ہوتی ہے۔

ولا بد للقسم من جواب القسم: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ تمام قسموں کے لیے جتنے بھی حروف قسم ہے سب کے لیے فرماتے ہیں کہ بھئی ہر قسم کے لیے جواب کا ہونا ضروری ہے اور جواب قسم جملہ ہوتا ہے اور اس جملے کو مقسم علیہا کہا جاتا ہے اور مقسم علیہا جو جملہ ہوتا ہے اس کی پھر دو قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) پہلی قسم: جملہ مثبتہ۔ (۲) دوسری قسم: جملہ منفیہ۔

جملہ مثبہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جملہ اسمیہ مثبتہ۔ (۲) جملہ فعلیہ مثبتہ۔

اور جملہ منفیہ کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) جملہ اسمیہ منفیہ۔ (۲) جملہ فعلیہ منفیہ۔

یعنی جواب قسم کی چار قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم:...... یہ ہے کہ جواب قسم جملہ مثبتہ اسمیہ ہو لام اور اِنَّ ہمزہ مکسور کے ساتھ اس کے شروع میں داخل کرنا واجب ہے ان دونوں کا جیسے واللہ لزید قائم اور واللہ ان زیداً قائم۔

(۲) دوسری قسم...... یہ ہے کہ اگر جملہ فعلیہ مثتبہ ہو اسمیہ نہ ہو اور ماضی ہو تو اس کے شروع میں لام اور قد لانا واجب ہے جیسے واللہ قَدْ قَامَ زَیْدٌ اور اگر مضارع ہو تو صرف لام کو لایا جائے گا جیسے واللہ لیقامُ زَیْدٌ یا واللہ لیقومُ زَیْدٌ۔

(۳) تیسری قسم:...... یہ ہے کہ جواب قسم جملہ اسمیہ منفیہ ہو تو اس کے شروع میں مَا، لَا اور اِنْ کو لایا جائے گا جیسے واللہ لا زیداً قائم اور واللہ ما زیداً قائم اور واللہ ان زید قائم۔

(۴) چوتھی قسم:...... یہ ہے کہ جواب قسم جملہ فعلیہ منفیہ ہو اور ماضی ہو تو اس کے شروع میں مَا اور لَا کو لایا جائے گا جیسے واللہ ما قام زید اور واللہ لَا قام زید اور اور اگر مضارع ہو تو مَا اور لا اور لن میں سے کسی کو لایا جائے گا جیسے واللہ لا یقومُ زَیْدٌ اور واللہ لن یقومُ زَیْدٌ یا واللہ ما یقومُ زَیْدٌ۔

و اعلم انہ قد یحذف حرف النفی: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کبھی جوابِ قسم سے حرف نفی کو قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ التباس کے نہ ہونے کی صورت میں (یعنی التباس کا شبہ نہ ہو) لیکن شرط یہ ہے کہ حرف نفی کے حذف کرنے سے منفی کا مثبت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب جواب قسم مضارع منفی ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے سورۃ یوسف میں: تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ خدا کی قسم آپ برابر یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہیں گے۔ (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے باپ سے کہا) تو اس مثال میں دیکھیں تَفْتَؤُا جواب قسم ہے اس پر لا داخل تھا اس کو حذف کر دیا کیونکہ یہاں پر قرینہ موجود ہے اور التباس کا کوئی شبہ نہیں ہے قرینہ یہ ہے کہ اگر یہ مضارع مثبت ہوتا تو شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہوتا اور یہاں پر ایسی کوئی چیز نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں پر حرف نفی حذف ہے یہ اصل میں لَا تَفْتَؤُا تھا۔

ویحذف جواب القسم: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایسی دو صورتیں بیان فرما رہے ہیں جس میں جواب قسم کو ہی حذف کر دیا جاتا ہے۔

پہلی صورت:...... ان تقدم ما یدل علیه: جب قسم سے پہلے جواب قسم پر دلالت کرنے والا کوئی جملہ

موجود ہو جیسے زید قائم و اللہ اللہ کی قسم زید کھڑا ہے۔ اس کی اصل ہے و اللہ ان زیدا قائم تو جواب قسم ان زیدا قائم کو حذف کر دیا گیا کیونکہ قسم سے پہلے اس پر دلالت کرنے والا جملہ زید قائم موجود ہے۔

دوسری صورت:......اَوْ تَوَسَّطَ القسم: جب قسم جملے کے درمیان میں ہو جیسے زید و اللہ قائم اس کی اصل و اللہ ان زیدا قائم ہے جواب قسم ان زیدا قائم کو یہاں سے حذف کر دیا اس لیے کہ قسم ایسے جملے کے درمیان واقع ہے جو جواب قسم پر دلالت کر رہا ہے۔

وعن للمجاوزة نحو رميت السهم عن القوس الى الصيد وعلى للاستعلاء نحو زيد على السطح وقد يكون عن وعلى اسْمَيْنِ اذا دخل عليهما من كما تقول جلست من عن يمينه ونزلت من على الفرس۔

ترجمہ:......اور حروف جارہ میں سے بارہواں حرف عَنْ ہے اور یہ مجاوزت کے لیے آتا ہے جیسے رمیت السهم عن القوس الی الصّید میں نے تیر پھینکا ہے کمان سے شکار کی طرف اور حروف جارہ میں سے تیرہواں حرف علیٰ ہے اور علیٰ استعلاء کے لیے آتا ہے جیسے زید علی السطح اور کبھی عن اور علیٰ دو اسم بن جاتے ہیں جب ان پر مِنْ داخل ہو جیسے آپ کہیں جلست من عن يمينک اور نزلت من علی الفرس....

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف جارہ میں سے بارہویں حرف عن کو بیان فرمارہے ہیں عن مجاوزت کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی یہ بتانے کے لیے کہ مَا قبل کی وجہ سے کوئی چیز مدخول عن سے مجاوز اور دور ہو گئی ہے خواہ وہ حقیقتاً ہو یعنی مذکور ہو جیسے رمیت السهم عن القوس الی الصّید میں نے تیر پھینکا ہے کمان سے شکار کی طرف۔ اس مثال میں ما قبل یعنی پھینکنے کی وجہ سے مدخول عن یعنی قوس کمان سے تیر دور ہو گیا اور خواہ وہ چیز مذکور نہ ہو جیسے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ اللہ تجھ سے راضی ہو جائے یعنی جاوزت المواخذة بسبب الرضیٰ اللہ کی رضامندی کی وجہ سے تجھ سے مواخذہ دور ہو جائے اسی طرح یہ تجاوز حقیقی ہو جیسے رمیت السهم عن القوس حقیقتاً دور ہو جاتا ہے تیر کمان سے۔ اور یا تجاوز حکمی ہو جیسے اَطْعَمْتُہ عن الجوع کسوتُہ عن العری یعنی میں نے اس سے بھوک کو دور کر دیا لیکن یہ حقیقتاً دور نہیں ہوئی۔ کھانا کھلایا بھوک دور ہو گئی۔ اور کپڑا پہنایا برہنہ پن دور ہو گیا۔

وعلی: للاستعلاء الخ

اورحروف جارہ میں سے ایک حرف علٰی ہے: تیرہواں حرف علٰی ہے اور علٰی استعلاء کے لیے آتا ہے یعنی اس بات کو بتانے کے لیے کہ مدخول علٰی پر ماقبل کو فوقیت حاصل ہے یعنی علٰی کا جو مدخول ہے اس پر علٰی کے ماقبل کو فوقیت حاصل ہے چاہے حقیقتاً ہو۔ جیسے زید علی السطح یہاں علٰی کا مدخول السطح ہے اور علٰی کا ماقبل زید۔ زید کو چھت پر فوقیت دی وہ اس پر ہے یہ حقیقتاً ہے یا فوقیت مجازاً ہو جیسے علیہ دین اس کے اوپر قرض ہے تو اس مثال میں جو مدخول علٰی ہے ہ ضمیر اس پر دَیْن کو مجازاً فوقیت حاصل ہے۔

وقیکون عن و علی اسمین: یہاں پر صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک فائدہ بیان فرماتے ہیں کہ جہاں پر عَنْ اور علٰی کٹھے استعمال ہوں اور ان پر من حرف جر داخل ہو جائے تو یہ دونوں معدول ہو کر اسم بن جائیں گے۔ تو اس صورت میں عن سے جانب مراد ہوگا اور علٰی سے فوق مراد ہوگا جیسے جلست من عن یمینہ اس کا مطلب ہوگا جلست من جانب یمینہ اور نزلت من علی الفرس کا مطلب ہوگا نزلت من فوق الفرس۔

الكاف للتشبيہ نحو زيدٌ كعمرو زائدة كقوله تعالیٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وقد تكون اسمًا كقول الشاعر ع

يضحكن عن كالبرد المنهم۔

ترجمہ:......اور حروف جارہ میں سے ایک حرف کاف ہے جو تشبیہ کے لیے ہے جیسے زید کعمرو اور زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۱۱) (یعنی اللہ پاک کے) مثل کوئی چیز نہیں ہے اور کبھی اسم ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول یضحکن عن کالبرد المنهم وہ ہنستی ہیں ایسے دانتوں سے جو اولوں کی طرح صاف شفاف ہیں۔

تشریح:

اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے چودھویں حرف کاف کو بیان کیا۔ کاف تین معانی کے لیے ہوتا ہے۔

(۱) پہلا معنی للتشبیہ: یعنی اس بات کو بتلانے کے لیے کہ کاف کا ماقبل کاف کے مدخول کی طرح ہے یاد

رکھیں تشبیہ اور مشابہت کے لیے (۴) چار چیزیں ضروری ہیں: (۱) مشبہ یعنی جس کو تشبیہ دی جائے۔ (۲) مشبہ بہ یعنی جس سے تشبیہ دی جائے۔ (۳) وجہ تشبیہ جس وجہ سے تشبیہ دی گئی ہو۔ (۴) حرف تشبیہ۔ جیسے: زید کعمر فی العلم

اس مثال میں زید مشبہ ہے اس کو تشبیہ دی گئی ہے عمرو مشبہ بہ ہے کہ اس سے تشبیہ دی گئی ہے کہ زید عمرو کی طرح ہے فی العلم وجہ تشبیہ ہے کہ علم میں اس کے مشابہ ہے اور کاف حرف تشبیہ ہے۔

(۲) دوسرا معنی کاف زائدہ: اور کاف کبھی زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے سورۂ شوریٰ میں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کے مثل کوئی چیز نہیں اس میں کاف زائدہ ہے اگر اس کو مثلہ شیء پڑھیں تب بھی معنی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(۳) تیسرا معنی وقد یکون اسما: اور کبھی کبھی یہ کاف اسم کے معنی میں ہوتا ہے اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کاف پر حرف جر داخل ہو جائے تو پھر یہ کاف اسم کے معنی میں ہوگا حرف نہیں رہے گا جیسے شاعر کا قول ہے: یضحکن عن کالبرد المنهم وہ ہنستی ہیں پگھلے ہوئے اولوں کی طرح پورا شعر اس طرح ہے۔

ثلث بیض کنعاج جم   یضحکن عن کالبرد المنهم

بغیر سینگ کے نیل گائیوں جیسے تین حسین عورتیں   پگھلے ہوئے اولوں کی طرح ہنس رہی ہیں

تو اس مثال میں جو عن کالبرد ہے یہ محل استشہاد ہے کہ یہ کاف یہاں پر مثل کے معنی میں ہے اور اسم ہے اور اس پر حرف جر داخل ہے تو یہ اسم بن گیا مثل کے معنی میں۔ یہ کاف حرف جر نہیں بلکہ اسم ہے بمعنی مثل شعر کی ترکیب۔

یضحکن فعل ضمیر فاعل عن حرف جار کاف بمعنی مثل مضاف البرد المهم مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ہو گیا فعل کا فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ومذ و منذ لِلزَّمَانِ اما للابتداءِ فی الماضی کما تقول فی شعبان ما رأيتُهٗ مذ رجب وللظرفیة فی الحاضر نحو مَا رَأَيْتُهٗ مذ شهرنا ومنذ یومنا ای فی شهرنا وفی یومنا وخلا وعدا وحاشا للاستثناءِ نحو جاءَنی القوم خلا زید وحاشا

عمرو وعدا بکر......

ترجمہ:......اور حروفِ جارہ میں پندرہواں حرف مذ ہے اور سولہواں منذ ہے یہ دونوں زمان کے لیے آتے ہیں یا ابتدا کے لیے ماضی میں جیسے تو شعبان میں کہے مار أیْتُہٗ مذرجب یا ظرفیت کے لیے آتے ہیں زمانۂ حاضر میں جیسے مَارَ أیْتُہٗ منذشہر نا اور منذیومنا یعنی ہمارے اس ماہ میں یا ہمارے اس دن میں اور سترہواں اور اٹھارہواں اور انیسواں خلا، عدا، حاشا ہیں یہ استثناء کے لیے آتے ہیں جیسے جاءَنی القوم خلا زیدو حاشا عمرو و عدا بکر۔

تشریح:

ومذو منذ: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف جارہ میں سے مذو منذ (پندرہواں اور سولہواں حرف) بیان کیے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اپنے سے ماقبل والے اسم کا زمانہ بتاتے ہیں اور یہ دو معنوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

(۱) پہلا معنی: ابتداء کے لیے زمانہ ماضی میں یعنی اگر ان کے بعد زمانہ معرفہ ہو اور اس معرفہ سے زمانہ ماضی مراد ہو تو وہاں مذ اور منذ دونوں ابتدائیہ کی طرح ماقبل کی ابتدا کو بتائیں گے جیسے آپ شعبان میں کسی کے بارے میں کہیں مار أیْتُہٗ مذرجب یعنی میں نے اس کو ماہ رجب سے نہیں دیکھا۔ تو یہاں مذ ابتداء کے لیے ہے۔ اس لیے کہ اس کے بعد رجب معرفہ ہے اور اس سے زمانہ ماضی مراد ہے۔

(۲) دوسرا معنی: ظرفیت کے لیے یعنی مذ اور منذ ظرفیت کے لیے آتے ہیں زمانۂ حال میں یعنی اگر ان کے بعد اسم زمان معرفہ ہو اور اس سے زمانہ حال مراد ہو تو اس صورت میں یہ فی کی طرح ظرفیت کے لیے آتے ہیں جیسے مَارَ أیْتُہٗ منذشہر نا اور مَارَ أیْتُہٗ منذیومنا مطلب تقدیری عبارت اس طرح ہوگی مَارَ أیْتُہٗ فی شہر نا مَارَ أیْتُہٗ فی یومنا تو یہاں مذ اور منذ یہ ظرفیت کے لیے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے بعد اسم زمان معرفہ ہے اور اس سے یہاں زمانہ حال مراد ہے۔

فائدہ:......اگر مذ اور منذ کے بعد نکرہ معدود ہو تو اس صورت میں یہ ابتدا اور انتہاء دونوں کے لیے ہوتے ہیں یعنی کل مدت کا فائدہ دیتے ہیں جیسے مَارَ أیْتُہٗ مذیومین اور مَارَ أیْتُہٗ منذیومین میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا یعنی پوری دو دن کی مدت۔

وخلا وعدا وحاشا: حروف جارہ میں سے سترہواں اٹھارہوں انیسواں حرف خلا، عدا، حاشا

ہیں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تینوں استثنا کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں جیسے جاءنی القوم خلا زید میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے اور اسی طرح جاءنی القوم عدا بکر میرے پاس قوم آئی سوائے بکر کے جاءنی القوم حاشا عمرو میرے پاس قوم آئی سوائے عمرو کے۔

فائدہ:......ان تینوں حروف کی یعنی خلا عدا اور حاشا کی دو حیثیتیں ہیں۔ایک حیثیت سے یہ تینوں حروف افعال ہیں اور ایک حیثیت سے یہ تینوں حروف جارہ ہیں۔

تفصیل: یہ ہے کہ اگر یہ مابعد کو جر دیں تو یہ حروف جارہ ہے جیسے جاءنی القوم خلا زید جاءنی القوم عدا زید جاءنی القوم حاشا زید۔اس قسم میں یہ حروف جارہ ہیں اور جار مجرور سے مل کر ماقبل کسی فعل یا شبہ فعل کا متعلق ہو جائیں گے۔اور اگر یہ مابعد کو نصب دیں گے تو اس صورت میں یہ بمنزلہ فعل کے ہوں گے اور اس میں ضمیر مستتر ان کا فاعل ہوگی اور مابعد والا جو اسم ہوگا وہ منصوب ہوگا جیسے جاءنی القوم خلا زیدا جاءنی القوم عدا زیدا اور جاءنی القوم حاشا زیدا۔

فائدہ:......خلا،عدا اور حاشا یہ تینوں افعال بھی ہیں حروف بھی ہیں۔تفصیل گزر چکی اور منذ اور مذ کے عن علی یہ حروف بھی ہیں اور اسماء بھی ہیں اور ان سے پہلے جو چاروں حروف گزر چکے وہ صرف حروف ہیں واللہ اعلم

فصل الحروف المشبهة بالفعل ستة ان وان وكان ولكن وليت ولعل هذه الحروف تدخل على الجملة الاسمية تنصب الاسم وترفع الخبر كما عرفت نحو ان زيدا قائم وقد يلحقها ما الكافة فتكفها عن العمل وحينئذ تدخل على الافعال تقول انما قام زيد.

ترجمہ:......دوسری فصل حروف مشبہ بالفعل کے بیان میں ہے حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں: (۱) اِنَّ (۲) اَنَّ (۳) كَاَنَّ (۴) لٰكِنَّ (۵) لَيْتَ (۶) لَعَلَّ یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو (حروف مشبہ بالفعل کے اسم کو) نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسا کہ آپ نے پہچان لیا (مرفوعات منصوبات میں) جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اور کبھی لاحق ہوتی ہے اس کے ساتھ ما کافہ جو روکتی ہے اس کو عمل سے اور اس وقت یہ (حروف) داخل ہوتے ہیں افعال پر جیسے آپ کہیں گے اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ۔

تشریح:

فصل الحروف المشبهة بالفعل: حروف کی بحث میں سے یہ دوسری فصل ہے حروف مشبہ بالفعل کے بیان میں۔

حروف مشبہ بالفعل کی تعریف: حروف مشبہ بالفعل ان حروف کو کہا جاتا ہے جن کی فعل کے ساتھ مشابہت ہو اور وہ چھ حروف ہیں (۱) اِنَّ (۲) اَنَّ (۳) کَاَنَّ (۴) لٰکِنَّ (۵) لَیْتَ (۶) لَعَلَّ۔

وجہ تسمیہ: ان کو حروف مشبہ بالفعل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان حروف کی فعل کے ساتھ مشابہت ہے لفظاً اور معنیً۔ لفظاً تو اس طرح کہ جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں اور جس طرح فعل ثلاثی، رباعی اور خماسی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ثلاثی، رباعی، خماسی ہوتے ہیں اور معنًا مشابہت اس طرح ہے کہ جس طرح فعل متعدی فاعل اور مفعول کا تقاضہ کرتا ہے ہے اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں کا تقاضہ کرتے ہیں ان میں سے ایک اسم ہوتا ہے ایک خبر ہوتی ہے اور ان حروف میں جو فعل کا معنی پایا جاتا ہے۔ وہ اس طور پر پایا جاتا ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ حَقَّقْتُ کے معنی میں اور کَاَنَّ شَابَهْتُ کے معنی میں ہے اور لٰکِنَّ اِسْتَدْرَکْتُ کے معنی میں اور لَیْتَ تَمَنَّیْتُ اور لَعَلَّ تَرَجَّیْتُ کے معنی میں ہے۔

تدخل هذه الحروف: صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسا کہ مرفوعات کے بیان میں گزر چکا۔ جیسے: ان زیدا قائم۔

اس مثال میں زید اسم ہے منصوب ہے حرف مشبہ بالفعل کا اسم منصوب ہوتا ہے اور قائم اس کی خبر ہے مرفوع ہے کہ اس کی خبر مرفوع ہوتی ہے۔

وقد يلحقها ما الكافة فتكفها عن العمل:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے:

قاعدہ:...... فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ ما کافہ لاحق ہو جاتی ہے جب ما کافہ ان حروف کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے تو ماء کافہ ان حروف کو عمل کرنے سے روکتی ہے کیونکہ ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ ہے اور ما کافہ وہ مشابہت ختم کر دے گی وجہ یہ ہے کہ عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ آجاتا ہے اور

ان حروف کا عمل ضعیف ہے جب عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ آجائے گا تو پھر یہ حروف عمل نہیں کریں گے ۔اس صورت میں یہ حروف افعال پر داخل ہوں گے اسماء پر پھر ان کا داخل ہونا واجب نہیں ہو گا جیسے انما قام زید اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے :اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ یہاں پر دیکھیں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نے کوئی عمل نہیں کیا۔

واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورة الهمزة لا تغير معنى الجملة بل توكدها وأَنَّ المفتوحة الهمزة مع ما بعدها من الاسم والخبر فى حكم المفرد ولذلك يجب الكسر اذا كان فى ابتدآءِ الكلام نحو ان زيد قائم وبعد القول كقوله تعالى اِنَّهَا بَقَرَةٌ وبعد الموصول نحو ما رأَيْتُ الذى انهٗ فى المسجد واذا كان فى خبرها اللام نحو ان زيد لقائم ۔

ترجمہ:......اور تو جان لے کہ بے شک اِنَّ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ یہ نہیں بدلتا جملے کے معنی کو بلکہ تاکید پیدا کر دیتا ہے اور اَنَّ ہمزہ مفتوحہ اپنے مابعد والے اسم وخبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے کسرہ اس پر واجب ہے جب وہ ابتدا کلام میں ہو جیسے ان زید قائم اور قول کے بعد جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۶۸) اور موصول کے بعد جیسے ما رأَيْتُ الذى انهٗ فى المسجد اور جب اس کی خبر پر لام داخل ہو جیسے ان زید لقائم ۔

تشریح:

یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہر ایک کی الگ الگ تفصیل بیان فرما رہے ہیں۔

ہمزے کے کسرے کے ساتھ فرماتے ہیں حروف مشبہ بالفعل میں سے اِنَّ ہے یہ جملہ کے معنی میں کوئی تغیر نہیں کرتا بلکہ اس کو مزید پختہ کر دیتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ جو ہے یہ اپنے مابعد والے اسم وخبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے یعنی یہ ایسے اسنادِ تام اس میں نہیں ہوتا کہ جس پر سکوت صحیح ہو۔

ولذلك يجب الكسر اذا كان فى ابتدآءِ الكلام: یہاں پر صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اِنَّ مکسورہ کی علامات بیان فرماتے ہیں یعنی وہ کون سے مقامات ہیں جہاں پر اِنَّ ہمزہ کے کسرے کے ساتھ آئے گا ۔چار مقامات صاحبِ

کتاب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

(۱) پہلا مقام: ابتدائے کلام میں اِنَّ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

(۲) دوسرا مقام: قول اور اس کے مشتقات کے بعد جیسے یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ گائے ہے۔

(۳) تیسرا مقام: اسم موصولہ کے بعد جیسے مار أیتُ الذی اِنَّہٗ فی المساجد۔

(۴) چوتھا مقام: جس خبر پر لام داخل ہو اس کے شروع میں اِنَّ آئے گا جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ۔

ویجب الفتح حیث تقع فاعلا نحو بلغني اَنَّ زيد قائِمٌ وحيث تقع مفعولًا نحو کرهتُ انَّكَ قَائِمٌ وحيث تقع مبتدأً نحو عندی انك قائم وحيث تقع مضافا نحو عجبت من طول ان بكرا قائم وحيث تقع مجرورًا نحو عجبت من اَنَّ بكرا قائم وبعد لو نحو لو انك عندنا لا كرمتُكَ وبعد لولا نحو لولا انهٗ حاضر لغاب زيد ويجوز العطف على اسم اِنَّ المكسورة بالرفع والنصب باعتبار المحل واللفظ مثل ان زيدا قائم وعمرو وعمروا۔

ترجمہ:......اور واجب ہے فتحہ جب وہ فاعل واقع ہو جیسے بلغنی اَنَّ زید قائِمٌ اور جہاں وہ مفعول واقع ہو جیسے کرھتُ انّک قَائِمٌ اور جس جگہ مبتدأ واقع ہو جیسے عندی انک قائم اور جہاں پر وہ مضاف الیہ واقع ہو جیسے عجبت من طول ان بکر اقائم اور مجرور واقع ہو جیسے عجبت من اَنَّ بکرا قائم اور لَوْ کے بعد جیسے لو انک عندنا لاکرمتُک اور لَوْلَا کے بعد جیسے لو لا انہٗ حاضر لغاب زید اور جائز ہے عطف اِنَّ کے اسم پر رفع اور نصب میں باعتبار محل اور لفظ کے مثلاً اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ عَمْرٌو وَ عَمْرًا و

تشریح:

اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اَنَّ کی علامات کو بیان کیا ہے کہ کتنے مقامات پر اَنَّ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ آئے گا۔ سات مقامات صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہے:

(۱) پہلا مقام: جب اَنَّ اپنے مابعد پورے جملے سے مل کر فاعل واقع ہو تو وہاں اَنَّ آئے گا جیسے:

بَلَغَنِی اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ

اس مثال میں بلغ فعل ن وقایہ یضمیر متکلم مفعول بہ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل زیدا اسم قائم خبر جملہ مل کر فاعل۔

(۲) دوسرا مقام: جب اَنَّ اپنے پورے جملے سے مل کر مفعول بنے گا جیسے کَرِھْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ میں نے بُرا جانا تیرے کھڑے ہونے کو۔

اس مثال میں اَنکقائم پورا جملہ کَرِھْتُ کا مفعول ہے۔

(۳) تیسرا مقام: جب اَنَّ اپنے مابعد سے مل کر ماقبل کے لیے مبتدا بنے گا جیسے: عندی اَنَّکَ قَائِمٌ۔خبر مقدم مبتدا موخر

(۴) چوتھا مقام: جب اَنَّ اپنے مابعد سے مل کر ماقبل کے لیے مضاف الیہ بنے گا جیسے: عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَکْرًا قَائِمٌ۔

اس مثال میں عَجِبْتُ فعل با فاعل ہے مِنْ حرف جارہ ہے طُوْلِ مضاف ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا اور پھر مضاف الیہ ہو طُوْلِ مضاف کا۔

(۵) پانچواں مقام: لَوْ کے بعد بھی اَنَّ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ آئے گا جیسے لَوْاَنکعندنالاَکرمتُکَ۔

(۶) چھٹا مقام: جب لَوْ لَا کے بعد واقع ہو جیسے لَوْ لَااَنَّہٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَیْدٌ۔

(۷) ساتواں مقام: جب اَنَّ اپنے مابعد سے مل کر پورا جملہ مجرور بنے گا جیسے: عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْرًا قَائِمٌ۔ من جار ان بکرًا قائم پورا جملہ مجرور۔

ویجوز العطف علی اسم المکسورۃ: اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں وہ قاعدہ یہ ہے کہ اِنَّ مکسورۃ الھمزہ کے اسم پر کسی دوسرے لفظ کا عطف کرنا لفظاً اور محلاً دونوں اعتبار سے جائز ہے اگر اس کے اسم پر محلاً عطف کریں گے تو وہ مرفوع ہوگا کیونکہ اسم مبتدا کی جگہ پر ہے اور مبتدا مرفوع ہوتا ہے یہ بھی مرفوع ہوگا جیسے: اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو۔

اور اگر لفظ کا اعتبار کریں گے تو پھر وہ منصوب ہوگا جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرًوا اور یہ بات یاد رکھیں کہ اَنَّ مفتوحہ پر کسی اسم کا عطف لفظاً کیا جا سکتا ہے محلاً نہیں کیا جا سکتا۔

واعلم اَنَّ اِنَّ المکسورۃ یجوز دخول اللام علی خبرھا وقد تخفف فیلزمھا

اللام كقوله تعالى: وَإِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ وحينئذٍ يجوز الغاؤها كقوله تعالى: وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ويجوز دخولها على الافعال على المبتداء او الخبر نحو قوله تعالى: وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۔

ترجمہ:......اور تو جان لے کہ بے شک اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہوتا ہے اور کبھی اس کو مخفف کیا جاتا ہے پس اس کی خبر پر لام کا آنا لازم ہوگا جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول: وَإِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ (اور بے شک ہر ایک البتہ ضرور ان کو پورا دے گا) اور اس وقت اس کا لغو ہونا جائز ہوگا جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول ہے: وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ یعنی (اور بے شک کل کافر حساب کے لیے ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے اور جائز ہے اس کا داخل کرنا افعال پر جو افعال داخل ہوں مبتدا اور خبر پر جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۳ (سورۂ یوسف آیت: ۳) اور آپ ان سے پہلے بے خبر تھے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۱۸۶ (سورۂ شعراء، آیت: ۱۸۶) (کافروں نے کہا تھا) ہم تجھے گمان کرتے ہیں کہ آپ البتہ جھوٹوں میں سے ہیں۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اِنَّ کا ایک حکم بیان فرمایا ہے اور اس میں چار باتیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) پہلی بات: اَنَّ اِنَّ المكسورة يجوز دخول اللام یہ ہے کہ اِنَّ کی خبر پر لام کا داخل کرنا جائز ہے کیونکہ لام ابتدا جملے کی تاکید کے لیے آتی ہے اور اِنَّ بھی اپنے مابعد اسم وخبر سے مل کر جملے کے حکم میں ہوتا ہے وہ بھی تاکید کے لیے ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ۔

(۲) دوسری بات: وقد تخفف فيلزمها اللام: کہ کبھی کبھی اِنَّ کو مخفف کر دیا جاتا ہے جس کو اِنْ مُخَفَّفَة مِنَ الْمُثَقَّلَة کہتے ہیں تو ایسی صورت میں اس کی خبر پر لام کا داخل کرنا واجب ہو جائے گا پھر جائز نہیں کہ کریں یا نہ کریں بلکہ لا کا داخل کرنا واجب ہوگا تاکہ ان نافیہ کے ساتھ اس کا التباس لازم آئے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا

ارشاد ہے: وَاِنْ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّہُمْ۔

(۳) تیسری بات: وَحِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ اِلْغَاؤُھَا جب اِنَّ کو مخفف کر دیا جائے یعنی تشدید (ہٹا دی جائے) ختم کر دی جائے تو پھر یہ ملغٰی عن العمل ہو گا یعنی یہ عمل نہیں کرے گا کیونکہ اس کی جب تشدید ختم ہو جائے گی تو اس کی فعل کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے گی جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ یہاں اس اِنْ نے کوئی عمل نہیں کیا۔

(۴) چوتھی بات: وَیَجُوْزُ دُخُوْلُھَا علی الافعال علی المُبْتَدَا والنجر: اِنْ مخففہ کو ان افعال پر داخل کرنا جائز ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ یعنی افعال قلوب اور افعال ناقصہ جیسے: وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ اور وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۱۸۶ ۔

وَکَذٰلِكَ اَنَّ المفتوحة قد تخفف فحينئذ يجب اعمالها فى ضمير شانٍ مقدر فتدخل على الجملة اسميةً كَانَتْ نحو بَلَغَنِیْ اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَغَنِیْ اَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَيَجِبُ دُخُوْلَ السِّيْنَ او سوف اوقد او حرف النفى على الفعل كقوله تعالى: عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى والضمير المستتر اسم ان والجملة خبرها۔

ترجمہ:...... اور اس طرح اَنَّ مفتوحہ میں تخفیف لائی جاتی ہے تو اس وقت واجب ہوتا ہے عمل کرنا ضمیر شان مقدر میں پس وہ جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بَلَغَنِیْ اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ یا جملہ فعلیہ ہو جیسے اَنْ قَدْ قَامَ زَیْدٌ اور واجب ہے سین یا سوف یا قَدْ یا حرف نفی کا داخل کرنا فعل پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی (سورۂ مزمل آیت: ۲۰) وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں سے بہت سے بیمار ہوں گے اور وہ ضمیر جو مستتر ہو گی وہ اَنْ کی اسم ہو گی اور جملہ اس کی خبر واقع ہو گا۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اَنَّ کا حکم بیان فرمایا ہے اور اس میں تین باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) پہلی بات: وَکَذٰلِکَ اَنَّ المفتوحۃ قد تخفف: فرماتے ہیں کہ اِنَّ کی طرح اَنَّ مشددہ کی بھی تشدید ختم کر کے اس کو بھی مخفف پڑھتے ہیں۔ تو اس صورت میں اس کے لیے ضمیر شان لانا ضروری ہے۔ (ضمیر شان کی

تفصیل پیچھے گزر چکی) کیونکہ وہ وجوبًا ضمیر شان میں عمل کرے گا اور جملے پر داخل ہوگا اور ضمیر شان اس کا اسم اور وہ جملہ جو ضمیر شان کی تفسیر کررہا ہے وہ اس کی خبر بنے گا چاہے وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ۔ یا جملہ فعلیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ قَدْ قَامَ زَیْدٌ۔ دونوں پر یہ اَنْ حرف مشبہ بالفعل داخل ہوگا اور ضمیر شان مقدر مانی جائے گی۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کے آخر میں ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے ہے وہ سمجھ لیں بلغنی اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ ۔ اَنْ مخففہ اور ہ ضمیر مقدر اس کا اسم زَیْدٌ مبتدا قَائِمٌ خبر۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر اَنْ کی خبر۔

(۲) دوسری بات: اور واجب ہے جب اَنْ مفتوحہ ہو اور اس کو مخففہ کر دیا جائے اور وہ فعل پر داخل ہوسکتا ہے تو اس کے فعل پر سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کو داخل کرنا واجب ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی: یہاں پر دیکھیں سین کو داخل کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ایسے مقامات پر سین یا سوف کا داخل کرنا واجب ہو جائے گا سوف کی مثال شاعر کا شعر ہے:

اَنْ سَوْفَ یَاتِی کلُّ مقدر اور قد کی مثال لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا (سورۂ جن آیت: ۲۸) اور حرف نفی کی مثال لَایَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْہِمْ یہ اَلَّا یَرْجِعُ یہ اصل میں اَنْ لَّا یَرْجِعُ۔

(۳) تیسری بات: اور ضمیر شان کی وہی بات بیان فرمائی ہے جو پیچھے گزر چکی کہ ان کے اندر جو ضمیر شان ہو گی وہ اس کا اسم ہوگا اور آگے پورا جملہ مبتدا خبر بن کے جملہ بن کے اَنْ کی خبر ہو جائے گا۔

وَكَاَنَّ للتَّشْبيه نحو كَاَنَّ زَيْدًا اَلْاَسَدُ وهو مركب من كاف التشبيه واِنَّ المكسورة وانما فتحت لتقدم الكاف عليها تقديرهٗ اِنَّ زيدا كالاسد وقد تخفف فتلغى نحو كَاَنْ زيدٌ اسدٌ ولٰكِنَّ للاستدراك ويتوسط بين كلامين متغائرين فى المعنى نحو ما جاءَنِى القوم لاكنَّ عمرًوا جآءَ وغَابَ زيدٌ لٰكِنَّ بكرًا حاضر ويجوز معها الواو نحو قام زيد ولكنَّ عمروا قاعدٌ وقد تخفف فتلغى نحو مشى زيد لٰكِنْ بكرٌ عندنا۔

ترجمہ:......اور کَاَنَّ تشبیہ کے لیے ہے جیسے کَاَنَّ زیدًا الاسد گویا کہ زید شیر کی طرح ہے اور یہ مرکب ہے کاف التشبیہ سے اور اِنَّ مکسورہ سے اور اس کو فتحہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ کاف اس پر مقدم ہے اور اس کی تقدیر یہ ہے اِنَّ زَیْدًا کَالْاَسَدِ۔ اور کبھی اس کو مخفف کر دیا جاتا ہے تو یہ ملغٰی عن العمل ہو

جاتا ہے جیسے کَاَنْ زَیْدٌ اَسَدٌ تو پھر یہ عمل نہیں کرے گا۔اور لٰکِنَّ استدراک کے لیے آتا ہے۔اور وہ ایسے دو جملوں کے اندر واقع ہوتا ہے جو معنی میں متغایر ہوں جیسے مَاجَاءَنِی الْقَوْمُ لٰکِنَّ عَمْرًا جَآءَ اور غَابَ زَیْدٌ لٰکِنَّ عَمْرًا حَاضِرٌ یعنی نہیں آئی قوم لیکن عمرو آیا اور زید غائب ہوا لیکن عمرو حاضر ہے اور لٰکِنَّ کے ساتھ واؤ جائز ہوتا ہے جیسے قَامَ زَیْدٌ وَلٰکِنَّ بَکْرًا قَاعِدٌ اور کبھی وہ مخفف کیا جاتا ہے تو وہ ملغی العمل ہوتا ہے جیسے مَشٰی زَیْدٌ لٰکِنْ بَکْرٌ عِنْدَنَا۔زید چلا لیکن بکر ہمارے پاس ہے۔

تشریح:

وَکَاَنَّ لِلتَّشْبِیْہِ: اس عبارت صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف مشبہ بالفعل میں سے کان کو بیان کیا ہے کَاَنَّ تشبیہ کے لیے آتا ہے یعنی اس بات کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے کہ پہلا والا اسم دوسرے اسم کے مشابہ ہے وصف مشہور میں جیسے کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ گویا کہ زید شیر کی طرح ہے۔صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے کَاَنَّ کی تعلیل بیان فرمائی ہے کہ جو کَاَنَّ ہے یہ کاف حرف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ سے بنا ہے اصل میں کَاِنَّ تھا اور ہمزہ کو ہم نے یہاں فتحہ کیوں دیا؟ کَاَنَّ کیوں پڑھتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ ک حرف تشبیہ اس پر مقدم ہو گیا اور حرف جر مفرد پر داخل ہوتا ہے اس لیے ہم نے اس کو اَنَّ کر دیا کیونکہ اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہو کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور اِنَّ تو جملے کے حکم میں ہوتا ہے تو اس لیے تقدیری عبارت بنی کَاَنَّ زَیْدًا کَالْاَسَدِ

وقد تخفف: صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کَاَنَّ کو کبھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے جیسے کَاَنْ تو پھر وہ عمل نہیں کرتا یعنی مشبہ بالفعل والا عمل نہیں کرتا کیونکہ اس کی فعل کے ساتھ مشابہت کمزور ہو جاتی ہے۔

ولٰکِنَّ للاستدراک:حروف مشبہ بالفعل میں سے چوتھا حرف لٰکِنَّ ہے اور یہ استدراک کے لیے آتا ہے یعنی دو کلاموں کے درمیان میں آتا جو کلام صادر سے پیدا شدہ وہم کو دفعہ کرے۔مابعد والے کلام سے یہ دو کلام معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں یعنی مثبت اور منفی ہونے کے اعتبار سے ایسے کلاموں کے اندر کے یہ استدراک کے لیے آتا ہے یہ غلطی کی اصلاح کے لیے آتا ہے اور تغائر کی دو قسمیں ہیں۔

نمبر(۱)......لفظاً اور نمبر(۲)......معنیً۔

(۱)......تغایر لفظی: جیسے مَاجَآءَنِی زَیْدٌ لٰکِنَّ عَمْرًا جَآءَ ہمارے پاس زید نہیں آیا لیکن عمرو آیا ہے یا مَاجَاءَنِی الْقَوْمُ لٰکِنَّ عَمْرًا جَآءَ ہمارے پاس قوم نہیں آئی لیکن عمرو آیا۔

(۲)......تغایر معنوی: کہ لفظاً دونوں کلام مثبت ہو لیکن معنیً ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی ہو جیسے غَابَ زَیْدٌ

لٰکِنَّ عمروًا حاضر زید غائب ہے لیکن عمرو حاضر ہے تو یہ تغیر معنوی ہے۔

ویجوز معها الواو: صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لٰکِنَّ جو استدراک کے لیے آتا ہے اور لٰکِنَّ جو عاطفہ ہے ان دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ لٰکِنَّ پر واؤ داخل کرنا جائز ہے لیکن جو لٰکِنَّ عطف والا ہے اس پر واؤ داخل کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا قَامَ زَیْدٌ وَلٰکِنَّ عَمْرًو قَاعِدٌ کہنا جائز ہے اور اس پر عطف کرنا جائز ہے واؤ کے ساتھ اور لٰکِنَّ عاطفہ پر واؤ کا داخل کرنا جائز نہیں ہے۔

وقد تخفف: کہتے ہیں کبھی کبھی لٰکِنَّ کو مخفف کر دیا جاتا ہے تو اس صورت میں یہ ملغی عن العمل ہوگا پھر یہ فعل والا عمل نہیں کرے گا کیونکہ اس کی فعل کے ساتھ مسابہت کمزور ہو جائے گی جیسے مشٰی زَیْدٌ لٰکِنْ بَکْرٌ عِنْدَنَا۔

ولیت للتمنی نحو لیت هندا عندنا واجاز الفرّاءُ لیت زیدا قائما بمعنی اتمنی ولعل للترجی کقول الشاعر شعر احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صَلَاحًا وشذ الجر بها نحو لعَلَّ زَیْدٍ قَائِمٌ وفی لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ وَعَنَّ وَاَنَّ لَاَنَّ وَلَعَنَّ وَعِنْدَ المبرد اصله عَلَّ زِیْدَ فیه اللام والبواقی فروع۔

ترجمہ:...... لیت تمنی کے لیے ہوتا ہے جیسے لیت هندا عندنا کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی۔ اور جائز کیا ہے امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ نے لیت زیدا قائم کو بمعنی اتمنی کے یعنی میں تمنا کرتا ہوں کہ زید کھڑا ہوتا۔ اور لعل ترجی کے لیے آتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے احب الصالحین ولست منهم۔ لعل الله یرزقنی صلاحًا میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں ان میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک بنا دیں۔ اور اس کے ذریعے جر دینا شاذ ہے جیسے لعَلَّ زَیْدٍ قَائِمٌ اور لعل میں بہت لغات، عَلَّ، عَنَّ، اَنَّ، لَاَنَّ، لَعَنَّ مبرد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اصل عَلَّ ہے۔ اس لام زائد کیا اور باقی لغات فروع ہیں۔

تشریح:

لیت للتمنی: اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف مشبہ بالفعل میں سے پانچویں حرف لیت کو بیان کیا ہے۔ لیت تمنی کے لیے آتا ہے یعنی کسی چیز کی تمنا کرنا، آرزو کرنا جیسے لیت هندا عندنا کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی۔

جمہور نحویین رحمہم اللہ کے نزدیک لَیْتَ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے یعنی اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس طرح لیتَ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اُس طرح معنیٔ فعل بھی ہے۔لہٰذا لیت کے بعد آنے والے دونوں اسم لیت کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔کیونکہ تمنی کے لیے آنے کی وجہ سے لیت سے اتمنی اور تمنیت فعل معنیٔ سمجھ میں آتے ہیں جیسے: لیت (بمعنی تمنیت فعل با فاعل) زیدا (مفعول بہ) قَائِماً (مفعول ثانی) یعنی اتمنی زیدًا قائماً تو بعد والے دونوں اسم اس کے لیے مفعول بہ ہوں گے۔

ولعل للترجی: اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف مشبہ بالفعل میں سے لعل کو بیان کیا ہے اور لعل ترجی کے لیے آتا ہے یعنی کسی ممکن چیز کے حاصل ہونے کی اُمید کرنا...... جیسے اللہ پاک کی پاک کتاب میں ہے: لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴿۱﴾ اُمید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس معاملے کے بعد کوئی بات پیدا کردے۔اور شاعر کا قول ہے۔صاحب درایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شاعر کے بارے میں شاید صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ کو نام معلوم نہ ہو سکا وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر کے کہنے والے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔صاحب درایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں۔لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا اسی وجہ سے انہوں نے شاعر کا لفظ ذکر فرمایا امام صاحب کا نام ذکر نہیں کیا۔شعر یہ ہے

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔اس اُمید پر کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک بنا دے۔

محل استشہاد: بطورِ محل استشہاد لَعَلَّ ہے کہ یہ ترجی (امید) کے لیے ہے

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

احب فعل ضمیر فاعل الصالحین ذوالحال واو حالیہ لست فعل ناقص ت ضمیر اس کا اسم منھم جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ احب کا۔لَعَلَّ مشبہ بالفعل لفظ اللہ اس کا اسم یرزقنی فعل ضمیر فاعل نون وقایہ ضمیر متکلم مفعول اوّل صلاحًا مفعول ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر لَعَلَّ کی خبر پھر وہ مفعول لہ احب کا پھر وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وشذ الجر بھا: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ لَعَلَّ کے بعد کبھی کبھی اسم مجرور ہوتا ہے گویا کہ یہ تو پھر اس کا عمل نہیں ہوتا کہ یہ اپنے اسم کو

نصب دیتا ہے کیونکہ بعد والا اسم کبھی کبھی مجرور بھی ہوتا ہے تو پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے؟

جواب: صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ صورت بہت شاذ ہے ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے تو شاذ کے ذریعے سے استدلال کرنا یا اور مثالوں کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

وفی لَعَلَّ لُغَاتٌ: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرما رہے ہیں کہ لعل کے اندر اور بھی بہت ساری لغات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لعل میں ایک لغت عَلْ ہے اور ایک لغت عَنْ ہے اور ایک لغت اَنَّ ہے اور ایک لغت لَاَنَّ اور ایک لغت لَعَنَّ ہے۔

امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں جو اصل ہے وہ عَلَّ ہے اور اس کے شروع میں لام کو زیادہ کر دیا تو لَعَلَّ بن گیا۔ اس کے علاوہ جتنی بھی لغات ہیں وہ اس کی فروع ہیں۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ العطف عشرۃ الواو[1] والفاءُ[2] وثم[3] وحتی[4] واَوْ[5] واما وَاَمْ[7] ولا[8] و بل[9] ولکن[10] فالاربعۃ الاول للجمع فالواو للجمع مطلقا نحو جاءَنِی زید وعمرو سواء کان زید مقدما فی المجیء او عمرو والفاء للترتیب بلامهلۃ نحو قام زید فعمرو اِذا کان زید متقدمًا وعمرو متأخر بلا مھلۃ وثم للترتیب بمھلۃٍ نحو دخل زید ثم عمرو اذا کان زید متقدمًا وبینھما مھلۃ وحتی کَثُمَّ فی الترتیب والمھلۃ الا ان مھلتھا اقل من مھلۃ ثم ویشرط اَنْ یَکُوْنَ معطوفھا داخلًا فی المعطوف علیہ وھی تفید قُوَّۃً فی المعطوف نحو مات الناس حتی الانبیاء علیھم السلام او ضعفا نحو قدم الحاج حتی المشاۃ۔

ترجمہ:......حروف عطف دس (۱۰) ہیں (۱) واؤ (۲) فا (۳) ثم (۴) حتی (۵) اَوْ (۶) اِمَّا (۷) اَمْ (۸) لا (۹) بل (۱۰) لٰکن پس پہلے چار حروف جمع کے لیے آتے ہیں۔ پس واؤ مطلقًا جمع کے ہے جیسے جاءَنِی زید وعمرو میرے پاس زید آیا اور عمرو پس برابر ہے کہ زید مقدم ہو آنے میں یا مؤخر۔ فا ترتیب کے لیے آتی ہے بغیر مہلت کے بغیر تاخیر کی جیسے قام زید فعمرو زید کھڑا ہوا پس پھر عمرو کھڑا ہوا یہاں زید متقدم ہے اور عمرو متاخر ہے بغیر وقفے (فصل) کے ثم ترتیب کے لیے آتی ہے

مہلت (فصل تاخیر) کے ساتھ جیسے دخل زید ثم عمرو زید داخل ہوا اور پھر عمرو داخل ہوا (یعنی زید پہلے داخل ہوا اور ان دونوں کے درمیان تاخیر ہے) (فصل ہے وقفہ ہے) اور حتّٰی ترتیب اور مہلت میں ثم کی طرح ہے مگر یہ کہ اس کی مہلت ثم کی مہلت سے کم (تھوڑی) ہوتی ہے اور شرط یہ ہے کہ اس کا معطوف داخل ہو معطوف علیہ کے حکم میں اور وہ قوت کا فائدہ دیتا ہے جیسے مات الناس حتی الانبیاء علیہم السلام لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی یا ضعف کا جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ حاجی آ گئے یہاں تک کہ پیادے بھی۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے تیسری قسم کو بیان فرمایا ہے۔

حُرُوْفُ العطف عشرۃ: حروف عاطفہ کی تعریف یہ ہے کہ حروف عاطفہ وہ غیر عاملہ ہیں جو اپنے مابعد کو ماقبل کے ساتھ جوڑنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے جَآءَنِیْ زَیْدٌ وَّعَمْرٌو اس مثال میں واو حرف عاطفہ ہے اور اس نے زید اور عمرو کو آپس میں جوڑ دیا ہے۔ حروف عاطفہ دس ہیں: واؤ[1] فا[2] ثم[3] حتی[4] اَوْ[5] اما[6] اَمْ[7] لا[8] بل[9] لٰکن[10]۔

فالاربعۃ الاول للجمع: صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف عاطفہ کو تین اقسام پر تقسیم فرمایا ہے۔

پہلی تقسیم: فالاربعۃ الاول فرماتے ہیں کہ جو اوّل کے چار حروف ہیں واؤ[1] فا[2] ثم[3] حتی[4] یہ سب کے سب جمع کے لیے آتے ہیں لیکن پھر ان چاروں میں تھوڑا سا فرق ہے

فالواو للجمع مطلقا: پس واؤ تو مطلقاً جمع کے لیے آتا ہے جیسے جاءنی زید و عمرو میرے پاس زید آیا اور عمرو آیا۔ یہ صرف جمع کا معنی دیتا ہے تقدیم و تاخیر بیان نہیں کرتا پس دونوں آئے ہیں کون پہلے آیا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

والفا للترتیب بلا مھلۃ: اور فا جمع کے ساتھ ساتھ ترتیب کے لیے بھی آتی ہے بغیر فصل کے یعنی دونوں کے آنے میں وقفہ نہیں ہے جیسے قَامَ زَیْدٌ فَعمرو یعنی زید کھڑا ہوا اس کے فوراً بعد عمرو کھڑا ہوا بغیر تاخیر کے عمرو کے کھڑے ہونے پر دلالت ہے کہ پہلے زید کھڑا ہوا ہے بعد میں عمرو کھڑا ہوا ہے لیکن عمرو کے کھڑے ہونے میں تاخیر نہیں۔

وثم للترتیب بمھلۃ: اور تیسرا حرف ان چاروں میں سے ثم ہے اور ثم بھی جمع کے ساتھ ترتیب کا بھی فائدہ دیتا ہے لیکن ثم میں تاخیر ہوتی ہے کہ پہلے ایک کام ہوا اس کے بعد دوسرا کام ہوا تاخیر کے ساتھ جیسے

دخل زید ثم عمرو داخل ہوا زید پھر عمرو یعنی پہلے زید داخل ہوا اس کے بعد وقفے (تاخیر) کے بعد عمرو داخل ہوا اور اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک کتاب میں ہے: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۲۸ (سورۂ بقرہ آیت: ۲۸) اس آیت میں ف اور ثم دونوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عدم سے وجود دیا یہ فوراً ہو گیا لیکن اس کے بعد انسان کی موت اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا یہ فوراً نہیں ہو بلکہ تاخیر کے ساتھ ہوتا ہے اس کو فرمایا ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۲۸۔

وحتی کثم فی الترتیب والمهلة کہتے ہیں کہ حتی بھی ترتیب اور تاخیر میں ثم کی طرح ہے یعنی جس طرح ثم ترتیب مع الفصل کا فائدہ دیتا ہے حتی بھی ترتیب مع الفصل (یعنی دونوں اسموں میں تاخیر کا) فائدہ دیتا ہے لیکن حتی کی جو تاخیر (وقفہ) ہے یہ کم ہوتا ہے ثم سے جیسے دخل زید حتی عمرو زید داخل ہوا یہاں تک کہ عمرو داخل ہو۔ تاخیر تو ہے لیکن یہ تاخیر ثم سے کم ہے۔

ویشترط ان یکون......الخ: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرما رہے ہیں کہ حتی کے معطوف ہونے کے لیے شرط ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اس کا معطوف علیہ معطوف کے اندر داخل ہوتا کہ وہ غایت کا معنی دے اور اس بات پر نحویین کا اتفاق ہے کہ حتی عاطفہ کے لیے واجب ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہو اسی وجہ سے اس کا جو معطوف ہوگا وہ مجرور ہوگا جیسے نمت البارحة حتی الصباحِ اس مثال میں الصباحِ پر جر پڑھا جائے گا نصب نہیں پڑھا جائے گا۔

ھی تفید قوۃ فی المعطوف او ضعفا: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ حتی کا ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ حتی معطوف میں قوت یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے۔

قوت کی مثال:

جیسے مات الناس حتی الانبیاء علیہم السلام لوگ انسان مر گئے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی یہ قوت ہے کہ عام لوگوں کے مقابلے میں جو انبیاء کرام علیہم السلام ہیں وہ ان سے ہر اعتبار سے بہت قوی ہیں ہر اعتبار سے اس لیے یہ قوت کی مثال ذکر فرمائی ہے۔

ضعف کی کی مثال:

جیسے قَدِمَ الحاج حتی المشاۃ حاجی آ گئے یہاں تک کہ پیدل بھی یہ ضعف ہے کہ بھئی سوار تو آ ہی گئے لیکن

یہاں تک کہ پیدل بھی آ گئے۔

وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ ثَلٰثَتُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمٍ لَا بِعَيْنِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ اِمْرَأَةٍ وَاِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ حَرْفُ الْمعطوفِ اِذَا تَقَدَّمَتْهَا اِمَّا اخرىٰ نحو العدد اِمَّا زوج واِمَّا فردٌ ويجوز اَنْ يتقدم اما على او نحو زيد اما كاتب او امى وَاَمْ على قسمين وهى متصلة وهى ما يسأل بها عن تعيين احد الامرين والسَّائل بها يعلم ثبوت احدهما مبهما بخلاف او واما فان السائل بهما لا يعلم ثبوت احدهما اصلًا وتستعمل بثلثة شرائط الاول ان يقع قبلها همزة نحو اَزيد عندك اَمْ عمرو والثانى ان يليها لفظ مثل ما يلى الهمزة اعنى ان كان بعد الهمزة اسم فكذالك بعد ام كما مرَّ وان كان بعد الهمزة فعل فلذلك بعدها نحو اَقَامَ زيد ام قَعَدَ فلا يقال ارايت زيد ام عمرو والثالث ان يكون احد الامرين المستويين محققا وانما يكون الاستفهام عن التعيين فلذلك يجبُ ان يكون جواب ام بالتعين دون نعم اَوْلا فاذا قيل ازيد عندك ام عمرو فجوابهٗ بتعيين احدهما اِمَّا اِذَا سُئِلَ بِاَوْ وَ اِمَّا فجوابهٗ نعم اولا

ترجمہ:......اور اَوْ اور اِمَّا اور اَمْ یہ تینوں ثبوت حکم کے لیے آتے ہیں دو۲ اُمور میں سے ایک کے لیے اس حال میں کہ وہ مبہم ہو نہ کہ معین جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ اِمْرَأَةٍ میں گذرا مرد پر یا عورت پر اور اِمَّا بے شک یہ حرف عطف ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے دوسرا اِمَّا مذکور ہو جیسے العدد اِمَّا زوج اِمَّا فرد عدد یا تو جفت ہے یا طاق ہے اور جائز ہے کہ اِمَّا مقدم ہو اَوْ پر جیسے زید اما کاتب او امی زید یا تو کاتب ہے یا امی ہے اَن پڑھ ہے اور اَمْ دو۲ قسموں میں منقسم ہے متصلہ اور یہ وہ ہے جس کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے دو۲ اُمور میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں اور سائل ان میں ایک کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہے بخلاف او اور اما کے پس بے شک ان دونوں۲ کے ذریعے سائل دونوں۲ میں سے ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا اور وہ اَمْ یعنی (متصلہ) استعمال کیا جاتا ہے تین۳ شرائط

کے ساتھ پہلی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ واقع ہو جیسے أَزَيدٌ عندك أَمْ عمرو؟ کہ زید تیرے پاس ہے یا عمرو؟۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ اسی جیسا حرف ملا ہو جو ہمزہ سے ملا ہوا ہے میری مراد اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو أَمْ کے بعد بھی اسم ہو جیسا کہ گزر چکا اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو أَمْ کے بعد بھی فعل ہو جیسے أَقَامَ زید ام قَعَدَ پس أَرَأَيْتَ زَيْدًا أَمْ عَمْرًوا ایہ نہیں کہا جائے گا اور دوسری شرط یہ ہے کہ احدالامرین مساوی ہوں تحقیقی طور پر اور استفہام ہو تعیین سے پس اسی لیے واجب ہے کہ ام کا جواب ہو تعیین کے ساتھ نہ نعم یا لا کے ساتھ۔ پس جب کہا جائے أَزَيدٌ عندك أَمْ عمرو تو اس کا جواب دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین کے ساتھ دیا جائے گا اور جب سوال کیا جائے او اور اِمَّا کے ساتھ تو اس کا جواب نعم یا لا کے ساتھ ہوگا۔

تشریح:

وَ أَوْ وَ إِمَّا وَ أَمْ ثَلَاثَتُهَا لِثُبُوتِ الْحُكْمِ: اور حروف عاطفہ کی دوسری تقسیم۔

او اور اما اور ام کی تعریف:

او اور اما اور ام یہ تینوں اس بات کے لیے آتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے غیر متعین طور پر کسی ایک کے لیے حکم ثابت ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَمْ امْرَأَةٍ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ إِمَّا امْرَأَةٍ میں گزرا مرد یا عورت کے پاس سے اسی مثال میں یہ بتایا گیا ہے کہ متکلم کا گزرنا مرد اور عورت میں سے غیر متعین طور پر کسی ایک پر ہوا ہے۔

وَ إِمَّا إِنَّمَا تَكُونُ حَرْفُ الْعَطْفِ: یہاں سے اِمَّا کے متعلق بتاتے ہیں کہ اِمَّا حرف عطف اس وقت ہوگا یعنی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی دوسرا اِمَّا ہو جیسے العدد اِمَّا زوج و اِمَّا فرد کہ عدد یا جفت ہے یا فرد ہے۔ یا اما کے بعد او حرف عطف ہو جیسے زَيْدٌ إِمَّا كَاتِبٌ أَوْ أُمِّيٌّ کہ زید یا کاتب ہے یا اَن پڑھ ہے اور اِما حرفِ عطف پر او کو داخل کرنا جائز ہے جیسے اوپر مثال میں گزر چکا ہے۔

و ام علی قسمین: ان حروف میں سے جو تیسرا حرف ہے ام اس کی دو[۲] قسمیں ہیں: (۱) متصلہ۔ (۲) منقطعہ۔

و ام متصلۃ وھی ما تسأل...... الخ اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ام کی اقسام کو بیان فرماتے ہیں۔ اور اس ضمن میں او اور اما اور ام میں فرق بھی بیان فرماتے ہیں ام کی دو قسموں میں سے پہلی قسم:

ام متصلہ کی تعریف: ام متصلہ وہ ام ہے جس کے ذریعے سے دو[2] چیزوں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا جائے اور اس کے ذریعے سوال کرنے والا (سائل) ان دونوں[2] میں سے ایک کے ثبوت کو جانتا ہو اور اس کا مقصد سوال کرنے سے کسی ایک کی تعیین ہو اگرچہ ہمزہ استفہام کے ساتھ **او** اور **اما** کے ذریعے بھی سوال کیا جاتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ **او** اور **اما** کے ذریعے سوال کرنے والا معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا نہ متعین طور پر اور نہ غیر متعین طور پر بلکہ اس کا مقصد **اما** حروف سے سوال کرنے سے محض اتنی بات جاننا ہوتا ہے کہ آیا معطوف اور معطوف علیہ میں سے غیر متعین طور پر کوئی ایک ثابت ہے۔

(۱) **وتستعمل بثلاث شرائط:** مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے اَم متصلہ کی استعمال کی شرائط بیان فرماتے ہیں:

(۱) پہلی شرط:

ان یقع قبلھا ہمزۃ: ام متصلہ سے پہلے والے جملے میں ہمزہ استفہام ہو چاہے لفظا ہو جیسے **ازیدٌ عندکَ اَمْ عَمرٌو** کیا تیرے پاس زید ہے یا عمر ہے؟ اور یا ہمزہ استفہام مقدر ہو تقدیرًا ہو جیسے شاعر کا قول ہے:

فواللہ لعمری ما ادری وان کنت داریا ۔۔۔ بسبع رمین الجمر ام بثمان

یہاں پر یہ جو **بسبع** ہے اس میں استفہام تقدیری ہے یہ اصل میں **أَبِسَبْعٍ** ہے۔ شعر کا ترجمہ
مجھے میری عمر کی قسم میں نہیں جانتا اگرچہ تو جانتا ہے کہ میں نے سات کنکریاں ماری جمرہٰ میں یا آٹھ۔ **او** اور **اما** سے پہلے ہمزہ استفہام نہیں ہوتا یہ فرق ہے **ام** اور ان دونوں[2] میں اس مثال میں ہمزہ استفہام تقدیری ہے۔ **بسبع** سے پہلے اصل میں **ابسبع** ہے۔

دوسری شرط:

ان یلیھا مثل ما یلی الھمزۃ: کہ **ام** متصلہ کے بعد وہی چیز ہو وہی لفظ ہو جو ہمزہ استفہام کے بعد ہے یعنی اگر ہمزہ استفہام کے بعد اسم ہے تو **ام** کے بعد بھی اسم ہو اور ہمزہ استفہام کے بعد **فعل** ہے تو ام متصلہ کے بعد بھی فعل ہو جیسے **اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو؟** اسم کی مثال ہے اور یہ **فعل** کی مثال **اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ قَعَدَ** ؟ کیا زید کھڑا ہوا ہے یا بیٹھا ہے...... ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہمزہ استفہام کے بعد **فعل** ہو اور ام متصلہ کے بعد اسم ہو یا اس کا عکس ہو کہ ہمزہ استفہام سے پہلے اسم ہو اور اس کے ام متصلہ کے بعد **فعل** ہو جیسے **اَرَأَیْتَ زَیْدًا اَمْ عَمْرًوا** یہ جائز نہیں ہے۔ اور اسی

طرح اس کا عکس بھی جائز نہیں ہے اَزَیْدًا أَیْتَ اَمْ أَیْتَ عَمْرًوا یہ مثال بھی جائز نہیں ہے

(۳) تیسری شرط:

ان یکون احد الامرین المستویین محققا: کہ دونوں امر مساوی ہوں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک واقعی طور پر متکلم کے نزدیک ثابت ہو۔ سوال صرف تعین کے متعلق ہو اس لیے واجب ہے کہ ام متصلہ کا جواب نعم یا لا سے نہ دیا جائے بلکہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کو متعین کیا جائے کیونکہ سوال ہی تعیین کے لیے ہے مثلاً جب یہ کہا جائے گا اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو تو اس کے جواب میں نعم یا لا کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ متعین کر کے کہا جائے گا عندی زید یا عندی عمرو اس لیے کہ یہاں سائل کو اتنی بات معلوم ہے ہے کہ بھئی زید اور عمرو میں سے کوئی ایک مخاطب کے پاس ہے البتہ وہ تعیین چاہتا ہے کہ کون ہے۔ تعیین کر کے بتایا جائے۔ اور اس کے برخلاف اگر او یا اما کے ذریعے سوال کیا جائے تو اس کا جواب نعم یا لا سے دیا جائے گا مثلاً کوئی سوال کرے أَجَآءَکَ زَیْدٌ او اما عمرو اس کے جواب میں نعم یا لا کہہ کر جواب دیا جا سکتا ہے اس لیے کہ یہاں متکلم کو معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کی تعیین کے متعلق کوئی علم نہیں اس کا مقصد تو صرف او اور اما کے ذریعے سوال کرنے سے یہ جاننا ہے کہ آیا معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک ثابت ہے یا نہیں تو نعم یا لا کے ذریعے سے اس کا مقصد حاصل ہو گیا۔

ومنقطعة وهي مَا تكون بمعنى بل مع الهمزة كما رايت شبحا من بعيد قلت انها لَاِبل على سبيل القطع ثم حَصَل لك شك انها شاة فقلت ام هي شاة تقصد الاعراض عن الاخبار الاول والاستيناف بسئوال آخر معناهُ بل شاة واعلم ان ام المنقطعة لا تستعمل الا فى الخبر كما مرَّ وفى الاستفهام نحو أَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌوٌ وسالت اولا عن حصول زيد ثم اضربت عن السؤال الاول واخذت فى السؤال عن حصول عمرو۔

ترجمہ:......اور ام منقطعہ وہ ہے جو بَلْ کے معنی ہو مع ہمزہ کے جیسے آپ نے دور سے کوئی (شبیہ کوئی) صورت دیکھی تو آپ نے قطعی طور پر حکم لگا کر کہا انها لابل بے شک اونٹ ہے۔ پھر آپ کو شک ہوا کہ بکری ہے تو آپ نے کہہ دیا کہ اَمْ هی شاة کہ وہ بکری ہے، ارادہ کرتے ہوئے پہلی خبر

سے اعراض کا اور شروع کرنا دوسرے سوال کا تو یہ اس معنی میں ہو گئے۔ بل ھی شاۃ بلکہ یہ بکری ہے اور تو جان لے کہ ام منقطعہ نہیں استعمال کیا جاتا مگر خبر میں اور سوال میں جیسے أَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو تو اولاً آپ نے زید کے حصول کا سوال کیا پھر آپ نے پہلے سوال سے اعراض کیا اور دوسرا سوال پکڑا عمرو کے حصول کے بارے میں۔

تشریح:

اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ام منقطعہ کو یعنی ام کی دوسری قسم کو بیان فرمایا ہے۔

ام منقطعہ وہ ہے جو ہمزہ کے ساتھ بل کے معنی میں ہو یعنی پہلے کلام سے اعراض اور دوسرے کلام میں شک پیدا کرنے کے لیے آتا ہے مثلاً آپ نے دور سے کوئی شبیہ دیکھی صورت دیکھی اور آپ نے کہا انها لَاِبلٌ قطعی طور پر آپ نے حکم لگایا کہ یہ تو اُونٹ ہے پھر جب وہ تھوڑا سا قریب ہوا تو آپ کو شک ہوا کہ وہ تو اونٹ نہیں ہے بلکہ بکری ہے تو آپ نے ڈائریکٹ کہہ دیا کہ ام ھی شاۃ تو گویا آپ نے پہلے سوال سے اپنی پہلی خبر سے اعراض کیا اور اب آپ دوسرا سوال کررہے ہیں کہ ام ھی شاۃ کیا وہ بکری ہے؟ تو یہاں ام منقطعہ ہوگا اس لیے کہ یہاں پہلے کلام انها لابل سے اعراض ہے اور دوسرے کلام ام ھی شاۃ میں شک پیدا کررہا ہے چنانچہ یہاں ام ھی شاۃ کا مطلب ہوگا بل ھی شاۃ......

واعلم ان ام المنقطعة: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ام المنقطعة کے استعمال ومقامات کو بیان فرمارہے ہیں کہ ام المنقطعة دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱)......خبر کے بعد جیسے انها لَاِبل ام ھی شاۃ کہ یہاں ام منقطعہ ہے اور خبر کے بعد ہے۔

(۲)...... بعد الاستفهام استفہام کے بعد ہو جیسے أَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو کہ یہاں أَعِنْدَكَ زَيْدٌ استفہام ہے اس کے بعد ام استعمال ہوا ہے کہ یہاں آپ نے اولا استفہام کیا زید کے حصول کا پھر آپ نے اپنے استفہام سے اعراض کرکے عمرو کے حصول کا سوال کیا کہ زید کو چھوڑ و عمرو کے بارے میں بتاؤ آپ کے پاس ہے یا نہیں ہے۔

فائدہ:......ام منقطعہ جو ہے اس کے متعلق راجح قول یہ ہے کہ یہ حروف عاطفہ میں سے نہیں ہے بلکہ یہ حروف ابتدائیہ میں سے ہے جو اضراب کا فائدہ دیتا ہے یعنی اعراض کا یعنی پہلے سوال سے اعراض کیا جائے۔

وَلَا وبَلْ وَلٰكِن جميعها الثبوت الحكم لاحد الامرين معينا اما لا فَلِنَفْيِ ما وجب للاول عن الثانی نحو جَآءَنِیْ زيدٌ لا عمرو وبل للاضراب عن الاول والاثبات للثانی نحو جَآءَنِیْ زید بل عمرو ومعناهُ بل جَآءَنِیْ عمرو وما جاءَ بكر بل خالد معناهُ بل ما جاءَ خالد ولكن للاستدراك و يلزمها النفی قبلها نحو ما جَآءَنِیْ زیدٌ لکن عمرو جَاءَ وبعدها نحو قام بكر لكن خالد لم يقم۔

ترجمہ:......اور لا اور بل اور لٰکن یہ تمام معطوف معطوف علیہ کے لیے حکم کے ثبوت میں متعین طور پر آتے ہیں (یعنی متعین طور پر معطوف معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے حکم کو ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں) بہرحال لا پس وہ اس کی نفی کے لیے ہے جو دوسرے سے پہلے کے لیے ثابت ہو۔ جیسے جَآءَنِیْ زیدٌلاعمرو اور بَل پہلے سے اعراض اور دوسرے کے اثبات کے لیے آتا ہے جیسے جَآءَنِیْ زیدٌبل عمرو اور اس کے معنی ہیں بل جاءعمرو اور ماجآءبکر بل خالد اس کے معنی ہیں بل مَا جآءَخالد اور لٰکن ستدراک کے لیے آتا ہے اور اس کو لازم ہے کہ اس کے ماقبل میں نفی ہو جیسے ما جَآءَنِیْ زیدٌلکن عمرو جآءَیا اس کے مابعد کی جیسے قام بکر لٰکن خالد لم یقم۔

تشریح:

لَا بَلْ لٰکن حروف عاطفہ کی تقسیم کے اعتبار سے تیسری قسم لَا بَلْ لٰکن کی یہ تینوں حروف معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے لیے معین طور پر حکم ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں۔ لَا بَلْ لٰکِن یہ تینوں اس بات میں شریک ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے لیے معین طور پر حکم ثابت ہو لیکن تینوں میں فرق ہے۔

اما لافلنفی ما وجب للاول عن الثانی: جو لا، معطوف سے اس حکم کی نفی کرنا ہے جو حکم معطوف علیہ کے لیے ثابت ہے اسی وجہ سے یہ ہمیشہ کلام مثبت کے بعد آتا ہے جیسے جَآءَنِیْ زیدٌلاعمرو میرے پاس زید آیا نا کہ عمرو۔ تو یہاں دیکھیں معطوف علیہ زید کے لیے آنے کا حکم ثابت کیا تھا لا حرف عطف نے آکر معطوف عمرو سے اس کی نفی کر دی کہ زید آیا عمرو نہیں آیا۔

وبل للاضراب عن الاول و الاثبات للثانی: بل معطوف علیہ سے اعراض کر کے معطوف کے لیے حکم ثابت کرنے کے لیے آتا ہے یعنی حرف بل جو ہے یہ حکم کو معطوف علیہ سے معطوف کی جانب پھیر دیتا ہے اور معطوف علیہ بے چارہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہو جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب بَلْ سے پہلے کلام مثبت ہو جیسے جاءنی زیدٌ عمرو ای بل جاءنی عمرو میرے پاس زید آیا نہیں بلکہ میرے پاس عمرو آیا تو اس کا معنی ہے بل جاءنی عمرو یہاں آنے کا حکم جو معطوف علیہ زید کے لیے زید ثابت کیا گیا تھا بل نے آکر اسے زید سے عمرو کی طرف پھیر دیا۔ اور زید اب مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگیا یعنی زید آیا نہیں تھا متکلم کو اس سے کوئی اعراض نہیں کرنا۔ اور اگر بَلْ سے پہلے کلام منفی ہو جیسے ماجاءنی بکر بل خالد تو اس صورت میں بل معطوف کے لیے حکم کی نفی کو ثابت کرے گا یا نہیں اس میں خارجی طور پر تھوڑا سا اختلاف ہے۔

امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ: فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بل معطوف کے لیے حکم کی نفی کو ثابت کرے گا اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگا یعنی اس کو ایسا سمجھا جائے گا گویا کہ اس کا ذکر ہی نہیں ہوا چنانچہ ان کے نزدیک بل خالد کے معنی ہوں گے بل ماجاء خالد کہ خالد نہیں آیا بقیہ رہا عمرو کا معاملہ تو وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے۔

جمہور کی رائے یہ ہے کہ بل معطوف کے لیے حکم کی نفی کو ثابت نہیں کرے گا بلکہ سابقہ جملے میں جس حکم کی معطوف علیہ سے نفی کی گئی بل اس کو معطوف کے لیے ثابت کرے گا اور معطوف علیہ سے حکم کی نفی یا تو بدستور باقی رہے گی یا وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگا چنانچہ جمہور کے نزدیک بل خالد کا معنی ہوگا بَلْ جَاءَ خَالِدٌ کہ خالد آیا اور عمرو یا تو نہیں آیا یا وہ سکوت عنہ ہے۔

لٰکن للاستدراک لٰکن استدراک کے لیے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو ختم کرنے کے لیے آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسکے لیے نفی ضروری ہوتی ہے یعنی یا تو اس سے پہلے نفی ہو جیسے ماجاءنی زیدٌ لٰکن عمروٌ جاء میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمرو آیا۔ یا اس کے بعد نفی ہو جیسے قام بکر لٰکن خالد لم یقم کہ بکر کھڑا ہے لیکن خالد کھڑا نہیں ہے۔

فصلٌ حروف التنبیه ثلثةٌ أَلَا وَأَمَا وهَا وضعت لتنبیه المخاطب لئلا یفوته شیئٌ من الکلام فَأَلَا وَأَمَا لا یدخلان الا علی الجملة اسمیة کانت نحو قوله تعالیٰ: أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وقول الشاعر شعر

اما والذی وابکی اضحك والذی امات واحیی والذی امرهُ الامر

او فعلیہ نحو اما لا تفعل والا تضربُ والثالث ھَا تدخل علی الجملۃ الاسمیۃ نحو ھَا زیدٌ قائم او المفرد نحو ھٰذا و ھٰؤلاءِ۔

ترجمہ:.....حروف تنبیہ تین ہیں اَلا، اَمَا، ھَا اور یہ وضع کیے گئے ہیں مخاطب کو بیدار کرنے کے لیے تا کہ کلام کا کوئی حصہ اس سے فوت نہ ہو جائے پس الا اور اما یہ داخل نہیں ہوتے مگر جملے پر چاہے اسمیہ ہو جیسے فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت:۱۲) اور شاعر کا قول ہے: اما والذی ابکی واضحک والذی امات واحیی والذی امرہ الامر خبردار اس ذات کی قسم جس نے رلایا اور ہنسایا اور اس ذات کی قسم جس نے مارا اور زندہ کیا اور اس ذات کی قسم جس کا حکم ہی اصل حکم ہے اور تیسرا حرف ھا ہے یہ جملہ اسمیہ اور مفرد دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے ھا زیدٌ قائمٌ اور مفرد کی مثال ھٰذا اور ھٰؤلاءِ

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے چوتھی فصل کو بیان کیا ہے اور یہ چوتھی فصل حروف تنبیہ کے بیان میں ہے۔

فصل حروف التنبیہ

حروف تنبیہ کی تعریف:

حروف تنبیہ ان حروف کو کہتے ہیں جن کے ذریعے مخاطب کو بیدار کیا جائے تا کہ اس سے کلام کا کوئی حصہ فوت نہ ہو جائے اور حروف تنبیہ تین ہیں۔ الا[1]۔ اما[2] ھا[3]

الا اور اما کا حکم یہ ہے کہ یہ دونوں[2] حرف جملے پر داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان دونوں کو وضع کیا گیا ہے جملے کے مضمون کو پختہ کرنے کے لیے تا کہ مخاطب اور سامع بیدار ہو جائے اور ان سے کوئی حصہ فوت نہ ہو پھر چاہے جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ.....خبردار بے شک وہی لوگ فسادی ہیں۔

اور اَمَا کی مثال صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الفتح شاعر کا شعر پیش کیا ہے کہ اما والذی ابکی واضحک

والذی اماتو احییٰ والذی امرہ الامر آگاہ رہو قسم ہے اس کی جو رُلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور قسم ہے اس کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور قسم ہے اس کی جس کا حکم ہی اصل حکم ہے۔

محل استشہاد: یہاں یہ جو شعر ہے محل استشہاد یہ ہے کہ اما حرف تنبیہ یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہے شعر کی ترکیب:

ترکیب:

اما والذی ابکی اضحک والذی اماتو احییٰ والذی امرہ الامر

اَما حرفِ تنبیہ وقسمیہ جارہ **الذی** اسم موصول **ابکی واضحک** جملہ معطوفہ ہوکر جملہ موصول صلہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ہو گیا اُقسم فعل کا فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ، اسی طرح **والذی اماتو احییٰ** ہے اور اسی طرح والذی امرہ الامر امرہ مرکب اضافی ہو کر مبتداء الامر خبر جملہ اسمیہ موصولہ کا صلہ باقی ترکیب ماقبل۔

اوفعلیہ نحو اما لاتفعل: یا وہ جملہ فعلیہ ہو جیسے **اما لا تفعل** خبردار ایسا مت کرنا اور **الا لاتضربُ** خبردار مت مارنا۔

والثالث ھَا: اور تیسرا حرف ہے **ھَا** یہ داخل ہوتا ہے جملیہ اسمیہ پر جیسے **ھا زیدٌ قائم** اور مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ھٰذا اور **ھٰؤلآءِ**

فصل حرف النداء خمسة یا وایا وَھَیَا وای والھمزة المفتوحة۔ فای والھمزہ للقریب وایا وھیا للبعید ویا لھما وللمتوسط وقد مرّ احکام المنادیٰ۔

ترجمہ:...... یہ فصل حروف نداد کے بیان میں حروف نداء پانچ ہیں **یا، ایا، ھیا، ای، ھمزہ** مفتوحہ پس ای **اور ہمزہ** مفتوحہ قریب کے لیے آتے ہیں ایا اور **ھیا** دور کے لیے اور **یا** ان دونوں کے لیے اور متوسط کے لیے اور منادیٰ کے احکام پیچھے گزر چکے۔

تشریح:

فصل حرف النداء: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے پانچویں فصل کو بیان کیا ہے۔ یہ حروف نداء کے بیان میں ہے۔

حروف ندا کی تعریف: حروف ندا ان حروف کو کہتے ہیں جن کے ذریعے سے کسی کو مدعو کیا جائے، پکارا جائے

حروف ندا پانچ ہیں (۱)یا (۲)ایا (۳)ھیا (۴)ای (۵)ہمزہ مفتوحہ۔

حروف ندا کا استعمال: ای اور ہمزہ مفتوحہ قریب کے لیے آتے ہیں اور ایا اور ھیا دور کے لیے اور یا قریب اور بعید دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور متوسط کے لیے بھی درمیانی مسافت کے لیے۔ اور باقی تفصیل منادیٰ کی بحث میں گزر چکی ہے۔

فصل حروف الایجاب سِتَّةٌ نَعَمْ[1] وَبَلٰی[2] اجلْ[3] جَیْرِ[4] اِنَّ[5] وَاِیْ[6] اِمَّا نعم فَلِتَقْرِیْرِ کلام سابق مثبتًا کان او منفیًا نحو اَجَآءَ زید قلت نعم واما جاءَ زید قلت نعم وبلیٰ تختص بِاِجاب ما نفی استفهامًا کقوله تعالیٰ: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰی او خبرا کما یقال لم یقم زید قلت بلیٰ ای قد قام وای للاثبات بعد الاستفهام ویلزمها القسم کما اذا قیل هل کان کذا قلت ای واللهِ واجل وجَیْرِ وان لتصدیق الخبر کما اذا قیل جآءَ زید قلت اجل او جیرا وان ای اصدقك فی هٰذا الخبر۔

ترجمہ:...... حروف ایجاب چھ[6] ہیں۔ نَعَمْ[1] وَبَلٰی[2] اجل[3] جَیْرِ[4] اِنَّ[5] وَاِیْ[6] اور رہا نعم تو وہ کلام سابق کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے خواہ مثبت ہو یا منفی ہو جیسے اجاءَ زید تو آپ کہیں (جواب میں) نعم اور اَماجاءَ زید تو آپ کہیں نعم اور بلٰی یہ خاص کیا گیا ہے اس کے ساتھ جس کی نفی کی گئی ہو بطور استفہام جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۰ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ (سورۂ اعراف آیت: ۱۷۲) قَالُوْا بَلٰی سب نے کہا کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ یا بطور خبر جیسے کہا جائے لم یقم زید زید کھڑا نہیں ہے تو آپ کہیں بلٰی ای قد قام زید کیوں نہیں بلکہ وہ کھڑا ہے اور اثبات کے لیے آتا ہے استفہام کے بعد اور اس کے لیے قسم لازم ہوتی ہے جیسے کہا جائے هَلْ كَانَ كَذَا تو اس کے جواب میں آپ کہیں اِیْ وَاللهِ۔ اور اجل اور جَیْرِ اور اِنَّ یہ خبر کی تصدیق کے لیے آتے ہیں جیسا کہ کہا جائے جآءَ زید تو آپ کہیں اجل یا جَیْرِ یا ان یعنی میں تیری اس خبر کی تصدیق کرتا ہوں۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے چھٹی فصل حروف ایجاب کو بیان کیا ہے۔

حروف ایجاب کی تعریف: حروف ایجاب ان حروف کو کہا جاتا ہے جو ماقبل والے کلام کے لیے بطور جواب یا ثبوت کے وضع کئے گئے ہوں۔ حروف ایجاب چھ ہیں: نَعَمْ [1] وَبَلٰی [2] اجل [3] جَیْرِ [4] اِنَّ [5] وَاِیْ [6]۔

اما نعم: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف ایجاب میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حروف ایجاب میں سے جو نعم ہے یہ کلام سابق کی یعنی سابقہ کلام کے مضمون کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے چاہے مثبت ہو یا منفی ہو۔ جیسے اجاءزیدکیا زید آ گیا؟ اس کے جواب میں کہا جائے نعم جی ہاں یعنی زید آ گیا۔ یا وہ کلام منفی ہو جیسے اماجاءزیدکیا زید نہیں آیا تو جواب میں کہا جائے نعم یعنی زید نہیں آیا۔ دونوں کے لیے یہ آسکتا ہے مثبت ومنفی۔

وبلٰی تختص بالایجاب.....الخ اور جو بلٰی ہے یہ خاص ہے اس کلام کے لیے جس کی ماقبل میں نفی ہو چاہے وہ نفی بصورت استفہام ہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا ربّ نہیں تو جواب میں کہا جائے بلٰی کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں تو یہاں کلام سابق میں جو کہ استفہام کے ساتھ ہے رب ہونے کی نفی کی گئی بلٰی نے آکر اس کو ثابت کر دیا۔ یا وہ نفی خبر کی صورت میں ہو جیسے لم یقم زید زید کھڑا نہیں ہے اس کے جواب میں کہا جائے بلٰی کیوں نہیں یعنی وہ کھڑا ہو گیا۔ تو یہاں کلام سابق میں جو کہ خبر کی صورت میں ہے زید کے کھڑے ہونے کی نفی کی گئی تھی بلٰی نے آکر اس کو ثابت کر دیا۔

تیسرا حرف ہے اِیْ: استفہام کے بعد کلام سابق کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے اور یہ ہمیشہ قسم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے البتہ قسم کبھی بھی مذکور نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ قسم محذوف ہوگی جیسے کسی کام کے بارے میں کہا جائے هَلْ كَانَ كَذَا کیا ایسا ہوا تو اس کے جواب میں آپ کہیں ای واللہ ہاں خدا کی قسم ایسا ہوا تو یہاں ای استفہام کے بعد کلام سابق کو ثابت کرنے کے لیے آیا اور وہ قسم کے ساتھ آیا لیکن فعل قسم مذکور نہیں۔

اجل جیر وان: یہ تینوں خبر کی تصدیق کرنے کے لیے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو جیسے کوئی شخص کہے جاءزید زید آ گیا تو اس کے جواب میں آپ کہیں اجل یا جیر یا ان اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں اس کی میں تصدیق کرتا ہوں یا خبر منفی ہو جیسے کوئی کہے لم یاتک زید تیرے پاس زید نہیں آیا تو آپ جواب میں کہیں اجل یا جیر یا ان اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا کہنا بالکل صحیح ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں میرے پاس زید نہیں آیا۔

فصل حروف الزيادة سبعة إِنْ أَنْ ما لا من الباء واللام فان تزاد مع

ما النافية نحو ما ان زيد قائم ومع ما المصدرية نحوانتظر ما ان يجلس الامير ومع لما نحو لما ان جلست جلست وان تزاد مع لما كقوله تعالىٰ: فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ وَ بَيْنَ لَوْ والقسم المتقدم عليها نحو والله ان لو قُمْتَ قُمْتُ وما تزاد مع اذا ومتٰى واىٍّ وانّٰى واين وان شرطياتٍ كما تقول اذا ما صمت صمتُ و كذا البواقي وبعد بعض حروف الجر نحو قوله تعالىٰ: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ و عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ومِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وزيد صديقي كما ان عمروا اخي ولا تزاد مع الواو وبعد النفي نحو ما جآءني زيد ولا عمرو وبعد اَنْ المصدريه نحو قوله تعالىٰ: مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ وقبل القسم كقوله تعالىٰ: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴿١﴾ بمعنى اقسم واما من والباء واللام فقد مر ذكرها في حروف الجر فلا نعيدها۔

ترجمہ:......ساتویں فصل حروف زیادت سات ہیں: اِنْ[1] اَنْ[2] ما[3] لا[4] من[5] ب[6] لام[7] پس اِنْ زیادہ کیا جاتا ہے ما نافیہ کے ساتھ جیسے ما اِنْ زید قائم اور ما مصدریہ کے ساتھ جیسے انتظر ما ان یجلس الامیر اور لما کے ساتھ جیسے ان جلستَ جلستُ اور اَنْ زیادہ کیا جاتا ہے لما کے ساتھ جیسے قول باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اور لو اور اس قسم کے درمیان جو اس سے پہلے مذکور ہو جیسے و اللہ ان لو قُمْتَ قُمْتَ اور مَا زیادہ کیا جاتا ہے اذا و متٰی ای انّٰی این و ران شرطیات کے ساتھ جیسے تو کہے اذا ما صُمْتَ صُمْتُ اسی طرح باقیوں میں اور حروف جر کے بعد جیسے قول باری تعالیٰ ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللہِ اور عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ اور و مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اور زید صدیقی کما ان عمر و اخی اور نہیں زیادہ کیا جاتا واؤ کے ساتھ نفی کے بعد جیسے ما جآءنی زید و لا عمرو اور ان مصدریہ کے ساتھ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اور قسم سے پہلے جیسے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بمعنی اُقسم اور رہا من اور ب اور لام ان کا ذکر حروف جارہ میں گزر چکا ہم اس کو نہیں لوٹائیں گے۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروفِ زائدہ کو بیان فرمایا ہے۔حروف زائدہ کی تعریف: حروف زائدہ ان حروف کو کہتے ہیں جن کو کلام سے اگر گرا دیا جائے تو کلام کے معنی پر کوئی فرق نہ پڑے بلکہ یہ حروف صرف کلام کی خوبصورتی کے لیے آتے ہیں۔

فائدہ:......حروف زائدہ کا یہ مطلب نہیں کہ یہ ہر وقت ہر جگہ زائد ہوتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں حروف زائدہ کی ضرورت ہوتو وہاں ان حرفو کو لایا جائے گا یہ حروف اس لیے زائدہ کہلاتے ہیں ......حروف زائدہ سات ہیں اِنْ،اَنْ ما،لا ،من ،ب ،لام۔

فان تزادمع ماالنافیة: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف زائدہ میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان فرماتے ہیں۔پس ان حروف میں سے جو اِنْ ہے یہ تین جگہ زائد ہوتا ہے۔

(۱)......ما نافیہ کے بعد: جیسے **مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ** تقدیری عبارت ہے **ما زید قائم** زید کھڑا نہیں ہے اس مثال میں **مَا** نافیہ کے ہے اِنْ زائدہ ہے۔

(۲)......ما مصدریہ کے بعد: جیسے **اِنْتَظِرْ مَا اِنْ یَجْلِسُ الْاَمِیْرُ** تو یہاں **مَا** مصدریہ کے بعد ان زائد ہے تقدیری عبارت **انتظرمدةجلوس الامیر۔**

(۳)......**لما** حینیہ کے بعد اس کو کہتے ہیں جو ظرف کے معنی میں ہو اور یہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے **لما ان جلستَ جلستُ** تو بیٹھے گا تو میں بھی بیٹھوں گا۔اور بطورِ فائدہ کے یہ یاد رکھیں کہ **مَا** مصدریہ اور **لما حینیہ** کے بعد ان بہت کم آتا ہے۔

وَاَنْ تَزَادُ مَعَ لَمَّا: حروف زائدہ میں سے دوسرا اَنْ ہے اور اَنْ دو مقامات پر زائد ہوتا ہے۔

(۱)......**لما حینییہ** کے بعد: جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:**فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ** (سورۂ یوسف آیت: ۹۴) جب خوش خبری دینے والا آیا۔یہاں اس مثال میں دیکھیں **لما حینییہ** کے بعد ان زائد ہے :**فَلَمَّآ جَآءَ الْبَشِیْرُ** کہتے معنی پھر بھی صحیح تھا۔

(۲)......**لَو** حرف شرط اور اس سے پہلے آنے والی قسم کے درمیان: اَنْ زائد ہوگا جیسے :**و اللہ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ** خدا کی قسم اگر تو کھڑا ہوگا تو میں بھی کھڑا ہوں گا یہاں دیکھیں واللہ قسم ہے اور اس کے بعد لو سے پہلے اَن آ گیا تو یہ اَنْ زائدہ ہے۔

وملزائدۃ فی سبعۃ مواضع بعد اذا ومتی الی اخرہ: ان حروف میں سے تیسرا حرف ما ہے اور مَا سات جگہوں میں زائد ہوتا ہے۔

(۱)......اذا شرطیہ کے بعد: جیسے اذا ما صمت صمت جب تو روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا۔تو یہاں اذا شرطیہ کے بعد ما زائد ہے۔

(۲)......متٰی شرطیہ کے بعد: جیسے متٰی تَقُمْ اَقُمْ جب تو کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا۔تو یہاں متی شرطیہ کے بعد ما زائد ہے۔

(۳)......اَیٌّ کے بعد: جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (سورۂ اسراء آیت ۱۱۰) جس نام کے ساتھ بھی تم اللہ کو پکارو گے تو اس کے لیے اچھے اچھے نام ہیں تو یہاں ای ایًّاما ہے کہ اَیٌّ کے بعد مَا زائد ہے۔

(۴)......انٰی شرطیہ کے بعد: جیسے اَنّٰی مَا تَضْرِبْ اَضْرِبْ جہاں تو مارے گا میں بھی ماروں گا۔ یہاں اَنّٰی شرطیہ کے بعد مَا زائد ہے۔

(۵)......این شرطیہ کے بعد: جیسے اَیْنَ مَا تَجْلِس اجلس جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا۔ یہاں اَیْنَ شرطیہ کے بعد مَا زائد ہے۔

(۶)......اِنْ شرطیہ کے بعد: جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۔ یہاں یہ جو اِمَّا ہے یہ اصل میں اِنْ مَا تھا کہ تجھے ڈر ہو کسی قوم کے دغا کا تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف اس طرح کر کے ہو جاؤ تم اور وہ برابر۔تو یہاں ان شرطیہ کے بعد مَا بعد زائد ہے اصل میں ہے ان ما ادغام کے بعد اما ہو گیا اسی طریقے سے سورۂ مریم میں ہے: فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ ....الخ اصل میں ہے ان ما ترین اور اسی طرح ہے۔ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (سورۂ زخرف آیت: ۴۱) وَ اِمَّا تَخَافَنَّ بہت ساری مثالیں ہیں اس کی کہ یہاں ان حرف شرط کے بعد ما زائدہ ہے۔

(۷)......وبعد بعض حروف الجر: نحو قوله تعالیٰ: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۵۹) کبھی کبھی بعض حروف جر کے بعد بھی مَا زائدہ ہوتا ہے لیکن یاد رکھیں بھئی اس کا تعلق سماع سے ہے قیاس کو اسمیں دخل نہیں ہے یعنی وہ مقامات عربوں سے سنے گئے ہیں جہاں حروف جارہ کے بعد ما زائد ہوتا ہے۔صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے چار مقامات کو ذکر فرمایا ہے:

(۱)......فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۵۹)۔پس اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے یہاں (ب) حرف جارہ کے بعد جو ما ہے یہ زائد ہے۔۔

(۲)......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَدِمِينَ (سورۂ مؤمن آیت:۴۰) تھوڑی دیر بعد یہ لوگ ضرور شرمندہ ہوں گے۔تو یہاں دیکھیں عن حرف جر کے بعد مَا زائد ہے۔

(۳)......وَمِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا۔(سورۂ نوح آیت نمبر:۲۵) یہاں اس مثال میں من حرف جارہ کے بعد مَا زائد ہے۔ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو غرق کر دیا گیا پھر ان کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۴)......زید صدیقی کما ان عمرو اخی زید میرا دوست ہے جیسا کہ عمرو میرا بھائی ہے تو یہاں حرف جر کے بعد ما زائد ہے۔

و لا:......حروف زائدہ میں سے چوتھا حرف لا ہے اور لا تین مقامات میں زائد ہوتا ہے۔(۱) اس واؤ عاطفہ کے بعد جس واؤ عاطفہ کے ساتھ کلام منفی ہو جیسے ماجآءنی زید ولا عمرو یہاں کلام منفی ہے واؤ عاطفہ سے پہلے اور واؤ عاطفہ کے بعد لا زائدہ ہے۔(۲) ان مصدریہ کے بعد بھی لا زائد ہوتی ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ (سورۂ اعراف آیت:۱۲) کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا۔تو یہاں الا جو ہے یہ اصل میں ان لا ہے تو ان مصدریہ کے بعد لا زائد ہے۔(۳) قسم سے پہلے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ (سورۂ بینہ آیت:۱) میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی تقدیری عبارت ہے أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ تو یہاں قسم سے پہلے لا زائدہ ہے۔اور حرف زائدہ میں سے پانچواں چھٹا ساتواں جو ہیں من ب اور لام صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کا ذکر حروف جارہ میں ہو چکا ہے ہم ان کو یہاں دوبارہ ذکر نہیں کریں گے۔

فصل حرفا التفسير (۱) أي (۲) وأن فاي كقوله تعالى: وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ اى اهل القرية كانك تفسره اهل القرية وَاَنْ انما يفسر بها فعل بمعنى القول كقوله تعالى: وَنَادَيْنَٰهُ أَنْ يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ فلا يُقال قلت له اَنْ اكتُبْ اذهو لفظ القول لا معناهُ۔

ترجمہ:......یہ آٹھویں فصل ہے حرف تفسیر دو ہیں اَیْ اور اَنْ بس اَیْ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ ای اهل القرية پوچھو گاؤں سے گویا کہ آپ اس کی تفسیر کر رہے ہیں۔اهل القرية سے اور

ان سے صرف تفسیر کی جاتی ہے اس فعل کی جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ پس نہیں کہا جائے گا قُلْتُ لَهٗ اَنْ اكتب اس لیے کہ یہ لفظِ قول ہے نہ کہ قول کے معنی میں۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے آٹھویں فصل حروف تفسیر کو بیان فرمایا ہے۔ حروف تفسیر دو ۲ ہیں: اَیْ اور اَنْ حروف تفسیر ان حروف کو کہتے ہیں جن کا مابعد ماقبل کے لیے وضاحت وتفسیر کے لیے وضع کیا گیا ہو...... ای کی مثال جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ سورۂ یوسف آیت: ۸۲) پوچھ بستی سے مطلب یہ ہے ای اھل القریۃ کیونکہ بستی سے کیسے سوال ہوگا۔ بستی والوں سے پوچھا جائے گا نا دوسرا حرف ہے اَنْ تو یاد رکھیں اَنْ کے ذریعے صرف اس مفعول بہ کی تفسیر بیان کی جاتی ہے جو مفعول بہ ایسے فعل کا ہو جو فعل قول کے معنی میں ہو جیسے وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ہم نے پکارا اس کو اس ایک چیز سے یعنی کہ اے ابراہیم علیہ السلام تو یہاں یہ نَادَيْنٰهُ جو ہے یہ قول کے معنی میں ہے۔ لیکن اگر وہ ایسے فعل کا مفعول ہو جو فعل قول یا اس کے مشتقات میں سے ہو یعنی قول کے معنی میں نہ ہو بلکہ قول ہی ہو یا اس کے مشتقات میں سے ہو تو وہاں ان اس کی تفسیر بیان نہیں کرے گا لہٰذا قلت لہٗ ان اکتُبْ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں پر فعل قول صراحتاً ہے قول کے معنی میں نہیں ہے۔

فصل حروف المصدر ثلٰثةٌ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فَالْأولیان للجملة الفعلیة كقوله تعالىٰ: وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ای برحبها وقول الشاعر يسر المرء ما ذهب الليالى. وكان ذهابهن له ذَهَابًا واَنْ نحو قوله تعالىٰ: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا ای قولهم واَنَّ لِلْجُمْلَةِ الاسمية نحو علمت انك قائم ای قيامك.

ترجمہ:......حروف مصدر تین ہیں ما، ان اور اَنّ پس پہلے دونوں جملہ فعلیہ کے لیے آتے ہیں جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ای برحبها اور تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود اپنی (کشادگی کے) وسعت کے (سورۂ توبہ آیت ۲۵) اور شاعر کا قول ہے: يسر المرء ما

ذهب اللیالی وکان ذهابهن لہٗ ذَهَابًا کہ انسان کو خوش کرتا ہے راتوں کا گزرنا حالانکہ ان کا گزرنا خود انسان کا گزرنا ہے اور اَنْ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا پس نہیں تھا اس کی قوم کا جواب مگر یہ کہ انہوں نے کہا یعنی قولهم ان کا کہنا۔ (سورۂ نمل آیت:۵۶) اور اَنَّ جملہ اسمیہ کے لیے آتا ہے جیسے علمت انک قائم میں نے جانا کہ بے شک تو کھڑا ہے یعنی قیامک تیرا قیام میں نے جانا۔

تشریح:

اس عبارت صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے نویں فصل حروف مصدریہ کو بیان کیا ہے:

حروف مصدریہ کی تعریف: حروف مصدری ان حروف کو کہتے ہیں جو جملے کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں چاہے وہ جملہ فعلیہ ہو یا اسمیہ ہو۔ حروف مصدریہ تین ہیں (۱) مَا (۲) اَنْ (۳) اَنَّ پس مَا اور اَنْ یہ دونوں جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَیْ بِرُحْبِهَا تو یہاں پر یہ جو ما مصدریہ ہے اس نے رَحُبَتْ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیا رَحُبَتْ اَیْ بِرُحْبِهَا تنگ ہوگئی زمین ان پر باوجود اپنی وسعت کے۔ مَا کی دوسری مثال کے لیے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے شاعر کا شعر پیش کیا ہے۔

یسر المرء ما ذهب اللیالی وکان ذهابهن لہٗ ذَهَابًا

انسان کو خوش کرتا ہے راتوں کا گزرنا حالانکہ ان کا گزرنا خود اس کا گزرنا ہے

محل استشہاد: اس شعر میں جو ہے ما ذهب میں ما مصدریہ ہے اس نے ذهب فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیا یعنی ذهاب تقدیری عبارت ما ذهاب اللیالی۔

یسر المرء ما ذهب اللیالی وکان ذهابهن لہٗ ذَهَابًا

ترکیب:

یسر فعل المرء مفعول مَا مصدریہ ذهب اللیالی بتاویل مصدر کے ذوالحال وحالیہ کان فعل ناقص ذهابهن مرکب اضافی اس کا اسم لہٗ جار مجرور متعلق مقدم ذِهَابًا مصدر اپنے متعلق مقدم سے مل کر خبر فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر ذوالحال کے لیے حال، حال ذوالحال مل کر یسر کا فاعل فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

دوسرا حرف ہے اَنْ اَنْ کی مثال جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب مگر ان کا یہ قول تو یہاں دیکھیں اَنْ مصدریہ نے قالوا فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیا قالوا یعنی قولهم۔

تیسرا حرف ہے اَنَّ یاد رکھیں یہ اَنَّ صرف جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دے گا جیسے علمت انك قائم قائم اسم فاعل ہے اسم ہے تو یہاں پر اَنَّ نے اس کو مصدر کے معنی میں کر دیا یعنی علمت اَنَّ قیامک میں نے جان لیا تیرے کھڑے ہونے کو اَنَّ نے قائم اسم کو قیام مصدر کے معنی میں کر دیا۔

فصل حروف التحضيض اربعة هلاَّ والاَّ ولولاَ ولوْ مَا لها صدر الكلام ومعناها حض على الفعل ان دخلت على المضارع نحو هلا تاكل وَلَوْمٌ اِنْ دخلت على الماضى نحو هلاضربت زيدا وحينئذ لا تكون تحضيضًا الا باعتبار مافات ولا تدخل إلا على الفعل كما مر وان وقع بعدها اسم فبا ضمار فعل كما تقول لمن ضرب قومًا هلا زيدًا اَیْ هلَّا ضربتَ زيدًا وجميعها مركبة جزؤها الثانى حرف النفى والاول حرف الشرط او الاستفهام او حرف المصدر ولِلَوْلَا معنیً اٰخر هو امتناع الجملة الثانية لوجود الجملة الاولى نحو لولا على رضى الله عنه لهلك عُمَرُ رضى الله عنه وحينئذٍ تحتاج الى الجملتين اولهما اسمية ابدًا۔

ترجمہ:...... حروف تحضیض چار ہیں هلا الا لولا لوما ان کے لیے صدر کلام ضروری ہے اور ان کا معنی ہے فعل پر ابھارنا اگر یہ مضارع پر داخل ہوں جیسے هلا تاکل اور ان کے معنی ملامت کے ہوتے ہیں اگر یہ ماضی پر داخل ہوں جیسے هلا ضربت زیدا تو اس وقت یہ بطور تحضیض نہیں ہوں گے مگر باعتبار اس کے جو فوت ہو گیا اور یہ نہیں داخل ہوتے مگر فعل پر جیسا کہ گزر چکا اور اگر ان کے بعد اسم واقع ہو تو فعل کی اضمار کے ساتھ جیسے تو کہے اس شخص کو جس نے قوم کو مارا ہو (یعنی اس صورت میں فعل لفظاً محذوف ہوگا) هلا زیدا یعنی هلا ضربت زیدا اور یہ تمام جوڑے گئے ہیں یعنی مرکب

ہیں ان کا دوسرا اجزء حرف نفی اور پہلا حرف شرط ہے یا حرف استفہام ہے یا حرف مصدر ہوتا ہے اور حرف لولا کا دوسرا معنی بھی ہوتا ہے اور وہ بھی روکنا ہے دوسرے جملے کو پہلے جملے کے پائے جانے کے وقت جیسے لولا علی رضی اللہ عنہ لھلک عمر رضی اللہ عنہ وقت وہ محتاج ہوتا ہے دو جملوں کا پہلا ان میں سے ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔

تشریح:

فصل حروف التحضیض یہ دسویں فصل ہے اس میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے تحضیض کو بیان کیا ہے۔

حروف تحضیض کی تعریف: حروف تحضیض ان حروف کو کہتے ہیں جن کے ذریعے مخاطب کو کسی کام پر سختی کے ساتھ برانگیختہ کیا جائے اُبھارا جائے آمادہ کیا جائے اور نہ کرنے پر ملامت کی جائے۔ حروف تحضیض چار ہیں: ھلا الا لولا لوما۔

ولھا صدر الکلام یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف تحضیض کی شرط کو بیان فرماتے ہیں......فرماتے ہیں کہ اس کے استعمال کے لیے دو شرطیں ہیں:

(۱) ......ایک شرط تو یہ ہے کہ یہ صدارت کلام کو چاہتے ہیں یعنی یہ کلام کی ابتدا میں آئیں گے کیونکہ یہ حروف کلام کی ایک قسم پر دلالت کرتے ہیں تو اس کا شروع میں آنا لازم ہے تاکہ شروع ہی میں یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ کلام کس قسم کا کلام ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ حروف صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں وجہ یہ ہے کہ کسی کام پر ابھارنا برانگیختہ کرنا اس کا تعلق فعل کے ساتھ ہے چاہے وہ فعل لفظاً ہو جیسے ھلا ضربت زیدا یا تقدیرا ہو جیسے ھلا زیدا ای ھلا ضربت زیدا

ومعناھا الحض علی الفعل ان دخلت علی المضارع: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف تحضیض کا ماضی اور مضارع پر داخل ہونے سے معنی کا فرق بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں اگر یہ مضارع پر داخل ہوں تو یہ تحضیض کا فائدہ دیں گے یعنی ابھارنے کا جیسے ھَلَّا تَأْكُلُ تو کیوں نہیں کھاتا یعنی کھا بھئی۔ اور اگر یہ ماضی پر داخل ہوں تو پھر یہ ملامت اور عار کے معنی دیں گے جیسے ھلا ضربت زیدا تو نے زید کو کیوں نہیں مارا۔ اس صورت میں فوت شدہ فعل پر ملامت کی جائے گی عار دلائی جائے گی تحضیض نہیں ہوگی۔

ولا تدخل الا علی الفعل کما مر: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ بھئی

حروف تحضیض صرف فعل پر داخل ہوں گے فعل کے علاوہ اسم پر داخل نہیں ہوں گے اگر حروف تحضیض کے بعد کہیں اسم آجائے تو وہاں فعل محذوف ماننا پڑے گا جیسے ایک شخص پوری قوم کو مارے مگر زید کو نہ مارے تو اس کو کہا جائے گا **هلا زيدا** تو یہاں لفظاً اگرچہ فعل موجود نہیں ہے مگر تقدیراً موجود ہے۔ کہ بھئی **هلاضربت زيدا**.....

وجميعها مركبة: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ آیا حروف تحضیض مفرد ہیں یا مرکب؟ فرماتے ہیں کہ یہ تمام حروف تحضیض جتنے بھی ہیں یہ مرکب ہیں اور یہ دو جزوں سے مل کر بنے ہیں ان تمام حروف کا جو دوسرا جزء ہے وہ حرف نفی ہے اور پہلا جزء مختلف ہے یا تو حرف شرط ہے جیسے **لو لا لَوْمَا**۔ یا حرف استفہام ہے جیسے **هَلَّا**۔ یا مصدر ہے جیسے الّا یہ اصل میں اَنْ لا ہے۔

وَلَوْلَا معنًا آخر: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ **لو لا** کا ایک دوسرا معنی بیان فرماتے ہیں کہ ایک تو **لو لا** کے اندر شرط کا معنی ہے اور دوسرا **لو لا** کے اندر **لو لا امتناعیہ** ہے **لو لا امتناعیہ** اس کو کہتے ہیں جو دوسرے جملے کی نفی کرے اس وجہ سے کہ پہلا جملہ موجود ہے یعنی پہلی چیز موجود ہے پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے پہلی چیز کی موجودگی کی وجہ سے دوسری چیز دوسرے جملے کی نفی کرے اس کو کہتے ہیں لولا امتناعیہ۔ یعنی **امتناع الثاني بسبب وجود الاول** دوسری بات کی نفی کی گئی ہو پہلی بات کے ہونے کی وجہ سے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے **لو لا علي رضي الله عنه لهلك عمر رضي الله عنه** اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔ **عمر هلک** نہیں ہوا کیونکہ (دوسری بات نہیں ہوئی کیونکہ پہلی بات موجود ہے) علی موجود ہے۔

(نوٹ) یہ مثال اکثر نحو کی کتابوں میں موجود ہوتی ہے اس لیے فائدہ کے لیے اس کا حوالہ تحریر کرتا ہوں۔

قال احمد ابن زهير حدثنا عبدالله ابن عمر القواريري حدثنا مؤمل ابن اسماعيل حدثنا سفيان الثوري عن يحيى ابن سعيد عن سعيد ابن المسيب رحمة الله عليه قال كان عمر رضى الله عنه يتعوذ بالله من معظمة ليس لها ابو الحسن وقال فى المجنونة التى امر برجمها وفى التى وضعت لستة اشهر فاراد عمر رضى الله تعالى عنه رجمها فقال له على رضى الله تعالى عنه ان الله تعالى يقول: وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط وقال له ان الله رفع القلم عن المجنون الحديث فكان عمر رضى الله تعالى عنه يقول لولا على (رضى

الله تعالىٰ عنه) لهلك عمر رضى الله تعالىٰ عنه ۔ (استیعاب ابن عبد البرج صفحہ: ۱۱۰۳)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہر اس مسئلہ کے بارے میں اللہ سے پناہ مانگتے تھے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہو اور ایک ایسی دیوانی عورت کے بارے میں کہ جس کے بارے میں رجم کا فیصلہ فرمایا اور اس عورت کے بارے میں جس کا چھ مہینے کی مدت کے بعد بچہ پیدا ہوا تھا۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کو سنگسار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا خداوند عالم قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں اور عورت کے حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ۳۰ مہینے ہے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا خدا نے دیوانی پر کوئی ذمہ داری نہیں رکھی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔

وحينئذٍ يحتاج الى الجملتين: اس عبارت صاحبِ میں کتاب رحمۃ اللہ علیہ **لو لا تحضیضیہ** اور **لو لا امتناعیہ** کے درمیان فرقبیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں **لو لا امتناعیہ** جو ہے یہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اور اس کا جو پہلا جملہ ہے اس کا جملہ اسمیہ ہونا ضروری ہے اور **لو لا تحضیضیہ** ایک جملے پر داخل ہوتا ہے اور اس کا فعل ہونا ضروری ہے جیسے پیچھے گزر چکا۔

فصل حرف التوقع قد وهى فى الماضى لتقريب الماضى الى الحال نحو قد ركب الامير اى قُبَيْلَ هٰذا ولاَجْلِ ذالك سميت حرف التقريب ايضًا ولهٰذا تلزم الماضى ليصلح ان يقع حالا وقد تجئُ للتا كيد اذا كان جوابًا لمن يسئال هل قام زيدٌ تقول قد قَامَ زيد وفى المضارع للتقليل نحو ان الكذوب قد يصدق وان الجواد قد يبخل وقد تجئُ للتحقيق كقوله تعالىٰ: قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الْمُعَوِّقِيْنَ ويجوز الفصل بينهما وبين الفعل بالقسم نحو قد والله احسنت وقد يحذف الفعل بعد قد عند القرينة كقول الشاعر شعر

أفد الترحل غير أنَّ رِكَابَنَا لَمَّا تزل برحالنا وَكَأَنْ قَدِنْ اَىْ وكان قد زالت۔

ترجمہ:..... حرف توقع قد ہے اور وہ ماضی پر داخل ہوتا ہے ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لیے جیسے **قد ركب الامير** امیر سوار ہوا ہے یعنی تھوڑی ہی دیر پہلے اور اسی وجہ سے اس کا نام حرف تقریب بھی رکھا گیا، اسی لیے یہ فعل ماضی کو لازم ہوتا ہے تاکہ اس کو حال واقع ہونے کے قابل بنا سکے اور یہ

اس وقت ہوتا ہے جب کسی کے سوال کا جواب واقع ہو رہا ہے جو کہے هَلْ قَامَ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہے تو آپ کہو قَدْ قَامَ زَيْدٌ تحقیق زید کھڑا ہے اور مضارع میں تقلیل یعنی قلت بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق کہ جھوٹا بھی کبھی کبھار سچ بولتا ہے اور وان الجواد قد یبخل کہ سخی بھی کبھی کبھی بخل کر لیتا ہے اور یہ تحقیق کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ (سورۂ احزاب آیت:۱۸) تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے روکنے والوں کو۔اور جائز ہے فصل اس کے اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ جیسے قد واللہ احسنت تحقیق اللہ کی قسم تو نے احسان کیا (یعنی اچھا کیا) اور کبھی قد کے بعد فعل حذف کیا جاتا ہے کسی قرینے کی وجہ سے جیسے شاعر کا قول ہے:

افد الترحل غیر ان رکابنا لما تزل برحالنا وکَاَنْ قَدِنْ کوچ کا وقت قریب آ گیا مگر ہماری سواریاں کجاوؤں کے ساتھ ابھی تک روانہ نہیں ہوئیں یعنی قریب ہے کہ وہ کوچ کر لیں۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے گیارہویں قسم حرف توقع کو بیان کیا ہے۔

حرف توقع کی تعریف: حرف توقع وہ حرف ہے جس کے ذریعے ایسی بات کی خبر دی جائے جس کی اُمید ہو جیسے قد جاء زید زید آ گیا ہے اور حرف توقع حرف قد ہے۔حکم اس کا یہ ہے کہ یہ صرف فعل پر داخل ہوتا ہے اور دخول علی الفعل کی دو۲ صورتیں ہیں: (۱) فعل ماضی۔(۲) فعل مضارع۔

وهی فی الماضی لتقریب الماضی الی الحال قد تجی...... الخ قد اگر فعل ماضی پر داخل ہو تو یہ دو۲ معنی دے گا ۔(۱) ماضی کو حال کے قریب کر دے گا۔(۲) تاکید کا معنی دے گا۔

(۱) پہلا معنی: یہ اگر ماضی پر داخل ہو تو ماضی کو حال کے معنی کے قریب کر دے گا اسی وجہ سے اس صورت میں اس کو حرف تقریب کہیں گے۔ جیسے قد رکب الامیر یعنی امیر سوار ہو گئے، یعنی تھوڑی دیر پہلے چونکہ اس صورت میں اس نے ماضی کو حال کے قریب کر دیا اس وجہ سے اس کو حرف تقریب کہتے ہیں۔

ولِاَجْلِ ذلک سمیت حرف التقریب ایضا ولهٰذا تلزم الماضی لیصلح ان یقع حالا: اس عبارت میں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک فائدہ بیان فرماتے ہیں اور ایک ضابطہ بھی بیان فرماتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ قد ماضی پر داخل ہو کر اس کو حال سے قریب کر دیتا ہے یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اگر فعل ماضی کو حال بنانا ہو تو اس کے

شروع میں قدلانا ضروری ہے قد کے بغیر ماضی کو حال بنانا درست نہیں ہے کیونکہ جب ماضی حال ہو اور مثبت ہو تو اس کا زمانہ ذوالحال کے عامل کے زمانے سے پہلے ہوگا۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو زمانہ ذوالحال کے عامل کا ہے وہی حال کا ہو دونوں کے زمانے مختلف نہ ہوں لہٰذا جب ماضی کے شروع میں قد نہیں ہوگا تو حال اور ذوالحال کا زمانہ مختلف ہوگا تو یہ جائز نہیں ہے اس لیے جب ماضی کو حال بنانا ہو تو اس پر قد کا داخل کرنا ضروری ہے تا کہ دونوں کے زمانے ایک ہو جائیں یہ اختلاف اس مثال سے سمجھ آئے گا۔

جَآءَنِی زَیْدٌ قَدْ رَکِبَ: اس مثال میں جو رکوب ہے یہ حال ہے اور اس کا زمانہ ذوالحال کے عامل کے زمانے سے پہلے ہے لہٰذا جو ماضی حال نہ بن سکے تو اس پر قد کا داخل کرنا صحیح نہیں ہے۔ درایۃ النحو میں اس کی چند مثالیں ہیں۔ جیسے قدمات الشیخ وقد ولد فی یوم کذا وقد قال فلان الیوم وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا یہ سب مثالیں ہیں۔ ان سب پر قد کا داخل کرنا بغیر تاویل کے صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں ذوالحال کے عامل کا جو زمانہ ہے وہ مختلف ہے حال کے زمانے سے۔

(۲) دوسرا معنی: دخول علی الماضی کی صورت میں دوسرا معنی تاکید۔ تو قد جب ماضی پر داخل ہوگا تو اس کا معنی تاکید کا ہوگا جیسے کوئی سائل سوال کرے اقام زید کیا زید کھڑا ہے تو کہا جائے گا جواب میں قد قام زید تحقیق زید کھڑا ہے۔

وفی المضارع للتقلیل: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ دخول علی الفعل کی دوسری صورت جب حرف قد فعل مضارع پر داخل ہو وہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں قد جب فعل مضارع پر داخل ہو تو یہ دو معنی دے گا۔ (۱) للتقلیل یعنی قلت کم ہونے کا معنی دے گا جیسے اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ یَصْدُقُ جھوٹا بھی کبھی کبھی سچ بول دیتا ہے اور وَاِنَّ الْجَوَّادَ قَدْ یَبْخَلُ اور سخی بھی کبھی کبھی بخل کر دیتا ہے۔ اور (۲) دوسرا معنی قد جب مضارع پر داخل ہو تو تحقیق کے معنی دے گا جیسے اللہ تعالیٰ فرمان عالیشان ہے: قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ تحقیق (بلا شبہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے روکنے والوں کو۔

ویجوز الفصل بینهما وبین الفعل یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں۔

قاعدہ: قاعدہ یہ ہے کہ حرف قد اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فاصلہ کرنا جائز ہے جیسے قَدْ وَاللّٰهِ اَحْسَنْتَ خدا کی قسم تو نے اچھا فعل کیا۔ یہاں قد اور اس کے فعل اَحْسَنَ کے درمیان قسم کے ساتھ فصل کیا۔

وقد یحذف فعلہ: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں کہ کبھی کبھی قرینے کے پائے

جانے کی وجہ سے قد کے بعد اس کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے:

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَاَنْ قَدِنْ

کوچ کا وقت قریب آ گیا لیکن ابھی ہماری سواریاں سواری کے اونٹوں نے ہمارے کجاوؤں کے ساتھ کوچ نہیں کیا حالانکہ شان یہ ہے کہ کوچ ہو ہی چکا ہے کیونکہ سفر کا عزم پختہ ہے۔ اس شعر میں قد کے بعد قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے قد کے فعل کو حذف کر دیا گیا اور وہ زالت فعل ہے اس کی اصل وَکَاَنْ قَدْ زالت ہے قرینہ اس سے پہلے لما تزل فعل ہے جو اس کے حذف پر دلالت کرے۔ یہ تو ہو گیا محل استشہاد۔ اب سمجھیں شعر کی ترکیب:

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَاَنْ قَدِنْ

(ترکیب) أفد فعل الترحل ذوالحال غیر مضاف اَن حرف مشبہ بالفعل رکابنا مرکب اضافی ہو کر اس کا اسم لَمَّا تزل فعل ھی ضمیر ذوالحال واؤ حالیہ کان ملغی عن العمل قد حرف توقع زالت فعل اور فاعل محذوف جملہ فعلیہ ہو کر حال، ذوالحال اور حال مل کر فاعل با حرف جر رحالنا مرکب اضافی ہو کر مجرور جار مجرور متعلق فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر اَنَّ کی خبر اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد مضاف الیہ غیر مضاف اپنے مضاف الیہ مل کر حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر أفد فعل کا فاعل اور یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فصل حرفا الاستفهام الهمزة وهل لهما صدر الكلام وتدخلان على الجملة اسمیةً کانت نحو ازید قائم او فعلیة نحو هل قام زید ودخولهما على الفعلیة اکثر اذ الاستفهام بالفعل اولى وقد تدخل الهمزة فی مواضع لا یجوز دخول هل فیها نحو أَزَیْدًا ضَرَبْتَ وَأَتَضْرِبُ زَیْدًا وهو اخوك وَأَزید عندك ام عمرو واَوَمَنْ کَانَ وأَفَمَنْ کان واثم اذا ما وقع ولا تستعمل هل فی هٰذه المواضع وهٰهُنَا بحث۔

ترجمہ:...... استفہام کے دو ۲ حرف ہیں ھمزہ ور ھل ان کے لیے صدر کلام ضروری ہے (یعنی کلام کے شروع میں آنا) اور یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے ھل زید قائم کیا زید کھڑا ہے یا جملہ فعلیہ ہو جیسے ھل قام زید کیا زید کھڑا ہے اور ان کا دخول فعلیہ پر اکثر ہوتا ہے اس لیے کہ

استفہام فعل کے ذریعے اولیٰ ہے (بہتر ہے) اور کبھی ہمزہ داخل ہوتا ہے ان مواضع پر جہاں ھل کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ جیسے أَزَيْدًا ضَرَبْتَ اور أَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ أَخُوكَ تو نے زید کو مارا حالانکہ وہ تیرا بھائی ہے اور أَعِنْدَكَ زَيْدٌ أَمْ عَمْرٌو کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو ہے اور أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا (سورۂ انعام آیت: ۱۲۲) اور أَفَمَنْ كَانَ (سورۂ ہود آیت: ۱۷) اور أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ (سورۂ یونس آیت: ۵۱) اور هَلْ ان موقعوں پر استعمال نہیں ہوسکتا اور یہاں بحث ہے یعنی طویل بحث ہے۔

تشریح:

اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے بارہویں فصل حروف استفہام کو بیان کیا ہے

حروف استفہام کی تعریف: حروف استفہام وہ حروف غیر عاملہ ہیں جو کسی چیز کے متعلق سوال کرنے کے لیے وضع کئے گئے ہوں یعنی سمجھنے کے لیے جیسے هَلْ قَامَ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہے اس مثال میں ھل حرف استفہام ہے حروف استفہام دو۲ ہیں: (۱) ھل (۲) ہمزۂ۔

لها صدر الكلام: حروف استفہام کے لیے دو۲ شرطیں ہیں:

(۱)......صدارت کلام یہ دونوں حروف کلام کے شروع میں آئیں گے۔ کیونکہ استفہام کلام کی ایک قسم ہے اس وجہ سے ان کا شروع میں آنا ضروری ہے۔

(۲)......دخول على الجملة دوسری شرط یہ ہے کہ حروف استفہام جملہ پر داخل ہوں گے چاہے جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو لیکن اسم کے مقابلے میں فعل کا استعمال زیادہ ہوگا کیونکہ فعل سے متعلق سوال زیادہ کیا جاتا ہے جملہ اسمیہ کی مثال جیسے أزيد قائم کیا زید کھڑا ہوا۔ جملہ فعلیہ کی مثال جیسے هَلْ قَامَ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہے۔

وقد تدخل الهمزة في مواضع...... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ہمزہ حرف استفہام کے متعلق وہ مواقع بیان فرمارہے ہیں جہاں ھل حرف استفہام کا داخل کرنا جائز نہیں ہے اور وہ مشہور چار مقامات ہیں:

(۱)......پہلا مقام: اگر اسم کے بعد فعل ہو تو وہاں فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر حرف ہمزۃ آسکتا ہے ھل نہیں آسکتا...... عام ہے کہ وہ اسم اس فعل کا معمول یعنی مفعول بہ ہو یا اس کا معمول نہ ہو جیسے أَزَيْدًا ضَرَبْتَ کیا تو نے زید کو مارا؟ لہٰذا یہاں ھل زیدا ضربت نہیں کہہ سکتے۔

(۲)......دوسرا مقام: استفہام انکاری والے کلام میں ہمزہ داخل ہوگا ھل داخل نہیں ہوسکتا یعنی استفہام

کے ذریعے کسی کام پر نکیر مقصود ہو تو وہاں ہمزہ آئے گا ھل نہیں آئے گا جیسے اَتَضرِبُ زَیدًا و ھو اخوک کیا تم زید کو مارتے ہو حالانکہ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ یعنی تم ایسا مت کرو یہاں ھل تضرب زیدا کہنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہاں استفہام انکاری ہے۔

(۳)...... تیسرا مقام: ام متصلہ سے پہلے ہمزہ آتا ہے ھل نہیں آتا جیسے ازید عندک ام عمرو کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو ہے؟ یہاں ھل عندک زید ام عمرو نہیں کہہ سکتے۔

(۴)...... چوتھا مقام: ہمزہ استفہام۔ واؤ، ف اور ثُمَّ حروف عطف پر داخل ہوسکتا ہے۔ ھل ان حروف پر داخل نہیں ہوسکتا۔ جیسے اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا، اَفَمَنْ كَانَ، اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ، پہلی صورت میں ہمزہ واو پر دوسری میں ف پر تیسری میں ثم پر داخل ہے یہاں ھَلْ وَمَنْ كَانَ یا ھَلْ فَمَنْ كَان یا ھل ثم یہ کہنا جائز نہیں ہے۔

ھٰھُنَا بَحثٌ: اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ان مواقع کی طرف اشارہ فرمایا ہے جہاں حرف استفہام ھل آتا ہے ہمزہ نہیں آسکتا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں بحث ہے یعنی ایسا کلام اور بیان ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض ایسے مواقع بھی ہیں جہاں صرف ھل آتا ہے ہمزہ نہیں آتا۔ درایۃ النحو میں اس کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۸۰ اور فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۳۵۔

فصل حروف الشرط ان ولو واما لها صدر الكلام ويدخل كل واحد منهما على الجملتين اسميتين كانتا او فعليتين او مُختلفين فان للاستقبال وان دخلت على الماضى نحو ان زرتنى فاكرمتك ولو للماضى وان دخلت على المضارع نحو لو تزورنى اكرمتُكَ ويلزمهما الفعل لفظًا كما مر او تقديرا نحو ان انت زائرى فانا اكرمك واعلم اَنَّ اِنْ لا تستعمل الا فى الامور المشكوكة فلا يقال اتيك ان طلعت الشمس بل يقال اٰتيك اذا طلعت الشمس ولو تدل نفى الجملة الثانية بسبب نفى الجملة الاولى كقوله تعالى: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

ترجمہ:...... یہ فصل حروف شرط کے بیان میں ہے اور حروفِ شرط اِنْ اور لَوْ اور لما ہیں ان کے لیے صدر کلام ہے یعنی یہ کلام کے شروع میں آتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا

ہے، دونوں اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا دونوں مختلف ہوں پس اِنْ استقبال کے لیے ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے اِنْ زرتنی فاکرمتک اگر آپ میری زیارت کریں گے تو میں آپ کا اکرام کروں گا اور لَوْ ماضی کے لیے ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتُک اگر آپ میری ملاقات کرتے تو میں آپ کا اکرام کرتا، تعظیم کرتا اور ان دونوں کو لفظاً فعل لازم ہوتا ہے جیسے کہ گزر چکا یا تقدیراً جیسے ان انت زائری فانا اکرمک یعنی اگر آپ میری ملاقات کرنے والے ہیں تو میں آپ کا اکرام آپ کی تعظیم کروں گا اور آپ جان لیں کہ بے شک اِنْ مستعمل نہیں ہوتا مگر ان امور میں جو مشکوک ہیں جیسے یہ نہیں کہا جائے گا اٰتیک ان طلعت الشمس یعنی میں آپ کے پاس آؤں گا اگر سورج طلوع ہوگا بلکہ کہا جائے گا، اٰتیک اذا طلعت الشمس میں آپ کے پاس آؤں گا اگر سورج طلوع ہو گا۔ اور لو دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کرتا ہے پہلے جملے کی نفی کی وجہ سے جیسے اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ہے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورۂ انبیاء آیت ۲۲) اگر آسمان وزمین میں اللہ کے علاوہ اور معبود ہوتے تو آسمان وزمین میں فساد آجاتا۔

تشریح:

حروف کی بحث میں یہ تیرہویں بحث ہے حروف شرط کے بیان میں۔

حروف شرط کی تعریف:

حروف شرط ان حروف غیر عاملہ کو کہتے ہیں جو دو۲ جملوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے جملے کو شرط اور دوسرے جملے کو جزاء کہتے ہیں۔ جیسے اِنْ تضرب اَضْرِبْ اِنْ حرف شرط ہے تضرب جملہ شرط ہے اور اضرب جملہ اس کی جزاء ہے حروف شرط تین ہیں: (۱) ان ہمزہ کے کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ۔ (۲) لَوْ اور (۳) اَمَّا ہمزہ کے فتحہ ساتھ اور میم کی تشدید کے ساتھ۔

لھا صدر الکلام ویدخل کل واحد منھما علی الجملتین: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف شرط کے استعمال کی شرائط کو بیان فرماتے ہیں۔

(۱)......پہلی شرط: یہ ہے کہ یہ کلام کے شروع میں آتے ہیں۔

(۲)......دوسری شرط: یہ ہے کہ یہ دو۲ جملوں پر داخل ہوتے ہیں۔ اسمیتین کانتا او فعلیتین او

مُختلفین عبارت کا مطلب اور ایک اعتراض کا جواب۔

صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تینوں حروف دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں۔ چاہے دونوں جملے جملہ اسمیہ ہوں یا دونوں جملے جملہ فعلیہ ہوں یا دونوں جملے مختلف ہوں یعنی پہلا جملہ اسمیہ دوسرا فعلیہ یا پہلا جملہ فعلیہ دوسرا اسمیہ ہو۔ اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے۔

اعتراض:...... یہ ہے کہ **ان** اور **لو** ان دونوں کا فعل پر داخل ہونا لازم ہے یعنی جملہ فعلیہ پر یہ جملیہ اسمیہ پر داخل نہیں ہوتے تو پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں کے متعلق یہ کیوں فرمایا کہ وہ دونوں جملے اسمیہ ہوں یا جملہ فعلیہ ہوں یا مختلف ہوں الگ ذکر کرتے۔

جواب:...... پہلا جواب یہ ہے کہ **اسمیتین** اس کا مصداق **اما** ہے یعنی **اسمیتین** کا تعلق **اَمَّا** کے ساتھ ہے **ان** اور **لو** کے ساتھ نہیں۔ اور آگے جو ہے **فعلیتین** اس سے مراد تینوں ہیں کیونکہ **اَما** تو اسم فعل دونوں پر داخل ہو سکتا ہے اور **مُختلفین** کی دونوں صورتیں ہیں پہلا یہ کہ جزء اوّل اسم ہو جزء ثانی فعل ہو تو پھر اس کا مصداق اما ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جزء اول فعل ہو اور جزء ثانی اسم ہو تو پھر اس کا مصداق تینوں ہوں گے کیونکہ وہ فعل پر داخل ہوتے ہیں **ان** اور **لو**۔ اور **اما** تو دونوں پر داخل ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب:...... یہ ہے کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ دونوں جملے اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں تو اسمیہ سے مراد یہ ہوگا کہ وہ لفظاً اسمیہ ہو اور اصل اور حقیقت کے اعتبار سے وہ جملہ فعلیہ ہو آگے ان شاء اللہ یہ مثال سے واضح ہو جائے گا۔

فان للاستقبال ......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اِنْ حرف شرط کا معنی بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ **ان** حرف شرط جو ہے یہ استقبال کا معنی دیتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے **ان زرتنی فاکرمتک** اب اس مثال میں دیکھیں **زُرْتَنِی** فعل ماضی ہے اور اس کا معنی ہوگا اگر آپ میری زیارت کریں گے۔

ولو للماضی...... الخ یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **لو** ماضی کا معنی دیتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے **لو تزورنی اکرمتک** اگر آپ میری زیارت کرتے تو میں آپ کا اکرام کرتا...... آپ دیکھیں اس مثال میں تزور مضارع ہے **لو** مضارع پر داخل ہے لیکن ماضی کا معنی دیا ہے۔

ویلزم مھما الفعل لفظاً لکم لم او تقدیرا ......الخ یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں جو ماقبل میں آپ کو بتا چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ **اِنْ** اور **لو** ان کا فعل پر داخل کرنا لازم ہے۔ یعنی ان کا مدخول

فعل ہوگا چاہے وہ فعل لفظی ہو یا فعل تقدیری ہو۔ فعل لفظی کی مثال تو گزر چکی اور فعل تقدیری سے مراد یہ ہے کہ لفظاً تو اسم ہو لیکن تقدیراً وہ فعل ہو جیسے اِنْ اَنْتَ زَائِرِیْ فَانَا اکرمک یہ حقیقت میں ہے ان کنت زائری تو کان فعل از افعال ناقصہ کو حذف کر دیا اور ضمیر متصل تھی اس کو منفصل کر دیا تو اِنْ اَنْتَ زَائِرِیْ بن گیا تقدیراً عبارت ہے: اِنْ کُنْتَ زَائِرِیْ فَانَا اکرمک۔

واعلم اَنَّ اِنْ...... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ان اور اذا کا فرق بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان کا ستعمال امور مشکوکہ میں ہوتا ہے، اُمور یقینیہ میں ان کا استعمال نہیں ہوتا بلکہ اُمور یقینیہ کے لیے اذا استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا جائز نہیں ہے اٰتِیْکَ اِنْ طلعت الشمس میں آپ کے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہوگا کیونکہ سورج کا طلوع ہونا اُمورِ یقینیہ میں سے ہے اُمور مشکوکہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْس۔

ولوتدل نفی الجملة...... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ لو کا ایک خاص مفہوم بیان فرمارہے ہیں ۔فرماتے ہیں کہ لو دوسرے جملے کی نفی کے لیے آتا ہے بسبب پہلے جملے کی نفی ہونے کے جیسے قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اگر آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو آسمان وزمین میں فساد آجاتا لیکن آسمان وزمین میں فساد نہیں ہے یہ معنی کیا بتارہا ہے دوسرے جملے کی نفی کیوں؟ کہ پہلے جملے کی نفی ہے اور آسمان وزمین میں فساد نہیں کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

واذا وقع القسم فى اول الكلام وتقدم الشرط يجب ان يكون الفعل الذى تدخل عليه حرف الشرط ماضيا لفظا نحو والله ان تأتنى لا كرمتك او معنىً نحو والله ان لم تاتنى لا هجرتك و حينئذ تكون الجملة الثانية فى اللفظ جواباً للقسم لا جزاءً للشرط فلذالك وجب فيها ما وجب فى جواب القسم من اللام ونحوها كما رأيت فى المثالين اما ان وقع القسم فى وسط الكلام جاز اَنْ يعتبر القسم بان يكون الجواب له نحو ان تاتنى والله لأتينك وجاز ان يلغى نحو ان تاتنى والله أتيك......

ترجمہ:...... جب قسم اول کلام میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو ضروری ہے کہ وہ فعل کہ جس پر حرف

شرط داخل ہے ماضی ہو لفظ کے اعتبار سے جیسے واللہ ان اتیتنی لاکرمتک خدا کی قسم اگر آپ میرے پاس آئیں گے تو میں آپ کا اکرام کروں گا یا معنی کے اعتبار سے جیسے واللہ ان لم تاتنی لا ھجرتک خدا کی قسم اگر آپ میرے پاس نہیں آئیں گے تو میں آپ سے ترک تعلق کر دوں گا اور اس وقت دوسرا جملہ لفظ میں جواب ہوگا قسم کا نہ کہ شرط کی جزاء اسی وجہ سے واجب ہے اس میں وہ جو قسم میں واجب ہے لام وغیرہ جیسا کہ آپ نے دونوں مثالوں میں دیکھا لیکن اگر قسم کلام کے درمیان میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار اس طور پر کیا جائے کہ وہ اس کا جواب ہو جیسے ان اتیتنی واللہ لاٰتینک اگر آپ میرے پاس آئیں گے تو خدا کی قسم میں آپ کے پاس آؤں گا۔اور جائز ہے کہ اس کو لغو کیا جائے ۔یعنی ملغیٰ عن العمل کیا جائے جیسے ان تاتنی واللہ اٰتک اگر آپ میرے پاس آئیں گے تو میں بھی آپ کے پاس آؤں گا۔

تشریح:

واذا وقع القسم فی اول الکلام...... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ جب شرط قسم کے ساتھ واقع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔آیا وہ ماقبل کے لیے بعد والا جملہ جواب قسم ہو یا شراط کی جزاء......تو یاد رکھیے کہ شرط کے قسم کے ساتھ تعلق کی دو۲ صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت: واذا وقع القسم فی اول الکلام...... الخ جب قسم مقدم ہو اور شرط مؤخر ہو تو اس صورت میں شرط جس فعل پر داخل ہو فعل کا ماضی ہونا ضروری ہے چاہے ماضی لفظاً ہو جیسے واللہ ان اتیتنی لاکرمتک یا ماضی معناً ہو جیسے واللہ ان لم تاتنی لا ھجرتک تو یہاں اس مثال میں لفظاً تاتنی مضارع ہے لیکن لم جازمہ نے اس کو ماضی کے معنی میں کر دیا ہے۔وحینئذ تکون الجملۃ الثانیۃ.....الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ اتنی بات آپ یاد رکھیں کہ قسم کے لیے جواب قسم ضروری ہے اور شرط کے لیے جزاء ضروری ہے لیکن جب بات ایسی ہو کہ ایک ہی جملے میں قسم بھی ہو اور شرط بھی ہو تو بعد والا جملہ پہلے کے لیے جواب قسم بنے گا یا جزاء بنے گی جیسے مثالوں سے آپ نے سمجھا یا جیسے واللہ ان اتیتنی لاکرمتک اب واللہ یہ قسم ہے ان اتیتنی یہ شرط ہے اور لاکرمتک یہ جواب قسم ہوگا یا شرط کی جزاء ہوگی اسی طرح دوسری مثال تو فرماتے ہیں کہ اس صورت میں جب قسم شرط پر مقدم ہو تو مابعد قسم کے لیے جواب قسم بنے گا شرط کی جزاء نہیں ہو گی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں پھر یہ لازم آئے گا کہ جواب قسم مجزوم بھی ہو اور غیر مجزوم بھی ہو اس صورت

میں قسم پر جس چیز کا داخل ہونا ضروری ہے وہ چیز جواب قسم پر بھی داخل ہوگی مثلاً لام جواب قسم میں جیسے و اللہ لئن اتیتنی لاکرمنک اور و اللہ لئن اتیتنی لااھجرنک لام جواب قسم پر داخل ہے۔ اسی طرح جواب قسم جب جملہ موجبہ ہو تو اس کے اوپر لا داخل ہوسکتا ہے اور جملہ اسمیہ کی صورت میں انّ بھی داخل ہوسکتا ہے تفصیل پیچھے حروف تفسیر میں گزر چکی۔

(۲) دوسری صورت: اما اذا کا فصل، فرمایا تھا پیچھے کہ شرط کے قسم کے ساتھ تعلق کی دو۲ صورتیں ہیں: تو پہلی صورت اس عبارت میں تھی اب دوسری صورت و ان وقع القسم فی وسط الکلام دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قسم ابتداء میں نہ ہو بلکہ درمیان میں ہو جیسے ان اتیتنی و اللہ لآتینک اگر آپ میرے پاس آئیں گے اللہ کی قسم میں بھی آپ کے پاس آؤں گا تو اس صورت میں بعد والا جملہ شرط کی جزاء ہوگی، جو یا قسم تو صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں وجہیں جائز ہیں جواب قسم بھی بن سکتا ہے، اور شرط کی جزاء بھی بن سکتا ہے۔ یعنی یہ بھی جائز ہے کہ بعد والا جملہ جواب قسم بنے اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو ملغی عن العمل قرار دے دیا جائے جیسے ان اتتنی و اللہ لآتک تو دونوں صورتیں جائز ہیں۔

واما لِتَفْصِيْلِ ما ذكر مجملا نحو الناس سعيد وشقيٌّ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ ۔وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ ويجب في جوابها الفاء وان يكون الاول سببا للثاني وان يحذف فعلها مع ان الشرط لا بدلهٗ من فعل وذلك ليكون تنبيها على ان المقصود بها حكم الاسم الواقع بعدها نحو اما زيد فَمُنْطَلِقٌ تقديرهٗ مهما يكن من شيءٍ فزيد منطلق فحذف الفعل والجار والمجرور وَاُقِيْمَ ''اَمَّا'' مَقَامَ مهما حتى بقي اما فزيد منطلق ولما لم يناسب دخول حرف الشرط على فاء الجزاءِ نقلوا الفاء الى الجزء الثاني ووضعوا الجزء الاول بين اما والفاء عوضا عن الفعل المحذوف ثم ذلك الجزءُ الاول ان كان صالحا للابتداءِ فهو مبتدأ كما مرَّ والافعاملهٗ ما يكون بعد الفاء كاما يوم الجمعة فزيد منطلق ''ف'' مُنْطَلِقٌ عامل في يوم الجمعة على الظرفية۔

ترجمہ:......اور اما اس چیز کی تفصیل کے لیے ہے جو مجمل طور پر ذکر کی جائے جیسے الناس سعید

وشقیٌ لوگ نیک بخت ہیں اور بد بخت ہیں اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْ افَفِي الْجَنَّۃِ پس جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْ افَفِي النَّارِ اور جو بد بخت ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور واجب ہے اس کے جواب پر ف کا داخل ہونا اور یہ کہ اول سبب ہوتا ہے ثانی کے لیے اور یہ کہ اس کا فعل حذف کیا جاتا ہے باوجود اس امر کے کہ شرط کے لیے ضروری ہے فعل اور وہ اس لیے کہ تاکہ امر پر تنبیہ ہو جائے کہ مقصود اس اسم کا حکم ہے جو اس کے بعد واقع ہے جیسے اما فزید فمنطلق پس جو زید ہے وہ چلنے والا ہے اس کی تقدیر مهما یکن من شیئ فزید منطلق پس فعل اور جار مجرور حذف کیا گیا اور اما کو مهما کی جگہ پر قائم مقام کیا گیا یہاں تک کہ باقی رہا اما فزید منطلق اور جبکہ ف جزا پر شرط کا دخول مناسب نہیں تو ف کو جز ثانی کی طرف ان لوگوں نے نقل کر دیا اور جزء اول کو انہوں نے فعل محذوف کے عوض رکھ دیا یا پھر وہ جز اول اگر ابتدا کی صلاحیت رکھے تو وہ مبتدا ہوگا جیسے کہ گزرا ورنہ پس اس کا عامل وہ ہوگا جو ف کے بعد ہوگا جیسے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق تو منطلق یوم الجمعۃ میں ظرفیت کی بناء پر عمل کرتا ہے۔

تشریح:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ حروف شرط میں سے تیسرے حرف اما کو بیان فرماتے ہیں کہ اما اس چیز کی تفصیل کے لیے آتا ہے جس کو متکلم نے کلام سابق میں بطریق اجمال ذکر کیا ہو جیسے: الناس سعید و شقیٌ کہ لوگ نیک بخت ہیں اور بد بخت ہیں لیکن جو نیک ہیں وہ جنت میں ہیں اور جو بُرے ہیں وہ جہنم میں ہیں۔ اس مثال کی وضاحت سے پہلے آپ یہ بات سمجھ لیں کہ اما کے استعمال کے لیے تین شرائط ہیں:

(۱)......پہلی شرط: یہ ہے کہ اما کے جواب میں ف کا داخل ہونا ضروری ہے۔

(۲)......دوسری شرط: پہلا جزء سبب ہو جزء ثانی کے لیے یعنی جزء ثانی مسبب ہو۔

(۳)......تیسری شرط: یہ ہے کہ اما کا فعل محذوف ہوتا ہے وجوبًا۔

اب سمجھیں اس مثال کو الناس سعید و شقیٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْ افَفِي الْجَنَّۃِ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْ افَفِي النَّارِ تو اس مثال میں اَمَّا الَّذِیْنَ یہ جزء اوّل ہے۔ شرط ہے اور جزء ثانی جزاء ہے اور جزء اول اس کے لیے سبب ہے اسی طرح اَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا یہ شرط ہے اور سبب ہے جزء ثانی فَفِي النَّارِ کے لیے اور وہ جزاء ہے۔ اصل عبارت یہ ہے مهما یکن شیئ فَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْ افَفِي الْجَنَّۃِ تو اس مثال کے اندر یکن فعل کو حذف کر دیا جار مجرور کو بھی

حذف کر کے مهما کی جگہ اما کو لگا دیا تو بن گیا اَمَّا الَّذِيْنَ ۔ تیسری شرط پر ایک اعتراض ہوسکتا ہے یعنی اما شرطیہ کا فعل محذوف ہوگا وجوبًا اس سے اعتراض ہے۔

اعتراض:...... یہ ہے کہ آپ نے کہا فعل کا حذف کرنا واجب ہے حالانکہ شرط کے لیے فعل کا ہونا ضروری ہے تو اس کے جواب میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دو۲ وجھیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) پہلی وجہ: مع ان الشرط لابدلہ الخ...... پہلی وجہ لفظی ہے وہ یہ ہے کہ فعل کا حذف کرنا اس لیے واجب ہے تا کہ تنبیہ ہو جائے اس بات پر کہ مقصود اس شرط سے حکم لگانا ہے اس اسم پر جو شرط کے بعد اور جزاء سے پہلے ہے تو گویا شرط مقصود نہیں ہوتی جزاء مقصود ہوتی ہے اس لیے فعل کو حذف کیا جیسے اما زید فمنطلق اس کی تقدیری عبارت ہے مهما یکن من شیئ فزید منطلق تو یکن فعل کو حذف کر دیا من شیئ جار مجرور کو بھی حذف کر دیا اما کو مهما کی جگہ لگا دیا تو اما فزید منطلق ہو گیا۔

(۲) دوسری وجہ: ولما لم یناسب: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری وجہ بیان فرمائی ہے جو معنوی ہے وہ یہ ہے کہ جہاں اما شرطیہ ہو وہاں اما کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے تو اس کی دوسری وجہ معنوی ہے وہ یہ کہ ف جزائیہ پر اما شرطیہ کو داخل کرنا جائز نہیں ہے بغیر فصل کے اس وجہ سے ف جزائیہ کو دوسرے جز کی طرف منتقل کر دیا اور فعل محذوف کے عوض میں جزاء کے پہلے جزء کو اما اور ف کے درمیان میں لے آئے تا کہ دونوں میں فصل ہو جائے۔ اب عبارت اسی طرح بنے گی اما زید منطلق۔

ثم ذلک الجزء الاول ان کان صالحا للابتداء...... الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اما شرطیہ کے فعل کے حذف ہونے والی ترکیب بیان فرماتے ہیں کہ اما کے اندر جزء اول اگر مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے مبتدا بنائیں گے۔ جیسے اما زید منطلق اس مثال میں جو پہلا جزء ہے مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر وہ مبتدا بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یعنی ظرف ہو تو پھر وہ اس عامل کے لیے مفعول یعنی مفعول فیہ بنے گا جو ف جزائیہ کے بعد ہے جیسے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق تو اس مثال میں منطلق عامل ہے اور یوم الجمعۃ مضاف مضاف الیہ سے مل کر اس کا معمول یعنی مفعول فیہ ہے۔

فصل حرف الردع کلا وضعت لزجر المتکلم وردعہ عما یتکلم بہ کقولہ تعالٰی: وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا ای لا یتکلم بھذا فانہ لیس کذٰلک ھٰذا بعد الخبر وقد تجیئ بعد الامر ایضا کما

اذا قیل لك اضرب زیدا فقلت کلا ای لا افعل ھٰذا قط وقد تجیئُ بمعنی حقا کقولہٖ تعالیٰ: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وحینئذ تکون اسما لِبَنِیّ لکونہٖ مشابھا لِکَلَّا حرفا وقیل تکون حرفا ایضا بمعنی اِنَّ لتحقیق مَعْنَی الجملۃ نحو كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى۔ بمعنی اِنَّ۔

ترجمہ:...... یہ چودہویں فصل ہے حرف ردع کلا ہے اور یہ وضع کیا گیا ہے، متکلم کو ڈانٹنے اور اس کو اس چیز سے روکنے کے لیے جس کا وہ تکلم کررہا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۰ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا (سورۃ فجر آیت: ۱۶) اور بہرحال جب اس کو آزمایا پس تنگ کردی اس پر اس کی روزی تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے تو میری توہین کی ہرگز نہیں یعنی وہ یہ بات نہ کہے اس لیے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے یہ خبر کے بعد ہوتا ہے اور کبھی کلا امر کے بعد آتا ہے جیسا کہ جب تم سے کہا جائے اضرب زیدا زید کو مار تو تم جواب میں کہو کَلَّا یعنی میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور کبھی حقًا کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۴ (سورۃ تکاثر آیت: ۴-۳) یقیناً عن قریب تم جان لو گے اس وقت کَلَّا اسم مبنی ہوتا ہے کَلَّا حرف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اور کہا گیا کہ اس صورت میں بھی حرف ہوتا ہے اِنَّ کے معنی میں یہ جملہ کی تحقیق کے لیے وضع کیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى یعنی یہ یقینی بات ہے کہ انسان سرکشی کرتا ہے یہاں کَلَّا اِنَّ کے معنی میں ہوتا ہے۔

تشریح:

فصل حرف الردع حروف کی بحث میں یہ چودہویں فصل ہے حرف ردع کے بیان میں حرف ردع اس حرف کو کہتے ہیں جو متکلم کو ڈانٹنے کے لیے اس چیز سے روکنے کے لیے جس کا وہ تکلم کررہا ہے حرف ردع یک ہی ہے اور وہ کَلَّا حرف کَلَّا جمہور کے نزدیک بسیط ہے لیکن امام ابن یعیش رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور لا نافیہ سے اور لام کو مشدد اس لیے کیا گیا تا کہ اس کی مشابہت لازم نہ ہو۔ کَلَّا تین معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے:

(۱)...... کذلک ھٰذا بعد الخبر جب کَلَّا خبر کے بعد واقع ہو تو یہ متکلم کو ڈانٹنے کے لیے ہوگا اس چیز سے

جس کا وہ تکلم کررہا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۰ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا تو یہاں پر یہ کلا ڈانٹنے کے لیے ہے متکلم کو منع کیا جارہا ہے کہ بھئی تو ایسی بات نہ کر بات ایسی نہیں ہے تو جب خبر کے بعد ہوگا کلا تو وہ ڈانٹنے کے لیے ہوگا۔

(۲)......وقد تجیئ بعد الامر ایضا دوسرا معنی اگر کلا امر کے بعد آجائے تو اس صورت میں یہ متکلم کو ڈانٹنے کے لیے نہیں ہوگا بلکہ مخاطب کی طرف سے متکلم کی بات کا انکار ہوگا جیسے کوئی شخص کہے کسی سے اضرب زیدا تو زید کو مار اور وہ جواب میں کہے كَلَّا ای لا افعل هٰذا قط یعنی یہ ہرگز نہیں ہوگا۔

(۳)......وقد تجیئ بمعنی حقا تیسرا معنی کبھی کبھی کلا حَقًّا کے معنی میں ہوتا ہے یعنی جملے کے مضمون کو پختہ کرنے کے لیے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: سورة التکاثر میں كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۴ یقینا عنقریب تم جان جاؤ گے۔

وحینئذ تکون اسما لکونہ مبنیا......الخ کلا جب حقا کے معنی میں ہو تو اس وقت یہ اسم ہوگا یا حرف ہوگا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور نحویین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کلا جب حقا کے معنی میں ہوگا تو یہ اسم ہوگا اور مبنی ہوگا حالانکہ اسم میں اصل اعراب ہے لیکن چونکہ اس کی مشابہت ہے لفظا اور معنی کلا حرفی کے ساتھ اور حروف تمام کے تمام مبنی ہیں پھر اس وجہ سے مبنی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ والا کلا بھی مبنی ہوگا۔ اور جمہور کے برخلاف امام کسائی اور ان کے متبعین فرماتے ہیں کہ جب کلا حقا کے معنی میں ہو تو یہ حرف ہوگا اور اِنَّ کے معنی میں ہوگا جیسے قرآن پاک میں ہے: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۶ (سورۂ علق: آیت ۶) تو یہاں پر یہ کلا، اِنَّ کے معنی میں ہے لہٰذا یہ حرف ہی ہوگا اسم نہیں ہوگا۔

فصل تاء التانيث الساكنة تلحق الماضی لتدل علی ما اُسْنِدَ اِلَيْهِ الفعل نحو ضُرِبَتْ هند وقد عرفت وجوب الحاقها واذا لقيها ساكن بعدها وجب تحريكها بالكسر لان الساكن اذا حرك حرك بالكسر نحو قد قامت الصلوٰة وحركتها لا توجب رَدَّ ما حذف لاجل سكونها فلا يقال رمات المرأة لان حركتها عارضية واقعة لرفع التقاء الساكنين فقولهم المرءتان رماتان ضعيف واما الحاق علامة التثنية وجمع المذكر وجمع المؤنث فضعيف فلا يقال قاما الزيدان وقاموا الزيدون وقمن النسآء وبتقدير الالحاق لا

تکون الضمائر لئلا یلزم الاضمار قبل الذکر بل علامات دالۃٌ علی احوال الفاعل کتاء التانیث۔

ترجمہ:......یہ پندرہویں فصل ہے تاء تانیث ساکنہ ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے تا کہ دلالت کرے اس چیز کے مؤنث ہونے پر جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے جیسے ضَرَبَتْ ھِنْدٌ (ہندہ نے مارا) اور آپ جان چکے ہیں ان مواقع کو جہاں تا تانیث ساکنہ کو لاحق کرنا واجب ہے اور جب تا تانیث ساکنہ کے بعد اس سے کوئی دوسرا ساکن حرف متصل ہو تو واجب ہے تا تانیث ساکنہ کو کسرہ کی حرکت دینا اس لیے کہ ساکن حرف کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے جیسے قد قامت الصلوٰۃ نماز کھڑی ہوگئی۔ اور تاء تانیث کی حرکت واجب نہیں کرے گی اس حرف کے لوٹانے کو جس کو تاء تانیث کے سکون کی وجہ سے حذف کیا تھا پس نہیں کہا جائے گا رماتِ المرءۃ اس لیے کہ تاء تانیث کی حرکت عارضی ہے التقائے ساکنین کو ختم کرنے کے لیے آئی ہے چنانچہ یہ اہل عرب کا قول المرءَتان رماتا ضعیف ہے اور بہرحال تثنیہ اور جمع مذکر اور جمع مؤنث کو لاحق کرنا وہ بھی ضعیف ہے پس نہیں کہا جائے گا۔ قاما الزیدان و قاموا الزیدون و رقمن النسآء لاحق کرنے کی صورت میں یہ ضمیریں نہیں ہوں گی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ تاء تانیث ساکنہ کی طرح فاعل کے احوال پر دلالت کرنے کی علامتیں ہوں گی۔

تشریح:

فصل تاء التانیث الساکنۃ: پندرہویں فصل ہے تائے تانیث ساکنہ کے بیان میں۔

تائے تانیث کی تعریف: تاء تانیث اس تا کو کہتے ہیں جو ماضی کے آخر میں ہوتی ہے تا کہ اس چیز کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہو۔ چاہے وہ فاعل ہو جیسے ضَرَبَتْ ھِنْدٌ ہندہ نے مارا، یا نائب فاعل ہو جیسے ضُرِبَتْ ھِنْدٌ ہندہ ماری گئی۔

فوائد وقیود: اس میں تائے تانیث ساکنہ کی قید سے تا متحرک نکل گئی تلحق الماضی کی قید سے ماضی کے علاوہ تمام زمانے نکل گئے۔

وقد عرفت مواضع یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ بھئی ان مواقع کو آپ نے تفصیل سے جان لیا جن مواقع میں تائے تانیث کا لانا واجب ہے یا نہ لانا واجب ہے وہ آپ تفصیل سے فعل

کی بحث میں جان چکے ہیں......

و اذا لقيها ساكن بعدها: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ تائے تانیث کے بعد حرف ساکن جب آجائے تو واجب ہے کہ تائے تانیث ساکنہ کو کسرہ دیا جائے کیونکہ جب ساکن کو حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے اذا حرك الساكن حرك بالكسر اور علمائے لغت کے نزدیک الكسرة اخت السكون بھی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حرکت کسرہ بہت کم ہے تو یہ نہ ہونے کے برابر ہے جیسے سکون مثال جیسے قد قامت الصلوٰة یہاں پر آپ دیکھیں قد قامت ہے اس کے بعد الصلوٰة ہے وہ ساکن ہے تو اجتماع ساکنین سے بچنے کے (جب دو ساکن جمع ہو گئے تو) تائے ساکنہ کو کسرہ دے دیا......

وحركتها...الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اعتراض: یہ ہے کہ جب تائے تانیث کو حرکت دی جائے تو اس حرف کو واپس لانا چاہیے جس کو حذف کیا گیا تھا التقائے ساکنین کی وجہ سے جیسے رَمَتْ یہ اصل میں رَمَيَتْ ہے تعلیل کے بعد یہ رَمَتْ بن گیا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح تھی تو اس کو الف سے بدل دیا رمات بن گیا تو التقائے ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا رَمَتْ بن گیا جب اس کے ساتھ ہم نے فاعل اسم ظاہر کو لگا دیا تو یہ بن گیا رمت المرأة تو یہاں ت کو ہم نے کسرہ دے دیا التقائے ساکنین سے بچنے کے لیے اور الف کو ہم نے التقائے ساکنین کی وجہ سے پہلے جب حذف کیا تھا تو اب اس الف کو واپس لانا چاہیے اور پڑھنا چاہیے رمات المرءة.....

جواب: یہ ہے کہ رمت المرءة اور رمات المرءة یہ پڑھنا جائز نہیں ہے یعنی تائے تانیث کی حرکت کے بعد حرف محذوف واپس نہیں آئے گا کیونکہ یہاں پر جو تائے تانیث کی حرکت ہے یہ اصل نہیں ہے بلکہ عارضی ہے اور عارضی اس لیے ہے کہ التقائے ساکنین سے بچا جائے اور اہلِ عرب کا جو قول ہے المرءتان رماتا یہ قول انتہائی ضعیف ہے اس پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

واما الحاق علامة التثنية وجمع المذكر......الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے اعتراض کا جواب دیا ہے اعتراض یہ ہے کہ جس طرح فاعل یا نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لیے فعل ماضی کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ لاحق کی جاتی ہے اسی طرح فاعل اور نائب فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں اس کے تثنیہ جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لیے فعل یا شبہ فعل کے آخر میں تثنیہ جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامتیں لاحق کرنی چاہئیں۔ جیسے قاما الزيدان قاموا الزيدون قمن النساء۔

جواب: صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ بھئ علامت تثنیہ جمع مذکر کا اور جمع مؤنث کا فعل کے آخر میں لانا جبکہ فاعل اسم ظاہر ہو یہ قول انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس سے یہ خرابی لازم آئے گی کہ صورتًا فاعل کا تکرار ہوگا وہ اس طرح کہ ایک تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث اسم ظاہر ہیں جیسے قاما الزیدان قاموا الزیدون اور قمن النسآء دوسرا فعل کے آخر میں ضمیر ہے تو اسم ظاہر اور اس میں ضمیر دونوں طرح سے فاعل آجائے گا اور یہ تکرار فاعل یہ بالکل جائز نہیں ہے لہٰذا قاما الزیدان قاموا الزیدون اور قمن النسآء یہ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ قاعدہ مشہور ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر تو فعل ہمیشہ مفرد آتا ہے لہٰذا اس کو قام الزیدان، قام الزیدون اور قامت النسآء پڑھا جائے گا۔

وبتقدیر الالحاق لاتکون..... الخ اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اوپر والے جواب کی مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ کبھی کسی فعل پر تثنیہ یا جمع مذکر یا جمع مؤنث کی علامت آجائے تو وہ ضمیر نہیں کہلائے گی کیونکہ ضمیر ہمیشہ مرجع کی محتاج ہوتی ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ ضمیر کا مرجع اسم ظاہر ہوگا تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے لہٰذا ان کو ہم علامت قرار دیں گے۔ اس بات کی کہ وہ فاعل کے تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرے جس طرح تائے تانیث دلالت کرتی ہے فاعل کے مؤنث ہونے پر۔

فصل التنوين نون ساكنة تتبع حركة اٰخر الكلمة لا لتاكيد الفعل وهي خَمْسَةَ اقسام الاول للتمكن وهو ما يدل على اَنَّ الاسم متمكن في مقتضى الاسمية اي أنه منصرف نحو زيد ورجل والثاني للتنكير وهو ما يدل على ان الاسم نكرة نحو صهٍ اي اسكت سكوتا ما في وقت ما واما صَهْ بالسكون فمعناه اسكت السكوت الاٰن والثالث للعوض وهو مايكون عوضًا عن المضاف اليه نحو حينئذ وساعتئذ ويومئذ اي حَيْنَ اِذًا كان كذا والرابع للمقابلة وهو التنوين الذي في جمع المؤنث السالم نحو مسلمات وهٰذه الاربعة تختص بالاسم۔

ترجمہ:..... تنوین وہ نون ساکن ہے جو تابع ہوتا ہے کلمے کے آخر کی حرکت کے اور فعل کی تاکید کے لیے نہیں ہوتا اور اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ پہلی تنوین تمکن اور یہ وہ ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ اسم اسمیت کے تقاضے میں پختہ ہے یعنی وہ منصرف ہے جیسے زیدٌ اور عمرٌو اور رَجُلٌ اور دوسری

قسم تنوین تنکیر ہے اور وہ وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صَہٍ أُسْکُتْ سُکُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا کے معنی میں ہے یعنی تو کسی وقت خاموش رہ اور جو صَہْ کون کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں أُسْکُتِ السُّکُوْتَ الْاٰنَ اب خاموش رہ اور تیسری قسم تنوین عوض ہے اور تنوین عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے جیسے حینئذ ، ساعتئذ ، یومئذٍ تقدیری عبارت اس کی ہے حین اِذْکان کذا ، ساعۃ اذکان کذا ، یَوْمَ اِذْکان کذا ۔ چوتھی قسم تنوین مقابلہ ہے اور وہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے جیسے مسلماتٍ اور یہ چاروں قسم کی تنوین اسم کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح:

حروف کی بحث میں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے سولہویں فصل تنوین کے متعلق بیان فرمائی ہے۔

تنوین کی تعریف: تنوین وہ نون ساکن ہے نون ساکنۃ تتبع حرکۃ اٰخر الکلمۃ لا لتاکید الفعل تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمے کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو نا کہ فعل کی تاکید کے لیے ہو۔

فوائد و قیود: جب فرمایا نون تو یہ بمنزلہ جنس کے ہے اس میں تمام نون داخل ہو گئے ساکنۃ پہلی فصل ہے اس سے نون متحرک نکل گیا تتبع حرکۃ اٰخر الکلمۃ دوسری فصل ہے اس کے ذریعے سے لدن اور عن اور من اور لَمْ یَکُنْ اس کے نون نکل گئے کیونکہ یہ آخری حرف کی حرکت کے تابع نہیں ہوتے بلکہ خود ساکن ہوتے ہیں لا لتاکید الفعل یہ تیسری فصل ہے اس سے نون خفیفہ نکل گیا کیونکہ وہ فعل کی تاکید کے لیے ہوتا ہے۔

و ھی خمسۃ اقسام: یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تنوین کی (۵) پانچ[۵] قسمیں ہیں: (۱) تنوین تمکن ۔ (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض ۔ (۴) تنوین مقابلہ ۔ (۵) تنوین ترنم ۔

الاول للتمکن: پہلی قسم تنوین تمکن ہے تنوین تمکن کی تعریف و ھو ما یدل علی أنَّ الاسم متمکن فی مقتضی الاسمیۃ تنوین تمکن سے مراد وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کا تقاضہ کرنے میں مضبوط ہے اور راسخ ہے یعنی منصرف ہے اسی طرح یہ تنوین یعنی تنوین تمکن منصرف غیر منصرف میں فرق کرتی ہے۔

الثانی للتنکیر ھو ما یدل علی ان الاسم نکرۃ تنوین تنکیر کی تعریف تنوین تنکیر اس تنوین کو کہتے ہیں جو اسم پر داخل ہوتی ہے جیسے صَہٍ اس کی تقدیری عبارت ہے ای اسکت سکوتا ما فی وقت ما اور صَہْ کی تقدیری

عبارت ہے اسکت السکوت الآن جو سکون کے ساتھ ہے یہ معرفہ پر داخل ہے اور جو تنوین کے ساتھ ہے وہ نکرہ پر داخل ہے نکرہ ہے۔

الثالث للعوض وھو مایکون عوضاً عن المضاف الیہ: تنوین عوض اس کو کہتے ہیں جو مضاف کے بعد مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے جیسے حینئذ ساعتئذ، یومئذ یہ اصل میں اس طرح تھے حین اِذْ کان کذا ،یومَ اِذْکان کذا، ساعۃ اذکان کذا تو اذکان کذا کی جگہ یہ سب کی جگہ تنوین عوض آ گئی جیسے حینئذ اسی طرح تینوں میں ئذٍ، ئذٍ، ئذٍ مضاف الیہ کے عوض میں تنوین آ گئی۔

الرابع للمقابلۃ وھو التنوین الذی فی جمع المؤنث السالم: تنوین مقابلہ اس تنوین کو کہتے ہیں جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں جیسے مُسْلِمَاتٌ یہاں الف اور تا علامت ہے اور تنوین جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے مین آتی ہے مسلمات کی تنوین صرف تنوین مقابلہ ہے یہ تنوین تمکن نہیں ہو سکتی ۔جس طرح بعض لوگوں کو گمان ہوا ہے اور نہ یہ توین تنکیر ہے اور نہ تنوین عوض ہے اور نہ ہی تنوین ترنم ہے صاحب درایۃ النحو رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو لکھا ہے۔

وھٰذہ الاربعۃ الخ ۔ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ ان چاروں کا حکم یہ ہے کہ یہ چاروں قسمیں خاص ہیں اسم کے ساتھ اور پانچویں قسم جو تنوین کی ہے تنوین ترنم وہ اسم فعل حرف ہر چیز پر داخل ہو سکتی ہے۔

الخامس للترنم وھو الذی یلحق اٰخر الابیات والمصاریع کقولہ الشاعر شعر اقلی اللوم عاذلَ والعتابن۔ وقولی ان اصبت لقد اصابن و کقولہ ع یا ابتا علکَ او عساکن۔ وقد یحذف من العَلَم اذا کان موصوفا بابن او ابنۃ مضافا الی علم اٰخر نحو جاءَنِی زید بن عمرو وھند ابنۃ بکر۔

ترجمہ:......تنوین کی پانچویں قسم تنوین ترنم ہے اور وہ یعنی تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو اشعار اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے جیسے شاعر کا قول ہے: **اقلی اللوم عاذلَ و العتابن و قولی ان اصبت لقد اصابن** اے ملامت کرنے والی عورت ملامت اور عتاب تو کم کر اور تو کہہ دیا کر کہ جب میں کوئی اچھا کام کروں کہ تو نے اچھا کام کیا ہے اور جیسے شاعر کا قول ہے: **یا ابتا علکا او عساکن** اے میرے ابا جان اُمید ہے آپ رزق کو پالیں گے یا قریب ہے کہ آپ اس کو حاصل کرلیں اور کبھی حذف کر دی

جاتی ہے تنوین علم سے جبکہ اس کی صفت لائی گئی ہو ابن یا ابنۃ کے ساتھ اس حال میں کہ وہ ابن یا ابنۃ دوسرے عَلَم کی طرف مضاف ہوں جیسے جاءَنِی زیدبن عمرو ور جاءَتْنی هندابنۃبکر میرے پاس عمرو کا بیٹا زید آیا یا میرے پاس بکر کی بیٹی ہندہ آئی۔

تشریح:

الخامس اس عبارت میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے تنوین کی پانچویں قسم تنوین ترنم کو بیان کیا ہے جو اشعار اور مصرعوں کے اخر میں آواز کو خوبصورت کرنے کے لیے لائی جاتی ہے۔ پہلی مثال صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے ابیات کی یعنی جو اشعار کے آخر میں آتی ہے:

اقلی اللوم عاذلَ و العتابن　　وقولی ان اصبت لقد اصابن

اے ملامت کرنے والی عورت ملامت اور عتاب کو کم کر اور تو کہہ جب میں کوئی اچھا کام کروں کہ تو نے اچھا کام کیا ہے محل استشہاد اس شعر کے پہلے مصرعے میں عتابا ہے اور دوسرے مصرعہ میں اصابن ہے:

دوسری مثال صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے مصرعہ کی دی ہے۔ یا ابتا علک او عساکن۔ اے ابا جان امید ہے کہ آپ رزق کو پالیں گے یا یہ کہ آپ اس کو حاصل کریں گے۔ یہاں پر محل استشہاد ہے عساکن تنوین مصرعہ کے آخر میں آئی ہے۔

دونوں اشعار کی ترکیب:

اقلی اللوم عاذلُ و العتابن وقولی ان اصبت لقد اصابن اس مثال میں اقلی میں اقل فعل امر اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ عاذل منادی مرخم لفظا مبنی بر علامت رفع اور محلا منصوب مفعول بہ ہے یا حرف ندا محذوف ادعو فعل ضمیر فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ان حرف شرط اصبت فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط اور قولی فعل محذوف ضمیر فاعل فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول و اللہ قسم محذوف ہے و حرف جر برائے قسم لفظ اللہ مجرور جار مل کر اقسم فعل کے متعلق ہو کر قسم لقد میں لا برائے جواب قسم اور قد اصاب فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبر ہو کر جواب قسم۔ قسم محذوف جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہو کر مقولہ۔ قول مقولہ مل کر جملہ جملہ قولیہ ہو کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر مقولہ۔ قول مقولہ مل کر جملہ دو جملہ انسائیہ ہوا۔

دوسری مثال کی ترکیب: یابتا عکا وعساکن..... یا حرف ندا قائم مقام ادعو فعل محذوف ادعو فعل محذوف ضمیر فاعل اب مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر نداء علّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر علّ کی خبر علّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ وحرف عطف عسیٰ فعل مقاربہ ضمیر اس کا اسم نجدہٗ جملہ فعلیہ خبریہ محذوف عسیٰ کی خبر عسیٰ فعل مقارب اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جواب نداء۔

وقد یحذف من العلم......الخ یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ جس علم کے آخر میں تنوین ہو اور اس اس علم کی صفت لائی جائے ابن یا ابنۃ کے ساتھ اور آگے یہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں تو اس علم سے تخفیف کی خاطر تنوین کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ لفظ ابن اور ابنۃ علم کے درمیان کثرت سے استعمال ہوتے ہیں اور کثرت کا تقاضہ ہوتا ہے تخفیف کا اور اسی طرح درمیان میں آنے کی وجہ سے ابن کا ہمزہ بھی گر جائے گا اور ابنۃ کے ہمزے کو نہیں گرائیں گے کیونکہ اس کا التباس آجائے گا دوسرے لفظ کے ساتھ جیسے جاءنی زید بن عمرو ونحو جاءتنی هند ابنۃ بکر اب اس مثال میں دیکھیں پہلی مثال میں زید سے اور دوسری مثال میں هند سے تنوین حذف کی گئی اس لیے کہ زید کی ابن کے ساتھ اور ہند کی ابنۃ کے ساتھ صفت لائی گئی ہے اور پھر یہ ابن اور ابنۃ دوسری علم کی طرف مضاف بھی ہیں۔

فائدہ:......ابن اور ابنۃ ایسے دو علموں کے درمیان واقع ہوں جن میں تناسل اور نسبیت کا تعلق ہو تو وہاں ابن اور ابنۃ ماقبل کے لیے صفت اور مابعد کے لیے مضاف ہوتے ہیں۔

فصل نون التاكيد وهي نون وضعت لتاكيد الامر والمضارع اذا كان فيه طلب بازاءِ قد لتاكيد الماضي وهي على ضربين خفيفة اى ساكنة ابدا نحو اضربنْ وثقيلة اى مشددة مفتوحة ابدا ان لم يكن قبلها الف نحو اضرِبُنَّ ومكسورة ان كَانَ قبلها الف نحو اضربانِّ واضربنانِّ وتدخل في الامر والنهي والاستفهام والتمني والعرض جوازا لِاَنَّ في كل منها طلبا نحو اضربن ولا تضربن وهل تضربن وليتك تضربن والا تَنْزِلَنَّ بنا فتصيب خيرًا وقد تدخل في القسم وجوبا لوقوعه على ما يكون مطلوبا للمتكلم غالبا فارادوا ان لا

يكون آخر القسم خاليا عن معنى التاكيد كما لا يخلو اَوّلهٗ منه نحو والله لا افعلن كذا......

ترجمہ:...... یہ سترہویں فصل ہے اور یہ نون تاکید کے بیان میں ہے اور وہ ایسا نون ہے جو وضع کیا گیا ہے امر اور فعل مضارع کی تاکید کے لیے جب کہ فعل مضارع میں طلب کے معنی ہوں قد کے مقابلے میں جو فعل ماضی کی تاکید کے لیے وضع کیا گیا ہے اور نون کی دو۲ قسمیں ہیں: نون تاکید خفیفہ یعنی جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اِضْرِبَنْ اور نون تاکید ثقیلہ (مشددہ) اور وہ ہمیشہ مفتوح ہوتی ہے جب اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضْرِبَنَّ مکسور ہوتی ہے اگر اس سے پہلے الف ہو جیسے اضربانّ اضربنانّ اور داخل ہوتا ہے نون تاکید امر نہی استفہام تمنی اور عرض میں جوازاً اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے اِضْرِبَنَّ لاتضربنّ هل تضربنّ لیتك تضربنّ الاتنزلن بنا فتصيب خيرا اور کبھی نون تاکید داخل ہوتی ہے قسم میں وجوبی طور پر قسم کے اکثر اس چیز پر واقع ہونے کی وجہ سے جو متکلم کو مطلوب ہوتی ہے پس نحویوں نے چاہا کہ قسم کا آخر خالی نہ رہے تاکید کے معنی سے جیسا کہ اس کا اول تاکید کے معنی سے خالی نہیں ہے جیسے والله لا افعلن كذا خدا کی قسم میں ضرور بضرور ایسا کروں گا۔

فصل نون التاكيد: اس فصل میں صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے حروف کی بحث میں سے سترہویں اور آخری فصل نون تاکید کو بیان فرمایا ہے۔

نون تاکید وہ غیر عامل مشدد اور ساکن ہے جو امر اور فعل مضارع کی تاکید کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ جس میں طلب کا معنی ہو اور وہ نون تاکید اس قد کے معنی میں ہو جو ماضی کی تاکید کے لیے آتا ہے یعنی جس طرح قد ماضی کی تاکید کے لیے آتا ہے اسی طرح مضارع کی تاکید کے نون تاکید آتا ہے: و هو علی ضربين صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نون تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) نون خفیفہ۔ (۲) نون ثقلیہ۔

نون تاکید خفیفہ: اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ ساکن ہو جیسے اضربَنْ اضربُنْ اضربِنْ ضرور بضرور مار تو ایک مرد۔ ضرور بضرور مارو تم سب مرد۔ ضرور بضرور مار تو ایک عورت۔

نون تاکید ثقلیہ: اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ مشدد ہو اور نون ثقلیہ ہمیشہ مفتوح ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اضربَنَّ ضرور بضرور مار تو ایک مرد۔ اضربُنَّ ضرور بضرور مار تو سب مرد۔ اضربِنَّ ضرور

بضر ور مارتو ایک عورت۔ اور اگر نون سے پہلے الف ہوتو نون ہمیشہ مکسور ہو گا جیسے اضربانِّ ضرور بضرور مارو تم دو مرد یا دو عورتیں۔ اضربنانِّ ضرور بضرور مارو تم سب عورتیں۔

وتدخل فی الامر و النھی: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ان چیزوں کو بیان فرماتے ہیں جس میں نون تاکید داخل ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے ایک اصول یاد رکھیے کہ ہر وہ چیز جس میں فعل کی طلب موجود ہو اس میں نون تاکید داخل ہوسکتی ہے۔ چاہے ثقلیہ ہو، چاہے خفیفہ ہو اور یہ پانچ چیز ہیں۔ (۱) امر جیسے اِضْرِبَنَّ ضرور بضرور مار۔ (۲) نہی جیسے لَاتَضْرِبَنَّ ہرگز نہ مار (۳) استفہام جیسے ھَلْ تَضْرِبَنَّ کیا تو ضرور مارے گا۔ (۴) تمنی جیسے لیتک تضربنَّ کاش کہ تو مارتا۔ (۵) عرض جیسے الا تنزلَنَّ بِنَا فتصیبَ خَیْرًا آپ ہمارے پاس ضرور بضرور آتے تو آپ بھلائی کو پہنچتے۔

(۱) پہلا فائدہ:......ان پانچ چیزوں پر نون تاکید کا داخل ہونا جوازاً ہے وجوباً نہیں ہے۔

(۲) دوسرا فائدہ:......ان پانچ چیزوں میں طلب کا معنی پایا جاتا ہے امر نہی استفہام میں ظاہر ہے اور تمنی اور عرض یہ امر کے حکم میں ہیں۔

وقد تدخل القسم: یہاں سے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ کبھی جواب قسم پر نون تاکید کو داخل کرنا واجب ہوتا ہے شرط یہ ہے کہ جواب قسم مثبت ہو اور نون تاکید کے داخل ہونے کی جو شرط ہے طلب فعل وہ اس میں پائی جائے کیونکہ نون تاکید کی جو شرط ہے طلب فعل وہ اس میں پائی جاتی ہے یعنی جواب قسم میں پائی جاتی ہے کیونکہ متکلم جب قسم کا تکلم کرتا ہے تو اس کی قسم میں فعل کی طلب ہے جو اصل میں جواب قسم ہے غالبًا اسی وجہ سے علمائے نحو کے نزدیک جواب جب مثبت ہو تو اس پر نون تاکید داخل کرنا واجب ہو گا تاکہ وہ قسم کے مطابق ہو جائے کیونکہ قسم میں بھی تاکید ہوتی ہے اور اس میں بھی تاکید آجائے گی جیسے واللہ لا افعلن کذا اللہ کی قسم میں ضرور بضرور ایسا کروں گا۔

واعلم انه يجب ضم ما قبلها فی جمع المذكر نحو اضربُن ليدل على الواو المحذوفة و كسر ما قبلها فى المخاطبة نحو اضربِن ليدل على الياء المحذوفة وفتح ما قبلها فی ما عداهما اما فی المفرد فلانه لو ضم لا لتبس بجمع المذكر ولو كسر لا لتبس بالمخاطبة واما فی المثنى وجمع المؤنث فلأنَّ ما قبلها الف نحو اضربانّ واضربنانّ وزيدت الف قبل النون فی جمع

المؤنث لكراهة اجتماع ثلث نونات نون الضمير ونونا التاكيد ونون الخفيفة لا تدخل في التثنية اصلا ولا في جمع المؤنث لانه لو حركت النون لم تبق خفيفة فلم تكن على الاصل وان ابقيتهما ساكنة يلزم التقاء الساكنين على غير حده وهو غير حسن. تمت بالخير

ترجمہ:......اور جان لیجیے کہ واجب ہے نون تاکید کے ماقبل کو ضمہ دینا جمع مذکر میں جیسے اِضْرِبُنَّ کہ دلالت کرے اس واؤ پر جس کو حذف کیا گیا ہے اور واجب ہے نون تاکید کے ماقبل کو کسرہ دینا واحد مؤنث حاضر میں جیسے اِضْرِبِنَّ کہ وہ دلالت کرے اس یا پر جس کو حذف کیا گیا ہے اور واجب ہے نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ دینا ان کے علاوہ باقی سب میں۔ بہرحال واحد کے صیغوں میں تو اس لیے کہ اگر ان میں نون تاکید کے ماقبل کو ضمہ دیا جائے گا تو التباس لازم آئے گا جمع مذکر کے ساتھ اور اگر کسرہ دیا جائے گا تو التباس ہو جائے گا واحد مؤنث حاضر کے ساتھ اور رہی یہ بات تثنیہ اور جمع مؤنث میں تو وہاں اس لیے کہ ان صیغوں میں نون تاکید کا ماقبل الف ہوتا ہے اضربانِّ اضربنانِّ اور زیادہ کر دیا گیا ہے الف نون تاکید سے پہلے جمع مؤنث میں تین نون یعنی نون ضمیر اور تاکید کے دو۲ نون اکٹھے ہونے کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے۔ اور نون خفیفہ تثنیہ میں بالکل داخل نہیں ہوتی اور نہ جمع مؤنث میں اس لیے کہ اگر آپ نون کو حرکت دیں گے تو وہ خفیفہ باقی نہیں رہے گا پس وہ اپنی اصل پر باقی نہیں رہے اور اگر اس کو اپنی اصل پر باقی رکھیں گے تو لازم آئے گا اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ اور وہ جائز نہیں ہے۔

تشریح:

یہاں سے صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نون تاکید کے ماقبل والے حرف کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ نون تاکید (چاہے نون ثقلیہ ہو یا خفیفہ ہو) سے پہلے والے حرف پر کیا حرکت آئے گی تو اس کے لیے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے چند صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) پہلی صورت:...... يَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِي جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر کے موقعوں میں نون تاکید سے پہلے والے حرف پر ضمہ آئے گا تاکہ وہ واو محذوفہ پر دلالت کرے کیونکہ جمع مذکر

غائب اصل میں تھا یضر بون، جمع مذکر حاضر اصل تضر بون)

فرماتے ہیں کہ جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر میں واو ضمیر کو حذف کرنے کے بعد نون ثقیلہ کے ماقبل کو ضمہ دینا واجب ہے تاکہ وہ ضمہ واو محذوف پر دلالت کرے جیسے اِضْرِبُنَّ یضربُنَّ

دوسری صورت:......وکسر ماقبلها في المخاطبة نحو اضربن ليدل على الياء المحذوفة ماقبلها واحد مؤنث مخاطب میں نون ثقلیہ خفیفہ سے پہلے والے حرف پر کسرہ (زیر) آئے گا کیونکہ وہ اصل میں تضربین ہے۔تاکہ التقاء ساکنین سے جو یا گر گئی وہ اس پر دلالت کرے جیسے اِضْرِبِنَّ تین صیغوں کے علاوہ باقی جتنے بھی صیغے ہیں وفتح ماقبلها في ماعداهما ان دو۲ صورتوں (جس میں تین صیغے ہیں اِضْرِبُنَّ تضربُنَّ اِضْرِبِنَّ) ان تین صیغوں کی دو صورتوں کے علاوہ باقی جتنے بھی صیغے ہیں ان میں نون تاکید سے پہلے والے حرف پر فتحہ آئے گا اور وہ صیغے یہ ہیں:(۱) واحد مذکر غائب۔(۲) واحد مؤنث غائب۔(۳) جمع مؤنث غائب۔(۴) جمع مؤنث حاضر۔(۵) واحد متکلم اور (۶) جمع متکلم۔ اور چار تثنیہ کے صیغے ہیں: تثنیہ مذکر غائب اور حاضر اور تثنیہ مؤنث غائب اور حاضر، یہ سب صیغے جو ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مفرد کے جو پانچ صیغے ہیں ان میں فتحہ کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اس کو ضمہ دیں گے تو اس کا التباس لازم آئے گا جمع مذکر کے ساتھ اور اگر کسرہ دیتے ہیں تو واحد مؤنث مخاطب کے ساتھ اس کا التباس لازم آئے گا اور اگر ساکن رکھتے ہیں تو التقائے ساکنین لازم آئے گا اس لیے فتحہ منتخب ہوا۔ اور پیچھے جو تثنیہ اور جمع کے صیغے ہیں تو وہاں پر نون تاکید سے پہلے الف ہے اور الالف في حكم الفتحه ہے اور تثنیہ کے صیغوں میں تو ظاہر ہے اضربانِّ جمع کے صیغوں میں الف کو بڑھائیں گے ایک خرابی کی وجہ سے اور وہ خرابی یہ ہے کہ اگر جمع کے صیغوں میں نون تاکید سے پہلے ہم نے الف کو نہیں بڑھایا تو تین نون ایک ساتھ جمع ہو جائیں گے جیسے اِضْرِبْنَنَّ کہ تین نون ایک ساتھ جمع نہ ہو جائیں کیونکہ تین نون کا ایک ساتھ جمع ہو جانا کلام عرب میں بہت برا ہے اس لیے نون تاکید سے پہلے الف کو بڑھادیں گے تو ہو جائے گا اِضْرِبْنَانِّ

ونون التاكيد ونون الخفيفة...... الخ یہاں صاحبِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ نون تاکید اور نون خفیفہ کا ایک خاص حکم بیان فرماتے ہیں کہ نون خفیفہ یہ تثنیہ اور جمع پر کبھی بھی داخل نہیں ہوسکتا ...... کیونکہ اگر خفیفہ کو تثنیہ یا جمع مؤنث پر داخل کیا جائے گا تو دو۲ خرابیوں میں سے ایک لازم آئے گی۔

پہلی خرابی:...... اگر نون خفیفہ کو حرکت دیتے ہیں تو پھر وہ نون خفیفہ نہیں رہتی۔

دوسری خرابی:...... آپ اگر اسے ساکن چھوڑ دیتے ہیں تو اس صورت نون تاکید خفیفہ تو ہے لیکن اس صورت میں التقائے ساکنین على غير حده لازم آئے گا اور یہ بہتر نہیں ہے۔

(۱) التقائے ساکنین کی دو قسمیں ہیں:

التقائے ساکنین علی حدہٖ: جائز ہے اس میں تین شرطیں ہونی چاہییں (۱) پہلا والاحرف ساکن مدہ ہو۔(۲) دوسرا والاحرف ساکن مدغم ہو۔ (۳) دونوں ایک کلمے میں ہوں۔ یہ التقائے ساکنین کی پہلی قسم ہے اور یہ جائز ہے التقائے ساکنین علی حدہ جیسے دابّۃٍ اصل میں تھا دَابِبَۃِ۔ اور دوسری قسم:

التقائے ساکنین علیٰ غیر حدہٖ اس کو کہتے ہیں جس میں یہ شرائط نہ پائی جائیں یعنی پہلے والاحرف ساکن مدہ نہ ہو یا مدہ ہو دوسرا مدغم نہ ہو یا دونوں ہوں حرف مدہ بھی ہو پہلا دوسرا مدغم بھی ہو لیکن ایک کلمے میں نہ ہوں جیسے اضربانّ

واللہ اعلم

اور اس کے ساتھ الحمد للہ شرح پوری ہوگئی

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔